سیرتِ محمدیہ

ترجمہ

مواہبِ لدنیہ

ترتیب و تدوین جدید

مکرم جناب محمد عبدالستار طاہر مسعودی زید مجدہٗ

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

سیرتِ محمدیہ

ترجمہ

مواہبِ لدنیہ دوم

تصنیف

شیخ المورخین حضرت امام احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترتیب و تدوینِ جدید

مکرم جناب محمد عبدالستار طاہر مسعودی زید مجدہٗ

تحریک

مولانا محمد منشا تابش قصوری
صدر ادارہ ریاض المصنفین لاہور

ناشر
شبیر برادرز ○ ۴۰۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	....	سیرۃ محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ (دوم)
تصنیف	....	امام احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ
جدید ترتیب وتدوین	....	محمد عبدالستار طاہر مسعودی
زیر سرپرستی	....	محمد منشا تابش قصوری
اشاعت اوّل	....	اگست 2002ء
تعداد	....	1100
کمپوزنگ	....	words maker Lhr.
مطبع	....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	....	شبیر برادرز لاہور
قیمت مکمل سیٹ	....	[illegible] روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

زبیدہ سینٹر 40 اُردو بازار لاہور (پاکستان)

فہرست مضامین

(حصہ دوم)

نمبر شمار | مضامین | صفحہ نمبر

دوسری فصل :

نمبر شمار | مضامین | صفحہ نمبر

آپ کی اولاد کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام

تیسری فصل :

نبی اکرم کی ازواجِ مطہرات و باندیاں

نبی اکرم کی دیگر ازواجِ کرام

جن عورتوں سے آپ نے بیاہ کرنا چاہا

نبی اکرم کی لونڈیاں

رسول اکرم ﷺ کے قاصد وکاتب

مکتوبات شریف

بادشاہوں کے نام مکتوبات شریف

آنحضرت نے حاکم مقرر فرمائے

نویں فصل

رسول اللہ ﷺ کے پالتو چوپائے

دسویں فصل

بارگاہ نبوی میں آنے والے وفد

تیسرا مقصد

شمائل النبویہ ﷺ

پہلی فصل

رسول پاک کا کمال خلقت اور جمال صورت مبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

دنیا میں کتنے ہی مشاہیر ہو گزرے —— بڑے بڑے نامی گرامی' بڑے بڑے قد آور' نامور' طاقت ور —— جاہ و جلال' شان و شوکت' حشمت و تمکنت والے سربرآوردہ لوگ! —— لیکن'

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے!

کتنے پیغمبر اللہ کریم کا پیغام لے کر اس کائناتِ ارضی پر تشریف لائے —— کسی کا کوئی کمال تھا' کسی کا کوئی وصف!

☆ کوئی حسن میں باکمال تھا' کوئی آواز میں'

☆ کوئی کلام میں باکمال تھا' کوئی رفتار میں'

☆ کوئی شجاعت میں بے مثال تھا' کوئی عدل میں۔

غرض کہ کوئی ایسا نہ تھا جو ان تمام صفات و کمالات کا جامع ہو۔

ہر آنے والے نے آ کر قوموں کے مزاجوں کی —— تہذیبوں کی —— معاشروں کی رہنمائی کی۔ اور انہیں بتایا کہ:

☆ ہم تو اس ایک آنے والے کے سفیر ہیں'

☆ ہم تو اس آفتابِ عالم تاب کی ایک کرن ہیں'

☆ ہم تو اس نور کا ایک رنگ ہیں'

☆ ہم تو اس کے اوصاف کی ایک جھلک ہیں'

☆ ہم تو اس کے کمالات کی ایک دمک ہیں ——

جب وہ آ جائے جس کے لئے رب کریم نے ہمیں تمہیں اور سب جہانوں کو بنایا —— اس کائنات کو بنایا' سجایا اور ہمیں تمہاری طرف بھجوایا —— تو تم:

☆ اس کی پیروی کرنا'

☆ اس پر ایمان لانا'

☆ اس کی مدد کرنا

اللہ کریم نے اپنی پہلی کتابوں کے جوہر قرآن کریم میں اس آنے والے کی زندگی کو ''اسوۂ حسنہ'' بتایا ——

O

ہاں ! —— اس کا اٹھنا' —— اس کا بیٹھنا —— اس کا سونا' اس کا جاگنا —— اس کا کھانا' اس کا پینا —— اس کا پہننا' اس کا اتارنا —— اس کا رونا' اس کا مسکرانا —— اس کا ملنا ملانا' اس کا آنا جانا —— اس کی شجاعت' اس کی قیادت' اس کی عدالت' اس کی امانت' اس کی صداقت' اس کی متانت' اس کی نفاست' اس کی لطافت ! —— غرض کہ زندگی کا کوئی پہلو دیکھ لیجئے' زیست کا کوئی شعبہ دیکھ لیجئے —— حیات کا کوئی زاویہ دیکھ لیجئے —— کوئی گوشہ ایسا نہیں جو حسن و ترتیب سے خالی ہو —— قدم قدم میں حسن ہے' جمال ہے' دلکشی ہے' روشنی ہے' تازگی ہے' زندگی ہے !

ہاں وہ زندگی کی علامت ہیں' جنہوں نے مردہ دلوں میں جان ڈال دی —— جنہوں نے کنکروں کو گویائی عطا کر دی —— جنہوں نے نابیناؤں کو بینائی عطا کر دی —— ہر وہ ذائقہ جو زندگی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے' وہ آپ ہی کا مرہون منت ہے۔

O

''مواہب لدنیہ'' جلد اوّل پر احقر نے وسط اپریل ۲۰۰۱ء میں آغاز کار کیا۔ —— ۹ جولائی ۲۰۰۱ء/ ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ دوشنبہ کو اس کی ترتیب و تدوین جدید کی تکمیل ہوئی۔

دو ایک دن بعد جلد دوم پر آغاز کار کیا' اور ۱۸ رجب ۱۴۲۲ھ/ ۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء جمعۃ المبارک کے دن تکمیل ترتیب و تدوین ہوگئی —— فالحمد للہ علی ذلک !

پہلی جلد کے مسودہ کے ۵۴۷ صفحات اور دوسری جلد کے ۶۲۶ صفحات ہوئے۔

سیرت پاک پر کام کرتے ہوئے محسوس ہوا کہ یہ ایک ایسی وادی کا مبارک سفر ہے جو دشوار گزار ضرور ہے مگر پرخار نہیں۔ بلکہ گلزار و مرغزار ہے —— دشوار گزار اس لئے کہ ہر قدم محتاط روی کا تقاضا کرتا ہے —— مرغزار اس لئے کہ یہ مرغزار ہے بلکہ مرغزار سے بھی کہیں دلکش و خوبصورت ہے ! —— سچ پوچھئے تو اس راہ کا سفر جہاں پرخطر تھا' اس سے کہیں بڑھ کر پرلطف تھا۔

اتنے قلیل عرصہ میں اس کام کا پایۂ تکمیل کو پہنچ جانا تائید ایزدی نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ تو ان کا کرم ہے ورنہ ' مجھ میں تو ایسی بات نہیں

اب تو یہ عالم ہے۔

یاد میں تیری جو دن گزرے' وہ دن سب سے بہتر ہے
یاد میں تیری رات جو گزرے' اس جیسی کوئی رات نہیں

O

''مواہب لدنیہ'' کی جلد دوم آپ کے ہاتھوں میں ہے —— سیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب ذیل پہلو

اس جلد کی زینت ہیں:

۱ - خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲ - آپ کے خدام کرام

۳ - ۲۰ کے لگ بھگ مکتوبات شریف

۴ - آپ کے ذاتی استعمال کی اشیاء

۵ - بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے والے ۳۵ وفود

۶ - شمائل شریف

خاندان کے زیرِعنوان آپ کی ازواجِ مطہرات' آپ کے محترم چچا' آپ کی پھوپھیاں' دادیاں' نانیاں —— رضاعی مائیں اور دودھ شریک بھائیوں کا ذکر ہے۔

شمائل شریف میں جہاں تک ممکن ہو سکا' مذکورہ عضو مبارک کے حوالے سے قافلہ سالار عشق امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار اور ان پر مولانا اختر الحامدی علیہ الرحمہ کی تضمین پیش کی گئی ہے —— یوں نثر کے سر نظم ونعت کا سہرا سجایا گیا ہے۔ جس سے بیان کی رونق دوبالا ہو گئی ہے۔

لائق تحسین ہیں ملک شبیر حسین صاحب' جنہوں نے احقر کو یہ کام سونپا —— ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔ ان کے علاوہ ان بزرگانِ عظام کا بے حد مشکور ہوں جن کی دعائیں اور شفقتیں ہر لحہ ہر قدم پر احقر کی رہنمائی کرتی رہیں:

☆ پیرومرشد قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایم - اے' پی ایچ ڈی زید عنایتۂ

☆ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ

☆ علامہ محمد منشا تابش قصوری دامت برکاتہم العالیہ

اور برادر عزیز ملک محمد سعید مجاہد آبادی ——

اللہ کریم کے حضور دست بستہ عرض ہے کہ وہ ہم سب کی زندگیوں میں اپنے محبوب کریم رؤف ورحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کا اسوۂ حسنہ اس طرح سے جاری وساری فرمادے جس طرح کہ رگوں میں خون دوڑتا ہے' نسوں میں سانس دوڑتی ہے۔

اللھم آمین بجاہ سید المرسلین والحمد للہ رب العالمین

خاکپائے صاحبدلان

محمد عبدالستار طاہر

E-111/A پیر کالونی' والٹن لاہور کینٹ - کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

دوسرے مقصد کی پہلی فصل

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو آپ کے کمال صفات (جو اپنے غیر سے بڑھ کر ہیں) پر دلالت کرتے ہیں' ان کے ذکر پر مبنی ہے۔

اسم اور اس کی بحث:

لفظ اسماء' اسم کی جمع ہے۔ لغت میں اسم وہ کلمہ ہے جسے عرب نے مسمی کے مقابلہ میں وضع کیا ہے' جس وقت وہ کلمہ بولا جاتا ہے تو اس سے وہ مسمی مراد لیا جاتا ہے۔ اس تعریف میں چار چیزوں کی مراعات ضروری ہے:

☆ ایک اسم ☆ دوسرا مسمی بفتح میم ثانی

☆ تیسرا مسمی بکسر میم ثانی ☆ چوتھا تسمیہ

چنانچہ اسم وہ موزوں لفظ ہے جو بوجہ تعریف ذات کے یا تخصیص ذات کے ذات پر دلالت کرتا ہے اور اسے غیر سے ممتاز کردے۔ جیسے لفظ زید ہے۔ زید کا مسمی وہ ذات ہے کہ جس کا امتیاز اسم کے ساتھ مقصود ہے —— جیسے زید کی پہچان یعنی زید موجود ہے اور مسمی بکسر میم ثانی اس لفظ کو وضع کرنے والا ہے —— اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اجناس کے اسماء کا وضع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے' جبکہ اشخاص کے علموں کا وضع کرنے والا بشر ہے —— تسمیہ کی خصوصیت اس ذات کے ساتھ اور اس لفظ کی خصوصیت اس معنی کے ساتھ کہ جس وقت وہ لفظ بولا جائے یا محسوس کیا جائے تو وہ معنی سمجھا جائے۔

علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا اسم عین مسمی ہے یا مسمی کا غیر ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اسم عین مسمی ہے اور اس پر اس فرمان الٰہی سے استدلال کیا ہے:

''سبح اسم ربك الاعلیٰ ''یعنی تسبیح ہے رب علیٰ کے لیے''

اس پر دلالت کی گئی کہ رب کا اسم وہی رب ہے' یعنی مسمی۔ لہٰذا جو اسم ہے وہی ذات ہے —— اس کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ سبح کا معنی اغلب ذکر ہے۔ اذکر ہے۔

☆ گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: اذکر اسم ربك الاعلیٰ

☆ جیسے یہ ارشاد باری ہے: واذکر اسم ربك بکرۃ واصیلا —— کبھی اذکر کا معنی سبح غلبہ میں اوّل کے عکس لیا جاتا ہے۔

ارشاد باری ہے: واذکر اسم ربك ای سبح ربك ——

عربی لغت میں یہ طریقہ ہے کہ ایک فعل کا معنی دوسرے فعل سے لے لیتے ہیں۔ اسم مسمی ہی ہے' یعنی اسم عین مسمی ہے اس لیے کہ اسم کی اضافت مسمی کی طرف ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سے شے کی اضافت الیٰ نفسہٖ لازم آتی ہے' یہ صحیح نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اسم تسمیہ کے معنی میں ہے۔ تسمیہ اسم کا غیر ہے' اس لیے کہ تسمیہ لفظ بالاسم ہے۔ اس پر دلیل فرمان باری تعالیٰ باسم ہے۔ اور اسم مسمی کو لازم ہے۔ چنانچہ تسمیہ اور اسم دونوں متغائر ہوں گے —— علامہ زرقانی شارح مواہب فرماتے ہیں کہ اس معنی سے تسمیہ جو بیان کیا گیا ہے تسمیہ اسم کی زبان سے عبارت ہے۔ چنانچہ سبح اسم ربك کا معنی یہ ہے کہ ''تو اس معنی کو یاد کر کہ وہ ذات ہے'' لفظ اس پر دلالت کرتا ہے' اس میں اضافت بیانی ہے۔ اور جس نے یہ کہا ہے کہ اسم عین مسمی ہے' اس نے بھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد بغلام اسمه یحییٰ کے ساتھ محبت پیش کی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یایحییٰ خذ الکتاب بقوه . اللہ تعالیٰ نے اسم کو پکارا' اسم نے اس پر دلالت کی کہ اسم ہی مسمی ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ اس کا معنی یاایهاالغلام الذی اسمه یحییٰ ہے۔ اگر اسم مسمی کا عین ہوتا تو یہ ہوتا کہ جو شخص لفظ النار کہتا' اس کی زبان جل جاتی اور جو شخص لفظ العسل کہتا تو شہد کی ملاوت چکھتا۔ نہ تو لفظ نار کہنے سے زبان جلتی ہے اور اور نہ لفظ عسل کہنے سے شہد کا ذائقہ ملتا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ اسم عین مسمی نہیں ہے۔

اسماء کی کثرت مسمی کے شرف پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ کریم نے پیارے آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کثیر ناموں سے قرآن پاک میں نام رکھا ہے۔ قرآن مجید کے سوا دیگر آسمانی کتابوں اور اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی زبان سے آپ کے بہت سے نام رکھے ہیں۔

رسول پاک کا نام محمد کیوں کر رکھا گیا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اسماء سے آپ کا اسم شریف محمد زیادہ مشہور ہے۔ آپ کا یہ نام آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے رکھا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب سے پوچھا گیا کہ:

''آپ نے اپنے فرزند کا کیا نام رکھا ہے؟''

حضرت عبدالمطلب نے کہا:

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نام رکھا ہے۔''

ان سے پوچھا گیا:

''آپ نے اس نام سے اپنے بیٹے کا نام کیوں کر رکھا جبکہ آپ کے کسی باپ کا اور آپ کی قوم میں کسی کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہیں ہے۔''

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

''میں امید کرتا ہوں کہ تمام اہل زمین میرے فرزند کی مدح کریں۔''

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس خواب کی وجہ سے رکھا تھا جو انہوں نے آپ کی ولادت سے پہلے دیکھا تھا۔ جیسا کہ اس خواب کی حدیث کو علی القیر وانی العابر نے اپنی کتاب ''البیان'' میں ذکر کیا ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ:

''عبدالمطلب نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کی پشت سے چاندی کی ایک ایسی زنجیر نکلی کہ اس کے ایک طرف میں آسمان ہے اور دوسری طرف میں زمین ہے۔ اس کا ایک رخ مشرق میں ہے اور دوسرا رخ مغرب میں ہے —— پھر وہ زنجیر ایک ایسا درخت ہوگئی جس کے ہر ایک پتا پر نور تھا۔ یکا یک میں نے اہل مشرق اور اہل مغرب کو دیکھا' گویا وہ اس سے لٹک رہے ہیں۔''

حضرت عبدالمطلب نے یہ خواب ایک کاہنہ سے بیان کیا۔ اس نے حضرت عبدالمطلب کو ایک ایسے مولود کی تعبیر دی جو ان کے صلب سے ہوگا۔ اور اہل مشرق اور اہل مغرب اس کا اتباع کریں گے۔ اہل آسمان اور اہل زمین اس مولود کی مدح کریں گے——

اس لئے حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) رکھا —— اور **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وجہ سے بھی رکھا گیا کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ کہا گیا تھا کہ آپ اس امت کے سید کے ساتھ حاملہ ہوئی ہیں۔ جس وقت آپ انہیں جنم دیں تو **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نام رکھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبدالمطلب سے یہ بیان کیا تھا۔

ابن البر نے ''استیعاب'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور آپ کا نام **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا۔ ان سے کسی نے کہا:

''اے ابوالحارث! آپ کو کس چیز نے اس امر کے لیے تحریک دی کہ آپ کا نام **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھیں جبکہ آپ کے باپوں کے نام سے آپ کا نام نہ رکھا۔''

حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا:

''میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں آپ کی مدح کرے اور زمین پر آدمی آپ کی مدح کریں۔''

محمد بن جبیر بن مطعم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے بہت نام ہیں —— میں **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں —— میں **احمد** ہوں —— اور میں وہ **ماحی** ہوں کہ میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا۔ اور میں وہ **حاشر** ہوں کہ میرے آثار قدم پر آدمی حشر کئے جائیں گے اور میں **عاقب** ہوں۔'' [1]

---

[1] عاقب کا یہ معنی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا —— اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے —— حدیث پاک میں یحشر الناس علی قلمی آیا ہے۔ لفظ قلمی بہ تخفیف یا روایت کیا گیا ہے اور تشدید سے روایت کیا گیا ہے' تثنیہ ہے

امام نووی علیہ الرحمہ نے مسلم کی شرح میں کہا ہے کہ تخفیف اور تشدید دونوں روایتوں کا معنی یہ ہے کہ آدمی میرے قدم کے نشان پر یا میرے دونوں قدموں کے نشان پر اور میرے زمانہ اور میری رسالت میں حشر کئے جائیں گے —— نافع بن جبیر کی روایت میں امام بخاری علیہ الرحمہ کے نزدیک بخاری کی ''تاریخ صغیر'' اور ''اوسط'' میں اور حاکم کے نزدیک ان کی مستدرک اور ابونعیم نے دلائل النبوہ میں اسے صحیح حدیث کہا ہے۔

آپ کے اسماءِ شریفہ کی تعداد:

ابن سعد سے روایت ہے کہ نافع ابن جبیر خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے۔ عبدالملک نے نافع سے پوچھا:

"گنتی جبیر بن مطعم (یعنی تمہارے باپ) کیا کرتے تھے"

نافع نے کہا:

"بے شک مجھے یاد ہیں وہ چھ اسماءِ شریفہ ہیں"

نافع نے ان پانچ اسما کا ذکر کیا جن کا ذکر ان کے بھائی محمد بن جبیر نے کیا تھا۔ البتہ ایک اسم "خاتم" کو زیادہ کیا۔ یوں یہ کل چھ اسماء ہو گئے۔

حذیفہ بن یمان کی حدیث میں امام بخاری علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ پانچ اسماء ہیں:

☆ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ☆ احمد ☆ مقفی ☆ نبی الرحمۃ

ابونعیم کی روایت میں یہ چھ اسمائے گرامی ہیں:

☆ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ☆ احمد ☆ خاتم

☆ حاشر ☆ عاقب ☆ ماحی

حاشر کا معنی یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو ڈرانے کے لیے قیامت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں' اور میرے سامنے شدید عذاب ہے۔ یعنی آپ ان لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ آپ کی امت ہے۔

عاقب کا معنی یہ ہے کہ آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے عقب میں آئے ہیں یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا——

ماحی کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کا اتباع کیا' اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان کے گناہ مٹا دیئے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اسماء شریفہ کی تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے نہیں ہے—— اسماء مبارکہ کے شمار کا تعین راوی نے کیا ہے کہ حدیث بالمعنی کی ہے—— اس قول میں نظر ہے' اس لیے کہ حدیث پاک میں اسماء کے شمار کی وضاحت ہے۔ آپ نے فرمایا[1] ہے:

"ان لی خمسة اسماء یعنی میرے پانچ نام ہیں"

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ان پانچ اسماء کے ساتھ مختص ہیں۔ آپ سے پہلے انبیاء میں سے کوئی شخص ان ناموں

---

[1] حدیث پر جو اعتراض وارد ہوا ہے اس کا جواب اس دلیل سے دیا جاتا ہے کہ علم المعانی میں مقرر یہ ہے کہ جار (لفظ کے آخری حرف پر زیر یا کسرہ دینے والا) اور مجرور کی تقدیم حصر (احاطہ کرنا' انحصار کرنا) کا فائدہ دیتی ہے لیکن پانچ اسماء کی جو روایتیں وارد ہوئی ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مطلق حصر نہیں ہے کہ اسمائے شریفہ پانچ ہی ہوں۔ اس میں راستہ یہ ہے کہ اس حصر کو حصر مقید پر حمل کیا جائے جیسا کہ علماء کرام نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم یعنی پانچ اسماء پر حمل کیا جائے کہ آپ ان کے ساتھ مختص ہیں یا وہ پانچ اسماء آسمانی کتابوں میں مشہور ہیں اور پہلی امتوں کے علماء کے نزدیک بھی مشہور ہیں'
ابوالعباس عزفی نے کہا ہے کہ اس کا جواب اس طور پر دیا جائے کہ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید باقی اسماء پر مطلع کرے آپ نے ان پانچ اسماء کو ذکر فرمایا:

کے ساتھ موسوم نہیں ہوا۔ یا یہ معنی ہے کہ میرے پانچ وہ اسماء ہیں جو گزری ہوئی امتوں میں مشہور ہیں' یہ نہیں کہ آپ نے ان اسماء میں شمار کا ارادہ فرمایا ہے—— اس پر دلیل یہ ہے کہ دوسری حدیث میں اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ آپ کے اسماء اکثر ہیں۔ علماء کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں آپ کے اسماء شریفہ:

☆ الشاھد ☆ المبشر ☆ النذیر

☆ المبین ☆ الداعی الی اللہ ☆ السراج المنیر

وغیرہ ہیں۔

نقاش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک میں میرے سات اسماء ہیں:

☆ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆ احمد ☆ یاسین ☆ طٰہٰ

☆ مزمل ☆ مدثر ☆ عبداللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القاب اور اسماء شریفہ قرآن پاک میں کثیر تعداد میں آئے ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے ان کی گنتی کی ہے اور ان اسماء اور القاب کو مخصوص عدد تک پہنچایا ہے۔ ان علماء سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اسمائے الحسنٰی کی موافقت سے حدیث پاک میں آپ کے جو اسمائے شریفہ ذکر ہوئے ہیں' انہیں ایک سو نو (۱۰۹) تک پہنچایا ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طور پر خاص کیا ہے کہ اپنے اسمائے حسنٰی تے تیس (۳۰) اسماء کے ساتھ آپ کو موسوم کیا ہے—— ابن دحیہ نے اپنی کتاب ''مستوفی'' میں کہا ہے کہ اگر کتب متقدمہ' قرآن کریم اور حدیث مبارکہ سے تلاش کیا جائے تو آپ کے اسماء مبارکہ تین سو کو پہنچیں گے۔

بعض صوفیہ کرام نے یہ کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہزار اسماء ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ہزار اسماء ہیں—— ان سے اوصاف مراد ہیں—— یعنی وہ تمام اسماء اوصاف مدح ہیں—— اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صفت پر اسم کا اطلاق اس لیے کیا جاتا ہے کہ صفت اسم پر غالب ہوتی ہے' یا اسم اور صفت دونوں ذات کی تعریف میں مشترک ہوتے ہیں اور ذات کو اس کے غیر سے ممتاز کر دیتے ہیں—— جب ایسا ہے کہ ہر وصف آپ کا ایک اسم ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ایک وصف بھی ایک اسم ہے۔

ابن عساکر نے کہا ہے کہ جس وقت آپ کی صفات سے آپ کے اسماء کا تجزیہ کیا جائے تو آپ کے اسماء مبارک کثیر ہو جائیں گے اور پھر یہ ہے کہ

☆ ان اوصاف سے وہ وصف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہے—— یا اسم پر غالب ہے اور

☆ انہیں اوصاف سے وہ وصف ہے جو آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان مشترک ہے اور یہ کل مشاہدہ سے ظاہر ہے مخفی نہیں ہے۔

جس وقت ہم آپ کے اوصاف سے ہر ایک وصف کو ایک اسم ٹھہرائیں گے تو جیسا کہ ابن دحیہ نے کہا کہ آپ کے اسمائے شریفہ تین سو ہیں' اس تعداد کو پہنچ جائیں گے بلکہ تین سو سے کہیں بڑھ جائیں گے۔

قاضی عیاض کی ''شفا'' —— ابن العربی کی ''القبس والاحکام'' اور ابن سید الناس کی تصنیف میں جو اسماء دیکھے ہیں وہ چار سو سے زیادہ اسمائے شریفہ ہیں۔ میں نے ان اسماء کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا ہے:

حرف الالف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو الف سے شروع ہوتے ہیں۔

ان اسمائے شریفہ کے معانی علامہ زرقانی علیہ الرحمہ کی ''شرح مواہب لدنیہ'' سے لکھے جاتے ہیں' وہ یہ ہیں:

الابر باللہ :

آپ کے سوا جو لوگ ہیں' اللہ تعالیٰ کے لیے آپ ان سے زیادہ محسن اور صادق الوعد ہیں۔ شامی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے اس اسم سے آپ کا نام رکھا ہے۔ آپ محسن اور صادق الوعد ہیں۔ یہ افعل التفضیل کا صیغہ من بررت فلانا بالکسر ابرہ مبرا فانا بر وبار ای انا محسن ہے اس کا اطلاق صدق پر کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لایزال الرجل یصدق حتی یکتب عنداللہ بارا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سزا وار ہیں کہ آپ ابر الناس اور اصدق الناس ہوں اور لوگوں سے احسان میں اکثر ہوں۔ ابوعلی حاتمی نے کہا ہے کہ اہل ادب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ زیادہ سچا شعر جو عرب نے کہا ہے وہ ابو ایاس الدؤلی کا یہ شعر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح شریف میں ہے:

فماحملت من ناقة فوق رحلها   ابرو اوفی ذمة من محمد

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ صادق' زیادہ محسن اور زیادہ عہد پورا کرنے والے کو کسی ناقہ نے اپنے کجاوہ پر سوار نہیں کیا۔''

الابطحی:

ابطح مکہ کی طرف نسبت ہے۔ وہ سیلاب وادی کی جگہ ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان ہے۔ اس کی ابتداء کی جگہ محصب ہے۔ آپ کا نام مبارک ابطحی اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ قریش البطاح سے ہیں جو بطح میں اترے تھے۔ نہ ان ظواہر کے رہنے والوں سے ہیں جو حرم شریف سے خارج مکہ کے اطراف ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کا نام سید الابطح اور سیدالاباطح تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کہا ہے:

واکرم بیت فی البیوت اذا انتمی   واکرم جدابطحی یسّود

اتقی الناس:

اتقی افعل التفضیل ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ تقویٰ میں دوسروں سے کثرت رکھتے ہیں —— مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت کی ہے:

قدعطمتم الی اتقٰکم وابرکم واصدقکم حدیثاً۔

اور یہ ارشاد باری تعالیٰ : یا ایھاالنبی اتق اللہ ۔ یہ امر دوام تقویٰ کے ہے —— ابن فارس کے نزدیک تقویٰ کا معنی ہے قلت کلام یعنی کم بولنا۔ ابن فارس کے غیر نے کہا ہے کہ تقویٰ کا معنی خوف اور حذر ہے اس کی اصل:

☆ شرک سے خوف کرنا'
☆ پھر گناہوں سے خوف کرنا'
☆ پھر شبہات سے بچنا'
☆ پھر زیادتیوں سے بچنا یعنی وہ حلال جس میں کوئی شبہ نہ ہو' حاجت سے زیادہ ہو' اس میں زیادتی سے خوف کرنا۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: یبلغ العبدان یکون من المتقین حتیٰ یدع مالا باس بہ حذرالمابہ باس۔[1]

''بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پہنچتا جب تک کہ بندہ اس شے کو نہ چھوڑ دے جس میں کچھ خوف نہ ہو' اس چیز کے خوف کے سبب جس میں خوف ہے۔''

تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور اس کی طاعت کرے اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو —— جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اھل التقویٰ میں ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ وہ اس کا اہل ہے کہ اس کے عذاب سے آدمی اپنے آپ کو نگاہ میں رکھے اور اس کے عذاب سے ڈرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کسی نے تقویٰ کے بارے پوچھا' آپ نے فرمایا:

ھوالخوف من الجلیل والعمل بالتنزیل والقناعة بالقلیل والاستعداد لیوم الرحیل

''اللہ تعالیٰ جو بزرگ و برتر ہے' اس سے خوف کرنا —— قرآن مجید کے ساتھ عمل کرنا —— قلیل کے ساتھ قناعت کرنا اور کوچ کے دن کے لیے تیاری کرنا۔''

اجود:

صیغہ افعل التفضیل ہے۔ جود کے معنی ہیں کرم —— نحاس نے کہا ہے کہ جواد وہ شخص ہے کہ جو شخص مستحق نہ ہو اس کے ساتھ تفضل کرے' اور جو شخص سوال نہ کرے اس کو وہ عطا کرے اور کثیر دے اور فقر کا خوف نہ کرے —— جود' سخا کا مترادف

[1] اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن حدیث کہا ہے۔

ہے—— زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ سخا جود سے ادنیٰ ہے—— سخا کا معنی حاجات کے وقت نرمی کرنا ہے۔

اجود الناس:

شیخین نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجود الناس تھے—— ابویعلی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

الااخبر کم من الاجود اللہ الاجود وانا اجود بنی ادم

''اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جود کرتا ہے اور میں بنی آدم سے زیادہ جود کرتا ہوں۔''

الاحد:

آپ صفات کمال کے سبب مخلوق سے منفرد ہیں یا قرب حق کے سبب منفرد ہیں—— یہ اسم اسمائے حسنیٰ سے ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ احد ان اسماء سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رکھا ہے—— بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ احد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی تعریف نہ کی جائے گی۔ اہل لغت کے اس قول پر اعتراض نہ کیا جائے گا—— اس لیے کہ یہ لفظ صفت کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسم کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

الاحسن:

یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فتبارك الله احسن الخالقين—— نسفی نے کہا ہے کہ احسن افعل التفضیل حسن کا ہے۔ اعضا کا اس صورت پر متناسب ہونا کہ لائق ہے' اس سے مراد مستجمع صفات کمال ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن احسن قولا ممن دعاالی اللہ

عبدالرزاق نے معمر سے' انہوں نے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی اور کہا:

هذا حبيب الله صفوة الله هذا احب اهل الارض الى الله اجاب الله فى دعوته و دعا الناس الىٰ ما اجاب الله فيه

احسن الناس:

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احسن الناس' اجود الناس اور اشجع الناس تھے—— اس حدیث کو عبد بن حمید نے روایت کیا ہے۔

احمد و محمد: (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

ان اسماء کا وہ وصف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس حمد کے معنی سے ہے کہ آپ کا اسم شریف ہے اور آپ کی اس ذات شریف کی خبر دیتا ہے کہ آپ کے کل اسماء آپ کے اوصاف ہیں—— اور وہ تمام اوصاف آپ کی ذات

ریف کی طرف رجوع کرتے ہیں' وہ اسم معنی میں ایک ہے—— اشتقاق میں اس کے دو صیغہ ہیں یعنی وہ لفظ جو آپ کی ذات ریف پر دلالت کرتے ہیں۔

وہ اسم کہ مبنی ہے اور اس کا صیغہ بوزن افعل ہے—— وہ اس انتہا سے غایت کی خبر دیتا ہے کہ اس غایت کے درا انتہا نہیں ہے۔ آپ کا وہ اسم شریف **احمد** ہے۔

اور وہ اسم کہ صیغہ تفعل پر مبنی ہے وہ اس تضعیف اور تکثیر کی اس قدر خبر دیتا ہے کہ اس کے لیے احصا منتہی نہیں ہے—— نخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وہ اسم شریف **محمد** ہے۔

سہیلی نے کہا ہے کہ **محمد** صفت سے نقل کیا گیا ہے یعنی **محمد** ایک وصف ہے—— لغت کے مطابق **محمد** وہ ات ہے کہ حمد کے بعد ایسی حمد کرے کہ اس کی نہایت نہ ہو' یعنی اس کی حمد کسی حد پر نہ ٹھہرے۔[1]

احمد آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ اسم شریف ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی زبان سے آپ کا ام رکھا گیا—— ان دونوں انبیائے کرام کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ ان دونوں کی کتابوں میں اس اسم شریف کی شہرت ہے۔ ورنہ شفائے قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں ہے کہ **احمد** کتابوں میں آیا ہے۔ اس اسم شریف سے انبیاء علیہم السلام نے بشارت دی ہے۔ اسم **احمد** بھی اس صفت سے منقول ہے کہ اس کا معنی تفضیل ہے۔ چنانچہ **احمد** کا معنی **احمد الحامدين** (لوبه) ہے اور ایسا ہی معنی میں ہے۔ آپ کا یہ اسم شریف اپنے معنی کے مطابق ہے۔ اس لیے کہ مقام محمود میں آپ پر وہ محامد مفتوح ہوں گے کہ آپ سے پہلے کسی پر وہ محامد مفتوح نہیں ہوئے—— آپ ان محامد سے اپنے رب کی حمد کریں گے۔ مقام محمود شفاعت عظمیٰ کا وہ مقام ہے کہ اولین اور آخرین آپ کی مدح کریں گے۔

محامد حمد کی جمع ہے۔ حمد کے معنی میں اللہ تعالیٰ وہ عظیم محامد آپ کو الہام کرے گا کہ آپ کے غیر کو وہ محامد الہام نہیں کئے ہیں—— فتح سے مراد الہام ہے—— اسی طرح آپ کے لیے لوائے حمد حقیقی قائم کیا جائے گا۔ لوائے حمد کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یعنی وہ لوا جس کا اتباع ہر ایک **حامد** اور **محمود** اور وہ اصحاب **حمد** کریں گے جن کے لیے اس دن شفاعت کرنے کا رتبہ ہوگا—— جیسے کل انبیاء کرام علیہم السلام ہیں—— ''موقف'' میں اس کی شہرت ہے' اس لیے اس کی تمثیل ہے—— عدم تاویل اس سلسلے میں زیادہ راہ صواب ہے۔

سہیلی نے کہا ہے کہ **محمد** بھی صفت سے نقل کیا گیا ہے اور یہ **محمود** کے معنی میں ہے—— لیکن اس میں مبالغہ ہے اور معانی کی تکرار ہے' اس پر فعل کی دلالت ہے—— چنانچہ **محمد** وہ ہے کہ بار بار حمد کیا جائے—— جیسا کہ لفظ **مکرم** ہے اسی شخص کو **مکرم** کہیں گے جس کا اکرام بار بار کیا جائے—— ایسا ہی لفظ **ممدح** ہے اس کی مثل جو لفظ ہے' اور اسم **محمد** اپنے معنی کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام قبل اس کے رکھا ہے کہ آپ کا یہ نام آدمیوں کے نزدیک رکھا جائے۔ آپ کی اعلام نبوت لینے اور نبوت سے یہ ایک دلالت ہے۔ اس لیے کہ آپ کا یہ اسم شریف آپ پر صادق ہے۔ چنانچہ آنخضرت

---

[1] صیغہ مفعل بہ تشدید عین مفتوحہ مضرب کی مثل نہ ہوگا—— مضرب وہ شخص جس پر کثرت سے ضرب لگائی جائے—— ممدوح وہ شخص جس کے لیے مدح کی جائے' مگر مفعل بہ تشدید عین اس شخص کے لیے ہوگا جس سے مکرر فعل واقع ہو کہ وہ ضرب اور مدح دونوں مثالوں میں ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں:

☆ اس شے کے سبب کہ آپ کو ہدایت کی گئی ہے اور

☆ اس شے سے کہ آپ کو نفع دیا گیا ہے کہ وہ علم وحکمت ہے۔

محمود ہیں—— اور آپ آخرت میں شفاعت عظمیٰ کے سبب محمود ہیں—— چنانچہ تحقیق حمد کا معنی مکرر ہوگیا —— جیسے کہ لفظ نے وضع عربی سے تکرار معنی حمد کا اقتضا کیا ہے۔ پھر یہ ہے کہ آپ کے لیے محمد کا وصف ثابت نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ آپ احمد ہوئے۔ اس لیے کہ آپ نے اپنے رب کی حمد کی۔ آپ کے رب نے آپ کو نبی کیا اور شرف دیا—— چنانچہ اس سے اسم احمد اسم محمد پر مقدم ہوگیا۔

☆ آپ کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا اور کہا: ومبشرا لرسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طویل مناجات میں آپ کا ذکر کیا ہے جس وقت موسیٰ علیہ السلام کے رب نے یہ فرمایا تلك امة احمد —— موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

اللھم اجعلنی من امة احمد

اس سے پہلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذکر کرتے' احمد کو ذکر کیا۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد اپنے رب کے لیے پہلے آسکے' کہ لوگ رب کی حمد کریں—— اس لیے کہ روز الست میں پہلے جس شخص نے الست بربکم کا جواب بلٰی سے دیا ہے' وہ آپ ہی ہیں۔ اور جبکہ آپ موجود ہوئے۔ اور مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث کئے گئے تو آپ بالفعل محمد ہوئے—— اسی طرح امت کی شفاعت میں اپنے رب کی حمد ان محامد سے کریں گے جو محامد آپ کو الہام کئے جائیں گے۔ یوں آپ اپنے رب کے لیے احمد الحامدین ہوں گے یعنی حمد الٰہی میں آپ سب سے اجل ہوں گے—— پھر آپ امت کی شفاعت کریں گے۔ آپ کی شفاعت پر اولین اور آخرین آپ کی مدح کریں گے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ اسم احمد دوسرے اسم محمد سے پہلے' کیوں کر ترتیب سے ذکر اور وجود میں دنیا اور آخرت میں پایا گیا۔ ان دونوں اسموں کے ساتھ آپ کی تخصیص میں حکمت الٰہی ظاہر ہوگی—— وہ حکمت الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان دونوں اسموں کے ساتھ اس لیے اختصاص دیا ہے کہ اس سے پہلے کہ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں' آپ سب لوگوں سے پہلے مقام حمد میں قیام کریں گے۔ آپ کی حمد کرنے پر تمام لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے پہلے کہ محمد ہوں' احمد تھے جیسا کہ مرتبہ وجود میں واقع ہوا ہے اس لیے کہ:

☆ آپ کا اسم شریف احمد سابقہ کتب میں واقع ہوا ہے اور

☆ آپ کا تسمیہ محمد قرآن پاک میں واقع ہوا ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔ آپ نے اپنے رب کی حمد کی ہے اور ایسا ہی آخرت

میں ہوگا کہ آپ سب سے پہلے اپنے رب کی حمد کریں گے' اور اپنے رب سے امتؐ کی شفاعت چاہیں گے ــــ اس سبب سے لوگ آپ کی حمد کریں گے۔

آپ صورت حمد' لوائے حمد اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں اور کھانا کھانے اور پینے کے بعد' دعا کے بعد اور سفر سے آنے کے بعد آپ کے لیے شروع ہوئی ہے اور آپ کی امت کا نام حمادین رکھا گیا ہے لہٰذا آپ کے لیے حمد کے معنی اور انواع حمد جمع کیے گئے ہیں۔

حافظ محمد بن ابن بکر بن القیم نے کہا ہے کہ آپ کا اسم محمد سابق ہے اور احمد کی سابقیت غلط ہے ــــ اس پر اس طور سے استدلال کیا ہے کہ تورات میں آپ کا تسمیہ ماذ ماذ ہے۔ اس کی وضاحت بعض ان شارحوں نے کی ہے جو مومنین کتاب سے ہیں کہ ماذ ماذ کا معنی محمد ہے ــــ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا نام احمد کہا ہے۔ اس اسم محمد سے اسم احمد متاخر ہے جو تورات میں ہے ــــ اور آپ کا نام جو قرآن پاک میں ہے وہ اس سے متقدم ہے ــــ ابن القیم نے آپ کے اسم احمد میں ذکر کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ احمد بمعنی مفعول ہے' اس کے معنی کی تقدیر یوں ہے احمد الناس یعنی احق الناس و اولادھم ان یحمد ۔ چنانچہ احمد محمد کے معنی میں ہے لیکن احمد اور محمد دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ محمد وہ کثیر الخصال کہ ان خصال پر آپ کی حمد کی جائے ــــ اور احمد وہ کہ جن خصال سے غیر حمد کیا جائے۔ ان خصال سے اکثر حمد کیا جائے ــــ چنانچہ

☆ اسم محمد کثرت اور کمیت میں ہے'

☆ اسم احمد صفت اور کیفیت میں ہے'

جس حمد سے آپ کا غیر مستحق ہے' آپ اس سے اکثر حمد کے مستحق ہیں۔ یعنی جو حمد انسان نے کی ہو آپ اس سے افضل حمد کے مستحق ہیں۔ لہٰذا احمد اور محمد دونوں اسمائے شریفہ صیغہ مفعول پر واقع ہوئے ہیں ــــ ابن القیم نے کہا ہے کہ یہ قول آپ کی مدح میں زیادہ بلیغ اور معنی میں اکمل ہے۔ اگر اسم فاعل کا معنی ارادہ کیا جائے گا تو آپ کا نام احمد کے بدل حماد رکھا جائے گا۔ یعنی کثیر الحمد ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی کثیر حمد کیا کرتے تھے۔ اگر آپ کا اسم شریف احمد اپنے رب کی حمد کرنے کے اعتبار سے ہوگا تو اس کے ساتھ اسم حماد اولیٰ ہوگا' جیسے کہ آپ کی امت کا نام حمادین رکھا گیا ہے اور یہ بھی امر ہے کہ یہ دونوں اسمائے شریف آپ کے ان اخلاق اور خصائل محمودہ سے اشتقاق کیے گئے ہیں' جن کے سبب آپ اس امر کے مستحق ہوئے ہیں کہ آپ کا نام محمد اور احمد رکھا جائے نہ کہ کثرت سے رب کی حمد کرنے کے سبب۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے ''شفا شریف'' میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بزرگی دی ہے کہ اپنے اسمائے حسنیٰ سے آپ کا نام رکھا ہے ــــ اسم احمد کا معنی یہ ہے کہ اکبر من حمد۔ جس شخص نے حمد کی ہے آپ

اس سے اجل ہیں' اور آپ اس سے اجل ہیں جس کی حمد کی گئی ہے۔[1]

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات:

آپ کے اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سی خصوصیات ہیں:

☆ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار حرفوں پر آیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک اللہ کے موافق محمد ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس اسم جلالی کے چار حروف ہیں جیسے محمد کے چار حرف ہیں۔

☆ جس شے سے اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مکرم کیا ہے کہ آدمی کی تصویر لفظ محمد کی شکل پر لکھی گئی ہے۔

☆ لفظ محمد کی پہلی میم آدمی کا سر ہے اور

☆ حا آدمی کے دو ہاتھ ہیں' اور

☆ دوسری میم آدمی کی ناف ہے' اور

☆ دال آدمی کے دونوں پاؤں ہیں۔

شامی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حا کا باطن آدمی کے پیٹ کی مثل ہے' ---- اور حا کا باطن پشت کی مثل ہے' اور مجمع سر میں مخرج میم کی مثل ہے' دال کی طرف دونوں پاؤں کی مثل ہے۔

جو لوگ دخول دوزخ کے مستحق ہوں گے ان میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ دوزخ سے بچائے) مگر صورت انسانی سے مسخ کیا ہوا۔ یہ امر لفظی صورت محمد کے اکرام کی وجہ سے ہوگا۔[2]

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم شریف محمد اپنے نام مبارک محمود سے مشتق کیا ہے' یعنی نکالا ہے جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں کہا ہے

اعز علیہ للنبوۃ خاتم　　　من اللہ من نور یلوح ویشھد

''اعز نیک مرد نمایاں کردار شریف قوم' آپ کی یہ صفات ہیں آپ کی ذات میں خاتم نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور سے موجود ہے اور وہ ظاہر ہوتی ہے اور آپ کی نبوت پر گواہی دیتی ہے۔''

وضم الالٰہ' اسم النبی باسمہ　　　اذاقال فی الخمس المؤذن اشھد

''اللہ تعالیٰ نے تعظیم کی وجہ سے اپنے نام مبارک کے قرین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم شریف کو کیا ہے جس وقت موذن نماز کے پنجگانہ اوقات میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ بھی کہتا ہے۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ　　　فذو العرش محمود وھذا محمد

''اور آپ کے اسم مبارک کا اپنے نام مبارک سے اشتقاق کیا ہے کہ آپ کی معظم کرے۔ چنانچہ صاحب عرش محمود

---

[1] گرامر کے مطابق اس میں لف ونشر مرتب ہے' اول حمد کی طرف راجع ہے اور ثانی محمد کی طرف۔

[2] ان دونوں خصائص میں سے ایک کو ابن مرزوق نے حکایت کیا ہے اور دوسری خصوصیت کو ابن عماد نے کتاب ''کشف الاسرار'' میں بیان کیا ہے۔

ہے اور یہ **محمد** ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لفظ **محمد** ' **محمود** سے نکلا ہے اور یہ ظاہر ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی "تاریخ صغیر" میں علی بن زید کے طریق سے روایت کی ہے کہ ابوطالب یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

وشق له من اسمه ليجله　　فذوالعرش محمود وهذا محمد

اس شعر میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوطالب کے ساتھ توارد ہوا ہے یا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوطالب کے شعر کو اپنے اشعار میں تضمین کے طور پر لے لیا ہے۔

"تاریخ خمیس" میں ہے کہ اسم شریف کے خواص سے یہ ہے کہ **محمد رسول اللہ** کہنے سے کسی کافر کا اسلام صحیح نہیں ہوتا۔ گویا اسم **محمد** موقوف علیہ السلام ہے — تشہد میں ایک قوم کے نزدیک **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لانا متعین ہوگیا ہے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک سے جاری ہوئی تھی۔

☆ آدم علیہ السلام کی حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک سے جنت میں کنیت ابو **محمد** تھی' نہ کہ دوسرے نبیوں کے نام سے۔

☆ اسم **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرب اور بسط کے ساتھ مرسلون کے عدد تین سو تیرہ نکلتے ہیں۔

☆ شمس نتائی نے لکھا ہے کہ جس عورت کو وضع حمل کی دشواری ہو تو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر ایک ورق پر لکھ کر اس کے جسم پر باندھ دیں' فوراً وضع حمل ہو جائے گا:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے آپ کا نام **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے[1]۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام اور مرسلین عظام کے عدد کے موافق آدم علیہ السلام پر عصا نازل کئے۔

حضرت آدم کا اپنے بیٹے سے خطاب:

پھر آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام سے متوجہ ہوئے اور یہ خطاب کیا:

"اے میرے فرزند! تو میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ تو اس خلافت کو تقویٰ کی عمارت سے لے اور عروۃ الوثقیٰ سے

---

[1] انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ابونعیم کے طریق سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات میں وارد ہوا ہے۔ اور ابن عساکر نے کعب الاحبار سے روایت کیا ہے۔

اختیار کر یعنی حق کو پکڑے رہو ہاتھ سے نہ دے —— جس وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کے اوّل و آخر **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کر۔ اس لیے کہ میں نے **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ساق عرش پر لکھا ہوا دیکھا ہے۔ حال یہ ہے کہ میں روح اور مٹی کے درمیان تھا پھر میں نے آسمانوں کا طواف کیا۔ میں نے آسمانوں میں کوئی جگہ ایسی نہیں دیکھی جس پر **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نہ لکھا ہو —— میرے رب نے مجھ کو جنت میں ٹھہرایا۔ میں نے جنت میں کوئی قصر نہیں دیکھا اور نہ کوئی غرفہ مگر اس پر **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اسم لکھا دیکھا —— اور میں نے حورعین کے سینوں پر اسم **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا دیکھا ہے —— اور جنت کے درختوں کے پتوں پر آپ کا اسم **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا دیکھا ہے۔[1] اور درخت طوبیٰ اور درخت سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اسم **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا ہوا ہے۔ ان حجابوں کے اطراف پر اسم **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا ہوا ہے جو کہ بہشت میں ہیں[2]۔ اور اسم **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہے۔

اے شیث! تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کی کثرت کرو اس لیے کہ ملائکہ اپنے کل ساعات میں آپ کو یاد کرتے ہیں۔"

بدامجده من قبل نشاط اٰدم ۔۔۔ فاسماء ه فی العرش من قبل تکتب

''میں آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی شے کا ذکر نہیں کرتا ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی آدم علیہ السلام کے ظہور سے پہلے ظاہر ہوئی ہے۔ سو آپ کے اسمائے شریفہ عرش پر پہلے سے لکھے جاتے ہیں۔ عرش کی تخصیص اس لیے ہے کہ جس چیز پر نام لکھا جائے عرش اس سے اعظم ہے۔''

حیرت انگیز مشاہدات:

①

حسن بن عرفہ کے خبر میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے آسمان پر لے گئے۔ میں جس آسمان سے گزرا میں نے ہر آسمان پر دیکھا کہ میرا اسم **محمد رسول اللہ** اور میرے پیچھے **ابوبکر** کا اسم لکھا ہوا ہے۔

---

[1] یہاں لفظ آجام واقع ہوا ہے۔ اجمہ کی جمع ہے۔ اجمہ بہت سے درخت آپس میں لپٹے ہوئے ہوں اس سے مراد جنگل ہے۔ اور اجمہ وہ نشیبی زمین جہاں پانی جمع ہو۔ اور بانس اور قلم اگیں —— خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں جو بن (جنگل) ہے اور وہاں بانس کے درخت موجود ہیں ان کے پتوں پر اسم **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا ہے۔

[2] حجاب ان جگہوں سے مراد ہے کہ جن کے اس طرف دیکھنے والا تجاوز نہیں کرسکتا۔ اگر یہ امر ثابت ہو کہ حجاب ہیں تو ستر ہزار حجاب ہیں۔ ہر ایک حجاب میں پانسو برس کی مسافت ہے۔ یہ امر مخلوق کے اعتبار سے ہے ورنہ ذات باری تعالیٰ کے لیے کوئی حجاب مانع نہیں ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی شے اس کو چھپائے —— حجابوں کے بارے میں اس حدیث کے سوا اور کوئی حدیث صحیح نہیں پائی گئی جو مسلم شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا حجاب نور ہے۔ جیسا کہ مصنف نے اس کی تفصیل ''مقصد معراج'' میں بیان کی ہے۔

②

قدیم زمانے کے پتھر پر یہ لکھا ہوا پایا گیا ——— محمدتقی مصلح امین

③

ایک پتھر پر عبرانی میں خط میں یہ لکھا ہوا پایا گیا:

باسمك اللهم جاء الحق من ربك بلسان عربی مبین لااله الا الله محمدرسول اللہ!"

④

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اس اسم شریف کو لکھا ہے۔[1]

⑤

بلادخراسان میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس کی ایک جبین پر لاالہ الا اللہ لکھا ہوا تھا اور دوسری جبین پر محمدرسول اللہ ۔

⑥

بلادہند نواحی مالکین میں ایک عظیم درخت ہوتا ہے جس کا پھول سرخ رنگ ہوتا ہے۔ اس پر سپیدی سے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوتا ہے۔

⑦

علامہ ابن مرزوق علیہ الرحمہ نے ''شرح بردہ'' میں ذکر کیا ہے ان سے عبداللہ بن صوحان نے کہا ہے کہ ہم پر ایسے حال میں تند ہوا چلی کہ ہم دریائے ہند کے کثیر پانی میں تھے۔ ہم ایک جزیرہ میں ٹھہر گئے۔ ہم نے اس جزیرہ میں ایک سرخ رنگ پھول دیکھا جس کی بو تیز تھی لیکن سونگھنے میں پاکیزہ تھی۔ اس میں سپیدی سے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا ——— اور ایک سپید رنگ پھول دیکھا تھا' اس پر زردی سے براۃ من الرحمن الرحیم الی جنات نعیم لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ

⑧

کمال ابن العدیم کی تاریخ میں علی بن عبداللہ الہاشمی الرقی سے روایت ہے کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں ایک بڑا پھول پایا جس کی بو پاکیزہ تھی اور رنگ سیاہ تھا۔ اس پر سپید خط سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمرالفاروق لکھا ہوا تھا ——— راوی نے کہا کہ مجھے اس میں شک سا ہوا کہ کسی نے اسے بنایا ہے یہ قدرتی نہیں ہے ——— میں نے ایک ایسے پھول کی طرف ارادہ کیا کہ وہ کھلا نہیں تھا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں ویسا ہی لکھا ہوا پایا جیسے کھلے ہوئے پھول میں تھا ——— اس شہر میں اس قسم کے پھول کثرت سے ہیں اور اس قریہ کے لوگ پتھر پوجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتے۔[2]

---

[1] اسے محمد ابن ظفر نے کتاب ''البشر'' معمر سے انہوں نے زہری سے ذکر کیا ہے جیسا کہ شفا شریف میں ہے۔

[2] سالک مسالک الامصار سے ابوسعید المغربی نے ذکر کیا ہے۔ ابوسعید کو اس شخص نے اس پھول کی خبر دی ہے جو ہند میں داخل ہوا تھا۔

[1] راوی نے تعجب سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض حجت ان کے درخت میں ان پر گردانی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ ومن یضلله فماله من هاد ۔

⑨

عبداللہ بن مالک نے کہا ہے کہ میں بلادھند میں داخل ہوا میں ایک شہر کی طرف پہنچا جس کا نام نمیلہ یا ثمیلہ ہے۔ میں نے ایک بڑا درخت دیکھا جس میں بادام کی مثل پھل آتا ہے اور اس پر پوست ہوتا ہے جس کو توڑا جائے تو ایک بڑا پتا لپٹا ہوا اس سے نکلتا ہے۔ اس پر سرخی سے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ جلی خط سے لکھا ہوتا ہے—— اہل ہند اس درخت سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں جس وقت کہ ان کے لیے پانی نہیں برستا ہے—— اس واقعہ کو قاضی ابوالبقاء بن الضیاء نے اپنے ملک میں حکایت کیا ہے۔

⑩

اسی انداز پر اضافہ کے ساتھ امام یافعی کی کتاب ''روض الریاحین'' میں بعض علماء سے منقول ہے کہ بلاد ہند میں ایک درخت پایا گیا جس میں بادام کی مثل پھل آتا ہے' اس پر پوست آتا ہے۔ جس وقت وہ پھل توڑا جاتا ہے تو اس سے ایک سبز پتا تازہ نکلتا ہے جس میں سرخی سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوتا ہے۔ اور اس کی کتابت جلیل ہوتی ہے—— اہل ہند اس درخت سے برکت حاصل کرتے ہیں اور پانی برسنے کے لیے وسیلہ جانتے ہیں۔

⑪

راوی نے کہا ہے کہ میں نے ابو یعقوب صیاد سے یہ بیان کیا تو ابو یعقوب نے کہا کہ میں اسے عظیم امر نہیں سمجھتا اس لیے کہ میں نے اس سے بڑا امر دیکھا ہے۔ وہ یہ کہ میں ابلہ کی نہر پر مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا۔ میں نے ما یک مچھلی پکڑی اس کی دائیں پسلی پر لا الہ الا اللہ لکھا تھا اور بائیں پسلی پر محمد رسول اللہ تھا جب میں نے یہ عجیب بات دیکھی تو اس کی حرمت کی وجہ سے اس مچھلی کو میں نے پانی میں ڈال دیا۔

⑫

تاریخ خطیب میں عبد الرحمٰن ابن ہارون المغربی سے روایت ہے کہ میں دریائے مغرب میں سوار ہوا' ہم اس جگہ پہنچے جس کو برطون کہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک لڑکا تھا۔ اس نے تکلہ کے سر سے ایک مچھلی شکار کی' یعنی کانٹے سے مچھلی پکڑی۔ ایک بالشت کی مقدار میں تھی۔ دیکھا گیا کہ اس کے کان پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوا ہے اور اس کے قفا اور دوسرے کان پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ اس نقش سے زیادہ ظاہر تھا جو پتھر پر ہوتا ہے۔ مچھلی سفید رنگ کی تھی اور کتابت سیاہ تھی۔ گویا وہ کتابت سیاہی سے تھی—— ہم نے اس مچھلی کو دریا میں ڈال دیا۔

ابن مرزوق نے شرح قصیدہ بردہ میں ذکر کیا ہے کہ اسی قسم کی ایک مچھلی لائی گئی۔ اس کے کان کی ایک لو میں لا الہ الا اللہ اور دوسرے کان کی لو میں محمد رسول اللہ لکھا دیکھا گیا۔

⑬

ایک جماعت سے روایت ہے انھوں نے ایک زرد رنگ بطیخ پایا۔ جس میں سپیدی سے متفرق خطوط خلقی طور پر تھے۔

جملہ خطوط میں ایک جانب عربی خط سے لفظ اللہ لکھا تھا اور دوسری جانب میں عزا احمد صاف خط سے لکھا تھا۔ جو شخص خط کا جاننے والا ہے وہ اس میں شک نہ کرے گا۔

(۱۴)

۸۰۷ھ یا ۸۰۹ھ میں انگور کا ایک دانہ پایا گیا اس میں کامل خوش خطی سے سیاہ رنگ سے محمد لکھا ہوا تھا۔

(۱۵)

ابن طغر بیگ سیاف کی کتاب ''نطق مفہوم'' میں بعض علماء سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جزیرہ میں ایک عظیم درخت دیکھا جس کے کثیر پتے پاکیزہ خوشبودار ہیں۔ پتہ کی سبزی میں سرخی اور سپیدی سے صاف اور واضح خط سے خلقی طور پر لکھا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے — ہر پتے میں تین تین سطریں ہیں — پہلی سطر لا الہ الا اللہ ہے اور دوسری سطر میں محمد رسول اللہ ہے اور تیسری سطر میں ان الدین عند اللہ الاسلام ہے۔

نبی آخر کے گمان میں جو محمد نام رکھے گئے:

عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی علامتوں سے یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی شخص کا نام محمد نہیں رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی صیانت اس اسم شریف کے لئے تھی۔ جیسے کہ یحییٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے صیانت کی تھی کہ یحییٰ علیہ السلام سے پہلے ان کا کوئی ہم نام نہیں کیا تھا۔ اس کا سر (راز) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتب متقدمہ میں آپ کا نام محمد رکھا ہے — آپ کے اس اسم شریف سے انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو اس کی بشارت دی ہے — اللہ تعالیٰ اگر آپ کا اسم شریف مخلوق کے اسماء میں مشترک فرماتا تھا تو البتہ شبہ واقع ہوتا۔

جب آپ کے ظہور کا زمانہ قریب ہوا' اور اہل کتاب نے آپ کے قرب زمانہ ولادت کی بشارت دی تو لوگوں نے اپنی اولاد کا نام محمد اس امید سے رکھا کہ ہمارا ہی فرزند وہ محمد ہو۔ جس کی بشارت انبیاء کرام علیہم السلام نے دی ہے۔ واللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ ''اللہ تعالیٰ جس جگہ اپنی رسالت گردانتا ہے' اس جگہ سے زیادہ عالم ہے' مخلوق کو اس کا علم نہیں ہے۔

جن لوگوں نے اپنے بیٹوں کا نام رسالت کی امید سے محمد رکھا تھا' ان کو اس نام نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اس لئے کہ ہر ایک محمد نام رسول نہیں ہے اور ہر ایک فاطمہ نام بتول نہیں ہے۔

ما کل من زار الحمی سمع اللہ　　　　من اھلہ اھلا بذاك الزائر

''ہر ایک شخص وہ نہیں ہے جس نے کسی محفوظ مکان کی زیارت کی' اسے اس مکان کے لوگوں نے یوں کہا۔ اھلا بذاك الزائر۔ عرب میں جس آنے والے کو عزیز سمجھتے تو اھلاً و سھلاً و مرحبا کہتے تھے۔ ذلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ پہلا اقتباس واللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ کا موکد ہے۔ اس لئے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطیہ ہے' اس کے فضل سے ہے۔

جن لوگوں کے بیٹوں کا نام محمد تھا' قاضی عیاض نے انہیں شفا میں گن دیا ہے۔ وہ یہ چھ حضرات ہیں:

☆ محمد ابن احیحہ　☆ محمد ابن مسلمۃ الانصاری　☆ محمد ابن البراء

☆ محمد ابن مجاشع ☆ محمد ابن حمران ☆ محمد ابن خزاعی

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان کا ساتواں شخص کوئی محمد نامی نہیں ہے...... سہیلی نے "الروض" میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جن لوگوں کا نام محمد رکھا گیا تھا۔ تین شخصوں کے علاوہ معروف نہیں ہوئے۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ جن لوگوں کا نام محمد رکھا گیا ہے' ایک جزو مفرد میں' میں نے جمع کئے ہیں۔ وہ نام بیس کی تعداد کو پہنچے ہیں—— ان میں بعض مکرر ہیں' اور بعض میں توہم ہے—— ان بیس میں سے پندرہ نفوس ملخص ہو سکتے ہیں۔

جن لوگوں کے اسماء محمد ہیں ان میں زیادہ مشہور محمد بن عدی بن ربیعہ التمیمی السعدی ہے...... محمد بن عدی سے پوچھا گیا کہ۔

"تمہارے باپ نے دور جاہلیت میں تمہارا نام محمد کیوں کر رکھا تھا؟"

محمد بن عدی نے کہا کہ جو سوال تم نے مجھ سے کیا ہے یہی سوال میں نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ میرے باپ نے کہا:

"بنی تمیم کے چار آدمی جن میں سے ایک میں ہوں—— سفیان بن مجاشع —— یزید بن عمرو—— اور اسامہ بن مالک اپنے گھر سے نکلے۔ ہم شام کا ارادہ رکھتے تھے۔ ہم ایک تالاب پر جو دیر کے نزدیک تھا' اترے—— راہب دیر نے اس پر سے ہم کو دیکھا اور اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ قریب میں تم لوگوں میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔ ہم لوگ جلد اس راہب دیر کی طرف گئے اور ہم نے اس سے پوچھا' "اس نبی کا نام کیا ہے؟" —— راہب دیر نے کہا: "محمد نام ہے" —— جبکہ ہم لوگ شام سے پلٹ کے آئے تو ہم لوگوں میں سے ہر ایک کے ایک بیٹا ہوا' اس لئے اس کا نام محمد رکھا"۔

انہیں لوگوں میں سے محمد بن احیحہ —— محمد بن اسامہ بن مالک —— محمد بن البراء —— محمد بن طریف محمد ابن عتوارہ —— محمد ابن عامر بن لیث —— محمد بن الحارث بن الحدیج —— محمد بن حرماز بن مالک بن عمرو —— محمد بن حمران بن ابی حمران (ربیعہ بن ربیعہ) —— محمد بن خزاعی بن علقمہ —— محمد بن خولی الہمدانی —— محمد بن سفیان بن مجاشع —— محمد بن الیحمد الازدی —— محمد بن یزید ابن عمرو بن ربیعہ —— محمد بن سیدی —— محمد الفقیمی ہے——

ان لوگوں نے اسلام کو نہیں پایا۔ سوائے محمد بن عدی کے —— محمد بن مسلمۃ الانصاری مشہور صحابی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے سے بیس برس زیادہ بعد پیدا ہوئے ہیں۔

احید:

بضم اوّل و کسر حاء مہملہ' پھر یا' تحتانی —— یہ شمنی علیہ الرحمہ کا قول ہے —— برہان نے اسے فتح الف اور سکون حائے حطی و فتح یائے تحتانی سے ضبط کیا ہے۔ مصنف نے کہا ہے کہ میں نے اسے شفا کے بعض معتمد نسخوں میں پایا ہے' اور علماء کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ اس لئے کہ آپ اپنی امت کو آتش دوزخ سے پھیریں گے۔

مقتضی میں شمنی نے کہا ہے کہ یہ اسم غیر عربی ہے —— ایک نسخہ میں بفتح ہمزہ و کسر حاو سکون یائے تحتانی (حاد یحید سے) ہے۔ جس وقت ایک شے سے مائل ہو اور عدول کرے۔ چنانچہ یہ عربی ہے —— اگرچہ توافق اللغات سے نہیں ہے۔ ——

ماوردی نے اسے اس کی تفسیر میں الف کے مدّ اور حا کے کسرہ سے ضبط کیا ہے۔

امام نووی نے اپنی کتاب ''تہذیب الاسماء'' اور لغات میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

''میرا نام قرآن مجید میں **محمد** ہے — انجیل میں **احمد** ہے — اور تورات میں احید ہے —

میرا نام احید اس لئے رکھا گیا ہے کہ میں اپنی شفاعت سے اپنی امت سے آتش دوزخ کو دفع کر دوں گا''۔

یا یہ ہے کہ آپ اپنی امت کو دوزخ سے دور کریں گے یا یہ معنی ہے کہ طریق باطل سے دور کریں گے اور اپنی امت کو سبیل حق کی طرف پھیریں گے۔

الآخذ بالحجزات:

آخذ کی اضافت حجزات کی طرف ہے۔ آخذ اسم فاعل آخذ سے ہے۔ اس کا معنی لینے والا یا پکڑنے والا —

شیخین نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: **انما مثلی و مثل امتی کمثل رجل استوقد نارا فجعلت الدواب والفراش والجناوب یقعن فیھا وھویذ بھن عنھا وانا اخذ بحجز کم وانتم تقتحمون فیھا حجزہ**

''وہ بنفہ کی جگہ ہے جہاں پاجامہ کا کمر بند باندھتے ہیں — آپ فرماتے ہیں کہ تم لوگ آتش دوزخ میں گرتے ہو اور میں تمہارے کولہوں کو پکڑ کے آتش دوزخ سے روکتا ہوں تا کہ تم دوزخ میں نہ گرو''۔

آخذ الصدقات:

آپ مستطیع لوگوں سے صدقہ لیتے اور محتاجوں کو دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خذ من اموالھم صدقة ...... جو لوگ غزوہ تبوک کو نہیں گئے اور رہ گئے تھے' اگرچہ یہ آیت ان کے حق میں ہے۔ اور انطوع کے اس صدقہ میں نازل ہوئی ہے جو ان کی توبہ کے پورا کرنے کے لئے تھا۔ لیکن ان کے سوا عام لوگوں اور زکوٰۃ مفروضہ کو شامل ہے۔ اس لئے زکوٰۃ نہ دینے والوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ نہ دیں گے مگر ان لوگوں کو جن کی نماز ہمارے لئے سکون ہے۔

الآخر:

آپ انبیاء سے آخر آئے ہیں۔ شارح نے کہا ہے کہ آپ کا اسم مبارک ''آخر'' انجیل میں ہے — شامی میں ہے کہ اس اسم کا غیر ''اخراجا'' ہے اس کا معنی آخر الانبیاء ہے۔

ابن ابی شیبہ نے مصعب بن سعد اور انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اوّل جو شخص جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑے گا اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائیگا وہ **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر تورات کی ایک آیت پڑھی **اخرایا قلدما یا الاولون والاخرون** — راوی کا یہ کہنا ہے' کہ اسم مبارک انجیل میں ہے یہ بات تورات کے

مخالف ہے۔

الاحشی للہ :

آپ اللہ تعالیٰ سے سب مخلوق سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔

اذان خیر :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اذن خیر لکم ـــــ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ خیر اور حق کے سوا اور کچھ نہ سننے والے۔

ارجح الناس عقلا :

ابونیم نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اکہتر (۷۱) کتابیں پڑھیں۔ جمیع کتابوں میں یہ پایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے وجود دنیا سے اس کے اخیر تک جمیع مخلوق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل کے مقابلہ میں عقل نہیں دی مگر ایک دانہ ریت کی مثل جو دنیا کی تمام ریت سے ہو۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقل میں کل آدمیوں سے ارجح ہیں۔

ابن ابی حاتم وغیرہ کے نزدیک ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: کنت اوّل الانبیاء خلقا و اخرھم بعثا اوّل اور آخر دونوں اسم اسمائے حسنیٰ الٰہی سے ہیں۔

ارحم الناس بالعباد:

آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ کل آدمیوں سے رحمت میں اکثر ہیں خواہ وہ بندے مومن ہوں یا کافر ـــــ شامی میں ارحم الناس بالعیال واقع ہے۔ یعنی آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رحم والے تھے ـــــ پہلا معنی عام ہے اور دوسرا خاص۔

الازھر:

آپ کا چہرہ مبارک گورا' سفید رنگ' چمکدار تھا ـــــ امام نووی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ابیض مستنیر ہے یعنی نور کی طرح چمکتی ہوئی سپیدی۔ یہ معنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کا ہے' کان ابیض۔

الاصدق فی اللہ:

اصدق کا معنی اثبت اور اقوی ہے ـــــ آپ سے زیادہ ثابت قدم اور حق پر کوئی قوی نہ تھا اور نہ ہوگا۔ آپ کا یہ نام مبارک اس قبیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں فرمایا ہے: ومن اصدق من اللہ قیلا ۔

اطیب الناس ریحا:

خوشبو میں آپ دوسروں سے شدید تھے۔ اس لیے کہ آپ کا عرق خوشبو میں مشک سے اطیب تھا۔ آپ کے بعض اسماء سے اطیب ہے ـــــ بلا اضافت کہا گیا ہے کہ اس کا معنی افضل اور اشراف ہے۔

الاعز:

آپ بہت عزت والے تھے۔اس کا معنی غلبہ اور قوت ہے۔

الاعلی:

علو میں آپ اکثر تھے۔یعنی غیر پر رفعت میں آپ زیادہ تھے۔

الاعلم باللہ:

آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی صفات اور جو اوصاف کہ اس کے لیے واجب ہیں' کل مخلوق سے زیادہ عالم تھے۔جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : **انا اتقکم واعلمکم باللہ** اسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے—— آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: **انا اتقکم للہ واعلمکم بحدود اللہ** ۔اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

اکثر الناس تبعا:

مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔یعنی آپ کے تابعین جملہ انبیا سے اکثر ہوں گے۔آپ نے فرمایا ہے: **انا اکثر الانبیا تبعا یوم القیمۃ**—— آپ نے بھی فرمایا ہے کہ

"بعض انبیاء سے وہ نبی ہوگا جس کے ساتھ اس کی امت کا ایک ہی تصدیق کرنے والا ہوگا۔"

ان دونوں حدیثوں کو امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

الاکرم:

آپ اپنے غیر کے مقابل کثرت کرم سے متصف تھے۔آپ کا یہ اسم مبارک اس قبیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام مبارک رکھا ہے وہ یہ ہے: **اقراء وربك الاکرم**—— اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے **ان اکرم الاولین والا خرین علی اللہ ولا فخر**—— اس حدیث کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

اکرم الناس' اکرم ولد آدم:

اکرم کا معنی کرم کی صفت میں اپنے غیر سے زیادہ—— آپ آدم علیہ السلام کی اولاد سے زیادہ مکرم ہیں—— جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: **ان اکرم ولد ادم**—— یعنی میں انبیاء اور انبیا کے سوا جو لوگ اولاد آدم علیہ السلام سے ہیں ان سے زیادہ مکرم ہوں—— اس اسم کے ساتھ آپ کا نام ہونے کی یہ دلیل ہے۔

المص' الم' المر:

یہ تینوں اسمائے مبارک ابن دحیہ نے ذکر کیے ہیں—— شامی نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ یہ اسماء اسمائے الٰہیہ سے ہیں—— ابن دحیہ نے جو کہا ہے اگر صحیح ہے تو یہ اسماء اس قبیل سے ہوں گے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رکھا ہے۔

امام الخیر امام المتقین:

متقین وہ لوگ جو آپ کی اقتدا کرتے ہیں اور آپ کی سیرت اور سنت کا اتباع کرتے ہیں۔ متقی کی جمع ہے—— متقی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو شرک سے بچائے—— اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل کرے—— مخالفات دینی سے بچے—— ابن ماجہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ان دونوں اسماء سے موقوف حدیث میں آیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اذا علیتم علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاحسنو الصلوٰۃ علیہ فانکم لا تذرون لعل ذلک یعرض علیہ

لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی تعلیم فرمائیں۔ فرمایا ''یوں پڑھو'':

اللھم اجعل صلواتك و رحمتك و برکاتك علی سید المرسلین و امام المتقین وخاتم النبیین محمد عبد ك ورسولك امام الخیر و قائدالخیر و رسول الرحمته اللھم ابعثه المقام المحمود الذی یغبط فیه الاولون والاخرون

امام المرسلین امام النبیین:

ترمذی نے ابی ابن کعب سے مرفوعا روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:

اذا کان یوم القیٰمة کنت امام النبیین و خطیبھم وصاحب شفا عتھم غیرفخر

''جب قیامت کا دن ہوگا میں نبیوں کا امام' خطیب اور شفیع ہوں گا۔ یہ حقیقت ہے' اس میں فخر کی کوئی بات نہیں۔''

الامام:

آپ کے ساتھ لوگ اقتدا کرتے ہیں۔ اور آپ کے قول اور فعل کی طرف رجوع کرتے ہیں' اس لیے آپ کا اسم مبارک ''امام'' ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں کہا ہے:

امام لھم یھد یھم الحق جاھدا　　　معلم صدق ان یطیعون اھتدوا

''آپ مخلوق کے امام ہیں' مخلوق کو ایسے حال میں حق کی ہدایت فرماتے ہیں کہ آپ ہدایت کے لیے کوشش کرنے والے ہیں—— آپ معلم صدق ہیں اگر لوگوں نے آپ کی اطاعت کی تو انہوں نے ہدایت پائی گراہی سے بچ گئے۔''

لغت میں امام کا معنی یہ ہے کہ جس کے ساتھ خیر وغیر میں اقتدار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **انی جاعلك للناس اماما**—— یہ وحدت کی حالت میں ہے اور جمع کی حالت میں **وجعلنا للمتقین اماماً** .

الآمرو نواھی:

امر اور نہی سے دونوں لفظ اسم فاعل ہیں—— اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **یا مرھم بالمعروف وینھا ھم عن المنکر** .

امر و نہی آپ کے حق میں فرض عین ہیں اور آپ کے غیر کے حق میں فرض کفایہ ہے۔

غرفی نے کہا ہے اگرچہ یہ وصف حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' لیکن چونکہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں' تو اس لیے آپ کی طرف امر اور نہی کی اضافت اس لیے کی گئی ہے کہ آپ آمر اور ناہی کا مشاہدہ کرتے ہیں —— اور آپ دلیل سے جانتے ہیں کہ یہ واسطہ ہے۔ اور اس شخص سے نقل ہے جس کے لی درحقیقت یہ وصف ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

ماآتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا

الاسمن:

بوزن صاحب بمعنی خالص۔ تقی۔ شریف —— اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت میں ان صفات سے متصف کیا ہے: **واللہ یعصمك من الناس یوم لا تخذی اللہ النبی**

امنة اصحابه:

آپ اپنے اصحاب کے لیے امن اور طمانیت کا سبب ہیں۔ یہ لفظ امن البلد سے لیا گیا ہے۔ جس وقت اہل شہر' شہر میں اطمینان پاتے ہیں تو یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ بیہقی علیہ الرحمہ نے ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

النجوم امنة فاذ اذھبت النجوم انی السماء ما توعدون وانا امنة لاصحابی فاذ اذھبت اتی اصحابی مایوعدون و اصحابی امنة لامتی فاذ اذھبت اصحابی اتی امتی مایوعدون

شامی نے کہا ہے کہ لفظ امنة بفتح ہمزہ اور ضم ہمزہ اور فتح میم ہے —— اس کا معنی وہ شخص ہے جو وافر الامنیۃ ہو' اور ہر ایک شے پر امین کیا جائے —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اس لفظ سے اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی وحی پر امین کیا ہے —— یا آپ کو آپ کے اصحاب پر محافظ کیا ہے کہ وہ بدعت سے محفوظ رہیں' اور انہیں فتنوں سے امن ہو —— یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے جو آپ نے فرمایا ہے:

اذا ارادہ اللہ رحمة امة قبض نبیھا قبلھا

اس احتمال سے منافی نہیں ہے کہ آپ کی ذات مبارک کے سبب مسخ' خسف اور اس کی مثل انواع عذاب اور ان فتنوں سے جن کا وعدہ ان کے درمیان کیا گیا تھا' کل اصحاب اس کے بعد امن میں تھے۔ کہ ان فتنوں کا دروازہ آپ کے وجود کے سبب بند ہوا تھا۔

الامین:

اس اسم شریف کو ابن فارس نے ذکر کیا ہے۔ آپ کا نام اس کے ساتھ اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ حافظ وحی ہیں اور طاعت الٰہی پر قوی ہیں۔ فعیل بمعنی داعل ہے۔ امام مسلم علیہ الرحمہ نے ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپ

نے فرمایا ہے:

الا تامنونی وانا امین من فی السماء یاتینی خیر من السماء صباحاً و مسآء

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین ۔ مطاع ثم امین** —— قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اکثر مفسرین کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ اس جگہ رسول سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کا نام آپ کی کم عمری میں اس لیے امین تھا کہ آپ باوفا' صادق القول اور قاذورات اور پلیدیوں سے پاک تھے —— ''بنائے کعبہ'' کے زیرعنوان جلد اوّل میں آچکا ہے کہ قریش نے اس وقت یہ کہا تھا:

ھذا الامین رضینا

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی شان میں کہا ہے۔

امین محب للعباد مسوم بخاتم رب قاھر للخواتم

''آپ امین ہیں اور رب قاہر کی خاتم سے خاتموں کے لیے علامت کئے گئے ہیں۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

امین بمعنی مامون فعیل بمعنی مفعول ہے۔ اور یہ لفظ ایتمان سے ہے اس کا معنی استحفاظ اور وثوق بالامنۃ ہے —— آپ کا نام امین اس لیے ہوا کہ:

- ☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی وحی پر امین کیا'
- ☆ اپنے اور اپنے خلق کے درمیان آپ کو واسطہ ٹھہرایا'
- ☆ اس امانت سے جو خیانت کی ضد ہے' صلہ وافر پہنایا'
- ☆ اس صدق کا تاج جو امانت کے فاخرہ موتیوں سے مرصع ہے' آپ کے سر مبارک پر رکھا۔

اُلامّی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **الذین یتبعون الرسول النبی الامی** —— امی وہ کہ نہ لکھ سکے۔ نہ پڑھ سکے جیسا کہ حدیث میں ہے: **انا امۃ امیۃ لانحسب ولانکتب ۔**

والدہ کی طرف منسوب' گویا آپ اپنی اس حالت پر ہیں جس حالت میں آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنا ہے —— امیت آپ کے حق میں معجزہ ہے اور آپ کے غیر کے حق میں معجزہ نہیں ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے آپ کا وصف اُمیت سے کیا یا امیت کی مثل ایسے لفظ سے کیا جس سے ایذا مقصود ہو۔ اگر واصف نے اس لفظ سے آپ کی تعظیم اور آپ کی نبوت پر دلالت کی غرض سے ارادہ کیا ہے تو وہ حسن ہے' پسندیدہ ہے —— اور جس شخص نے غیر تعظیم وغیرہ کے ارادہ سے کہا ہو' اس لفظ سے اس کا ارادہ برا جانا جائے گا تو وہ سب کرنے والوں سے لاحق ہوگا۔

بعض علماء نے آپ کا نام امی بفتح ہمزہ بھی کہا ہے۔ اس کی قرأت بھی ہوئی ہے —— ابن عطیہ نے کہا ہے کہ یہ لفظ ام کی

طرف منسوب ہے۔ قصد کے معنی میں یعنی یہ نبی لوگوں کا مقصود ہے۔ اور آپ ان لوگوں کے ارادہ کی جگہ ہیں —— لوگ آپ کی طرف اپنے افعال اور شرع کے ساتھ ارادہ کرتے ہیں۔ اس صورت پر دوسرا اسم ہوگا اور ابن جنی نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ لفظ بمعنی اُمی غیر تغیر نسبت کے ہے۔ لہٰذا یہ دوسرا لغت ہوگا نہ اسم۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ آپ کا وصف کیا ہے۔ اس وصف سے اس امر پر تنبیہ کی ہے کہ آپ کا کمال علم امیت کے ساتھ معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے —— اُمی آپ کے اخص اسماء سے ہے۔ یعنی یہ اسم ان اسماء سے ہے کہ ان کا اختصاص آپ کے ساتھ اپنے غیر سے اظہر ہے۔ اس لئے کہ اُمیت اگرچہ لوگوں میں کثرت سے ہے لیکن اور لوگوں میں غیر معجزہ ہے' جبکہ آپ کی ذات میں معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وماکنت تدری مالکتاب ۔ اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے' آپ نہیں جانتے تھے کہ قرآن کیا شے ہے؟ وما الایمان اور آپ نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا شے ہے؟ —— یعنی اس کے شرائع اور علامات کا وحی سے پہلے آپ کو علم نہ تھا —— ولکن جعلناہ یعنی روح کو یا کتاب کو —— نورانھدی بہ من تشاء من عبادنا —— نور گردانا ہے اس نور کے ساتھ۔ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں ——

اس کے ساتھ آپ کی امیت پر استدلال کیا ہے کہ آپ کو وحی کے سبب کتابت اور قرأت سے بے فکری ہے۔ اس لیے کہ کتابت اور قرأت دونوں کے ساتھ معارف اور علوم کی طرف توصل ہے جیسے اللہ تعالیٰ جو شے اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے وہ آپ کو پڑھاتا ہے[1] —— اور اللہ تعالیٰ کے قلموں نے علیت کی قسم سے جو شے الواح قدس اقدسیہ میں لکھی ہے' اس کے سبب آپ کو اس شے سے بے نیاز کرتا ہے جو مخلوق لکھتی ہے —— قاضی عیاضی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس وقت قرات اور کتابت سے معرفت مطلوب ہے اور قرأت اور کتابت یہ دونوں ایسے آلہ اور واسطہ ہیں جو معرفت کی طرف پہنچانے والے ہیں۔ چنانچہ جس وقت ثمرہ اور مطلوب حاصل ہوگیا تو واسطہ سے اس ثمرہ نے بے نیاز کردیا —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عظمیٰ معجزہ قرآن مجید ہے' مگر معارف اور علوم کے طریقہ سے متعلقہ اس بخشش اور فضل کے ساتھ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کے مثل کا وجود اس شخص سے' جس نے نہیں پڑھا اور نہیں لکھا اور سبق نہیں پڑھا اور آپس میں مذاکرہ نہیں کیا اور اس کو تلقین نہیں کی گئی' تعجب کا مقتضی ہے۔ اور انتہا درجہ کی عبرت ہے اور بشیر کا معجزہ ہے۔

انعم اللہ:

بفتح ہمزہ وضم عین —— نعمت کی جمع ہے۔ اصل میں اس کا معنی احسان ہے۔ آپ کا نام اس کے ساتھ اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر نعمت ہیں —— اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے لیے رحمت بنا کے بھیجا ہے اور آپ کے وجود باوجود کی وجہ سے اللہ کے بندوں کو کثیر نعمتیں حاصل ہوئی ہیں —— انہیں نعمتوں سے اسلام ہے اور کفر سے چھڑاتا ہے' اور خسف سے امن ہے۔

---

[1] اپنے ہاتھ سے لکھنے کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھنے کے لیے حکم دیا۔ لکھنے والا تو قلم ہے یا قضا وقدر ہیں۔

الاوّل :

آپ کا اسم شریف اوّل اس لیے ہے کہ خلقت میں کل انبیاء سے آپ اوّل ہیں جس طرح آپ پیدا ہونے میں کل انبیاء اور مخلوق سے اوّل ہیں' عود میں بھی سب سے اوّل ہیں۔

☆ آپ اوّل وہ ہیں جس سے زمین شق ہوگی۔ یعنی آپ قبر انور سے تمام انبیائے کرام اور تمام مخلوق سے جو حشر کے لیے قبروں سے نکلیں گے' اوّل نکلیں گے۔

☆ آپ اوّل ان لوگوں کے ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے۔

☆ آپ سب سے اوّل شفاعت کرنے والے اور مشفع ہیں (یعنی مقبول الشفاعته اور ماذون الشفاعة ہیں)

☆ جیسے کہ عالم ذر میں اوّل پیدائش میں اوّل جواب دینے والے تھے —— اس لیے آپ اوّل وہ ہیں جنھوں نے الست بربکم کے جواب میں لفظ بلیٰ اور انت ربنا کہا تھا۔ جس وقت آپ کے رب نے آدم علیہ السلام کی اولاد سے وعدہ لیا تھا۔ اور اولاد آدم علیہ السلام کو ان کے نفسوں پر گواہ کر کے فرمایا تھا: الست بربکم —— لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تمام امور میں علی الاطلاق اوّل ہیں۔

اوّل شافع:

آپ امت کے لیے اوّل شفاعت کرنے والے ہیں۔

اوّل المسلمین:

آپ کے ساتھ اسلام میں اقتداء کی جاتی ہے' اسے عرفی نے ذکر کیا ہے۔ یعنی آپ اس امت کے پہلے مسلمان ہیں یہ نام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: وانا اوّل المسلمین سے اخذ کیا گیا ہے۔

اوّل مشفع:

سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے' آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی —— شفاعت کا معنی گنہگاروں کی بخشش اور ان کے بارے میں تجاوز کا سوال' اور فصل قضا اور اس کی مثل۔

اوّل المؤمنین:

آپ وہ اوّل ہیں کہ آپ کے ساتھ ایمان میں اقتداء کی گئی ہے۔

اوّل من تنشق عنه الارض:

آپ تمام مخلوق سے پہلے اٹھائے جائیں گے۔ شارح زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مصنف نے حرف الف میں آپ کے پینتالیس (۴۵) اسمائے مبارک ذکر کئے ہیں —— ان میں سے پانچ اسم اسمائے الٰہی سے ہیں —— شامی نے اور اسماء زیادہ کئے ہیں۔ ان میں سے پانچ اسم اسمائے الٰہی سے ہیں۔ شامی نے اور اسما زیادہ کئے ہیں وہ الابلج ہے یا اور جہم سے اس کا

معنی ابیض ہے۔

الاتقی - الاجل:

اجیر بہ جیم آپ کا نام اس لیے ہے کہ اپنی امت کو دوزخ سے چھڑائیں گے۔ اسے غرفی نے ذکر کیا ہے۔ بعض صحیفے جو آسمان سے اترے ہیں' ان سے نقل کیا ہے--- شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے غرضی کے غیر سے اس اسم کو نہیں دیکھا اور میں خوف کرتا ہوں کہ احید سے اس کی تصحیف ہوئی ہو--- احاد بضم ہمزہ اس عدد کا اسم ہے جو واحد سے معدول ہے۔ واحد نام اس لیے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم متعدد امور میں واحد ہیں۔ جیسے کہ آپ کی سیادت آپ کے سوا لوگوں پر ہے۔ اور آپ انبیاء کے خاتم ہیں اور آپ کی شریعت اکمل الشرائع (دیگر شریعتوں سے مکمل ترین) ہے۔ اور آپ اپنے خصائص میں واحد ہیں' وہ خصائص آپ کے غیر کے لیے نہیں ہیں۔

الاحشم:

بہ حائے مہملہ و معجمہ وقار میں لوگوں سے اکثر اخوایا کو ضبط نہیں کیا ہے مگر اس کا رسم الخط ایسا ہی ہے--- شارح علیہ الرحمہ نے اس کی تفصیل آگے کردی ہے۔ (اخوناح) صحیح الاسلام

الاعج' لادوم:

بوزن افعل' یہ مداومت سے لیا گیا ہے--- آپ اپنے رب کی طاعت ہمیشہ کرتے تھے۔

الارجح:

آپ علم اور فضل میں غیر سے زائد ہیں۔

الارحم:

بلا اضافت (الازج) خمیدہ ابرو' کمان کی مثل

الازکی:

عالمین سے زیادہ طاہر۔

الاسد:

بہ فتح ہمزہ اور سین اور تشدید دال مہملہ--- یہ لفظ سدایہ سے ہے۔ اس کا معنی استقامت' الاشدحیاء من العذرانی حذرھا۔ یعنی جو کنواری لڑکی اپنے پردہ میں رہتی ہے وہ حیا میں مشہور ہوتی ہے--- آپ حیا میں اس کنواری لڑکی سے زیادہ تھے۔

الاشنب:

یہ لفظ شنب سے نکلا ہے۔ اس کا معنی دانتوں اور دانتوں کی آبداری کی رقت ہے--- آپ کے دندان مبارک نہایت

بارونق اور نہایت آب دار تھے — اس کا معنی رقت اور غدوبت بھی ہے۔

اصدق الناس لهجة' الاطيب' الاعظم' الاغر:

بہ غین معجمہ اس کا معنی شریف اور کریم ہے — افصح العرب ایسا ہی اس حدیث میں وارد ہوا ہے جسے علمائے احادیث غریب نے اس لفظ سے ذکر کیا ہے — ابن اثیر' شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند پر ہم واقف نہیں ہوئے۔

الاكليل:

بمعنی تاج — آپ کا یہ نام اس لیے ہے کہ آپ انبیاء کرام علیہم کا تاج ہیں اور اصفیاء کے سردار ہیں — آپ کے شرف اور آپ کے علو کی وجہ سے یہ نام ہے — آپ کی رسالت انبیاء کی رسالت پر محیط اور شامل ہے۔ جیسے تاج کا نام اکلیل رکھا گیا ہے کہ تمام سر کا احاطہ کرتا ہے۔

الامجد:

یہ لفظ مجد سے ہے۔ اس کا معنی ہے شرف۔

امام العالمين:

یہ فتح لام عالم کی جمع ہے۔

امام العاملين:

عامل کی جمع ہے۔ اس سے مراد عبادت گزار ہیں — آپ عابدوں کے امام ہیں۔

امام الناس:

تمام انسانوں میں جو مسلمان ہیں' آپ ان کے امام ہیں۔

الامان' الامة :

ان الفاظ کے معانی پہلے آ چکے ہیں۔

الامة :

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ خیر کے لیے جامع ہیں' لوگ آپ کی اقتداء کرتے ہیں — آپ مخلوق کو خیر کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ معلم خیر ہیں۔

الم' المر' المعى:

الامی بہ فتح ہمزہ اس وجہ سے کہ یہ اسم ہے نہ مفہوم میں لغت (انفس العرب' اولی' الناس' ذماماً) — آپ حرمت

میں لوگوں سے زیادہ ہیں۔

الانور المتجرد:

یہ فتح رائے متجرد اس کا معنی ہے مشرق' یہ لفظ اشراق سے ہے۔ آپ کے بدن مبارک کا جو حصہ دکھائی دیتا تھا وہ نورانی اور چمک دار تھا۔ اس پر بال نہیں تھے۔

الاوّاہ:

یہ تشدید واؤ (الاوسط)۔ اس کا معنی عادل ہے—— یا یہ معنی ہے کہ ہر ایک شی سے برگزیدہ اور چنے ہوئے—— آپ کی مدح میں شاعر نے کہا ہے

یااوسط الناس طرافی مفاخرهم　　واکرم الناس امًّا برّةً وابًا

''اے جمیع آدمیوں سے برگزیدہ! ان کے مفاخر میں اور اکرم الناس' ماں باپ کی وجہ سے نیکی اور خیر میں۔''

الاولیٰ:

اے بالمؤمنین من انفسهم ——یعنی آپ دینی اور دنیاوی امور میں ہر شے سے تمام مومنین سے ان کی جانوں سے اولیٰ ہیں۔

اول المرسل' آیۃ اللہ:

ابن المنذر نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں روایت کی ہے: سنریهم اٰیاتنا فی الافاق حتی یتبین انه الحق کہ آیت الٰہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اس لیے کہ آپ ظاہری علامت ہیں۔

حرف الباء

سردار انبیاء کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ''ب'' سے شروع ہوتے ہیں

البر:

یہ فتح باموحدہ براسم فاعل ہے۔ اس کا معنی احسان اور طاعت اور صدق ہے—— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بر حسن خلق ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ بر سے افضل تین چیزیں ہیں:

- ☆ غضب میں صدق کہنا۔
- ☆ عسرت کی حالت میں جود کرنا۔
- ☆ قدرت کے وقت عفو کرنا۔

بر اسمائے الٰہیہ سے ہے۔ اس کا معنی احسان میں مبالغہ کرنے والا ہے اور جس امر میں اس نے وعدہ کیا ہے وہ اس میں صادق ہے۔

البارقلیط، فارقلیط:

آپ کا اسم شریف بارقلیط اور فارقلیط یائے موحدہ سے اور بدل باکے، فائے را اور قاف کے فتح کے ساتھ اس کے بعد لامسکورہ ہے—— پھر یائے تحتانی مکسورہ ساکنہ پھر طائے مطبقہ—— اور سکون را سے قاف کے فتح کے ساتھ اس کے بعد لام مکسورہ ہے۔ اور فتح را سے قاف کے سکون کے ساتھ اور را کے کسرہ سے قاف کے سکون کے ساتھ، مقتفی میں کہا ہے کہ یہ صحیح ہے—— اور شامی نے اس کے ساتھ قطعی طور سے کہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم یوحنا کی انجیل میں واقع ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعین سے ہے اور نبی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اور وہی صحیح ہے۔

صاحب الخمیس نے ''منتقی'' سے نقل کیا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف انجیل یوحنا میں واقع ہے اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے میں دعوت کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار حواریوں کی ہے:

☆ متی ☆ یوحنا ☆ قیصر ☆ لوقا

ان چاروں حواریوں میں سے ہر ایک نے اس عبارت سے کلام کیا ہے جو ان لوگوں کے مناسب تھی۔ جنہوں نے ان کی دعوت کا اتباع کیا تھا—— اس لیے چاروں انجیلیں شدید اختلاف کے باعث مختلف ہوگئی ہیں۔

اس اسم شریف کا معنی روح الحق ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق کے ساتھ قائم ہیں، جیسے کہ روح کا قیام حیوانات کے ساتھ ہے۔ اگر روح حیوان سے جدا ہوتی ہے تو حیوان مرجاتا ہے—— اس اسم کے دیگر معانی یہ ہیں:

☆ وہ شخص جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے—— (ثعلب)

☆ عامل حق ☆ حماد ☆ مخلص—— (تقی الشمنی)

ابن اثیر کی کتاب ''نہایہ'' میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں کتب قدیمہ کے مطابق پارقلیحا ہے۔ یا مشوبہ بفا اور اس کے آخر میں الف مقصورہ ہے—— پھر یہ لفظ یا سے فا کے ساتھ معرب کیا گیا ہے، اور اس کے آخر سے الف حذف کردیا گیا ہے۔ جیسا کہ دوانی نے کہا ہے—— دوانی کا یہ قول ابو عبید البکری کے معنی میں ہے کہ یائے موحدہ سے غیر صاف ہے—— کتب سابقہ میں ہے کہ اس کا معنی ''حق اور باطل کے درمیان فرق کریں گے'' ہے—— دوانی کا بیان ہے کہ اس کا معنی اس ولایت کا مظہر ہے جو باطن نبوت ہے—— ابن اثیر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس معنی اسم سے یہ حدیث ہے:

محمد فرق بین الناس یعنی

''آپ مومنوں اور کافروں کے درمیان فرق کریں گے، مومن آپ کی تصدیق کریں گے۔ کافر آپ کو جھٹلائیں گے۔''

الباطن:

آپ کا اسم شریف باطن اس لیے ہے کہ آپ بواطن امور پر اس وحی کے ذریعے ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجی

ہے مطلع ہیں ـــــ اور یہ اسم' اسمائے حسنٰی الٰہی سے ہے۔

البرهان:

برھان اسم الٰہیہ ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یا ایھاالناس قدجاکم برھان من ربکم ـــــ اس کے دیگر معانی میں یہ کہا گیا ہے:

☆ برھان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

☆ برھان آپ کے معجزات ہیں۔

☆ برھان قرآن مجید ہے' جو آپ کے جلیل ترین معجزات سے ہے۔

ہر طریق پر جو معانی بیان کئے گئے ہیں' آپ کا اسم شریف صحیح ہے۔ یہ مخفی نہیں ہے۔

ابن ابی حاتم نے سفیان بن عینیہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ **لقد جاء کم برھان من ربکم** میں کہا ہے کہ برھان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ برھان لغت میں بمعنی حجت ہے۔ برھان کا معنی یہ بھی ہے کہ ''حجت روشن واضح ہے کہ کامل یقین دلاتی ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو معنوں سے حجت ہیں:

☆ ایک یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی خلق پر حجت ہیں۔

☆ دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ روشن او واضح حجت ہیں۔ اس شے کے لیے جو ان آیات اور معجزات سے ہے کہ وہ آیات اور معجزات آپ کے صدق پر دلالت کرتے ہیں۔

البشر:

اس کا معنی انسان ہے' اس لیے کہ اس کا بشرہ ظاہر ہے۔ یعنی اس کا پوست بالوں سے پاک اور صاف ہے جبکہ دیگر حیوانات کی جلدیں بالوں سے چھپی رہتی ہیں ـــــ آپ کا نام بشر اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ اعظم البشر ہیں اور ان سے افضل ہیں۔ جیسا کہ اس کے ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے۔ یہ تسمیہ خاص اسم عام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **قل انما انا بشر مثلکم**۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد پر اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ تمام انسان بشریت میں مساوی ہیں۔ انسانیت میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہے' اور ان صفات کی وجہ فضیلت نہیں رکھتے جن کے ساتھ وہ مختص ہیں۔ وہ صفات معارف جلیلہ ہیں ـــــ اس لیے اس کے بعد یہ فرمایا **یوحی الی** ۔ اس سے اس جہت پر تنبیہ ہے جس سے آپ کو تمام انسانوں پر فضل عظیم حاصل ہوا ہے ـــــ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے آپ کو تم لوگوں میں ممتاز کیا' اور تمہارے درمیان سے وحی اور رسالت کے ساتھ آپ کو مخصوص کیا۔

بشری عیسیٰ:

بشری بشارت سے ہے۔ اس کا معنی ہے ''وہ خیر جو عام ہو'' آپ کی بشارت اللہ کریم کے اس ارشاد میں ہے:

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد

اور مستدرک میں مرفوع روایت میں آپ نے فرمایا:

انا دعوة ابی ابراهیم وبشری عیسیٰ

جن انبیائے کرام کی بشارت دی گئی ہے وہ پانچ ہیں:

☆ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم:

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ☆ حضرت اسحاق علیہ السلام

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام ☆ حضرت یحییٰ علیہ السلام

البشیر:

اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے ''بشارت دینے والا'' —— ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انا ارسلنك بالحق بشیرا ''ہم نے آپ کو بھیجا حق کی بشارت دینے والا۔''

البصیر:

بصیر کا معنی ہے دیکھنے والا' جاننے والا —— سبکی علیہ الرحمہ نے اس آیت شریفہ **انه هو السمیع البصیر** کی تفسیر میں کہا ہے۔ اس میں ضمیر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف رجوع کرنے والا ہے —— اس کا معنی آپ کی تعریف ان دونوں لفظوں سے ہے کہ آپ سمع اور بصر میں کامل ہیں —— وہ آیات جو خاص آپ کو دکھائی جاتی ہیں' آپ ان کو سمع اور بصر سے پاتے ہیں۔ اس لیے آپ کا وصف سمیع اور بصیر سے کیا گیا ہے —— اور آپ نذیر ہیں۔ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں۔ ڈرانا عقل سے تعلق رکھتا ہے۔ سننا (سمع) اور دیکھنا (بصر) دونوں ان اعظم الحواس سے ہیں جو عقل کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس لیے کہ ڈرانے اور استدلال میں کوئی شے عقل سے اکمل نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

☆ آپ اللہ تعالیٰ کا کلام بلا واسطہ سنتے ہیں'

☆ عین بصر سے اللہ تعالیٰ کے جمال کو دیکھتے ہیں'

یہ ان صفات سے ہیں جن کے ساتھ آپ مختص ہیں۔

البلیغ:

وہ فصیح جو اپنی عبارت سے اپنے کنہ ضمیر کا ابلاغ کرے۔ یعنی حسب موقع کلام کرنے والا۔ اپنے کمال میں انتہا کو پہنچا ہوا۔

البالغ البیان:

یہ دو اسم ہیں۔ انہیں شیخ ابوالفضل القسطلانی نے ذکر کیا ہے۔ اس پر صراحت معنی سے کچھ اضافہ نہیں کیا لیکن اس کی تصریح یوں کی ہے کہ البیان کا معنی کشف' یا اظہار ہے۔ یعنی وضاحت یا کشف اور اظہار کا اجتماع بلاغت کے ساتھ —— یا مقصود کا

اظہار بلیغ تر لفظ کے ساتھ —— یا بیان بمعنی مبین —— یعنی

☆ اس شے کا مظہر جس کے ساتھ لوگ مامور ہیں' اور

☆ اس شے کا مظہر ہے جس سے ان کو منع کیا گیا' روکا گیا۔

☆ امر دین کی جو شے ان سے مخفی ہے' اوجھل ہے' آپ اس کی وضاحت کرنے والے ہیں۔

یہ آخری معنی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ لفظ ''البیان'' جر سے پڑھا جائے اور اس کی اضافت بالغ کی طرف ہو۔ چنانچہ یہ ایک ہی اسم ہوگا جو مرکب ترکیبی اضافی ہے —— یہ اس قول کے الٹ ہے جو یہ کہا گیا ہے کہ یہ دو اسم ہیں۔

البینہ:

واضح حجت —— اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حتی تاتیھم البینہ رسول من اللہ —— اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ رسول بینہ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ بن عطیہ نے کہا ہے کہ لفظ بینہ میں ھا مبالغہ کے لیے ہے جیسے لفظ علامہ اور نسابہ کی ھا ہے —— اس مقام میں بارہ اسماء ذکر ہیں جیسے دو اسم اسمائے الٰہیہ سے ہیں۔ شامی نے یہ اسماء زیادہ کئے ہیں۔

البارع

علم و فضل میں اپنے اقران پر فاضل اور علم اور حکمت میں ان سے راجح۔

الباھر:

قصص کسائی میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدر باھر ہیں۔ اس لیے کہ آپ نے اپنے نور سے جملہ انبیائے کرام کے نور پر غلبہ کیا ہے —— انبیائے کرام نے آپ کے نور سے کثرت سے فائدہ حاصل کیا ہے' اور آپ کے نور سے اقتباس کیا ہے —— یا اس کا یہ معنی ہے کہ آپ اپنے حسن کے سبب جمیع مخلوق پر غالب ہیں —— یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ظاھر الحجۃ ہیں۔

الباھی:

اس کا معنی ہے حسین وجمیل۔

البحر:

بر (زمین) کے خلاف عموم نفع کی وجہ سے آپ کو بحر کہا ہے۔ اس لیے کہ آپ فی نفسہ طاھر ہیں۔ ان لوگوں کے لیے مطھر ہیں جنہوں نے آپ کا اتباع کیا ہے۔ آپ کا یہ نام آپ کا کرم وسیع ہونے کے سبب ہے۔

البدء:

وہ سردار' جس وقت سردار شمار کئے جائیں تو اس سے ابتداء کی جائے۔

البدیع :

حسن و جمال میں مستقل۔ یہ اسم اسمائے حسنیٰ الٰہیہ سے ہے۔ اس کا معنی بے آلہ کے شے کا ایجاد کرنے والا اور بے مادہ کے پیدا کرنے والا۔

البدر :

وہ کامل چاند جس کا کمال اور علو اور شرف پورا ہو—— قصص کسائی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ ''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدر باھر ہیں اور نجم زاھر ہیں اور بحر ذاخر ہیں۔''

البرقیطس:

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ رومی زبان میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ہے۔ یہ فتح وکسر بای موعدہ و فتح قاف وکسر طا۔

بموذماذ :

بکسر با وسکون میم وضم ہمزہ وسکون ذال۔ معجمہ—— ابن دحیہ نے اس اسم کو تورات کی طرف منسوب کیا ہے—— شیخ نے کہا ہے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ یہ اسم مرذماذ ہو اور اس کے اوّل میم ہو۔ یہ تحریف کیا گیا ہو۔ میرے خیال میں اس اسم کو ابن القیم نے تورات کی نص سے نقل کیا ہے—— بعض شارحین نے اس کی ''مومنین اہل کتاب'' سے تصریح کی ہے۔

البھا :

آخر الف کے مد سے اس کا معنی ''عزت اور شرف'' ہے۔ آپ اس امت کا شرف اور عزت ہیں۔

البھی :

بای موحدہ کے ساتھ اس کا معنی ''حسین اور عاقل'' ہے۔

حرف تا

(سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ''ت'' سے شروع ہوتے ہیں)

التالی:

اپنے سے پہلے جو گزرے ہیں ان کا اتباع کرنے والا—— اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا—— یا تالی لفظ تلاوت سے ہے—— قرأت کے معنی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رسولا منکم یتلوا علیکم ایاتنا—— یہاں آیات سے مراد قرآن مجید ہے۔

''وہ رسول ہیں جو تم میں سے ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر سناتے ہیں۔''

التذکرہ:

وہ شے جس سے بھولا آدمی شے کو یاد کرلے اور اس سے غافل ہوشیار ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وانه لتذكرة للمتقين۔ ''وہ ذکر ہے متقیوں کے لیے''—— کہا گیا ہے کہ تذکرہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

التقي:

بروزن فعیل تقویٰ سے ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ قدیم پتھروں پر لکھا پایا گیا ہے۔

''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تقی مصلح سیداامین ہیں۔''

التنزيل:

بمعنی رسل—— یا یہ معنی کہ ''آپ کی طرف قرآن وحی کیا گیا۔''—— اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تنزيل من الله (اللہ کی طرف سے نازل ہوا)—— کہا گیا ہے کہ:

☆ تنزیل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ اس کا معنی ہے: ''رسول من الله''

☆ تنزیل قرآن ہے۔

التهامي:

بکسر تا تہامہ کی طرف نسبت ہے—— تہامہ مکہ شریف کے اسماء سے ایک اسم ہے—— نجد جو بلاد حجاز سے ہے۔ اس سے اترتی ہوئی زمین کو تہامہ کہتے ہیں۔ تہامہ نام اس لیے ہے کہ یہاں کی ہوا متغیر ہے۔

ابن فارس نے کہا ہے کہ تہامہ لفظ ''تہم'' بہ فتحتین ہے۔ اس کا معنی حرارت کی شدت اور ہوا کا رک جانا ہے—— مصنف نے حرف تا میں پانچ اسمائے مبارک ذکر کیے ہیں۔

التلقيط:

حرف تا میں شامی نے اضافہ کیا ہے۔ عزفی نے یہ نام ذکر کیا ہے کہ آپ کا یہ نام کتب روم میں ہے۔

حرف ثا مثلثہ

(سرکار مدینہ کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ثا سے شروع ہوتے ہیں)

ثاني اثنين:

''دونوں میں سے ایک——'' وہ دونوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں''۔ یہ دونوں نام آیت شریف سے لیے گئے ہیں—— ابن دحیہ نے الثمال کو ذکر کیا ہے—— اس میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ شامی

نے کہا ہے یہ کسر ثا وخفت میم اس کا معنی ''عیاذ ملجا مغیث اور کافی'' ہے۔ آپ کے جد نے آپ کی مدح میں کہا ہے:

وابیض یستقی انعمام بوجهه　　　　شمال الیتامیٰ عصمة الارامل

''جو شے یتیموں اور ارامل کو نقصان دیتی ہے آپ اس سے ان لوگوں کو بچاتے ہیں''—— آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ایسی حالت میں کہا تھا کہ آپ زمانہ طفولیت میں تھے۔ انہوں نے آپ میں خیر کی علامت مشاہدہ کی تھی اور برکت پائی تھی۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر کے ساتھ باطن پر استدلال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

وقل من ضمنت یوما سربرته　　　　الاوفی وجهه للخیر عنوان

بالضم ثاء مثلثہ اس کا معنی ''منقطع الی الله'' اور اللہ تعالیٰ کی کفایت پر بھروسہ کرنے والا۔

اور صواب یہ ہے کہ یہ شعر آپ کے چچا ابوطالب کا ہے—— بیہقی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ شعر ابوطالب کا ہے''

کہ یہ شعران کے اس مشہور قصیدہ سے ہے جو حضرت ابوطالب نے استقساء میں آپ کی خیر و برکت دیکھ لی تھی اور مشاہدہ کے بعد یہ کہا تھا۔ آپ کے دادا نے استقساء کی برکت نہیں دیکھی تھی۔

حرف جیم

(حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ پیارے نام جو حرف ج سے شروع ہوتے ہیں)

الجبار:

ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آپ کا یہ نام اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی کتاب میں رکھا ہے۔ پھر فرمایا ہے:

تقلد سیفك ایها الجبار ''اے جبار! تو اپنی تلوار لگا''

اس لیے کہ تیری ناموس اور تیری شریعت تیرے دائیں ہاتھ کی ہیبت کے ساتھ قریب ہے—— جبار کے مختلف معنی ذکر کیے گئے ہیں:

☆ جبار کا معنی اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ ہے کہ شئے کی اصلاح کرنے والا۔ ایک قسم کے قہر سے اصلاح کرنے والا۔ علو رکھنے والا عظیم الشان۔

☆ جبار کا معنی متکبر ہے۔

☆ جبار کا معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ ہے کہ آپ نے ہدایت اور تعلیم سے اپنی امت کی اصلاح فرمائی۔ یا یہ کہ آپ نے اپنے دشمنوں پر قہر کیا۔ یا یہ کہ آپ کا مرتبہ بشر سے عالی ہے۔ اور آپ کا امر عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس تکبر کی جبریت کی آپ سے نفی فرمائی جو آپ کے لائق نہیں ہے۔ پھر فرمایا:

وما انت علیم بجبار —— ''تم ان پر جبر کرنے والے نہیں''

یہ اسم اسمائے الٰہیہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مزامیر حضرت داؤد علیہ السلام میں چوالیس (۴۴) مزمور اپنے ارشاد **تقلد ایھا الجبار سیفك فان ناموسك و شرایعك مقرونته بھیبت یمینك** میں آپ کا نام جبار رکھا ہے —— اللہ تعالیٰ نے یہ امر حضرت **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی ولادت سے پہلے کیا ہے —— آپ کو مرتبہ موجود میں نازل کیا ہے کہ آپ کے وجود مبارک کا تحقق اللہ تعالیٰ کے نزدیک تھا کہ:

''اے جبار! تو اپنی تلوار کو اپنے کندھے پر حمائل کر' جیسے قلاوہ ڈالتے ہیں۔''

اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کو جہاد کے لیے حکم کیا جائے گا —— تلوار کندھے پر اس لیے حمائل کر کہ تیری ناموس یعنی وہ وحی جو تجھ پر نازل کی جائے گی یا تیری وہ عظمت جو لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جائے گی اور تیری شرائع تیرے دائیں ہاتھ کی ہیبت کے پاس ہیں —— خلاصہ یہ ہے کہ تجھ پر جو وحی بھیجی جائے گی اور جو تیرے شرائع ہوں گے کفار انہیں تیری تلوار کے خوف سے مانیں گے۔

الجد:

بہ فتح جیم —— یا بضم جیم ''عظیم اور جلیل القدر'' —— اور بہ کسر جیم و فتح جیم بمعنی ''حظ'' یعنی '' کے نزدیک صاحب حظ عظیم'' اور حظوۃ کے نزدیک —— یا فقط بہ کسر جیم بمعنی ''اجتہاد'' —— عبادت اور طلب سیادت میں نفس کا مشقت اٹھانا۔

الجواد:

بہ تشدید واؤ و تخفیف واؤ —— آپ کے یہ دونوں اسمائے شریفہ ہیں۔ ان کو شامی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ جواد تشدید واؤ کے ساتھ اس ''جود'' میں مبالغہ ہے جو تخفیف واؤ کے ساتھ ہے —— پھر کہا ہے کہ **الجواد** بہ تخفیف واؤ بمعنی کریم' سخی طائع —— جود سے صنعت مشبہ ہے' اس کا معنی ہے ''کرم اور طاعت کی وسعت''۔

الجامع:

جو صفات اور خصال حمیدہ آپ کے ساتھ لائق ہیں آپ ان کے جامع ہیں یا آپ ان کے معانی کثیرہ کے جامع ہیں جو الفاظ قلیلہ میں ادا فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ کو جوامع الکلم دیئے گئے ہیں یا آپ ان کلمات کے جامع ہیں جو انواع حمد اور ثنائے الٰہی کو جامع ہیں —— اس مقام پر آپ کے چار اسمائے شریفہ ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے تین اسمائے الٰہیہ سے ہیں —— اور شامی نے **الجامع** کو ساقط کر دیا ہے اور جلیل صفت شبہ کو زیادہ کیا ہے کہ بمعنی عظیم ہے —— اور آپ کی صفات کاملہ سے **الجھنم** ہے جو ساقط ہو گیا ہے۔ اس کا معنی بڑی کھوپڑی اور بڑے سر والا' گول چہرہ' چوڑی پیشانی' چوڑا سینہ یہ تمام صفات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہیں۔

حرف حا

(رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ح سے شروع ہوتے ہیں)

حاتم:

شفا شریف میں ہے کہ الحاتم الف اور لام کی زیادتی سے ہے۔۔۔۔ آپ کا یہ نام مبارک کتب سابقہ میں ہے۔ اسے کعب الاحبار نے حکایت کیا ہے۔۔۔۔ ثعلب نے کہا ہے کہ حاتم کے معنی ''خلقت اور اخلاق میں آپ احسن الانبیاء ہیں۔''

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ لفظ حاتم ازروئے لغت اس معنی میں معروف نہیں ہے اور لغت میں حاتم کا معنی ''قاضی'' ہے۔ جیسا کہ صحاح میں ہے۔ ثعلب چونکہ ائمہ لغت سے ہیں اس لیے ان کا قول باعث اعتبار ہے۔ صاحب صحاح نے حاتم کو بہ کسرتائے فوقانی ضبط کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف بہ فتح تائے فرشت ہے۔۔۔۔ لہٰذا حاتم بہ کسرتا و بہ فتح تا ایک جگہ نہیں بلکہ علیحدہ علیحدہ لغت ٹھہرے ہیں۔۔۔۔ چنانچہ آپ کا اسم مبارک حاتم بمعنی احسن الانبیا ازروئے خلقت اور خلق ہے۔

حزب اللہ:

حزب کا معنی لوگوں کا ایک گروہ۔۔۔۔ دیگر معنی یہ ہیں:

☆ حزب وہ جماعت جس میں سختی ہو۔

☆ حزب اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کے متقی بندے اور اس کے انصار دین ہیں۔

الحاشر:

آپ کے اسم شریف حاشر کی تفسیر حدیث میں اس طور پر کی گئی ہے کہ آپ وہ ہستی ہیں کہ لوگ آپ کے قدموں پر حشر کئے جائیں گے۔ یعنی آپ لوگوں کے آگے ہوں گے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوں گے۔

آپ کو لوگوں پر سبقت حاصل ہوگی کہ آپ حشر میں ان سے پہلے اٹھیں گے۔۔۔۔ لوگ آپ کے آگے اور اطراف میں ہوں گے۔ یعنی قیامت کے دن لوگ آپ کے پاس جمع ہوں گے۔۔۔۔ اہل کتاب کے لیے آپ کا حشر دنیا میں ہوا۔ آپ نے اہل کتاب کو ان کے قلعوں اور ان کے شہروں میں سے جو آپ کا دار ہجرت ہے، نکال دیا۔۔۔۔ کہ حشر کی سختی سے جو عذاب کی شے تھی اللہ تعالیٰ نے چاہی، اور انہیں دار دنیا میں ہی چکھائی جیسا کہ یہ امر ہمیشہ یہود کے ساتھ قائم رہا۔۔۔۔ حشر کی سختی ان کی برزس تک متصل رہے گی۔

آپ وہ پہلے شخص ہیں جس سے زمین شق ہوگی اور لوگ آپ کے نشان قدم پر حشر کئے جائیں گے اور لوگ اپنے حشر میں آپ کی طرف بے چین ہوں گے۔۔۔۔ آپ لوگوں کے حشر کا سبب ہوں گے اس لیے کہ آپ حشر میں ان پر مقدم ہوں گے۔ پھر لوگ حشر کی جگہ ٹھہریں گے یہاں تک کہ آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔۔۔۔ چنانچہ اس دوسرے حشر میں لوگوں کے جنت

یا دوزخ میں قرار پکڑنے تک ان کے محافظ ہوں گے۔

الحافظ:

اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ ہے کہ جمیع موجودات کی نگہبانی فنا ہونے سے کرتا ہے اور موجودات میں جو بعض کے متضاد بعض ہیں' ان کی حفاظت کرتا ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حافظ بندگان خدا سے وہ شخص ہے جو اپنے جوارح اور قلب کی حفاظت کرتا ہے۔ اور سطوات غضب اور شہوات کی سختی سے اپنا دین محفوظ رکھتا ہے اور نفس کے مکر اور شیطان کے دھوکہ سے اسے بچاتا ہے —— حافظ لفظ حفظ سے اسم فاعل ہے۔

آپ کا نام حافظ اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ وحی اور امت کے حافظ ہیں —— آپ کا جو وصف حفظ سے کیا گیا ہے اگر آپ سے بھول واقع ہوتو وہ نسیان عیب نہ لگائے گا' اس لیے کہ نسیان کا آپ سے صادر ہونا نادر ہے۔ اور جو حکم کیا جاتا ہے وہ اکثر پر کیا جاتا ہے۔ کسی وقت کا نسیان حفظ کی صفت کے منافی نہ ہوگا —— جیسا کہ امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کی قرأت سن رہے تھے جو مسجد میں پڑھ رہے تھے۔ آپ نے انہیں رحمہ اللہ فرما کر کہا:

''اس نے مجھے ایک آیت یاد دلا دی جس کو میں نے بھلا دیا تھا۔''

اسے شامی نے بیان کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اس نسیان کا حقیقی ہونا منع کیا گیا ہے بلکہ اس نسیان کو عدم تذکر کہتے ہیں کہ ادنیٰ التفات سے اس کی طرف رجوع حاصل ہوجاتا ہے اور عدم تذکر کا نسیان سے مجازاً تعبیر کیا گیا ہے۔

پھر یہ امر ہے گویا اسم شریف کی وجہ تسمیہ اعظم الامۃ سے گردانی گئی ہے ورنہ غزالی علیہ الرحمہ کا کلام اور وجہ کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس چیز کے لیے جو ذکر کی گئی ہے' بلاشبہ اقوی الناس ہیں اور شیطان کو آپ پر کسی وجہ سے راستہ نہیں ہے۔ چنانچہ آپ بندگان خدا سے حافظ حقیقی ہیں۔

الحاکم بما اراہ اللہ :

اراہ کا معنی ''علم'' ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم کیا ہے۔ اس سے آپ حکم کرتے ہیں۔ ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے اس اسم شریف کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا ہے:

لتحكم بين الناس بما اراك الله

لیکن یہ ذکر کیا ہے کہ اسم شریف فقط لفظ ''حاکم'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھا دیا تاکہ آپ لوگوں کے فیصلے فرمائیں۔

الحامد:

حمد سے اسم فاعل ہے اللہ تعالیٰ کی ثنا جس کے وہ اہل ہے' حمد ان اوصاف سے ہے۔ ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ

اسم ابن کعب نے ذکر کیا ہے—— ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک کہنے والے کو دیکھا وہ ان سے کہتا تھا کہ:

"آپ خیر البریہ اور سید العالمین کے ساتھ حاملہ ہوئی ہیں۔ آپ جس وقت انہیں جنم دیں تو ان کا نام محمد رکھیں۔ اس لیے کہ آپ کا نام مبارک توریت میں حامد ہے اور انجیل میں احمد۔"

حامل لواء الحمد:

ترمذی علیہ الرحمہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

انا حبیب اللہ و لا فخر و انا احامل لواء الحمد یوم القیٰمۃ ولافخر

اور اس امر میں علماء میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ کہ آپ حامل لواء الحمد کے ساتھ حقیقی مسمی ہیں اس کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس کے درے جمیع مقامات منتہیٰ ہوتے ہیں—— جبکہ آپ دارین میں احمد الخلق ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوائے حمد عطا فرمایا تا کہ اولین اور آخرین آپ کے پاس ٹھکانا پکڑیں—— حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے:

ادم فمن دونہ تحت لوائی

آپ حامل لواء الحمد کے ساتھ معنوی مسمیٰ ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ آپ قیامت کے دن حمد کے ساتھ منفرد ہوں گے۔ اس کی شہرت علی روس الخلائق ہے—— جیسا کہ طیبی نے قطعی طور سے کہا ہے اور سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کا اتباع کیا ہے۔

الحاید لامۃ عن النار:

حاید اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی امت کو آتش دوزخ سے دور کرنے والے ہیں، یعنی آتش دوزخ سے بچانے والے ہیں۔

الحبیب:

بوزن فعیل لفظ محبت سے ہے۔ مفعول کے معنی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں—— یا حبیب فاعل کے معنی میں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنے والے ہیں۔

حبیب الرحمن:

بزار وغیرہ کے نزدیک وہ حدیث جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معراج میں آئی ہے۔ آپ کا یہ اسم مبارک اس میں آیا ہے۔

حبیب اللہ:

یہ اسم شریف متعدد حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ محبت کا معنی اس شے کی طرف میل ج

محب کے موافق ہو۔ لیکن یہ معنی مخلوق کے حق میں ہے ——— اللہ تعالیٰ جو خالق خلق ہے' اس کی محبت اپنے بندہ کے لیے یہ ہے کہ سعادت سے اس کا وقار اور جملہ اشیاء سے اس کی پارسائی ہو۔ اور اسے نیکی کی توفیق ہو' اور اس کے لیے اسباب قرب کا تہیہ ہو ——— اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بندے پر افاضت ہو۔ اس محبت کی انتہیٰ یہ ہے کہ بندہ کے قلب سے حجابات اٹھ جائیں یہاں تک کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھے اور اس کی طرف اپنی بصیرت سے نظر کرے۔ چنانچہ بندہ ایسا ہوجائے گا جیسے، کہ حدیث شریف میں ہے:

فاذا احببته كت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصربه و لسانه الذى ينطق به

''میں جب کسی کو محبوب بناتا ہوں تو اس کی سماعت جس سے وہ سنتا ہے ——— اور بصر و نظر جس سے دیکھتا ہے ——— اور زبان جس سے بولتا ہے' ہوجاتا ہوں''۔

الحجازی:

حجاز کی طرف نسبت۔ حجاز' مکہ اور یمامہ اور ان کے قریئے ہیں ——— حجاز کا نام اس لیے حجاز ہے کہ تہامہ اور نجد کے درمیان آ گیا ہے۔

الحجة البالغه:

وہ کامل ولایت جس میں کچھ نقصان نہ ہو اور اس کو انقطاع نہ ہو۔

حجة الله علی الخلائق:

یہ اسم شریف ''مسند الفردوس'' میں بلا اسناد آیا ہے۔ انا حجة الله ——— بمعنی برہان ——— یعنی ''میں اللہ کی دلیل ہوں۔''

حرز الامیین :

امیین عرب ہیں۔ یعنی آپ ان کی حفاظت فرمانے والے اور برائی سے منع فرمانے والے ہیں ——— عرب لوگ ذکر کے ساتھ اس وجہ سے مخصوص ہوئے کہ آپ عرب سے تھے ——— ان کے ساتھ زیادہ ہمدردی کا ارادہ مقصود ہے ——— بنی اسرائیل کو اس امر کی تنبیہ مقصود ہے کہ عرب کی عظیم اور رفیع شان اس نبی کے سبب سے ہے جو عرب سے ظہور فرمائے گا ——— عرب کے سوا جتنے لوگ ہیں وہ سب عرب کے تابع ہیں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصی سے روایت کی ہے۔

والله انه الموصوف فی التورات ببعض صفته فی القرآن ——— وہ صفت یہ ہے:

یا ایها النبی انا ارسلنك شاهداً و مبشراً و نذیرا وحرز للامیین .

بخدا وہ تورات میں قرآن کی بعض صفات کے ساتھ موصوف ہوئے ——— اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر (شاھد) بشارت دینے والا (مبشر) ڈرسنانے والا (نذیر) اور حرز الامیین بنا کر۔)

الحرمي:

مکہ کے حرم کی طرف آپ کی نسبت ہے۔

حریص :

فعیل بمعنی فاعل حرص سے ہے ـــــ حرص کا معنی مطلوب کے لیے ارادے کی شدت۔

الحريص على الايمان:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے حریص علیکم یعنی تمہارے ایمان اور تمہاری ہدایت کرنے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حریص ہیں۔

الحسيب:

بمعنی شریف اور کریم ـــــ حسیب' حسب سے ہے جو باپ دادا یا دین یا کرم سے شمار کیا جائے ـــــ یا فعل میں یا باپ دادا میں جو شرف ہو وہ شمار کیا جائے ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تمام اوصاف کے ساتھ متصف ہیں۔ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ حسیب لغت میں کام کی کفایت کرنے والا جیسے کفیٰ باللہ حسیبا ـــــ اس کا معنی محاسب اور کفایت کار کرنے والا ـــــ امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بندہ کے لیے ایک نوع مجاز ہیں اس طور پر دخل نہیں ہے کہ اپنی اولاد کے لیے ایک نوع ذمہ داری سے کافی ہو ـــــ یا اپنے شاگرد کو ایک نوع تعلیم سے کفایت کرے تاکہ وہ دوسرے کا محتاج نہ ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ کہنا صحیح ہے اس لیے کہ آپ اپنی امت کے لیے دارین میں ان چیزوں کے لیے کافی ہیں جن کے وہ لوگ محتاج ہیں۔ اس طور پر کہ ان کو غیر کی طرف احتیاج نہیں ہے۔

الحفيظ:

حفظ سے ہے۔ حفظ کا معنی زوال سے شے کی حفاظت ہے ـــــ اگر وہ شے ذہن میں ہے تو اس کی ضد نسیان (بھول جانا) ہے ـــــ اور اگر خارج میں ہے تو اس کی ضد اس کی تضیع (ضائع کرنا) ہے ـــــ حفظ امور ذہنیہ اور خارجیہ دونوں سے تعلق رکھتا ہے اور ذہنی اور خارجی اشیاء کی حفاظت کرتا ہے' ان کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

حفیظ اللہ تعالیٰ کے اسماء کرام سے ہے۔ ان دونوں معانی کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق صحیح ہے۔ اس لیے کہ جملہ اشیاء اس کے علم میں محفوظ ہیں۔ اس پر نسیان طاری نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت زوال سے کرتا ہے۔

حفیظ کا معنی وہ شخص ہے جو تیرے راز کی غیر سے حفاظت کرے' اور فاجروں کی موافقت سے تیرے ظاہر کی حفاظت کرے۔ لیکن اس ارشاد باری تعالیٰ: وما انا علیکم بحفیظ کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے اعمال کی حفاظت نہیں کرسکتا ہوں اور تمہیں ان اعمال پر بدلہ نہیں دے سکتا۔ اس ارشاد باری تعالیٰ: فما ارسلنك عليهم حفيظا "ہم نے آپ کو اس لیے نہیں بھیجا

کہ آپ ان کی حفاظت کریں تا کہ وہ لوگ کفر اور گناہوں میں واقع نہ ہوں —— یا یہ کہ آپ ان کے عیوب (قصور برائیاں) اور ذنوب (گناہ) کا شمار کریں اور ان سے اس پر محاسبہ کریں —— کہا گیا ہے کہ یہ آیت' آیت قتال سے منسوخ ہوگئی ہے۔ اور یہ بات اس کے بعد ہوئی ہے کہ آپ کو امر کیا گیا۔

حفیظ معنی اوّل میں اس معنی میں ہے کہ آپ لوگوں کو کفر سے پھیرتے ہیں' اور ان کے کفر پر آپ ان سے جہاد کرتے ہیں —— دوسرے معنی میں یہ ہے کہ آپ قیامت کے دن ان پر گواہ ہیں —— حفیظ معنوں میں حافظ سے ابلغ ہے۔

الحق:

اسمائے الٰہیہ سے ہے۔

الحکیم:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا' آپ نے عمل کیا اور اپنے رب کا بھروسہ کیا —— غزنی نے کہا ہے کہ حکیم فعیل کے وزن پر حکمت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یعلمهم الکتاب والحکمة ذلك مما اوحی الیك ربك من الحکمة

حکمت اور علم اور تعلیم کے ساتھ حکیم متصف ہے' اور حکمت کے باب میں کہ وہ نبوت ہے —— یا قرآن کی معرفت یا قرآن میں سمجھ یا —— قول اور اس علم میں جو عمل کی طرف رہبری کرے —— یا سنت یا خوف الٰہی کی طرف رہبر ہو —— اس میں اصابت ہو' اس میں بہت سے اقوال ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تمام معنوں میں حکیم ہیں —— حکیم مفعل ہے' یہ احکام سے ہے۔ اس کا معنی اتقاق ہے یا بمعنی فاعل حکم سے اس کا معنی منع ہے۔ اصلاح کے یہ حکمت سے عام ہے —— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت سے امور کے لیے متقن ہیں اور اپنی امت کو منع کرنے والے ہیں۔

الحلیم:

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ تورات میں آپ کا ذکر حلم سے ہے —— یہ مبالغہ کے لیے اسم فاعل ہے۔

حلم:

یہ ضم لام ہے۔ اس لیے کہ حلم آپ کی طبیعت ہوگیا تھا اور آپ کی پسندیدہ خصلتوں سے ایک خصلت ہوگیا تھا۔ ابوطالب نے کہا ہے:

حلیم رشید عادل غیر طالیش   یوالی الهالیس عنه بغافل

''آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احلم الناس تھے' ہر ایک لغزش تم حلم سے دیکھتے ہو' اور اس کا ٹھوکر کھانا تم کو یاد ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی ایذا رسانی کی کثرت کے باوجود صبر کیا —— عہد جاہلیت میں مشرکین نے

حد سے تجاوز کیا تھا۔ آپ نے اس پر حلم فرمایا۔ حلیم اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی یہ ہے کہ سزا کے لیے جلدی نہیں کرتا۔

حماد:

حمد سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی کثیر حمد کرنے والا۔

حمطایا ۔ حمیاطا:

آپ کا اسم شریف حمطایا بہ فتح حامی وسکون میم ہے—— شمنی نے فتح حا اور فتح میم مشدد سے ضبط کیا ہے—— ہروی نے اس اسم شریف کو کسر حا اور سکون میم سے ضبط کیا ہے اور یا کی تقدیم اور بعد الف کے طا—— ھروی کے نزدیک ہے نہ کہ جیسا مصنف نے وہم کیا ہے—— ہروی کی مراد مجرد تفسیر ہے۔ اس نے اس کا معنی حامی الحرم کہا ہے—— ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے اس کا معنی حمی الحرم لیا ہے—— آپ حرم کی حمی ان چیزوں سے ہیں کہ ان نصب سے تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کی جاتی تھی اور زنا اور فجور تھا۔

ابن اثیر نے کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کہا ہے کہ کتب سابقہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارک محمد' احمد اور حمیاطا ہیں—— ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فارقلیطا اور ماذا کا اضافہ کیا۔ لفظ حمیاطا حائے مہملہ پھر میم ساکن پھر یائے تحتانیہ' پھر الف' پھر طا' اس کے بعد الف ہے۔

ابوعمیر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہود سے ایک شخص جو مسلمان ہوگیا تھا میں نے اس سے حمیاطا کا معنی پوچھا۔ اس نے کہا: اس کا معنی یحمی الحرم ہے—— حرم بہ ضم حا و فتح را' حرمت کی جمع ہے جیسا کہ شفا شریف کی شرح میں ہے کہ آپ عورتوں کو نکاح حرام سے منع فرمائیں گے جو کہ سفاح وغیرہ[1] اور آپ صحیح نکاح سے شادی کریں گے۔

حمعسق:

اسے ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے—— اور ماوردی نے جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے—— ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اسمائے الٰہیہ میں شمار کیا ہے۔

حفی:

اسے امام سخاوی نے ذکر کیا ہے—— الف لام کے ساتھ الحفی ہے۔ اس کا معنی مہربان' بڑا نیک اور لطیف ہے۔

الحمد:

شیخ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے اس اسم کو ذکر کیا ہے۔ شامی نے اس کی شرح لکھی ہے—— مصنف کے شیخ نے حفی اور الحمد کو ایک ہی اسم گمان کیا—— اور یہ گمان کیا ہے کہ حفی الحمد کی طرف مضاف (ملا ہوا) ہے' جبکہ ایسا نہیں ہے

---

[1] سفاح—— دور جاہلیت میں زنا کی مختلف صورتیں۔ اس کی تفصیل جلد اول میں آچکی ہے۔

—— شامی نے پہلے الحفی کا ترجمہ کیا ہے پھر اس کے بعد سات اسماء ذکر کئے ہیں پھر الحمد کا ترجمہ کیا ہے۔ اس پر علامہ سخاوی نے الحنیف لکھا ہے۔ مصنف نے اٹھارہ (۱۸) اسماء ذکر کئے ہیں ان میں سے پانچ اسماء اسمائے الٰہیہ سے ہیں۔

حاط حاط :

شامی نے اسم حاط حاط کا اضافہ کیا ہے۔ غرفی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم مبارک زبور میں ہے اور اس کا معنی ہے ''حامی'' —— یعنی آپ اپنی امت کو دشمنوں سے بچانے والے اور ہلاکت سے ان کی حفاظت کرنے والے ہیں —— یا آپ حرم اور بیت اللہ کی حمایت کرنے والے ہیں —— اہل جرائم کے ہاتھوں سے انہیں بچاتے ہیں —— یا یہ معنی کہ آپ کو یہ سزاوار تھا کہ آپ اپنے نفس شریف کی حمایت کریں اگرچہ آپ سے یہ امر واقع نہیں ہوا۔

جنتا:

شامی نے کہا ہے انجیل میں آپ کے اسمائے شریفہ سے ہے۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ حق اور باطل کے درمیان تفریق کریں گے۔

الحکم :

یہ تحتین۔ بمعنی حاکم اور مانع —— یہ اسم اسمائے الٰہیہ سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے حکم کا کوئی رد کرنے والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: افغیر اللہ ابتغی حکما —— حکم کا معنی مانع یعنی منع کرنے والا' روکنے والا۔

الحلاحل:

اس کا معنی سید اور شجاع یا بڑی مروتوں والا' یا رئیس' صاحب وقار' بردبار' گراں مایہ —— گویا یہ حلول اور اسقرار سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ اضطراب اور قلت ثبات مجلس میں سادات کی عادات سے نہیں ہے۔

الحمید:

فاعل بمعنی حامد اور محمود صیغہ مبالغہ ہے —— حمد سے ہے' حمد کا معنی ثناء ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جس کے اخلاق کی تعریف کی گئی ہو اور اس کے افعال پسندیدہ ہوں —— یا یہ معنی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ان صفات سے حمد کرنے والے ہیں کسی حامد نے جن صفات سے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی ہے —— یا ان کا معنی کثیر المحامد ہے —— یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ

☆ وہ شخص جس نے ہمیشہ اپنی ذات کی ثناء کی ہے ——
☆ یا وہ شخص جس کی ثنا اس کے بندوں نے ہمیشہ کی ہے ——
☆ یا وہ شخص جو حمد کا مستحق ہے اس لیے کہ وہ ہر ایک کمال کے ساتھ موصوف ہے اور ہر ایک بخشش کا دینے والا ہے۔

الحنان:

بلاتشدید بمعنی رحمت۔

الحئي:

بمعنی کثیرالحیاء—— دارمی نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ کان صلی اللہ علیہ والہ وسلم جیسا لایسئل شیئا الااعطی ۔''ہر سائل کو منہ مانگا عطا فرماتے۔''

الحي:

اس کا معنی ہے باقی رہنے والا اور قبر میں نعمتوں سے لذت پانے والا۔

الحق المبین:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حتی جاء ھم الحق و رسول مبین یعنی ''آپ مومنوں کے لیے احکام شرعیہ کے ظاہر کرنے والے ہیں—— اور ارشاد باری ہے: وقل انی اذا النذیر المبین ۔ یعنی ''میں تم کو اس امر سے ڈراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوجائے اور تم سے سارے امور بیان اور ظاہر کرتا ہوں تا کہ تم کو ڈراؤں—— ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: قد جاء کم الحق من ربکم ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فقد کذبوا بالحق لما جاء ھم ''جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے پاس حق آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔''

ان تمام آیات میں حق سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں—— جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وعلمو ان الوسول حق اور حدیث شفاعت میں ہے کہ ''محمد حق ہیں اور ان کی تکذیب (جھٹلانا) ان کی رسالت کی تکذیب ہے—— حق سے مراد قرآن مجید بھی ہے—— اس پر دلیل کفار کا جھٹلانا ہے—— اس جگہ حق کا معنی باطل کی ضد ہے—— حق بمعنی ثبت ہے' مستحق ہے' یعنی آپ کا امر اور صدق ثابت ہے۔

حنیف:

آپ کے اس اسم شریف کا معنی ہے ''دین اسلام کی طرف جھکنے والا اور دین پر ثابت قدم—— حنیف لفظ حنف سے ہے—— یا یہ معنی ہے کہ جس طریق پر عام خلقت ہے اس سے طریق استقامت اور حق کی طرف جھکنے والا یا مستقیم۔

ارشاد باری ہے: اقم وجھك للدین حنیفا ۔ یعنی پھر دین حق کی طرف مائل ہو—— یہ امر ہے یعنی اپنا دین اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرلو—— اس آیت شریف کا ذکر اس لیے ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں قطعی حکم (نص) ہے یعنی صریح آیت آپ کی شان میں ہے بخلاف اس آیت شریفہ کے: ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا —— اس میں اختلاف ہے کہ حنیفا ابراہیم سے حال ہے یا اس ضمیر سے حال ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹنے والی ہے یہ ظاہر ہے لفظ حنف کی اصل میل ہے یعنی ''جھکنا''

حرف خای معجمہ

(حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو حرف خ سے شروع ہوتے ہیں)

الخبیر:

اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے اور یہ آپ کا اسم مبارک بھی ہے یعنی خبر رکھنے والا' جاننے والا۔

خاتم النبیین:

جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ——لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں—— خاتم النبیین بمعنی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے۔

خاتم المرسلین:

علمائے کرام نے خاتم النبیین والمرسلین میں جو حکمت ہے اسے ذکر کیا ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں:

☆ رحمت کے ساتھ خاتمہ ہو' اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ آپ کے اکرام کی وجہ سے آپ کی امت کا ٹھہراؤ زمین کے نیچے دراز نہ ہو۔

☆ آپ کی شریعت منسوخ نہ ہو' بلکہ آپ کی شریعت کے شرف سے یہ امر ہے کہ اس سے جمیع شریعتیں منسوخ ہو جائیں ——یہ اس لیے ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت آسمان سے اتریں گے تو آپ کی شریعت کے ساتھ حکم کریں گے۔

الخاتم:

ابن دحیہ نے خاتم کو تا کے زیر اور زبر دونوں سے ذکر کیا ہے۔ اسے ثعلب اور ابن عساکر سے نقل کیا ہے—— خاتم کے معنی ہیں مہر لگانے والے یا کسی سلسلہ کو ختم کرنے والے' اختتام کو پہنچانے والے—— لغت میں خاتم کے معنی انگوٹھی' مہر کے بھی ملتے ہیں۔

الخازن لمال اللہ:

اس اسم کو ابن دحیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے جو مرفوعاً روایت کی ہے:

واللہ ما اتیتکم من شئ منہ ان انا الا خازن اضع حیث امرت

اس حدیث کو احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ امام نووی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ:

''جو شے میرے پاس ہے میں اس کا خازن ہوں۔ جس کے مطابق مجھے حکم کیا گیا ہے—— جس چیز کے بانٹنے کا مجھے حکم ہو جاتا ہے میں اسے بانٹ دیتا ہوں' اور تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں۔''

الخاشع:

خاشع کے معنی ہیں ''عاجزی کرنے والا'' —— ازہری نے کہا ہے کہ لغت میں خشوع بمعنی سکون ہے اور تخشع بمعنی تذلل ہے —— خشوع کے دیگر معانی یہ ہیں:

☆ اپنی نگاہ زمین پر ڈال دینا یعنی عجز سے نیچے دیکھنا —— (ابن سیدہ)

☆ حق کے لیے فرماں برداری —— (صوفیہ کرام)

☆ رب کے سامنے قلب کا مجموع قصد سے قیام۔

☆ وہ خوف ہے جو ہمیشہ ملازم قلب رہے —— (حسن)

☆ علام الغیوب کے لیے قلوب کا تذلل —— (جنید علیہ الرحمہ)

حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ خاشع وہ ہے کہ:

☆ جس کی شہوت کی آگ بجھ گئی ہو' اور

☆ اس کے سینہ کا دھواں ساکن ہوگیا ہو' اور

☆ نور تعظیم کا اشراق اس کے قلب سے ہوا ہو۔

چنانچہ اس کی شہوتیں مرگئی ہوں اور اس کا قلب زندہ ہوگیا ہو۔ لہٰذا اس کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء خشوع کریں گے —— امام قشیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ خشوع کا محل قلب ہے اور وہ تواضع سے قریب ہے۔

الخاضع:

اسے ابن وحیہ نے ذکر کیا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ خضوع بمعنی تواضع ہے —— زہری نے کہا ہے کہ خضوع معنی میں خشوع سے قریب ہے مگر فرق اتنا ہے کہ خشوع قلب سے ہے اور وہ تواضع سے قریب ہے۔

الخالص:

آلودگی اور پلیدی سے پاک۔

خطیب الانبیاء:

حدیث شفاعت میں ہے: کنت امام النبیین و خطیبھم یعنی'' میں انبیاء کرام کا امام اور خطیب تھا —— اس کا معنی یہ ہے کہ میں انبیا علیہم السلام سے مقدم ہوں گا اور ان سے پہلے صاحب کلام رہوں گا —— خطیب وہ کہ اچھا خطبہ پڑھے۔

☆ خطبہ ء کلام منثور مسجع

☆ خطبہ خطب سے نکلا ہے' اس کا معنی ہے زبان —— اس لیے کہ جس وقت عربوں کو کوئی دشوار امر پیش آجاتا تو وہ اس کے لیے جمع ہوجاتے ۔ اس امر میں ان کی زبانیں خطبہ کہتیں —— یا

☆ خطبہ مخاطبت سے نکلا ہے کہ خطیب امر اور نہی سے خطاب کرتا ہے —— یا

☆ خطبہ خطب سے نکلا ہے جس کا معنی ہے ہر ایک شے سے بہت سی رنگین چیزیں —— چونکہ خطبہ فنون کلام کو شامل ہوتا ہے اس لیے اسے رنگ برنگ اشیاء سے اسے تعبیر کیا ہے۔

خطیب الامم:

اس اسم شریف کا مطلب ہے "امتوں کے خطیب۔"

خطیب الوافدین علی اللہ

ان دونوں اسماء مبارک کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے —— وافد' وفد کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے مہمان اور سفیر —— اس اسم مبارک کا معنی یہ ہے کہ "اللہ کے لیے سفیروں سے کلام کرنے والے"

الخلیل:

فعیل بمعنی فاعل خلت ہے۔ اس کا معنی ہے صداقت اور وہ محبت جو دل کو خالی کر کے اس میں داخل ہو جائے۔

☆ خلیل خلت سے اصطفا کے معنی میں ہے کہ خلیل اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں دوستی اور محبت کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے عداوت کرتا ہے —— یا

☆ خلیل خلت سے نکلا ہے اس کا معنی ہے حاجت' خلیل اپنے رب کی طرف منقطع ہو کر اپنی حاجات کو رب تعالیٰ پر مقصود کر دیتا ہے اور کسی سے غرض نہیں رکھتا۔

خلیل اللہ:

امام احمد وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے:

لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا و ان صاحبکم خلیل اللہ

"اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا' مگر تمہارے صاحب کا خلیل اللہ ہے۔"

ابویعلی نے معراج کی حدیث میں روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: انی اتخذتک خلیلا —— خلت کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر مقابلہ کی وجہ سے ہے' اور اس وجہ سے ہے کہ خلت سے اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کو نصرت دی۔ اور آپ کو اپنی تمام خلق سے خیر کیا ہے —— یہ خلت بمعنی حاجت نہیں ہے' اس لیے کہ یہ جائز نہیں ہے —— کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلیل اس خلت سے ہے جو حاجت کے معنی میں ہے جیسا کہ امام واحدی نے افادہ کیا ہے۔

الخلیفہ:

خلیفہ وہ شخص ہے جو اپنے غیر کا خلف اور اس کا نائب ہو —— لفظ خلیفہ میں ھا مبالغہ کے لیے ہے۔ آپ کا نام خلیفہ

رکھا گیا ہے اور ایسے ہی آدم علیہ السلام اور ان کے سوا لوگ خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی آبادی اور آدمیوں کی سیاست کے لیے انہیں خلیفہ کیا ہے —— اللہ تعالیٰ نے اس لیے خلیفہ کیا ہے کہ ان سے لوگوں کے نفوس کی تکمیل ہو اور ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ ہوں —— نہ اس لیے انہیں خلیفہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت تھی —— بلکہ اس لیے خلیفہ کیا ہے کہ جن لوگوں پر انہیں خلیفہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فیض قبول کرنے سے وہ قاصر تھے اور بغیر واسطہ کے اس کے امر کو نہیں لے سکتے تھے۔

خیر الانبیاء:

اس کا معنی ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اسے سخاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

خیر البریہ:

اس اسم شریف کا یہ معنی ہے کہ آپ تمام مخلوق سے اچھے ہیں۔

خیر خلق اللہ و خیر العالمین طرا:

ان دونوں اسمائے شریفہ کو ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ احادیث و آثار مشہور سے ہے۔ ان دونوں اسماء کے معنی ایک ہیں —— خلق مصدر ہے بمعنی مخلوق۔

خیر الناس:

اس اسم مبارک کو امام سخاوی علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ رجل خیر کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی مرد فاضل ہے۔ رجل اخیر نہیں کہا جاتا۔ اس لیے کہ اس میں تفضیل کا معنی ہے۔ اس لفظ سے ہمزہ حذف کی گئی ہے۔ جیسے اشر سے ہمزہ حذف کی گئی ہے۔ حذف کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ کثیر الاستعمال ہے اور استعمال کرنے والوں نے لفظ ''اخیر'' اور ''اشر'' کو چھوڑ دیا ہے مگر اخیر اور اشر نادر طور پر آتا ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

بلال لخیر الناس و ابن الاخیر ''بلال بہترین انسانوں سے ہیں اور بہترین باپ کے بیٹے ہیں۔''

خیر هذه الامة:

ابن دحیہ نے اس اسم مبارک کو اس حدیث سے لیا ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''کیا تم نے نکاح کیا ہے؟''

میں نے کہا: ''نہیں میں نے نکاح نہیں کیا۔''

کہا۔ ''تم نکاح کرلو۔ تزوج فخیر هذه الامة اکثرها نساء —— یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خیر امت تھے اور اپنی امت سے زیادہ عورتیں رکھتے تھے۔''

خیرۃ اللہ:

بہ کسر خا بہ سکون یا —— اس کا معنی مختار ہے —— جوہری نے کہا ہے محمد خیرۃ اللہ من خلقہ ۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مختار اور برگزیدہ کئے گئے ہیں —— اور خیرۃ بہ فتح خا بہ سکون یا اس کا معنی ''افضل الناس اور ''لوگوں سے خیر میں اکثر'' ہے۔

اس مقام پر جو اکیس اسمائے مبارک شمار کئے گئے ہیں' ان میں سے ایک اسم اسمائے الٰہیہ سے ہے۔ شامی نے اس کا اضافہ کیا ہے:

الخافض:

خافض الجناح خفض سے ہے —— اس کا معنی تواضع اور لین الجانب واخفض جناحك للمؤمنين یعنی ''مومنین میں جو لوگ فقراء اور ضعفاء ہیں ان سے تواضع کرو —— اور مومنین میں جو لوگ اغنیاء ہیں' ان سے اپنے نفس شریف کو خوش رکھو۔'' —— یا

خافض کا یہ معنی ہے کہ وہ شخص جو اپنی سطوت سے جبارین یعنی سرکشوں کو لین الجانب اور پستی میں لا چھوڑے' اور اپنی قوت یا خوف یا جنگ سے اکاسرہ کو شکست دے —— خافض اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔

خلیل الرحمن:

اس اسم مبارک کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی ہے خلیفہ اللہ ۔ اسے ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ شب معراج کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

نعم الخليفة حياه الله من اخ و من خليفة

اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر آیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے اللهم انت الصاحب فی السفر و الخليفة فی الاهل ۔ یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے ان اسماء سے ہے جس کے ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے۔

الخیر:

اس کا معنی ہے فضل اور نفع —— آپ کے وجود مبارک سے کثیر خیر حاصل ہوئی ہے —— خیر بروزن عدل بمعنی فاضل عرب کہتے ہیں —— رجل خیر اور خیر بہ وزن کیس یعنی فاضل خیر الخلق —— اسے ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

حرف دال

(محبوب داور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف دال سے شروع ہوتے ہیں۔)

دار الحکمۃ:

یہ اسم مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہے:

انا دارالحکمة و علی بابها ——"میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"
اس حدیث پاک کو حاکم نے "مستدرک" میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح حدیث کہا ہے —— ابن جوزی اور ذہبی کے گمان میں یہ حدیث موضوع ہے —— جبکہ حافظ علائی اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ صواب یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' نہ صحیح ہے اور نہ موضوع۔

الداعی الی اللہ:

قرآن مجید میں ہے: داعیا الی اللہ باذنہ ۔ یعنی "اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے" —— آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طاعت کی طرف بلاتے تھے اور لوگوں کو اس کے لیے تحریک و ترغیب دیتے تھے —— اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس مبارک کا وصف بلانے سے کیا ہے۔ وہ یہ ہے:
واللہ یدعوا الی دارالسلام ۔"اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔"
آپ کا یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے جس کے ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے۔ یعنی دعوۃ ابراھیم (ابراہیم کی دعا) جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:
انا دعوة ابی ابراهیم یعنی "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قرآن کریم میں ہے:

ربنا وابعث فیهم رسولا منهم

دعوۃ النبیّین:

اس اسم مبارک کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

دلیل الخیرات:

یہ پانچ اسماء شمار کئے گئے ہیں۔

الدامغ :

شامی نے الدامغ کا اضافہ کیا ہے۔ آپ کا یہ نام مبارک اس لیے ہے کہ آپ نے حق سے باطل کو کچل دیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی حجت کی تلوار یا حق کی تلوار سے شرک کے لشکروں کو شکست دی۔

الدانی :

اسم فاعل دلو سے بمعنی قریب ہے۔ ثم دنیٰ فتدلیٰ قرآن مجید میں آیا ہے۔"پھر وہ نزدیک ہوا' خوب اتر آیا۔"

دعوۃ التوحید:

آپ صاحب قول لاالہ الااللہ ہیں —— یا دعوت بمعنی خبر دینا ہے —— آپ اعلم الناس ہیں کہ آپ نے لوگوں کو طریق ہدایت پر رہبری کی ہے —— یا دعوت بمعنی الدعویہ ہے۔ مصدر کا اطلاق اسم مفعول پر کیا گیا ہے۔

الدلیل:

بمعنی ھادی دھتم بروزن جعفر بمعنی سھل الخلق و الحسن الخلق۔

حرف ذال

(نور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو ذال سے شروع ہوتے ہیں۔)

الذاکر:

ذکر سے اسم فاعل ہے۔ ذکر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی تمجید' تقدیس اور تسبیح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة و دون الجھر من القول

''اپنے رب کو دل میں یاد کر' عاجزی اور پوشیدگی سے نہ کہ بلند آوازی سے''

امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر ایک وقت میں حصول ذکر واجب ہے۔ اور ذکر کے ساتھ قلب کی مشغولی واجب ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

ولا تکن من الغافلین—''غافلوں میں سے مت ہو''

اور یہ سزاوار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی یاد اور اس کی کبریائی کی یاد سے آدمی ایک لحظہ غافل رہے۔ اس موافق کہ قوائے انسانیہ اس کی طاقت رکھتے ہوں' اور طاقت بشریہ اس کا تحمل کر سکے— اس میں شک نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ تمام مخلوق سے زیادہ حق دار ہیں۔ اور اس کے ساتھ اولیٰ ہیں اور درجات کمال مشاہدۂ جلال کے استغراق میں اس کے اختصاص کے لیے سب مخلوق سے زیادہ حقدار ہیں— اسی لیے آپ کا نام مبارک ذاکر رکھا گیا ہے۔

الذکر:

بہ سکون کاف' اس کا معنی قوی' شجاع' غیرت مند ہے— یا اس کا معنی ثنا اور شرف ہے۔ غرفی اور ابن دحیہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فی نفسہ شریف ہیں اور اپنے غیر کو شرف دینے والے ہیں' اور اپنے ذاتی شرف سے خبر دینے والے ہیں— اس لیے آپ کے لیے تین ذکروں کی وجوہات جمع ہوگئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا

یعنی ''بے شک نازل فرمایا اللہ نے تمہاری طرف ذکر رسول''

رسول ذکر سے حال ہے— علمائے کرام کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ذکر اللہ:

اس اسم مبارک کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے اور مجاہد نے کہا ہے:

الابذکراللہ تطمئن القلوب

''خبردار! دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔'' ——ذکرکلمہ طیبہ یا درودشریف۔

ذوالحوض المودود:

اس اسم مبارک کوبھی امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

ذوالخلق العظیم :

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وانك لعلٰی خلقٍ عظیم

ذوالصراط المستقیم :

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : وانك لتهدی الیٰ صراطٍ مستقیم ۔یعنی'' اور بے شک آپ کو ہدایت دی سیدھے راستہ کی طرف'' ——اس ۔۔ مراد اللہ کی راہ ہے۔

ذوی القوۃ :

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ذوی القوۃ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں—— آپ کا یہ نام اسمائے ربانی سے رکھا گیا ہے۔

ذومکانۃ :

آپ اپنے رب کے نزدیک صاحب مرتبہ عالی ہیں' وہ مرتبہ آپ کے غیر کے لیے نہیں ہے۔

ذوعزۃ :

اس اسم مبارک کوامام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

ذوفضل:

اسے شامی نے ذکر کیا ہے——فضل کا معنی ہے احسان۔

ذوالمعجزات:

وہ معجزے کہ کثیراور حیرت انگیز ہیں اور روشن ہیں۔

ذوالمقام المحمود:

مشہور قول پر اس کا معنی شفاعت ہے—— امام واحدی نے اس قول میں مبالغہ کیا ہے اور اس پر مفسرین کے اجتماع کو حکایت کیا ہے۔

ذوالوسیلة:

وسیلہ جنت میں اعلیٰ درجہ ہے—— وسیلہ بروزن فعیلہ ہے۔ اس کی اصل وسل الیہ ہے یعنی ''جس وقت اس کے قریب ہوا''—— وسیلہ کا اطلاق مرتبہ عالی پر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

ثم سلوا اللہ الی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لاینبغی الاالعبد وارجو ان اکون هو ——

''وسیلہ بہشت میں ایک مرتبہ ہے وہ کسی کے لیے سزاوار نہیں ہے مگر ایک بندے کے لیے' میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔''

اس مقام میں تیرہ (۱۳) اسمائے شریفہ ذکر کئے گئے ہیں شامی نے :

الذخر:

کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا معنی ہے ''ذخیرہ''

الذکار:

اس کا معنی ہے ''کثیرالذکر'' —— ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے سارے وقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

الذکر:

بہ فتح ذال و کاف—— اس کا معنی ہے ''جلیل وخطیر'' اور اسی سے یہ حدیث شریف ہے: القرآن ذکر فاذکروہ یعنی ''قرآن شریف جلیل اور خطیر ہے۔'' اس کا اجلال اور تعظیم کرو۔

ذوالتاج:

یعنی صاحب عمامہ—— عمامہ اہل عرب کا تاج ہے۔

ذوالجهاد' ذوالحطیم:

وہ پتھر ہے جو بیت اللہ سے نکلتا ہوا ہے' یہ صحیح روایت ہے—— یا حطیم رکن اور باب بیت اللہ کے درمیان۔ اس کا یہ نام سابقہ کتب میں تھا۔ اس لیے کہ آپ نے اسے مشرکین کے ہاتھوں چھڑایا ہے' اور اس میں جو بت تھے وہ آپ نے نکال دیئے ہیں اسے عبادت گاہ بنایا ہے۔

ذوالسیف:

آپ کا یہ نام مبارک سابقہ کتب میں ہے۔

ذوالسکینۃ:

اس کا معنی وقار اور حرکت میں دیر کرنا ہے—— صفانی نے کہا ہے کہ یہ کلمہ بہ کسر سین اور تشدید کاف ہے—— اس کا معنی ہے رحمت۔

ذو طیبہ:

صاحب مدینہ

ذوالعطایا:

جمع عطیہ بمعنی بخشش۔

ذوالفتوح:

فتح کی جمع ہے——اس کا مسی ہے دشمن پر نصرت پانا۔

ذوالمدینہ:

یہ طیبہ کا نام ہے۔

ذوالقضیب:

اس کا معنی ہے صاحب سیف رقیق (تیز تلوار والے)

ذوالمیسم:

بہ کسر میم وسکون۔ اس کا معنی علامت؛ جمال یا حسن یعنی صاحب حسن و جمال۔

ذوالھراوۃ:

اس کا معنی ہے: ''صاحب عطاء''

حرف الرا

(آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو را سے شروع ہوتے ہیں)

الراضع:

اس اسم مبارک کا معنی ہے ''شیرخوار'' —— امام سخاوی نے اسے ذکر کیا ہے۔ شامی نے کہا ہے کہ اس اسم کی مثل کے ذکر میں تامل ہے۔ اس لیے کہ راضع تعظیمی صفت نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ اسم آپ کے احتیاج کی آگاہی کرتا ہے——اس اعتراض کا رد اس طرح سے ہے کہ راضع اپنی اس صفت پر ہے جو شیرخوار آپ کے سوا ہیں۔ یہ ان کے لیے واقع نہیں ہوا ہے

کہ انہیں عدل سے الہام ہوا ہو' بلکہ یہ واقع ہوا ہو کہ ان کا کوئی دودھ شریک ہے —— مگر آپ کو الہام ہوا اور آپ کے زمانہ رضاعت میں بہت سی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں' یہاں تک گویا آپ وہ شیر خوار ہیں کہ آپ کے سوا کسی نے رضاعت نہیں کی۔

الراضي:

اس کا معنی وہ شخص ہے کہ جو کچھ اسے دیا جائے' وہ اس پر قائع ہو—— اس اسم شریف کو ابن وحیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا ہے:

ولسوف يعطيك ربك فترضٰى

''عنقریب آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد باری تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں پڑھا:

رب انهن اضللن كثيرا من الناس فمن تبعني فانه مني

اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پڑھا: **ان تعذ بهم فانهم عبارك** ...... آخر آیت تک۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: **اللهم امتي** —— اور آپ روئے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا:

'' اے جبرئیل! تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ سے کہہ دو :

انا سنر ضيك في امتك ولا نسوء ك

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ یہی حدیث آیت پاک کی تفسیر ہے۔

الراغب:

رغب الیہ سے اسم فاعل ہے—— اس کا معنی تضرع اور ابتہال ہے—— یہ سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **والى ربك فارغب** ''اور اپنے رب کی رغبت کرو۔''

اس کے یہ مختلف معانی بیان ہوئے ہیں:

☆ اپنی رغبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرو' اس کے سوا جو لوگ مخلوق سے ہیں ان کی رغبت نہ کرو——
(حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرو اور اپنی حاجت اسی سے چاہو۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع کرو' دوزخ کی آگ سے ڈرتے رہو اور جنت کی رغبت کرتے رہو۔

الرافع:

آپ وہ ہیں کہ آپ کے سبب آپ کی امت کا مرتبہ رفیع ہوا ہے۔ آپ کی امت کے لوگوں نے آپ کی ملت کے اتباع

کے سبب شرف پایا ہے —— یہ اسم اسمائے الٰہیہ سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے

''وہ ذات جو مومنوں کو نیک بخت کرنے سے بلندی دیتی ہے اور کافروں کو دور کرنے سے پست کرتی ہے۔''

راکب البراق:

اس اسم مبارک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے ''براق کے سوار''

راکب البعیر:

یہ اسم شریف رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان اسمائے شریفہ سے ہے جو سابقہ کتب میں ہیں۔

راکب الجمل:

شعیا علیہ السلام جو ذوالکفل ہیں' یہ اسم شریف ان کی کتاب نبوت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''مجھ سے کہا گیا تو اٹھ اور جو کچھ دیکھتا ہے غور سے دیکھ اور اس سے خبر کر —— میں نے کہا میں نے دو راکب (سوار) دیکھے۔ ان میں سے ایک گدھے پر سوار تھا اور دوسرا اونٹ پر۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے دوست سے کہا کہ بابل اور اس کے بت گر گئے۔''

ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ گدھے پر سوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اونٹ پر سوار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ملک بابل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے سبب چلا گیا۔ یعنی تباہ ہو گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خط مبارک جب نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس آیا تو وہ آپ پر ایمان لایا۔ اس نے کہا:

میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جیسے گدھے کے سوار کی بشارت دی تھی' ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اونٹ سوار کے لیے ہے۔''

ابن عساکر نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کی راکب جمل (اونٹ سوار) کے ساتھ کس لیے تخصیص کی گئی ہے جبکہ آپ گدھے اور گھوڑے پر بھی سوار ہوا کرتے تھے —— اس کا جواب یہ ہے کہ اس اسم سے مراد یہ ہے کہ آپ عرب سے ہیں نہ کہ غیر عرب سے۔ اس لیے کہ جمل یعنی اونٹ اہل عرب کا مرکب ہے۔ ان کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے۔ غیر عرب کی طرف اونٹ کی نسبت نہیں کی جاتی۔

راکب الناقة:

اس اسم شریف کا معنی ہے ''اونٹ سوار'' —— یہ اسم مبارک سابقہ کتب میں سے ہے۔

راکب الحبیب:

یہ اسم شریف اصطفا میں ذکر کیا ہے۔

الرحمة :

ابوبکر بن طاہر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت سے مزین فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا ہونا اور آپ کے جمیع شمائل' آپ کی صفات' مخلوق پر رحمت ہیں—— آپ کی حیات مبارک رحمت ہے۔ آپ کا وصال رحمت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

حیاتی خیر کم و مماتی خیر کم

اور جیسا کہ آپ فرمایا ہے:

اذا اراداللہ رحمة بامة قبض نبیها قبلها فجعله لها فرطا و سلفا

''جس وقت اللہ تعالیٰ کسی امت کے ساتھ رحمت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نبی کو اس سے پہلے قبض کرتا ہے' اور اس نبی کو اس امت کے لیے فرط اور سلف بناتا ہے۔''

رحمة الامة:

یہ اسم مبارک امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

رحمة اللعالمین:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ومارسلنك الا رحمة للعالمین ۔ یعنی آپ جمیع مخلوق کے لیے رحمت ہیں—— مومنوں کے لیے آپ ہدایت سے رحمت ہیں—— منافقوں کے لیے یوں رحمت ہیں کہ ان کو قتل سے امان ملا—— کافروں کے لیے آپ اس طور پر رحمت ہیں کہ ان پر جو عذاب نازل ہوتا آپ کے سبب اس میں تاخیر ہوئی ہے۔

رحمة مهداة:

حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: انما انا رحمة مهداة ——طبرانی نے یہ روایت کی ہے: بعث رحمة مهداة—— ابن دحیہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بندوں کے لیے رحمت کر کے بھیجا ہے جس کے لیے عوض ارادہ نہیں کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جس وقت ہدیہ بھیجنے والے کا ہدیہ رحمت سے ہو تو اس سے عوض کا ارادہ نہ کیا جائے گا۔

الرؤف' الرحیم' الرسول:

الرؤف اللہ تعالیٰ کے ان اسماء سے ہے جس کے ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے—— آپ کا اسم شریف رؤف اور رحیم ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه من عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم

☆ لقد جاکم رسول من انفسکم کے معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے نفوس سے آئے

ہیں —— ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انا انفسکم نسبا و صحھرا و حسبا ۔ آپ نے لفظ انفسکم کو فا کو فتح سے پڑھا ہے۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ یعنی ''زیادہ نفیس' زیادہ پاکیزہ اور لطیف۔''

☆ عزیز علیہ ماعنتم ۔ یعنی تم لوگ جو مشقت اٹھاتے ہو اور مکروہ امور دیکھتے ہو' تمہارے یہ امور آپ پر سخت اور دشوار ہیں۔

☆ حریص علیکم ۔ تم لوگوں کی ہدایت کے لیے آپ حریص ہیں۔

☆ بالمؤمنین رؤف رحیم ۔ مومنوں کے ساتھ آپ شدید الرحمتہ ہیں اور ان کے لیے خیر چاہتے ہیں۔ رؤف بوزن فعول

رافت سے ہے۔ لغت میں اس کا معنی رحمت ہے' زیادہ رفیق ہے۔ اس لیے کہ رحمت کا معنی دل کی رقت ہے اور رافت کا معنی شدت رحمت ہے —— رافت' رحمت سے ابلغ ہے۔

ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ رحیم بہ وزن فعیل رحمت سے ہے۔ اس کا معنی عطف اور اشفاق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارحم الخلق' اعطف' اشفق الخلق اور تمام مخلوق سے قلب میں زیادہ رقیق ہیں —— آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اطاعت کرنے والوں کے ساتھ رؤف ہیں اور گنہگاروں کے ساتھ رحیم ہیں۔

رسول الراحة:

آپ کی رسالت میں عام لوگوں کے لیے راحت ہے' اس لیے آپ رسول راحت ہیں —— لغت میں راحت کا معنی زوال' مشقت اور تعب ہے۔

رسول الرحمة:

اس اسم مبارک کا معنی واضح ہے اس لیے کہ آپ رحمت کر کے بھیجے گئے ہیں۔ آپ کا یہ اسم مبارک اس حدیث موقوف میں وارد ہوا ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن ماجہ کے نزدیک ہے۔

رسول اللہ:

یہ اسم شریف شامی نے ذکر کیا ہے —— یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے ارشاد: محمد رسول اللہ سے ماخوذ ہے۔

رسول الملاحم:

ملاحم ملحمہ کی جمع ہے۔ بہ فتح میم ۔ اس کا معنی ہے قتال کی جگہ۔ کہ آپ تلوار کے ساتھ جہاد کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

الرشید:

رشید سے بہ ضم را سکون شین ہے —— یا بہ فتحتین اس کا معنی امور میں استقامت' رشد بمعنی راشد یعنی مستقیم —— یا بمعنی

مرشد کہ ہادی کو کہتے ہیں—— ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وانك لتهدى الى صراط مستقيم** ۔ یعنی آپ دین قیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں—— رشید اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔

☆ رشید وہ کہ اپنی تدبریں ان کی غایات تک سیدھے راستوں سے چلاتا ہے اور کسی سے مشورہ نہیں لیتا ہے اور نہ کسی کے حکم پر وہ تدبیریں کرتا ہے۔ یا

☆ رشید وہ کہ مخلوق کو ان کے مصالح کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

الرفیع الذکر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ورفعنالك ذكرك**—— ابن حبان نے ابوسعید سے مرفوع روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

اتانی جبریل فقال ان ربك يقول تدری كيف رفعت ذكرك قلت الله اعلم قال اذ ذكرت ذكرت معی

''میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا آپ کا رب کہتا ہے آپ جانتے ہیں ہم نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا ہے۔''—— آپ نے فرمایا ''اللہ بہتر جانتا ہے''۔ اللہ نے فرمایا ''میرے ذکر کے ساتھ ساتھ آپ کا ذکر ہوگا۔''

وفا میں کہا ہے اس کا معنی عالی—— یا

☆ اپنے غیر سے رفیع الدرجات—— یا

☆ ذکر سے رفعت دیا گیا—— یا

☆ یہ امت کفر اور گناہوں کی ذلت کے سبب پست تھی' آپ نے انہیں ایمان کے سبب رفعت دی' یعنی آپ ان کے رافع ہوئے۔

بمعنی رفیع ہے—— اور یہ اسم مبارک اسمائے الٰہی سے ہے

رفیع الدرجات:

علامہ سیوطی نے یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا ہے: **ورفع بعضهم درجات**—— اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں' جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے—— زمخشری نے کہا ہے کہ اس ابہام میں آپ کی بزرگی تفخیم اور آپ کی قدر کا وہ اعلام ہے جو مخفی نہیں ہے—— اس وجہ سے کہ اس میں اس امر کی شہادت ہے کہ آپ وہ علم ہیں کہ آپ میں شبہ نہیں کیا جاسکتا—— اور آپ ایسے متمیز ہیں کہ آپ ملتبس نہیں ہوسکتے۔

کہنے والے نے اس مقام پر بہت اچھا کہا ہے:

واقول بعض الناس عنك كنايه　　　خوف الوشاة وانت كل النّاس

''میں غمازوں کے خوف سے کنایۃً'' کہتا ہوں کہ بعض آدمی تجھ سے ہیں اور تو کل لوگوں کا ہے—— خلاصہ یہ ہے کہ تیری ذات انسانی کمال کی جامع ہے—— اگر کسی میں کچھ صفت کمال ہے تو وہ تیرے ہی کمال سے ہے—— لہٰذا تو فرد جامع انسانی ہے اور دوسرے لوگ تیرے بعض ہیں اور تیرے ہی وصف کمال سے انہیں لوگ کہتے ہیں—— اور جو انبیاء آپ سے پہلے تھے

ان بدائع فضل سے کسی کو وہ بزرگی نہیں دی گئی اور آپ کو اس کے ساتھ مختص کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو رفعت دی ہے۔

الرقیب:

مراقبہ سے ہے۔ اس کا معنی ہے حفظ —— رقیب وہ جو اشیاء کی حفاظت کرتا ہے۔ بعض سادات کرام نے کہا ہے کہ مراقبہ ''رب کی اطلاع کے ساتھ بندے کا علم'' —— رقیب اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے —— اس کا معنی یہ ہے کہ ضمائر پر مطلع اور جو چیزیں سرائر میں ہیں' ان کا علم۔

روح الحق' روح القدس:

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ یہ دونوں اسمائے مبارک انجیل میں وارد ہوئے ہیں —— قدس کا معنی مقدس' یعنی پلیدیوں سے ظاہر۔ موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے اور حق یہ ہے —— یا اللہ تعالیٰ سے ارادہ کیا جائے' اور روح کی اضافت اس کی طرف بزرگی دینے کی وجہ سے ہو۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام روح اللہ رکھا گیا ہے —— یا حق سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ارادہ کیا جائے اور اضافت بیان کے لیے ہو —— یعنی روح ہی حق ہے۔

رکن المتواضعین:

یہ اسم شریف حضرت شعیا علیہ السلام کی کتاب میں واقع ہے۔ اس مقام میں ستائیس (۲۷) اسمائے شریف شمار کئے گئے ہیں۔ ان میں سے چھ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہیں۔

آپ کا اسم شریف رکن المتواضعین اس لیے ہے کہ آپ اہل تواضع کے ستون ہیں' اور محل اعتماد ہیں —— محل اعتماد وہ شخص کہ امر کا رجوع اس کی طرف ہو۔ لوگ اپنے امور میں اس کا روز قیامت میں بھروسہ کریں —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو تواضع ظاہر ہوئی' آپ کے غیر سے نہیں ظاہر ہوئی جیسا کہ صحیح میں یہ حدیث تعلیقاً وارد ہوئی ہے —— ابن ماجہ کے نزدیک یہ حدیث موصول ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابوسعید خدری وغیر ہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں اپنے اہل کے کام کی درستی فرماتے تھے۔ اور اپنے کپڑوں میں جوئیں خود دیکھتے تھے اور اپنی بکری خود دوہتے تھے۔ اپنی قمیض میں خود پیوند لگاتے تھے اور اپنے جوتے خود سیتے تھے۔ مکان میں خود جھاڑو دیتے تھے —— باوجود اس کے آپ کی ازواج مطہرات تھیں اور کثرت سے خادم تھے۔ آپ تواضعاً جھاڑو دیتے تھے نہ کہ حاجت کے سبب۔

عبرانی زبان میں جس شے میں نعت عربیہ میں علماء نے کتاب سعیا بہ فتح سین' ان نبی کا نام جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی ہے' اس قسم سے واقع ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت میں صریحاً ہے وہ یہ ہے: **ولایمیل الی الھوی** ۔ یعنی آپ ہوائے نفسانی کی طرف نہیں میل کریں گے بلکہ آپ اس شے کا اتباع کریں گے جو آپ کی طرف وحی کی جائے۔ **ولا یذل الصالحین** اور ''صالح بندوں کو آپ ذلیل نہ کریں گے'' —— ان لوگوں سے مراد مسلمان اور

اولیاء ہیں۔ بل یقوی الصالحین جولوگ صدق میں مبالغہ کریں گے ان کو آپ قوت دیں گے وہ لوگ ایسے ہوں گے جیسے کمزور بانس ہوتا ہے۔الذین ھم کاتقصیتہ وھو رکن المتواضعین—— آپ کے ذکر سے یہی مقصود ہے کہ آپ رکن المتواضعین ہیں۔

لہٰذا یہ معلوم ہوگیا کہ یہ نام شریف کتب قدیمہ سے ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہیں کہ نہیں بجھے گا بلکہ غالب ہوگا اور دنیا میں پھیلے گا۔ یہ اس کا معنی ہے: وھو نور اللہ لایطفایہ —— آپ کا وصف اس شخص کے قول کی تائید کرتا ہے جس نے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں کہا ہے: یریدون ان یطفؤا نور اللہ —— ''اللہ تعالیٰ کا وہ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جسے کفار بجھانا چاہتے ہیں وہ نور جہان پر غالب آئے گا اور ہرگز نہ بجھے گا۔

الراجی:

یہ رجا سے ہے' جو خوف کی ضد ہے۔

الرجل:

یہ فتح وکسر جیم اور بہ فتح جیم—— وہ جس کے بال لٹکے ہوئے وں یا گھونگر والے ہوں۔

الرجیح:

بزرگی میں اپنے غیر پر زیادتی رکھنے والا۔

الرحب الکف:

فراخ ہتھیلیوں والا یا کثیر العطا—— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں صفوں کے ساتھ موصوف تھے۔

الرضی:

یعنی صاحب رضا—— یا یہ معنی کہ آپ بندگان خدا پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہیں۔

رضوان اللہ:

اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے بندوں پر—— اس ارشاد باری: یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی اتبع رسولہ ہے—— ''اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دیتا ہے جو اس کی خوشنودی یا رسول کا پیروکار ہو۔''

الرفیق:

رفق سے ہے اس کا معنی لطف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رفق سے بڑے درجہ میں تھے۔

الرھاب:

یہ اسم مبارک رھب سے ہے' اس کا معنی ہے خوف—— یہ مبالغہ کے لیے کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ ترہیب سے نہیں—— اس

لیے کہ مبالغہ کے صیغے اکثر بنائیں کیے جاتے مگر ثلاثی مجرد سے —— اور وجہ سے ترہیب سے نہیں ہے کہ آپ نے رہبانیت سے نہی کی ہے' لہٰذا رہبابیت کے ساتھ آپ کے نفس شریف کا وصف نہیں کیا جائے گا —— حدیث شریف میں ہے: وجعلنی لك شکارا بابا ۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

الروح:

وہ شے ہے جس سے جسم قائم رہتا ہے۔ آپ کا نام ''روح'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ مخلوق کے ضلالت سے مرنے کے بعد آپ ہدایت سے مخلوق کی حیات ہیں۔

یوم یقوم الروح:

اس آیت شریف کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ روح سے مراد:

☆ روح سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

☆ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

☆ اس کے سوا اور مراد ہے۔

حرف الزا

(حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو حرف زا سے شروع ہوتے ہیں)

الزاھد:

کتب قدیمہ میں آپ کے اسمائے شریفہ سے ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی گئی ہے —— دنیا میں زہادت حلال کو حرام کرنے سے نہیں ہے اور نہ مال ضائع کرنے سے ہے لیکن دنیا میں زہادت یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ میں جو شے ہے اس پر اتنا زیادہ بھروسہ نہ ہو۔ جتنا بھروسہ اس شے پر ہو جو اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے' اور یہ حالت ہو کہ اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے اور تمہارے ساتھ باقی رہ جائے تو تم اس کی مصیبت میں زیادہ رغبت کرو اور اس کے ثواب میں رہو۔

زعیم الانبیاء:

آپ امور کے متکفل اور متحمل ہیں —— یا یوم نشور میں اپنی امت کے فائز المرام ہونے کے ضامن ہیں —— آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ انبیاء کرام کے لئے شفاعت عظمیٰ کے کفیل ہیں۔

اس اسم شریف کا معنی ہے ''طاہر اور مبارک ذات'' اور اس کا معنی نمو اور طہارت ہے —— اس اسم مبارک کو ابن دحیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک سے لیا ہے:

یتلوا علیکم ایاتہ ویزکیکم

''وہ تم پر اس کی آیتیں تلاوت کریں گے اور وہ تمہیں پاک فرمائیں گے۔''

علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ لفظ ازکی سے وصف مزک ہے بمعنی فاعل نہ زکی — زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بے شک یہ اسم شریف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں صحیح ہے — اور سطیح کی حدیث میں ہے یعنی زکی۔

الزمزمي:

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ زمزم کی طرف نسبت ہے — زمزم وہ سیرابی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے جد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دی تھی۔ چنانچہ زمزم کی طرف آپ کی نسبت اولیٰ ہے۔

زين من دافي القيامة:

اس اسم مبارک کو قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے — حدیث ضب میں ضب کا قول آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ تھا:

السلام عليك يا زين من دان في القيامة

اس مقام میں آپ کے پانچ اسماء مبارک ذکر کیے ہیں اور شامی نے یہ اضافہ کیا ہے:

الزاجر:

زجر سے ہے بمعنی منع یعنی باز رکھنا — آپ گناہوں سے باز کرتے ہیں۔

الزاهر:

چمک دار رنگ، روشن چہرہ۔

الزاهي:

خوبصورت، حسین، چمک دار، روشن — یا آپ کا امر ظاہر اور آپ کے واضح برہان — اور رفیع المنزلتہ ہدایت کی علامتوں سے — اور فتوت سے — اور جو امور منصب نبوت کے لائق نہیں ہیں، ان سے آپ منزہ ہیں۔

زلف:

یہ فتح زا بمعنی زلیف — زلف سے اس کا معنی ہے قرب اور تقدم۔

الزين:

حسن خلقت اور خلق میں کامل — یہ لفظ ازروئے لغت شین کی ضد ہے جو عیب کو کہتے ہیں۔

حرف السین

(رحمۃ للعالمین کے وہ مقدس نام جو حرف سین سے شروع ہوتے ہیں)

السابق:

سبق سے ہے۔ اس کا معنی ہے تقدم —— اور کبھی سبق احراز فضیلت کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے —— اور اس سے والسابقون السابقون مراد ہے —— اس کا معنی وہ مخلص جس نے اپنے مولیٰ کی طاعت کی طرف سبقت کی ہے اور اس کی طلب رضا میں میدانوں کو شق کیا ہے —— یا سابق کا یہ معنی ہے کہ مخلوق سے پہلے جنت کا دروازہ آپ کھولیں گے۔

السابق بالخیرات:

وہ خیرات جو دینیہ اور دنیاویہ دنیا اور آخرت میں ہیں۔

سابق العرب:

جیسا کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے:

السباق اربعہ انا سابق العرب وصھیب سابق الروم و سلمان سابق الفرس و بلال سابق الحبش

''سبقت والے چار ہیں: میں عرب سے' صہیب روم سے' سلمان فارس اور بلال حبشہ سے''

الساجد:

اس اسم شریف کو علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا ہے: **ومن اللیل فاسجدلہٗ** —— اور اس آیت سے لیا ہے: وکن من السجدین یعنی ''سجدہ کرنے والوں میں ہوجا''۔ یعنی مومنوں کے ساتھ اپنی عبادت اور اپنے خضوع میں ہمیشہ رہو۔

سبیل اللہ:

یعنی آپ اللہ تعالیٰ کا وہ راستہ ہیں جو اس کی طرف پہنچانے والا ہے —— اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف پہنچانے والے ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا' اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکا —— یعنی رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفت سابقہ کتب میں تھی انہوں نے اسے چھپایا —— ابن وحیہ نے اس اسم شریف کو اس فرمان الٰہی سے لیا ہے:

ویصدون عن سبیل اللہ ''وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں''۔ —— قول یہ ہے کہ سبیل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔

السراج المنیر:

آپ کا اسم شریف سراج منیر اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد وسراجا منیرا میں سراج اس لیے فرمایا کہ آپ کا امر واضح ہے۔ اس روشن چراغ کی مثل کہ مخفی نہیں ہے اور آپ کی نبوت کے بیان کے لیے سراج نام رکھا کہ آپ کی نبوت ظاہر ہے کہ اندھیری رات میں چراغ کی روشنی کی طرح اس کی روشنی ہے—— آپ کا نام سراج اس لیے رکھا ہے کہ:

☆ آپ کے سبب مومنوں اور عارفوں کے قلوب منور ہیں۔

☆ جو شے آپ لائے ہیں اس سے جہالت کے اندھیرے منور ہو گئے ہیں——

☆ مومنوں نے آپ کے نور سے بصائر کے نور اقتباس کئے ہیں' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور نبوت سے بصائر کو مدد دی ہے۔ جیسے کہ چراغ کے نور سے نگاہوں کے نوروں کو مدد دی ہے—— تاریک رات میں چراغ کے نور سے بینائیاں روشن ہو جاتی ہیں۔

لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات میں نیرّ ہیں اور غیر کو منور کرنے والے ہیں—— آپ روشنی میں کامل سراج ہیں کہ آپ کے نور سے دنیا روشن ہوگئی اور آپ کے ظہور کے سبب کفر کی ظلمت مٹ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سراج منیر آپ کا وصف کیا ہے' سراج وھاج سے وصف نہیں کیا جیسا کہ شمس کو اپنے ارشاد میں سراجا وھاجا میں شمس کا وصف کیا ہے —— یہ وصف اس لیے نہیں کیا کہ منیر وہ ہے جو غیر جلانے کے منور کرے بخلاف وھاج کے—— وھاج کا معنی وقار ہے کہ چراغ جلانے کے ساتھ منور ہوتا ہے—— یا یہ ہے کہ سراج سے مراد شمس ہو—— اس لیے کہ آفتاب نیرّات میں انتہا کے درجہ میں ہے—— یا اس لیے سراج کہا کہ:

☆ آپ ایسے زمانہ میں مبعوث کئے گئے کہ کفر اور جہل کی ظلمتوں سے وہ زمانہ رات سے مشابہ تھا۔ آپ نے ان ظلمات کفر اور جہل کو نور یقین اور ہدایت سے دفع فرما دیا۔

☆ قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام سراج اس لیے رکھا گیا ہے کہ ایک چراغ سے کثیر چراغ روشن کئے جاتے ہیں' اور اس چراغ کی روشنی سے کچھ کم نہیں ہوتا—— ایسے ہی طاعات کے چراغ آپ کے چراغ سے لیے گئے۔ آپ کے اجر سے کچھ نہ کم ہوا۔

سراج کی تفسیر حجت اور ہادی سے کی گئی ہے—— محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حجت ظاہر خلائق پر سراج کی مانند ہیں اور خلائق کے ہادی دین قویم کی طرف ہیں۔

الصراط المستقیم:

وہ واضح اور سیدھا راستہ جس میں کچھ ٹیڑھ یا کجی نہ ہو—— آپ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ اس کی طرف یعنی سیدھے راستے کی طرف پہنچانے والے ہیں—— حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ ہی مراد ہیں—— اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث کہا ہے۔

السعید:

اس اسم شریف کا معنی ہے نیک' سعادت مند—— فعیل بمعنی فال۔ آپ کا یہ نام شریف اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سعادت کو آپ کے لیے قدیم سے واجب کیا ہے۔ آپ کے لیے سیادت تمام مخلوق پر متحقق کی ہے۔

سعداللہ سعد الخلائق:

ان تین اسماء کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلائق کو آپ کے اتباع کے سبب سعید کیا ہے۔

السمیع:

فعیل بمعنی فاعل سمع سے ہے جو حواس ظاہرہ سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لنریه من ایاتنا انه هو السمیع البصیر . کہا گیا ہے کہ ضمیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔

☆ آپ کا نام سمیع اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ شب معراج میں اپنے مولیٰ کا کلام سماعت فرمانے سے مشرف ہوئے ہیں۔

☆ یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔

☆ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ سر اور اخفی کو سنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سماعت وہ صفت ہے جو مسموعات سے تعلق رکھتی ہے۔

السلام:

عیب سے سالم اور ریب سے منزہ—— یہ اصل میں سلامت ہے۔ آپ کا اسم مبارک السلام اس لیے رکھا گیا ہے کہ:

☆ آپ سے اس امت کو سلامت ہے۔

☆ آپ کی امت کے سوا جو لوگ ہیں وہ آپ کے وجود کے سبب عذاب سے سلامت ہیں۔ آپ کے سبب انہیں عذاب سے امن ہے۔

سالم:

آپ کا نام سالم اس لیے ہے کہ آپ کو نقص اور عیب سے سلامت ہے—— اور اس کی صفات نقص سے مبرا ہیں—— یا یہ معنی کہ:

☆ بندوں کو مہالک سے سلامت رکھنے کا مالک ہے—— یا یہ معنی کہ

☆ مومنوں پر جنت میں سلام بھیجے گا—— یا یہ معنی کہ

☆ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرتا' اس نے ان کو سلامتی دی ہے—— یا یہ معنی کہ

☆ مومنوں کو عذاب سے سلامتی دی ہے—— یا یہ معنی کہ

☆ برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ یعنی ان بندوں پر سلام جو برگزیدہ ہیں۔''

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نام اول' چوتھے اور پانچویں معنی میں صحیح اور واضح ہے—— اور تیسرا اور چھٹا معنی بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بعید نہیں ہے۔

السید:

یہ اسم شریف اسمائے الٰہیہ سے ہے—— نحاس نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر کو نہ کہا جائے گا مگر الف لام کے ساتھ—— امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ لام کے ساتھ اور لام کے بغیر اس کا جواز اس شخص کے لیے اظہر ہے جو علم اور صلاح سے مشہور ہو—— اور جو شخص علم اور صلاح سے مشہور نہ ہو اس کے لیے اس کا استعمال مکروہ ہے—— حاکم کے نزدیک مرفوع روایت ہے:

اذاقال الرجل للفاسق سید غضب ربہ عزوجل

یعنی ''جس وقت کوئی مرد فاسق شخص کو سید کہے تو اس کا رب عزوجل غضب کرتا ہے''

السید کے مختلف معنی بیان ہوئے ہیں:

☆ وہ رئیس جس کا اتباع کیا جائے اواس کے قول تک انتہا کی جائے—— یا

☆ وہ شخص کہ حوائج میں اس کی طرف مضطر ہوں یا مطیع—— یا

☆ عالم' فقیہ۔

☆ وہ شخص کہ علم اور عبادت اور ورع میں سردار ہو—— یا

☆ اپنے اقران سے ہر ایک شے میں خالق ہو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفات مذکورہ سے سعید ہیں۔

سیّد ولد آدم:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **انا سید ولد ادم یوم القیٰمۃ**——اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

سید المرسلین:

نص جلی سے ہے۔

سیدالناس:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شفاعت میں فرمایا ہے: **انا سید الناس یوم القیٰمۃ** ——''میں قیامت کے دن میں تمام انسانوں کا سردار ہوں—— آپ نے قیامت کے دن کی پابندی اس لیے فرمائی ہے کہ بلاتنازع (بغیر کسی

جھگڑے کئے) اور معاہدہ کے آپ کی سیادت کا ظہور قیامت کے دن ہر ایک کے لیے ہوگا۔ بخلاف دنیا کے کہ کفار نے آپ سے منازعت کی۔

امام نووی نے کہا ہے کہ آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا امتثال کیا ہے: واما بنعمة ربك فحدث ''اور اپنے رب کی نعمتیں بیان کرو'' —— یہ اس سے ہے جس کی تبلیغ آپ کی امت کے لیے واجب ہے تا کہ آپ کو پہچانیں اور آپ سے اعتقاد رکھیں۔

سید الکونین:

دنیا اور آخرت کے سردار۔

سید الثقلین:

انسانوں اور جنوں کے سردار۔۔۔۔ جن اور انس زمین کے لیے ثقل یعنی بوجھ کی مثل ہیں اور زمین پر ہیں —— یا جن وانس کو اس لئے ثقلین کہتے ہیں کہ ان دونوں کو تمام مخلوقات پر اس بزرگی کی وجہ سے فضیلت ہے جو ان دونوں میں ہے —— ہر ایک شے کی یہ شان ہوتی ہے کہ اس میں وزن اور قدر ہو تو اس میں رغبت کی جاتی ہے یعنی لوگ اس شے کو چاہتے ہیں۔

سیف اللہ المسلول:

اس اسم شریف کو شامی نے بھی ذکر کیا ہے —— اس کی غایت یہ ہے کہ شامی نے لفظ مسلول کو حذف کر دیا ہے اور لفظ سیف کو بلا اضافت زیادہ کیا ہے۔ یعنی لفظ اللہ کی طرف اس کی اضافت نہیں کی ہے —— حاکم نے یہ روایت کی ہے کہ کعب بن زہیر نے آپ کی شان میں قصیدہ بانت سعاد پڑھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اس شعر تک پہنچے:

ان الرسول سیف یستضاء به　　　مهندسن سیوف الهند مسلول

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیوف الهند کی جگہ سیوف اللہ فرمایا۔ مصنف نے انیس (۱۹) اسمائے شریفہ ذکر کئے جن میں سے اللہ تعالیٰ کے تین اسمائے مبارک ہیں اور شامی نے یہ اضافہ کیا ہے:

السابط:

وہ جس کے بال لٹکے ہوئے ہوں۔

السخی:

یعنی کریم

السدید:

اس کا معنیٰ صاحب استقامت یا بمعنی مسدد بہ وزن مفعل یعنی ''امت میں جو رخنہ پڑے آپ اس کی اصلاح فرمانے والے

ہیں"۔ دنیا میں ان کے امور کی اصلاح اور آخرت میں جو خلل واقع ہوگا آپ شفاعت سے اسے دفع فرمائیں گے۔

سرخلیطیس:

عزفی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسم شریف سریانی زبان میں ہے اس کا معنی برقیطس کا معنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طاعت کی طرف سرعت اور مبادرت کرنے والا ——یا اس کا معنی شدید سلطان یعنی شدید حجت اور برہان—— آپ دنیا اور آخرت میں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی برہان ہیں۔

السمی:

یعنی سامی اور عالی—— سمو سے مشتق ہے اس کا معنی علوٗ بلندی ہے۔

السنا:

بلند ضو (روشنی) اور نور لامع کو کہتے ہیں—— یہ لفظ سنا کا معنی بالتخفیف ہے اور مد کے ساتھ سناکا معنی شرف اور علو ہے—— آپ اس امت کا شرف اور فخر ہیں—— یا اس کا معنی ہے صاحب الشرف۔

السند:

سند کا معنی وہ کبیر جلیل ہے جس پر اعتماد کیا جائے' اور اس کا ارادہ کیا جائے اور لوگ اس کی طرف مضطر ہوں۔

السیف المخزم:

بہ وزن معظم بمعنی سیف القاطع الماضی۔

سیف الاسلام:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **انا سیف الاسلام و ابوبکر سیف المروۃ** یعنی "میں اسلام کی تلوار ہوں اور ابوبکر مروۃ کی تلوار ہیں"—— اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا ہے۔

حرف الشین

(شارع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ پاکیزہ نام جو حرف شین سے شروع ہوتے ہیں۔)

الشارع:

اس کا معنی عالم ربانی' عالم معلم ہے—— یا اس کا معنی دین قیم کا مظہر اور مبین ہے—— یہ شرع سے اسم فاعل ہے—— اس کا معنی ظاہر اور بیان کرنا ہے۔ اس لفظ کا اطلاق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جو کیا جاتا ہے وہ مشتہر ہے۔ اس لیے کہ آپ نے دین اور احکام کا اظہار اور بیان فرمایا ہے—— شرع دین ہے جیسے کہ شریعت دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کریمہ کا وصف اپنے اس ارشاد سے فرمایا ہے: **شرع لکم من الدین** —— اللہ تعالیٰ کا یہ اسم اسمائے مبارک سے ہے' جس کے

ساتھ آپ کا نام رکھا گیا ہے۔

الشافع:

اس کا معنی طالب شفاعت۔

الشاکر:

یہ اسم شکر سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ محسن اپنے احسان سے کسی کو عطا کرے۔ وہ شخص اس معروف کے سبب محسن کی ثنا کرے ——— یا نعمت کا تصور اور اس کا اظہار ——— یا اس کا معنی ذکر منعم سے امتلا ——— شاکر اسمائے الٰہیہ سے ہے۔

الشاھد:

اس کا معنی عالم ہے ——— یا یہ معنی ہے مطلع اور حاضر ——— شھود سے مشق ہے کہ بمعنی حضور ہے ——— ارشاد باری تعالیٰ ہے: انا ارسلنك شاهداً و مبشرا "ہم نے آپ کو شاہد گواہ اور مبشر بنا کر بھیجا۔" ——— یعنی آپ کو جن لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے ان پر آپ کی شہادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے جیسا کہ شاہد عادل قبول کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام اپنے اس ارشاد: انا ارسلنك شاهدا میں رکھا ہے۔ یہ حال مقدرہ ہے۔ اس کا معنی مقبول الشہادۃ ہے۔ یعنی جن لوگوں کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں' ان پر آپ کی شہادت مقبول ہے اور جو لوگ آپ کی تصدیق کریں گے اور تکذیب کریں گے (جھٹلائیں گے) ——— ان کی نجات اور ان کی گمراہی کے آپ شاہد ہوں گے۔

شیخین نے ابوالسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام بلائے جائیں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا:

"کیا تم نے تبلیغ رسالت کی ہے؟"

حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے:

"بے شک میں نے تبلیغ رسالت کی ہے۔"

حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے پوچھا جائے گا:

"کیا تم کو انہوں نے تبلیغ رسالت کی ہے؟"

ان کی امت کے لوگ کہیں گے:

"ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔"

"تبلیغ رسالت پر تمہارا کون شاہد ہے۔"

حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے کہ:

"حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت میری رسالت کی تبلیغ پر شاہد ہے"۔

آپ کی امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ رسالت کی ہے۔

امام احمد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ایک نبی آئے گا جس کے ساتھ ایک مرد ہوگا —— اور ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ دو مرد ہوں گے اور دو سے اکثر ہوں گے۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام سے پوچھا جائے گا:

''کیا تم نے تبلیغ رسالت کی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ان انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر گواہی طلب کرے گا —— جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی تبلیغ کا علم ہے اور اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ گواہ منکرین پر اقامت حجت کے لیے طلب کیے جائیں گے۔

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت لائی جائے گی۔ آپ کی امت کے لوگ انبیاء کی یہ شہادت دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ رسالت کر دی ہے۔ اس وقت اور امتیں امت محمدیہ سے پوچھیں گی کہ:

''تم نے جو یہ شہادت دی ہے تم نے کسی شے سے پہچانا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے تبلیغ رسالت کر دی ہے۔ اس لیے کہ تم لوگوں نے تو ہمارا زمانہ نہیں پایا۔''

امت محمدیہ کے لوگ یہ جواب دیں گے کہ:

''ہمیں اس کا علم اللہ تعالیٰ نے ان اخبار سے دیا ہے جو اس کی کتاب ناطق یعنی قرآن مجید میں اس کے نبی صادق کی زبان سے ہے۔''

پھر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے۔ آپ سے آپ کی امت کا احوال پوچھا جائے گا:

''کیا یہ لوگ عدول ہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے۔''

آپ اپنی امت کی عدالت پر شہادت دیں گے —— اس میں آپ کی فضیلت اس لیے ہے کہ تمام انبیاء کرام سے سوال کیا جائے گا' اور آپ سے سوال نہ کیا جائے گا' اور نہ آپ کی امت سے سوال کیا جائے گا۔ اس لیے کہ آپ کی امت نے آپ کی تبلیغ کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کی شہادت دی ہے۔

الشہید:

آپ کا اسم شریف کا معنی ہے علیم' عادل' مزکی' —— یہ اسم اسمائے الٰہیہ سے ہے۔

☆ وہ ذات کہ کوئی شے اس سے غائب نہیں ہے —— یا یہ معنی ہے کہ

☆ قیامت کے دن ان چیزوں پر شہید ہے جن کو اس نے جانا ہے۔

ابن اثیر علیہ الرحمہ نے کہا کہ صیغہ فعیل مبالغہ کی بناؤں سے فاعل کے معنی میں ہے۔

☆ جس وقت مطلق علم اعتبار کیا جائے تو وہ علیم ہے۔

☆ جس وقت امور باطنیہ کی طرف اضافت کیا جائے تو بمعنی خبیر ہے۔

☆ جب ظاہر کی طرف اضافت کیا جائے تو شہید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شھید اپنے اس ارشاد ویکون الرسول علیم شھیدا میں رکھا ہے —— یہ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے۔ اس کے معنی میں مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ اکثر امتین انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ رسالت کا انکار کریں گی۔

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت کی عدالت کے لیے شہادت اگرچہ آپ کی امت ہی کے لیے ہوگی لیکن جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رقیب یعنی حافظ اور مھیمن یعنی مراقب ہیں —— یا بیضاوی کے قول سے امت پر موتمن ہیں تو تعدیہ علی کے ساتھ کیا گیا ہے اور آیت شریف میں صلہ جو علیکم ہے اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ آپ کی امت کے اختصاص پر دلالت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان پر شھید ہیں —— بیضاوی نے یہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں کہا ہے۔

الشکور' الشاکر:

شاکر اسم فاعل ہے اور شکور کا معنی ہے کثیر شکر —— یہ اسم اسمائے الٰہی سے ہے۔ ان ربنا لغفور شکور فرمایا ہے۔ اس کا معنی ہے:

☆ تھوڑے عمل پر ثواب جزیل عطا کرنے والا۔
☆ اطاعت کرنے والوں کی ثنا کرنے والا۔
☆ شکر پر بدلہ دینے والا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفس مبارک کو اس کے ساتھ وصف فرمایا ہے —— جبکہ آپ نے نماز پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدموں میں ورم آ گیا۔ آپ سے اصحابہ کرام نے کہا:

''آپ یہ تکلیف اٹھاتے ہیں اور حال یہ ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت کی گئی ہے''۔

آپ نے جواب دیا:

''کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ (شکور) نہ بنوں کہ تہجد کے شکر کے لیے مغفرت سبب ہے' میں تہجد کو کیوں ترک کروں۔''

اس معنی پر آپ کے ارشاد افلا اکون عبدالشکورا فاسبیت کے لئے ہے —— قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے شفاء شریف میں آپ کے ارشاد الشکور کی یہ تفسیر کی ہے کہ:

''میں اعتراف اور اقرار کرنے والا ہوں ان نعمتوں کا جو میرے رب نے مجھے عطا کی ہیں۔ اور ان نعمتوں کی عظمت کا عام ہوں۔''

اس سے نعمتوں کی تعداد مراد نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ان تعدوا نعمة الله لاتحصوها** ''جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہیں میں ان پر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرنے والا ہوں —— اپنی زبان اور اپنے ارکان یعنی جوارح سے اور

اپنے نفس سے جہد کرنے والا اور اپنی طاقت کا بذل کرنے والا اور تعب اٹھانے والا ہوں''۔
شکر کی زیادتی میں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **لئن شکرتم لازید نکم** ۔یعنی ''ان نعمتوں سے زیادہ کرنے والا ہوں جن نعمتوں کا تم نے شکر ادا کیا ہے'' — یہ وعدہ اس کریم کی جانب سے ہے جس کے وعدہ میں کوئی خلاف نہیں ہے۔
شکور کثیر الشکر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ فعول بمعنی فاعل — قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مخلوق سے حق کا شکر اس کے احسان کی معرفت ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر مخلوق کے لیے ان کے افعال پر بدلہ دینا — لہٰذا اجزائے شکر کا نام مجازاً شکر رکھا گیا ہے۔ اس میں علاقہ مشاکلہ ہے جیسے کہ سیئہ کی جزا کا نام سیئہ ہے۔

الشکار:

آپ کا اسم شریف **شکار** معنی میں **شاکر** سے زیادہ بلیغ ہے بلکہ **مشکور** سے بھی زیادہ بلیغ ہے۔ **شکور** وجود شکر اور کمال شکر سے خبر دیتا ہے — اور **شکار** شکر کی تکرار اور کثرت سے خبر دیتا ہے۔ **شکار** میں شکر شاکر کی طبیعت سے ہو جاتا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے یہ تھا: **رب اجعلنی لك شکاراً** ۔**شاکر** وہ شخص ہے کہ عطا پر شکر کرے یا موجود شے پر شکر کرے اور **مشکور** وہ شخص جو بالا پر یا شے کے کھوج جانے پر شکر کرے۔

الشمس:

شمس دن کا ایک ستارہ ہے — آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام **شمس** اس لیے رکھا گیا ہے کہ:

☆ آپ کی ذات مبارک سے نفع کی کثرت ہے۔
☆ آپ کو علوی رفعت ہے۔
☆ آپ کی شریعت کا ظہور ہوا ہے۔
☆ آپ کا مرتبہ جلیل ہے۔
☆ آپ کی منزلت عظیم ہے۔
☆ آپ کے ذاتی کمال کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔
☆ آپ کے اجلال (شان وشوکت، عظمت) کے سبب کوئی دیکھنے والا آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جیسا کہ آفتاب ارفع رتبہ میں ستاروں سے بڑھ کر ہے۔ ستاروں میں بڑھ کر زحل ہے کہ آفتاب سے زیادہ بلند ہے کہ زحل ساتویں آسمان میں ہے۔

کسی شاعر ظفرائی نے کہا ہے:

فان علانی من دونی فلا اسف — لی اسوة بانحطاط الشمس عن زحل

''جو شخص مجھ سے رتبہ میں کم ہے اگر اس نے رتبہ میں مجھ سے علو کیا ہے تو مجھے اس کا افسوس اس لیے نہیں ہے کہ میری تسلی

کے لیے یہ ہے کہ آفتاب زحل سے فرد درجہ میں ہے۔''

گویا اپنے آپ کو باعتبار فضائل و کمالات' آفتاب قرار دیا ہے —— کہ آفتاب کے انوار اور اس کے منافع بے شمار ہیں —— جبکہ زحل ساتویں آسمان پر ہے۔ اس کا جرم ظلمانی ہے۔ اس سے آفتاب کی مثل انوار کا ظہور نہیں ہے۔ اگرچہ وہ ظاہری بلندی رکھتا ہے —— متاخرین محققین علم ہیئت کے نزدیک آفتاب چھٹے آسمان میں ہے —— قرطبی اور ابن کثیر نے کہا ہے کہ آفتاب چوتھے آسمان میں ہے —— جبکہ ابن العماد نے آفتاب کو دنیا کے آسمان میں قرار دیا ہے —— جبکہ غیرآفتاب کی نسبت آفتاب سے زیادہ نفع ہے اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں۔

آفتاب کے جرم کے بڑے ہونے کے سبب بینائی آفتاب کو نہیں پا سکتی —— یہاں تک کہ اس کا جرم کبیر ہے —— آفتاب زمین سے:

☆ ایک سو ساٹھ مرتبہ'

☆ ایک سو پچاس مرتبہ'

☆ ایک سو بیس مرتبہ' زیادہ ہے۔

آپ کو شمس اس لیے کہا گیا ہے کہ جملہ انبیاء کے انوار آپ کے نور سے مدد پاتے ہیں' جیسا امام بوصیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے:

وکل آیتی اتی الرسول الکرام بھا   فانما اتصلت من نورہ بھم

''وہ تمام آیتیں جن کو رسولان کرام لائے ہیں' وہ آپ کے نور سے ان رسولوں کے ساتھ متصل ہیں —— جبکہ امر یہ ہے کہ باقی کواکب آفتاب کے نور سے مدد لیتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تسمیہ آفتاب کے ساتھ مناسب ہوا۔

المشفع:

یہ اسم شریف مسلم میں وارد ہے —— اس کا معنی ہے وہ شخص جو شفاعت کرے اور شفیع اس کی شفاعت کو قبول کرلے۔

الشافی:

یعنی دکھوں' تکلیفوں اور بیماریوں سے آزاد کرنے والا اور ہر دشوار امر کو امت سے کھولنے والا یعنی دور کرنے والا۔

الشثن:

عظیم کف دست اور قدم' جس کی ہتھیلیاں اور پیر قوت والے ہوتے ہیں —— عرب لوگ اس صفت سے مدح کیے جاتے ہیں —— قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نحیف (کمزور) ہتھیلی اور قدم —— یا وہ شخص جس کی انگلیاں موٹی ہوں اور چھوٹی نہ ہوں' یہ صفت مردوں میں محمود ہے —— اس لیے کہ موٹی اور لمبی انگلیوں سے پکڑنے اور لینے میں زیادہ قدرت ہوتی ہے۔

الشدید:

اشد کا واحد ہے۔ صفت مشبہ ہے —— اس کا معنی شدت اور ظاہری طور پر قوت رکھنے والا۔

الشدقم:

بہ فتح شین و فتح قاف اس کا معنی بلیغ اور گویا ہے—— اس کی اصل کبیر الشدق ہے جو قم کی جانب ہے۔ اس میں میم زائد ہے—— مسلم نے سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ: کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ضلیع الفم۔ ''آپ فراخ دہان تھے۔''

الشریف:

شرف سے ہے اس کا معنی ہے علو' بلندی' عالی—— یا اپنے غیر پر مشرف یعنی تفضیل دیا گیا۔

الشفاء:

بیماریوں سے صحت اور سلامتی—— آپ کا نام شفا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے بیماری کی سختی کو دفع کیا' اور آپ کی ملت کی سماحت سے سختی اور بلا کو زائل کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وشفاء لمافی الصدور—— کہا گیا ہے کہ شفا سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

الشہاب:

سردار' امر میں گزر جانے والا—— یا روشن ستارہ۔ آپ کا نام مبارک شہاب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات سے ہر ایک معاند سے دین کی حفاظت کی ہے۔ جیسے کہ دنیا کے آسمان کی حفاظت شہب سے ہر ایک شیطان سرکش سے کی ہے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ

ان الرسول شهاب ثم يتبعه
نور مضنى له فضل على الشهب

''رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسا روشن ستارہ ہیں۔ یا پھر ایک ایسا نور روشن اس ستارہ کے پیچھے چلتا ہے جسے روشن ستاروں پر فضیلت حاصل ہے—— یا آپ وہ شہاب ہیں کہ نور کے سبب آپ کو سب ستاروں پر فضیلت حاصل ہے—— یہ ذات مبارک کا وصف ہے۔

حرف الصاد

(صابر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف صاد سے شروع ہوتے ہیں)

الصابر:

صبر سے اسم فاعل ہے۔صبر کا معنی نفس کو جزع (بے صبری) سے روکنا اور ضیق (تنگی' دشواری) اور فزع (دہشت' خوف و ہراس) سے اس کا امساک (روکنا) صبر ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

☆ واصبرلحكم ربك

☆ واصبر و ما صبرك الا بالله

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اصبر الناس تھے۔ابن سعد نے اسماعیل بن عیاش سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو پلیدیوں پر اصبر الناس تھے۔

الصاحب:

صحبت سے اسم فاعل ہے۔صحبت کا معنی ہے معاشرت اور ملازمت —— اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ماضل صاحبكم وماغوىٰ و ما صاحبكم بمجنون ۔یعنی

''تمہارے صاحب نہ بھکے نہ بے راہ چلے اور تمہارے صاحب پاگل نہیں ہیں۔''

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ صاحب بمعنی عالم' حافظ اور لطیف ہے۔غرفی نے کہا ہے کہ آپ کا نام صاحب اس لیے رکھا گیا ہے کہ جس شخص نے آپ کا اتباع کیا آپ پر اس کے ساتھ حسن صحبت اور جميل المعاملة اور عظیم مردات' وقار اور نیکوئی اور کرامت واجب تھی۔صاحب کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر وارد ہوا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

اللهم انت الصاحب فی السفر

صاحب الایات:

یعنی المعجزات۔

صاحب المعجزات:

یعنی آپ سے کثیر معجزے ظاہر ہوئے ہیں۔

صاحب البرهان:

وہ روشن اور واضح حجت جو یقین دیتی ہے۔

صاحب البیان:

بیان کا معنی کشف اور اظہار ہے—— بیان اور تبیان کے درمیان فرق یہ ہے کہ تبیان کا معنی حجت کے ساتھ اظہار—— اور بیان کا معنی بلا حجت اظہار۔

صاحب التاج:

آپ کا یہ اسم مبارک انجیل میں ہے۔ اس کا معنی ہے صاحب عمامہ—— بطریق استعارہ عمامہ کو اس تاج سے تشبیہ دی گئی ہے جو اکلیل ہے—— عرب لوگ عمامہ سے زینت کرتے تھے۔ جیسے عجم کے لوگ تاج سے زینت کرتے تھے—— اس وقت عمامہ نہ تھا مگر عرب کے لیے عمامہ عرب کا تاج ہے۔ اس سے عرب زینت کرتے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے:

العمائم بتجان العرب والاحتباء حیطانها وجلوس المؤمن فی المسجد رباط

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی دوسری روایت ہے:

العمائم یتجان العرب فاذا وضعوا وصغراغرهم

اور دیلمی کے نزدیک یہ حدیث پاک ہے:

العمائم وقارالمومن وعزالعرب فاذا وضعت العرب عمائمها فقد قلعت عزهالی

صاحب الجهاد:

جهاد کا معنی ہے قتال' راہ خدا میں لڑنا۔

صاحب الحجة :

حجت کا معنی ہے برہان' دلیل—— آپ جو معجزے لائے ہیں' ان سے مراد ہے۔ ۔ ٓپ کے ان اوصاف سے ہے جو کتب قدیمہ میں ہیں۔

صاحب الحطیم:

بیت اللہ شریف کے پتھر کا نام حطیم ہے۔ جیسا کہ برمادی نے کہا ہے۔

صاحب الحوض المورود:

قیامت کے دن آپ حوض پر رونق افروز ہوں گے۔

صاحب الخاتم :

خاتم سے مراد خاتم النبوۃ ہے—— اور وہ انگوٹھی جسے آپ پہنتے تھے۔

صاحب الخیر:

شر کی ضد —— اس لیے کہ آپ سے شر صادر نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا کفار کے ساتھ غزوہ اور کفار کو قتل کرنا اظہار دین کے لیے خیر محض تھا۔

صاحب الدرجة العالیه الرفیعة:

اس اسم شریف کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ جو کہ ''مقاصد حسنہ'' میں ہے۔ امام نے اسے کسی روایت میں نہیں دیکھا۔ اس کا منافی نہیں ہے —— امام سخاوی کی مراد یہ ہے کہ اذان کے عقب میں جو پڑھتے ہیں وہ کسی روایت میں نہیں آیا ہے۔ چنانچہ آپ کا اسم شریف ہونا اس کا منافی نہ ہوگا۔

صاحب الرداء:

آپ کی چادر مبارک کا طول چار ہاتھ تھا اور عرض اڑھائی ہاتھ —— اس حدیث کو ابوالشیخ نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرسل احادیث سے روایت کیا ہے۔

صاحب الازوج الطاهرات:

اس اسم شریف کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

صاحب السجود للرب المحمود:

ایک نسخہ میں **محمود** کی جگہ **معبود** آیا ہے —— دوسرے نسخہ میں **المعبود المحمود** دونوں لفظ آئے ہیں —— لیکن امام سخاوی نے پہلا اسم مبارک ذکر کیا ہے۔

صاحب السرایا:

صاحب لشکر کثیر —— **سرایا** سریہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے ''لشکر''

صاحب السلطان:

مراد نبوت سے ہے —— قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قدیم کتب میں آپ کے اسمائے شریفہ سے ہے۔ حضرت شعیا علیہ السلام کی کتاب میں ہے کہ آپ کی نبوت کا اثر آپ کے شانہ مبارک پر ہے —— ابن ظفر نے کہا ہے کہ عبرانیوں کی روایت میں اس کے بدل یہ ہے کہ آپ کے کتف مبارک پر خاتم نبوت ہے۔ سو اثر سے وہی مراد ہے۔

صاحب السیف:

یہ آپ کے ان اوصاف سے ہے جو کتب قدیمہ میں ہیں یعنی صاحب قتال اور جہاد —— کتب قدیمہ میں یہ بھی ہے کہ آپ کی تلوار آپ کے دوش مبارک پر رہے گی۔ آپ اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے: بعثت بالسیف حتی یعبداللہ لاشریک لہ ——
علامہ جمال ابن نباتہ نے سیف و قلم کی مفاخرت میں سیف کی خوبیوں میں ذکر کیا ہے کہ:
''دست نبوی نے تلوار اٹھائی ہے نہ قلم''۔

صاحب الشرع:

وہ شرع جو باقی ہے اور باقی رہے گی۔ جو منسوخ نہیں کی گئی اور نہ ہی قیامت تک منسوخ کی جائے گی—— آپ اس کے ظاہر کرنے والے اور بیان کرنے والے ہیں—— آپ کی طرف شرع کی اضافت اس لیے کی گئی ہے کہ آپ سے پہلے اس شریعت کا ظہور نہیں ہوا۔

صاحب الشفاعة الکبریٰ:

فصل قضا میں آپ کی یہ اعلیٰ صفت ہے۔

صاحب العطایا:

آپ کی وہ عطائیں ہیں جو حصر نہیں کی جاتی ہیں اور بلامنت' بلا ایذا اور بلا مقابلہ ہیں۔

صاحب العلامات الباہرات:

وہ علامات جن کا اذعان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ دشمنوں نے بھی ان کا اقرار کیا ہے:

ولکن من یضلل اللہ فمالہ من ھاد

''لیکن جسے اللہ گمراہ کرے' اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔''—— وہ گمراہ ہی رہے اور انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

صاحب العلو والدرجات:

دنیا اور آخرت میں صاحب رفعت اور صاحب مراتب عالیہ آپ ہیں۔

صاحب الفضیلة:

وہ فضیلت جسے آپ کے غیر نے نہیں پایا۔

صاحب الفرج:

آپ کو کوئی دشوار امر پیش نہیں آیا مگر آپ نے اپنے رب کا توسل ڈھونڈا—— اللہ تعالیٰ نے وہ دشواری دفع کردی—— یہ معنی بہ فتح فا اور بہ فتح را ہے—— لیکن سکون را کے ساتھ مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنی شرم گاہ کو باوجود کامل شہوت کے بچایا۔ سو آپ کا نفس شریف اس وجہ سے عورتوں کی طرف مائل نہیں ہوتا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جو کمال آنا تھا وہ کمال آپ کو منع کرتا تھا۔ اس لیے آپ کا یہ نام شریف ہوا۔

صاحب القضیب:

قضیب بمعنی تلوار۔

صاحب قول لااله الا الله:

یہ اسم شریف تورات میں آپ کی صفت سے ہے۔

لن یقبضه الله تعالیٰ حتی یقیم به الملة العوجاء بان یقولوا لا اله الا الله

''ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ آپ کو قبض نہ کرے گا یہاں تک کہ آپ کے سبب ملت کج (گمراہ قوم) کو اس طور پر سیدھا کر دے گا۔ (ہدایت عطا فرمائے گا) کہ لوگ لا اله الا الله کہیں گے۔''

صاحب الکوثر:

یہ نام مبارک قرآن مجید میں ہے: **انا اعطینك الكوثر** —— دارقطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع روایت کی ہے: **من اردا ان یسمع حزیر الکوثر فلیجعل اصبعیه فی اذنیه** —— حافظ جمال الدین المزی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے: **من ارادا ان یسمع مثل حزیره** —— خلاصہ یہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوثر کے پانی کی آواز کو سننا چاہتا ہے' وہ اپنی دو انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں رکھ کر آواز سنے —— جس طور سے اس کے کانوں میں آواز آئے وہ یہ سمجھ لے کہ کوثر کے پانی کی ایسی آواز ہے۔

صاحب القدم:

اس اسم شریف کو امام سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

صاحب اللواء:

لواء حمد سے مراد ہے —— کبھی اس لواء (پرچم) پر قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ لڑائی کے لیے اسے قائم فرماتے تھے —— لہٰذا لواء سے کنایہ قتال و جہاد سے ہوگا۔

صاحب المحشر:

یہ کسر شین حشر کی جگہ' وہ یوم قیامت ہے —— جوہری نے کہا ہے کہ قیامت کے دن آپ صاحب کلمہ' صاحب شفاعت' صاحب لواء' صاحب مقام محمود اور صاحب کوثر ہوں گے —— اس دن آپ کے کثیر خصائص ظاہر ہوں گے جو آپ کے غیر کے لیے نہ ہوں گے۔

صاحب المدینة:

آپ کو مدینہ سے اختصاص اس لیے ہے کہ آپ نے مدینہ کو یہود سے اس طور پر پاک فرمایا کہ ان کو قتل کیا اور جلاوطن

کر دیا ـــ اس میں حق کا اظہار کیا اور بحکم قرآن مجید مدینہ کو فتح کیا' اور مدینہ کا شکار اور درخت قطع کرنا حرام فرمایا ـــ مدینہ میں آپ کا مقام یہاں تک ہوا کہ آپ مدینہ سے حشر کئے جائیں گے۔

صاحب المغفر:

اس اسم شریف کا معنی ہے خود استعمال کرنے والے ـــ مغفر بہ کسر میم وسکون نون و فتح فا آخر رائے مہملہ۔ زرہ کی قسم سے لوہے سے بنی ہوئی شے سر کی مقدار میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغفر کو حروب میں پہنتے تھے ـــ مغفر خود کو کہتے ہیں۔

صاحب المغنم:

آپ صاحب غنیمت ہیں۔ اس لیے کہ آپ سے پہلے کسی نبی کو غنیمتیں حلال نہیں ہوئی تھیں۔ آپ ہی کو غنیمتیں حلال ہوئیں۔

صاحب المعراج :

آپ کا یہ اسم شریف آپ کے معجزہ معراج سے ہے۔ یہ وصف خاص آپ کے لیے ہے۔ کسی اور نبی کو یہ مقام حاصل نہیں ہوا۔

صاحب المظهر المشهود:

یعنی صاحب مقام۔

صاحب المقام المحمود:

مشہور صحیح قول پر مقام محمود شفاعت عظمیٰ سے مراد ہے ـــ امام واحدی نے مبالغہ کیا ہے اور مفسرین نے اس پر اجماع حکایت کیا ہے۔

صاحب الميزر:

میزر ازار کو کہتے ہیں جو تہبند ہے اور جسے وسط کمر پر باندھتے ہیں۔

صاحب المنبر:

منبر بہ کسر میم' نبر سے نکلا ہے۔ اس کا معنی ہے ارتفاع' بلندی' خطبہ پڑھنے کی جگہ بلند ہوتی ہے۔

صاحب النعلين:

آپ کا یہ اسم شریف انجیل سے ہے۔ آپ کا وصف اس طرح سے ہے کہ آپ برہنہ پا نہ رہیں گے' کفش پہنیں گے ـــ اس سے مراد پاؤں کی طہارت ہے۔

صاحب الهرادة:

هرادة لغت میں عصا کو کہتے ہیں—— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست مبارک میں کثرت سے قضیب کو پکڑتے تھے۔ قضیب وہ شاخ ہے جسے درخت سے کاٹتے ہیں—— کبھی آپ اپنے سامنے عصا لے کر چلتے تھے اور اسے زمین میں گاڑ دیتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے—— جب کبھی آپ کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے تو عصا مبارک ہاتھ میں تھامے رہتے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ میں یہ اعتقاد کرتا ہوں کہ یہ عصا حدیث حوض کوثر میں ذکر کیا گیا ہے اس حدیث کو مسلم نے مناقب میں روایت کیا ہے:

''میں اپنے عصا سے لوگوں کو حوض کوثر سے منع کروں گا' اہل یمن کی وجہ سے تاکہ وہ سب سے پہلے حوض پر وارد ہوجائیں۔''

اہل یمن کی تقدیم سب پر اس لیے ہے کہ انہوں نے سفر کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت بلاتردد اور بلا قتال قبول کرلی تھی۔ چنانچہ انہیں ان کے غیر سے پہلے حوض پر اس لیے وارد کریں گے کہ آپ ان کو آرام دیں جیسے کہ اہل یمن نے آپ کو آرام دیا تھا۔

یہ جنس عمل کی جزا سے جزا ہے—— بعض نے قاضی عیاض کی اس تاویل کو ضعیف کہا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق کے لیے راعی اور جمیع خلق کے دنیا وآخرت میں سائق ہیں۔ ان کے موارد کی طرف اس سبب سے آپ صاحب ہرادہ ہیں—— آپ اطاعت کرنے والوں کے اس عصا سے راعی تھے اور جن لوگوں کی حیات زیادہ نہیں کرتی تھی مگر شر کو۔ ان کے لیے آپ صاحب سیف تھے اس تلوار سے انہیں چیرتے اور کاٹتے تھے۔

صاحب الوسيلة:

وسیلہ جنت میں ایک خاص درجہ ہے جیسا کہ مسلم شریف میں بیان ہوا ہے۔

الصادع بما امر الله:

صادع صدع سے اسم فاعل ہے—— صدع بالحجة کہتے ہیں جس وقت کوئی شخص حجت کے ساتھ جہر سے کلام کرتا ہے—— اس لفظ کو سیوطی علیہ الرحمہ نے اس ارشاد باری: فاصدع بما تؤمر سے لیا ہے۔ یعنی امر کو ایسی امانت سے بیان کرو کہ وہ مخفی نہ رہے' جیسے شیشے کا شگاف نہیں ملتا ہے۔''

—— یہ تبلیغ اس سے اپنے تاثیر کے جامع کے ساتھ استعارہ کی گئی ہے۔

فاصدع کا معنی اظہرہ وامضہ ہے—— یا یہ معنی ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ حق اور باطل کے درمیان فرق کرو۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ' حق کو واضح کرو اور حق کو باطل سے بیان کرو۔

صادق:

صدق سے اسم فاعل ہے۔ بخاری علیہ الرحمہ وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

حدثنا رسو ل اللہ وھو الصادق المصدوق

''اللہ کے رسول سچے اور تصدیق کئے ہوئے ہیں۔''

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ صادق مصدوق آپ کا علم ہے' اس لیے کہ اسماء کی جگہ واقع ہوا ہے۔ یہ اسمائے الٰہیہ سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۔''بیان میں اللہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔''

صادق بمعنی مصدوق ہے—— اسم مفعول صدق متعدی سے ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا ہے: **صدق وعدہ** ۔حدیث صحیح میں آپ کا نام صادق اور مصدوق دونوں کے ساتھ وارد ہوا ہے۔

ان دونوں کے معانی مخفی نہیں ہیں۔ آپ فی نفسہٖ صادق ہیں۔ آپ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی کتابوں کی تصدیق فرمائی ہے جو آپ سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ اور لوگوں کے نزدیک آپ جھوٹ نہیں کہتے۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ ابو جہل لعین نے آپ سے کہا:

''ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ آپ جو شے لائے ہیں ہم اس کی تکذیب کرتے ہیں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فانھم لایکذبونک ولکن الظلمین بایات اللہ یجحدون

''وہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ آپ کی قوم جانتی ہے کہ آپ صادق ہیں: **والفضل ماشھدت بہ الاعدا** ۔یعنی'' فضل وہ ہے جس پر دشمن گواہی دیں''—— مصنف دلیل کے طور پر یہ مصرع لائے ہیں کہ آپ کا نام مبارک صادق کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا تھا آپ صدق سے اپنے دشمنوں کے نزدیک معروف تھے جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔

الصبور:

صبر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ رزن بصول یعنی فاعل صبور وہ شخص جسے مواخذہ پر نہ بھڑکائے —— آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی ایذا رسانی پر نہایت درجہ صبر فرماتے تھے اور ان کے ساتھ حلم کرتے تھے۔ یہ اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے قول کا امتثال کرتے تھے جو آپ کی تسلی خاطر کے لیے تھا۔ **فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل** یعنی ''صبر کر جیسا رسولوں نے صبر کیا''—— صبور اسمائے الٰہیہ سے ہے۔

صدق:

بعض علما نے اس اسم شریف کو اس ارشاد باری سے لیا ہے:

و كذب با لصدق اذجاء ه ''جب وہ سچ کے ساتھ آیا تو ان کو جھٹلایا''—— اس اسم شریف کا معنی مخفی نہیں ہے۔ یہ صیغہ افعل التفضیل کے مبالغہ کے لیے ہے۔ اس کہ کوئی شخص اقوی اور اثبت آپ سے حق پر نہیں ہے' لہٰذا آپ اصدق ہیں۔

صراط اللہ:

اس اسم شریف کا معنی ظاہر ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا صراط (راستہ) ہیں۔

صراط الذین انعمت علیهم:

اسے ماوردی نے عبدالرحمٰن بن زید سے اس آیت کی تفسیر میں حکایت کیا ہے۔

الصراط المستقیم:

حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ نے اس آیت کی تفسیر میں اس اسم کو ذکر کیا ہے—— آپ کا یہ اسم شریف اس لیے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ..... طریق موصل ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں روایت ہے کہ صراط مستقیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے خیار اہل بیت اور آپ کے اصحاب ہیں۔ آپ کے اہل بیت اور اصحاب کا نام صراط مستقیم اس لیے رکھا ہے کہ ہر ایک ان میں سے وہ طریق ہے جس سے ہدایت ہوتی ہے: ان کی تشبیہ طریق حق کے ساتھ دی ہے کہ موصل الی المطلوب ہے۔ اس کا معنی یہ ہے: اهدنا ایاهم و نتبعهم یعنی ''ہمیں خاص ان اہل بیت اور اصحاب کی ہدایت کرتا کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان کا اتباع کریں۔''

طریق کے لیے مرشد کا نام طریق رکھا گیا ہے۔ یہ دال کا تسمیہ مدلول کے ساتھ مجاز مرسل کے طور پر ہے—— اس پر اعتراض وارد نہ ہوگا بلکہ تم یہ کہو کہ ہم کو نبی اور آپ کے اصحاب کی ہدایت کر' مگر اس وقت کہ لفظ طریق مقدر مانا جائے—— اس اعتراض اور مقدر ماننے کی رکاکت ظاہر ہے—— یہ تفسیر جو ذکر کی گئی ہے اسے ماوردی نے عبدالرحمٰن بن زید سے صراط الذین انعمت علیهم کی تفسیر میں حکایت کیا ہے۔ چنانچہ یہ ماقبل سے بدل ہے—— یا عطف بیان ہے اور اوّل کا عین ہے یعنی صراط المستقیم کا عین ہے۔

اور شفا میں ہے کہ سمرقندی نے ابوالعالیہ سے اس آیت کی تفسیر صراط الذین انعمت علیهم میں اس کی مثل حکایت کیا ہے۔ یہ تفسیر حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کو پہنچی تو انہوں نے سن کر فرمایا: ''واللہ!——ابوالعالیہ نے سچ کہا ہے اور یہ دینی نصیحت کی ہے''۔

الصفوح:

آپ کی صفات سے قرآن مجید' تورات اور انجیل میں ہے—— ارشاد باری ہے:

فاصفح الصفح الجميل فاعف عنهم و اصفح

یعنی ''چھوڑ ان کو چھوڑنا بھلائی سے' چنانچہ ان کو معاف فرماؤ درگزر سے۔''

عبداللہ بن عمرو بن العاصی کی حدیث میں بخاری علیہ الرحمہ کے نزدیک آپ کی صفت کے بیان میں تورات میں ہے:

ولایجزی بالسیئة السیة ولکن یعفو ا ویصفح

یعنی ''برائی کا بدلہ برائی سے مت دو بلکہ معاف کر کے چھوڑ دو''۔

یعنی آپ کے ساتھ جو کوئی برائی کرے گا آپ اس کا بدل برائی سے نہ کریں گے بلکہ اس کو عفو کریں گے اور درگزر فرمائیں گے۔ ایسی ہی آپ کی عادت شریف تھی۔

آپ کا اسم شریف الصفوح' صفح سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے ''گناہ سے اعراض کرنا''۔ جیسا کہ صحاح میں ہے۔۔۔عفو اور صفوح دونوں کا معنی ایک ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کل کا حاصل معنی ''سیئات سے اعراض ہے۔''

☆　عفو زیادہ بلیغ ہے اس لیے کہ انسان کبھی عفو کرتا ہے اور صفح نہیں کرتا یعنی اعراض نہیں کرتا۔

☆　عفو زیادہ بلیغ ہے اس لیے کہ صفح کا معنی مواخذہ سے اعراض ہے اور عفو کا معنی گناہ کا مٹا دینا اور اس کو اعراض لازم ہے اور اس کا عکس نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں وصفوں سے قرآن مجید میں آپ کا وصف فرمایا ہے۔۔۔ اس لیے کہ عفو اور صفح کے ساتھ آپ کو امر فرمایا ہے: **فاعف عنهم و اصفح** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے امر کا امتثال کیا اور عفو اور صفح کے ساتھ آپ متخلق ہوئے۔ چنانچہ آپ کا اتصاف عفو اور صفح کے ساتھ ابلغ اور اتم وجہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لیے کہ عفو اور صفح آپ کا جبلی وصف تھا۔ آپ کسی امر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے تھے۔۔۔ اس پر یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ عفو اور صفح سے آپ کا وصف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہیں کیا ہے۔۔۔ آپ کو عفو اور صفح کے لیے امر کیا گیا ہے۔ آپ کا اتصاف عفو اور صفح کے ساتھ اگر تسلیم کر لیا جائے تو عفو اور صفح اس مبالغہ کی وجہ پر ہونے کا تقاضا نہ کرے گا جس پر صیغہ فعول نے دلالت کی ہے۔۔۔ اصح مذہب یہ ہے کہ امر تکرار کا مقتضی نہیں ہے۔

قرآن مجید میں آپ کا وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عفو کے ساتھ امر کیا ہے اور ارشاد فرمایا: خذالعفو۔۔۔ اس بنا پر کہ اس سے مراد صفح ہے۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: ''عفو کیا ہے؟''۔۔۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

''میں اس کا معنی نہیں جانتا ہوں۔ میں اپنے رب سے اس کا پوچھتا ہوں۔''

حضرت جبرئیل علیہ السلام گئے اور اپنے رب سے پوچھا پھر لوٹ کر یہ کہا:

ان ربك امرك ان تصل من قطعك و تعطي من حرمك و تعفو عمن ظلمك و تحسن من اساء اليك

اس کا یہ معنی ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو تحقیق یہ امر کیا ہے:

☆　جس نے آپ سے قطع رحم کیا ہے آپ اس کے ساتھ صلہ رحم کیجئے۔

☆ جس نے آپ کو محروم کیا ہے آپ اس کے ساتھ عطا کیجئے۔
☆ جس نے آپ کے ساتھ ظلم کیا ہے آپ اس کو عفو کیجئے۔
☆ جس نے آپ کے ساتھ برائی کی ہے آپ اس کے ساتھ نیکی کیجئے۔

اسے بغوی اور قرطبی نے ذکر کیا ہے—— اور وہ معنی جس پر اکثر علماء ہیں' یہ ہے کہ عفو مال وہ مال ہے جو عیال کے نفقہ سے فاضل رہے۔ جیسے کہ اس ارشاد باری میں ہے: **ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو** —— پھر یہ حکم زکوٰۃ کی آیت سے منسوخ کردیا گیا۔ لہٰذا اس میں کوئی شاہد دعویٰ نہیں تھا—— مصنف ''مواہب للدنیہ'' دوسری دلیل اپنے اس قول سے لائے۔ قرآن حکیم میں ہے: **فاعف عنهم واصفح** :

آپ نے اللہ تعالیٰ کے امر کا امتثال فرمایا۔ یہاں تک کہ عفو اور صفح آپ کا جبلی امر ہوگیا—— چنانچہ ان دونوں لفظوں کے ساتھ وصف نے فائدہ دیا۔ آپ نے اتنے مواقع پر عفو اور صفح فرمایا ہے کہ ان کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔

الصفوح عن الزلات:

اگر کسی سے گناہ صادر ہوجاتا تو آپ اس سے اعراض فرماتے اور ترک ملامت کرتے اور تجاوز اختیار فرماتے تھے—— صفح عفو سے زیادہ بلیغ ہے' اس لیے کہ انسان کبھی عفو کرتا ہے اور صفح نہیں کرتا—— صفح کا معنی مواخذہ سے اعراض ہے اور عفو کا معنی گناہ کا مٹا دینا ہے اور اس کے لازم سے اعراض ہے اور اس کا عکس نہیں ہے

الصفوة :

خیار اور خلاصہ' ابن ماجہ اور حاکم کے نزدیک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: **انت نبی الله و صفوته**

الصفی :

فعیل بمعنی مفعلو اس سے کو کہتے ہیں کہ بڑا آدمی غنیمت سے اس شے کو اپنے لئے اختیار کرے—— آپ کا یہ اسم شریف اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی خیر خلق سے برگزیدہ کیا ہے۔

الصالح :

اس چیز کے لئے قائم کرنے والا (قیم) جو اسے حقوق سے لازمی ہو۔ جیسا کہ طالع میں ہے اور حدیث معراج میں ملائکہ کا آپ کے لئے قول ہے مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح—— یہ کلمہ تمام خیر کے معانی کا جامع ہے—— اس جگہ پچپن (۵۵) اسماء شریفہ شمار کئے ہیں۔ ان میں سے دو اسم اسمائے الٰہیہ سے ہیں۔ شامی نے اس کا اضافہ کیا ہے۔

صاحب التوحید :

توحید مصدر ہے جس وقت اللہ تعالیٰ کا وصف وحدانیت سے کیا جائے تو اسے واحد کہیں گے—— بعض علماء نے کہا ہے

ر توحید کا معنی اس طور پر حکم کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اسکے ساتھ علم۔

صاحب زم زم:

اسے ابن دحیہ اور ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے۔

صاحب المدرعة:

یہ اسم شریف انجیل میں وارد ہوا ہے یعنی صاحب قتال اور ملاحم۔

صاحب المشعر:

بہ کسر میم اور فتح میم سے بھی ہے۔ ابن قرقول نے کہا ہے کہ اس اسم میں روایت وارد نہیں ہوئی —— امام نووی نے کہا ہے کہ مستعر معروف تمام مزدلفہ ہے۔ اس لئے کہ مزدلفہ میں شعائر ہیں اور شعائر دین کی علامتیں ہیں۔

صاعد المعراج:

صعود سے اسم فاعل ہے اس کا معنی چڑھنا' بلند ہونا۔

الصبیح:

یعنی جمیل' صفت مشبہ صباحت سے ہے..... صباحت حسن و جمال کو کہتے ہیں۔ آپ جمیل ترین مخلق اور ان سے احسن ہیں۔

الصدوق:

وہ شخص جس سے صدق متکرر ہو' یہ اخلاص ہے اور صدق کے اوّل مراتب سے یہ ہے کہ سر (خفی) اور علانیہ برابر ہوں۔

الصدیق:

بہ تشدید دال' اس کا معنی ہے موتمن' صدق سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی ہمیشہ سچ کہنے والا۔

الصندید:

سید مطاع اور بطل شجاع یا حلیم یا جواد یا شریف۔

الصین:

بہ فتح صواد و تشدید یا تخفیف نون صیانت سے ہے۔ اس کا معنی امور کا حفظ اور امور کا محفوظ رکھنا (احراز) ہے —— آپ نے اپنے نفس شریف کی پلیدی سے حفاظت کی۔ اور شک اور ہوس سے جو چیزیں آنے والی تھیں' ان سے اسے محفوظ رکھا۔

حرف الضاد

(ضیائے حرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف ضاد سے شروع ہوتے ہیں)

الضارب بالحام الملثوم :

اس کے معنی پر کلام کرنے کے لئے شامی نے متعض کی ہے۔ اس کے شارح زرقانی علیہ الرحمہ نے اور تصریح نہیں کی۔

الضحاك :

وہ شخص کہ اپنی شجاعت سے دشمن کا خون بہائے۔

الضحوك :

ابن فارس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ توریت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم شریف ضحوك ہے۔ اور یہ معنی بیان کیا ہے۔

الضحوك القتال یرکب البعیر و یلبس الشمله و یجتزی بالکسرة سیفه علی عاتقه

ابن فارس نے کہا ہے کہ آپ کا نام ضحوك اس لئے رکھا گیا ہے کہ خوش منشی میں آپ پاکیزہ نفس تھے —— عرب کے بدخو لوگ آپ کے پاس کثرت سے آتے تھے' مہمان ہوتے تھے' اور اہل بواری یعنی صحرانشین عرب آتے تھے۔ ان میں سے کوئی شخص آپ کو غمگین اور بے چین نہیں دیکھتا تھا بلکہ باتوں میں لطیف اور اپنی مراد چاہنے میں نرمی کرنے والا آپ کو دیکھتا تھا۔ اس جگہ تین اسمائے شریفہ ذکر کئے ہیں —— شامی نے یہ اضافہ کیا۔

الضابطه :

یعنی صاحب حزم' یہ معنی حفیظ اور حافظ کی طرف راجع ہے اس لئے کہ جو شے آپ کو وحی کی جاتی' آپ اسے ضبط فرماتے تھے۔ یعنی تغیر اور تبدیلی سے اسے محفوظ رکھتے تھے۔

الضارع :

بمعنی خاضع اور متذلل اور مبتہل الی اللہ —— ضارع اس لئے کہا کہ آپ کثرت سے تضرع اور ابتہال اور خضوع اور اللہ تعالیٰ کی عظمت سے استکانت کرتے تھے۔ ارشاد باری ہے:

واذکر ربك فی نفسك تضرعا و خیفه

الضمین :

بہ وزن فعیل بمعنی فاعل۔ اس کا معنی دراصل کفالت ہے۔ اور اس سے مراد حفظ و رعایت ہے کہ آپ اپنی امت کے لئے

شفاعت کے متکفل ہیں اور ان کی حفاظت اور رعایت فرماتے ہیں۔

ضیغم :

اس کا معنی ہے بہادر' شجاع اور سید مطاع ہے۔

ضیاء :

اشد نور اعظم نور—— آپ کا یہ نام مبارک اس لئے رکھا گیا ہے جیسے کہ قرآن پاک میں ہے کہ سراسر نور ہے۔ قرآن مجید اور آپ سے اہل عقل ہدایت پاتے ہیں۔ جیسا کہ اندھیروں میں روشنی سے راستہ پاتے ہیں—— عمرو بن معدی کرب نے کہا ہے کہ آپ کی مدح کرتے ہیں۔ ؎

حکمة بعد حکمة و ضیاء　　　　قدهدینا بنورها من عماما

یعنی "حکمت کے بعد حکمت اور روشنی۔ بے شک ہم نے ہدایت دی اس نور کی طرف ان کے اندھے ہونے کے باوجود"

حرف الطاء

(طاہر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف طا سے شروع ہوتے ہیں)

طاب طاب :

عرفی نے کہا ہے کہ یہ اسم شریف مکرر لفظ کے ساتھ توریت میں آپ کے مبارک اسماء سے ہے۔ اس کا معنی ہے:

☆ طیب'

☆ کسی قوم کے درمیان آپ کا ذکر نہیں کیا گیا مگر اس قوم کے درمیان آپ کا وہ ذکر پسندیدہ اور خوش ہوا۔

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ آپ کا اسم شریف انجیل میں **طاب طاب** ہے۔...... اور ان صحیفوں میں جو توریت سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے ...... ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں **عاقب** ہے' زبور میں **فاروق** ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک **طٰه و یٰسین** ہے...... اور مومنوں کے نزدیک **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

الطاہر :

پلیدیوں سے پاک۔ یعنی آپ نقصانات' حسی اور معنوی پلیدیوں سے پاک ہیں۔ ایک معتبر قول کے مطابق آپ کے فضلات مبارک بھی پاک ہیں۔

الطبیب :

فعیل بمعنی فاعل—— طب سے نکلا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جسم اور نفس کا علاج اس شے سے جو سقم (عیب یا نقص) کو

زائل کردے۔ یعنی آپ وہ ہیں کہ بیماریوں کو دور کر دیتے ہیں اور آپ کی برکت سے جمیع آلام چلے جاتے ہیں۔

طٰسم طٰس :

ابن دحیہ اور نسفی نے انہیں آپ کے اسماء میں ذکر کیا ہے...... جبکہ ایک جماعت نے اسمائے الٰہی میں انہیں ذکر کیا ہے۔

طٰہٰ :

ایک خلائق نے اسے آپ کے اسماء میں ذکر کیا ہے —— معتمد قول یہ ہے کہ یہ اسم اسمائے حروف سے ہے —— نقاش نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید میں میرے سات نام ہیں۔ ان اسماء سے طٰہٰ —— قاضی عیاض نے حکایت کیا ہے کہ طٰہٰ اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے —— چنانچہ اسم طٰہٰ ان اسماء سے ہوگا جن اسماء سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ اسم رکھا ہے۔

☆ اس کا معنی ہے یا رجل (اے بندے!) —— اس کے ساتھ حرف ندا اس میں مقدر ہے۔ —— اسے بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے —— یہ لفظ زبان نبطی میں ہے جو:

☆ سواد عراق کا لغت ہے —— یا یہ

☆ یہ سریانی لغت ہے —— یا یہ

☆ حبشی لغت ہے —— یا یہ

☆ عک کا لغت ہے —— یا یہ

☆ عکل کا لغت ہے۔

○ —— طہ کا معنی ہے یا انسان! —— اسے بغوی نے کلبی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ لغت عک کا ہے —— اور یا رجل کا غیر اس حیثیت سے ہے کہ از روئے لفظ اسی کو شامل ہے۔ اگرچہ مراد مذکر سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

○ —— طہٰ کا معنی ہے یا طاہر! —— یعنی ہر ایک گناہ اور ہر ایک عیب سے پاک۔

○ —— طہٰ کا معنی ہے یا ہادی! —— یعنی ہر ایک خیر کی طرف رہنما —— اس اسم کا ہر ایک حرف بعض اسم کا ہے۔ لہٰذا یہ اسم مرکب ہے —— اس میں دو اسموں سے دو حرف ہیں جیسا کہ الم میں کہا گیا —— مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

○ —— اس کا معنی ہے: یا مطمع الشفاعة للامة و یاهادی الخلق الی الملة یعنی امت کے لئے شفاعت کا طمع رکھنے والے اور مذہب حقہ کی طرف مخلوق کو ہدایت کرنے والے۔

○ — کہا گیا ہے کہ حرف طا کے نو عدد ہیں' حرف ہ کے پانچ ہیں۔ کل چودہ اعداد ہوئے گویا یا بدر — کہا گیا ہے کہ بدر میں با کے دو عدد ہیں' دال کے چار اور را کے آٹھ — یہ تین قول جو لفظ ''یا انسان'' کے بعد میں محاسن تاویل قرآن سے ہیں — لیکن معتبر قول یہ ہے کہ یہ دونوں حروف اسمائے حروف سے ہیں — ایک جماعت نے جسے ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حروف اس قسم سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں اختیار کیا ہے:

الطیب :

بہ وزن سید بمعنی طاہر' زکی' — اس لئے کہ آپ سے زیادہ طیب قلب اور قالب میں کوئی نہیں ہے۔ اس اسم مبارک کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر وارد ہوا ہے۔ مسلم نے مرفوع روایت بیان کی ہے:

ان اللہ طیّب لا یقبل الاطیبا

''اللہ تعالیٰ طیب ہے' اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ہے مگر طیب کو''

اس جگہ مصنف نے سات اسماء شریف کا ذکر کیا ہے —

شمائل ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ماشمت مسکا قط ولا عطرا کان التیب من عرقه و ریحه صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله وسلم

''میں نے کسی مشک اور کسی عطر کو ہرگز نہیں سونگھا کہ آپ کے پسینہ مبارک اور آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہو''۔

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طیب الطیبین ہیں۔ آپ کا پسینہ مبارک اس لئے لیا جاتا تھا کہ اس سے خوشبو لگائی جائے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بو وجود میں طیب کی ہے — آپ کے وجود مقدس مطہر سے کائنات معطر ہوگئی ہے۔ — اور مومنوں کے قلوب نے رفعت پائی ہے' اور آپ کی خوشبو سے غذا کی ہے۔ وہ قلوب پاکیزہ ہوگئے ہیں آپ کی اس خوشبو سے مومنوں کی روحیں خوشبودار ہوگئیں اور ان کو نمو ہوا ہے — شامی نے ان اسماء شریفہ کا اضافہ کیا ہے:

الطراز المعلم :

وہ علم جو مشہور ہے اور جس سے لوگ ہدایت پاتے ہیں — آپ کا یہ نام مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کے اس نام سے آپ کی امت کو شرف دیا گیا ہے جیسے کہ طراز معلم سے پارچہ کو شرف دیا جاتا ہے۔ یعنی نقش و نگار سے پارچہ کی عظمت ہو جاتی ہے۔ اور انواع پارچہ سے وہ ممتاز ہو جاتا ہے — معلم صفت ہے اور معنی للمفعول۔

الطھور :

بہ وزن صبور بمعنی طاہر فی نفسہ اور غیر کا طاہر کرنے والا — آپ ذنوب (گناہوں) اور عیوب (نقائص) سے پاک و

طاہر ہیں اور اپنی امت کو پاک کرنے والے ہیں۔

حرف الظاء

(ظاہر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف ظاء سے شروع ہوتے ہیں)

الظاهر :

اس کا معنی ہے جلی اور واضح —— یا اس کا معنی ہے قاہر —— یہ اسم شریف عرب محاورہ سے ہے: ظهر فلان علی فلان ای قهره —— یعنی اس پر غالب ہوگیا —— یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قدرت اور آیات کے ساتھ موجودات کا مجلی ہے——

ابن ابی حاتم وغیرہ کے نزدیک ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :

کنت اوّل الانبیاء خلقا و اخرهم بعثا

اوّل و آخر دونوں اسم اسمائے حسنیٰ الٰہی سے ہیں —— اور آپ کا اسم شریف ظاهر اس لئے ہے کہ جمیع ظاہرات پر آپ کا ظہور ظاہر ہوا ہے اور جمیع ادیان پر آپ کا دین غالب ہوا ہے —— لہٰذا آپ ظہور کے کل وجوہ سے ظاہر ہیں اور غالب ہیں —— اور کل مظاہر میں آپ کے نور کا پرتو ہے۔

الظفور :

بہ وزن فعول بمعنی فاعل —— ظفر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا مجازی معنی ہے۔ فوز و کامرانی —— اور اصل میں یہ مو ظفر اذا نشب ظفره بالشی سے ہے۔ یہ معنی اس طور پر ہے کہ شامی نے بیان کیا ہے۔ لیکن مقتضی مختار مذہب یہ ہے کہ ناخن کا گاڑنا نہیں کہا جاتا ہے گو جس چیز میں تظفیر یعنی ناخن کا گاڑنا ہو —— اور تظفیر سے لفظ ظفر بالتشدید آتا ہے۔ مگر وہ ظفر جو ظفر کا مصدر ہے وہ بالتخفیف آتا ہے —— اس جگہ دو اسم ذکر کئے ہیں ایک اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔

حرف العین

(عابد اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف ع سے شروع ہوتے ہیں)

العابد :

العابد، عبد سے اسم فاعل ہے —— اس کا معنی ہے مطیع، عبادت گزار، ارشاد باری تعالیٰ ہے :

واعبد ربك حتى ياتيك اليقين —— یعنی ''اپنے رب کی اتنی عبادت کر کہ تجھے یقین آ جائے''۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مواظبت عبادت پر متواتر احادیث آئی ہیں۔

العادل:

عدل کرنے والا —— وہ مستقیم جس کے حکم میں کوئی جور نہ ہو اور عدل سے میل نہ کرے۔ عدل جور کی ضد ہے۔

العظیم:

یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ اس کا معنی ہے:

☆ جلیل کبیر، جلیل الشان

☆ شے کی عظمت، اس کا فی نفسہٖ کامل ہونا اور اپنے غیر سے مستغنی ہونا۔

☆ وہ شخص کہ کل شے اس سے کم درجہ میں ہے۔

☆ انتہا مراتب عظمت کو پہنچنے والا جس کا تصور افہام نہ کر سکیں اور اوہام اس کی عظمت کا احاطہ نہ کر سکیں۔

☆ وہ ذات جس کی عظمت کی غایت نہیں، اس کی کبریائی کی نہایت نہیں —— وہ سبحانہٗ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمایا:

وانك لعلٰى خلق عظيم

یعنی ''اللہ تعالیٰ آپ کی ذات عالی شان میں وہ محاسن اخلاق جمع کئے ہیں کہ آپ کے سوا میں وہ اخلاق تصور نہیں کئے جاسکتے —— جس وقت آپ کے خلق کا عظیم سے وصف کیا گیا تو آپ کا وصف عظیم سے کیا گیا —— چنانچہ عظیم آپ کے اسماء سے ہے —— یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ عظیم آپ کے خلق کی صفت ہے نہ آپ کی صفت —— اور نہ یہ اعتراض وارد ہوگا کہ عظمت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے یا آپ کے ساتھ مختص ہے۔

توریت کے پہلے سفر میں حضرت اسماعیل ابن خلیل اللہ علیہما السلام کے بارے میں یہ آیا ہے کہ وہ ایک عظیم امت کے لئے ایک عظیم کو جنم دیں گے —— وہ عظیم پیارے مصطفیٰ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس لئے کہ آپ وہ عظیم ہیں جنہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جنم دیا ہے —— عظیم امت کے وصف سے آپ کے وصف میں عظمت کے ساتھ مبالغہ ہے۔ اس لئے کہ آپ نے تابعین کو عظما قرار دیا ہے۔ آپ کی عظمت کو ہم لوگ کیا پہچان سکیں! —— چنانچہ

☆ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عظیم ہیں —— جیسا کہ توریت میں عظیم کے ساتھ آپ کا وصف کیا گیا ہے۔ یعنی آپ کی شان جلیل ہے، آپ ذات اور صفات میں کامل ہیں۔

☆ آپ خلق عظیم پر ہیں —— جیسا کہ اس کے ساتھ قرآن مجید میں آپ کا وصف کیا گیا ہے۔

العافي :

سیئات سے تجاوز کرنے والا' خطاؤں اور زلات کا مٹانے والا۔

العاقب :

اس کا معنی ہے آخر الانبیاء۔ یعنی وہ شخص کہ انبیاء علیہم السلام کے عقب میں آئے۔ لہٰذا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عاقب آخر ہی ہے یعنی انبیاء کے پیچھے آپ ہی دنیا میں تشریف لائے —— اور کہا گیا ہے کہ عاقب

☆ عرب کے نزدیک وہ شخص ہے جو سردار کا خلیفہ ہو۔

☆ عاقب کا معنی خلیفۃ اللہ ہے۔ اس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی خلافت کے لئے جمیع خلائق سے بڑھ کر حق رکھنے والے ہیں۔

☆ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسم شریف دوزخ والوں میں ہے کہ جس وقت آپ اہل دوزخ کی طرف تشریف لائیں گے تو آپ کی شفاعت کی حرمت کی وجہ سے دوزخ کی آگ بجھ جائے گی اور اسے سکون ہو جائے گا۔

جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے حفاظ کی ایک قوم دوزخ میں داخل ہوگی —— ان لوگوں کو عذاب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فراموش کرا دے گا۔ یہاں تک کہ فراموش کریں گے —— حضرت جبرئیل علیہ السلام ان لوگوں کو ان کے اکرام کی وجہ سے کہ قران مجید کے حافظ ہیں' انہیں آپ کا ذکر یاد دلائیں گے —— وہ لوگ آپ کا ذکر آپ کے کسی نام سے کریں گے۔ چنانچہ آپ کے ذکر کے سبب دوزخ کی آگ بجھ جائے گی اور ان سے دور ہو جائے گی۔

العالم :

یہ اسم شریف اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے کہ دینوی اور اخروی حقائق پانے والا۔ یہ اسم اسمائے الٰہیہ سے ہے۔

علم الایمان

آپ ایمان کی وہ علامت ہیں جس سے ایمان کی طرف ہدایت کی جاتی ہے۔

علم الیقین :

آپ یقین کی وہ علامت اور دلیل اور وہ سبیل ہیں کہ یقین کی طرف موصل ہیں —— یقین کا معنی علم حقیقی اور تحقیق ہے۔ کبھی یقین مجرد علم ہوتا ہے اور کبھی یقین کشف اور شہود کے ساتھ ہوتا ہے —— پھر یہ بحسب شعور بالغیر اور عدم شعور بالغیر' قوت اور ضعف میں مختلف ہوتا ہے اس لئے یقین تین قسموں کی طرف منقسم ہوا ہے:

☆ علم الیقین ☆ عین الیقین ☆ حق الیقین

یہ اختلاف یقین میں یقین کی حیثیت سے ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یقین قوی اور اعلیٰ ہے۔

العالم بالحق :

حق سے مراد اللہ تعالیٰ عالی شانہ ہے—— عالم بالحق کا معنی یہ ہے کہ علم کا جو حق ہے وہ آپ کو ہے یا اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی وحی کے آپ عالم ہیں۔

العامل :

علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ اسم شریف شاید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیا گیا ہے :

یقوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے شمائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے:

کان عمله ویمة وایکم یطیق و ماکن یطیق

آپ جو عمل کرتے ہمیشہ وہ عمل کرتے تھے کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ عمل کی جو طاقت آپ کو تھی، تم لوگوں میں وہ طاقت کس کو ہے۔ یعنی آپ کے عمل کی قدرت کسی کو نہیں ہے کہ آپ کی مثل کر سکے۔

عبداللہ :

اللہ تعالیٰ نے اس نام کے ساتھ آپ کا نام آپ کے اشرف مقامات میں رکھا ہے—— اس آیت میں وانه لما قام عبدالله صریحاً ہے اور بقیہ آیات میں معنی ہے—— اللہ تعالیٰ کی طرف جو ضمیر راجع ہے یعنی ھا۔ اس کی طرف آیات میں عبد کی اضافت ہے۔ چنانچہ معنی صریحاً عبداللہ کا مساوی ہو گیا۔ یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ آپ کا نام لفظ عبداللہ سے نہیں رکھا گیا ہے مگر ایک آیت میں—— ارشاد باری ہے:

وان کنتم فی ریب ممانزلنا علی عبدنا

''اگر تم لوگوں کو اس شے میں شک ہے جو قرآن سے ہے اور ہم نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی ہے جو قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے''۔

فاتوا بسورة من مثله ......

''تم لوگ کوئی ایسی سورت لے آؤ کہ بلاغت اور حسن نظم اور غیب سے خبر دینے میں اس کی مثل ہو''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین نذیرا

''اللہ تعالیٰ کہ اس کی خیر کثیر ہے اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے بندہ یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فرقان کو نازل کیا

ہے۔ —— تاکہ وہ بندہ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن وانس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہو۔''

جن وانس پر علماء کا اتفاق ہے اور صحیح روایت پر ملائکہ بھی ہیں —— ارشاد باری ہے:

الحمد الله الذی انزل علی عبده الکتاب

''جمیع حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے لئے۔ وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندہ یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب یعنی قرآن مجید نازل کیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب آپ پر نازل کرنے کے مقام میں آپ کو عبودیت سے سورہ کہف اور سورہ فرقان کی دو آیتوں میں ذکر کیا ہے —— اور مقام تحدی یعنی مخالف کے مقابلہ میں آپ کو عبدیت سے ذکر کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مخالف اس قرآن کی مثل لائیں —— ارشاد باری ہے:

وانه لما قام عبدالله یدعوه

یہ مقام دعوت الی اللہ میں عبودیت سے آپ کو ذکر کیا ہے —— اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سبحان الذی اسریٰ بعبدهٖ لیلا

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرائی''۔

یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شب معراج کا بیان ہے۔ عبد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فاوحیٰ الی عبدهٖ ما اوحیٰ۔

عبد سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں —— دوسرا قول یہ ہے کہ عبد سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں ——

معلوم یہ ہوا کہ عبداللہ آپ کے اشرف اسماء سے ہے اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حضرت سینہ کی طرف رفعت دی اور اعلیٰ معالی علو کی طرف آپ کو ارتقا دیا یعنی آپ کو اعلیٰ مراتب پر پہنچایا —— شرف دینی کے لئے عبودیت کا اسم آپ کو لازم کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عبودیت کی صفت کے درمیان ظاہر اور باطن میں جمع کیا —— رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھانے کے لئے عبد کے طور پر بیٹھے تھے۔ آپ جس حالت پر وجود ظاہری میں تھے اور اس کا ادراک حواس انسانی سے کرتے تھے' آپ کا نام عبداللہ اس کے مطابق تھا۔ اس لئے آپ جمیع وجوہ ترفعات سے تجرد کی حالت میں اپنے کھانے اور اپنے پینے میں تھے۔ یعنی آپ زمین پر بیٹھ جاتے اور خوان پر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

جو بات آپ کے باطن میں اپنے رب کی عبودیت کے تحقق کے لئے ہے' اس سے آپ کی شب باشی اور رہنے کی جگہ ظاہری عبودیت کے اظہار کے لئے جس کا مشاہدہ ہوتا ہے' صدق سے تھی —— آپ نے ایسی عبودیت کا اظہار نہیں فرمایا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ثابت کرنے کے لئے والذی جاء بالصدق و صدق به —— اس آیت شریف کی تفسیر میں اکثر

مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ۔

☆ الذی جاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
☆ بعض کے نزدیک الذی صدق بہ آپ ہیں۔
☆ الذی صدق بہ مومنین ہیں۔
☆ الذی صدق بہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔
☆ الذی صدق بہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔
☆ اور اس کے سوا کہا گیا ہے جیسا کہ شفائے قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں ہے

اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر کے درمیان اختیار دیا گیا کہ

☆ آپ نبی بادشاہ ہوں —— یعنی نبوت کے ساتھ آپ کی ملوکانہ شان لشکروں' بہت سے گھڑ سواروں اور خدمت گزاروں اور عالی شان مکانوں اور دربانوں سے ہو'
☆ یا آپ نبی عبد ہوں۔

آپ نے یہ اختیار فرمایا کہ میں نبی عبد رہوں —— لہٰذا آپ نے کامل شے کو اختیار کیا —— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے:

لاتطرونی کما اطرت النصاری عیسیٰ و لکن قولوا عبداللہ و رسولہ

یعنی "تم لوگ میری مدح میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کرو کہ اس طور سے کہو جو میرے لائق نہیں ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نصاریٰ نے بے حد مبالغہ کیا ہے کہ ان کے حق میں انہوں نے جھوٹ کہا ہے کہ ابن اللہ اور الٰہ ہیں —— اور اس کے سوا کہا ہے یہ ان کا بہتان ہے —— لیکن تم لوگ مجھے عبداللہ کہو' رسول کہو' جو بات نصاریٰ نے کہی ہے' وہ نہ کہو"۔

عبدیت اور رسالت سے جو امر آپ کے لئے ثابت تھا' آپ نے اسے ثابت کیا ہے —— اور اللہ تعالیٰ کے لئے آپ نے وہ شے تسلیم نہیں کی ہے جو آپ کے لئے تھی' —— اور آپ نے وہ شے تسلیم نہیں کی جو اس کے سوا تھی' انہی امور سے ہے جو ذکر کئے گئے ہیں۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح ہر ایک شخص سے مطلوب ہے —— آپ نے خود اپنی مدح سنی ہے اور اس پر صلہ دیا ہے' باوجود اس کے کہ کوئی آپ کی مدح کے مراتب پر نہیں پہنچتا ہے' جیسا کہ قائل نے کہا ہے

لا یبلغ الواصف المطری مدایحہ وان یکن محسنا فی کل ما وصفا

اور عبد کے لئے سزاوار نہیں ہے مگر عبد کا نام اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو عبداللہ احب اسما ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

☆ احب الاسماء الی اللہ عبداللہ و عبدالرحمن ـــــ (مسلم)

☆ احب الاسماء الی اللہ ما تعبد لہ ـــــ (طبرانی)

☆ اذا سمیتم فعبدوا ـــــ (طبرانی)

☆ خیر الاسماء ماحمد و ما عبد ـــــ (امام سخاوی)

واللہ الحمد علی ما انعم اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۔

العبد :

یہ اسم شریف سبحان الذی اسریٰ بعبدہ سے ماخوذ ہے' اس لئے کہ آپ عبودیت میں کامل ہیں۔

العدل :

اس اسم کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے ـــــ یہ اصل میں مصدر ہے ـــــ یہ اللہ کریم کے اسماء سے ہے ـــــ اس کا معنی :

☆ شہادت میں کافی متدین ـــــ یا مستقیم'

☆ عدل میں مبالغہ کرنے والا' جور کی ضد ـــــ یا

☆ استقامت میں اس کی غایات کی انتہا ـــــ یا

☆ جس چیز کا ارادہ کرے' وہ اس کا کرنے والا ہے' اور اس کا حکم اس کے بندوں میں ماضی ہے یعنی گزرنے والا ہے' کسی کے روکے سے رک نہیں سکتا۔

العربی :

حسن بن عرفہ نے روایت کی ہے کہ حدیث معراج میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا :

مرحبا یا نبی العربی ـــــ آپ کو خلاف عجم عرب کی طرف منسوب کیا۔

العروۃ الوثقیٰ

ابوعبدالرحمن سلمی نے بعض علماء سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حکایت کیا ہے' فمن یکفر بالطاغوت و یؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ ـــــ عروہ وثقیٰ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ـــــ اس لئے کہ آپ دین میں مضبوط اور محکم گرہ ہیں ـــــ اور آپ وہ سبب ہیں جو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے ـــــ

اس میں استعارہ تصریحیہ تمثیلیہ ہے۔ اس لئے کہ جو شخص آپ کا اتباع کرتا ہے وہ گمراہی کے گڑھے میں نہیں گرتا ہے۔ جیسے کہ جو شخص مضبوط رسی کو پکڑ کر مہالک کی پستی سے اوپر چڑھتا ہے' وہ گڑھے سے نکل آتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا :

☆ دین میں واثق' محکم گرہ' یا

☆ وہ سبب جو موصل الی اللہ ہو۔

العزیز :

آپ کا یہ اسم شریف اسمائے حسنٰی سے ہے۔ اس کا معنٰی :

☆ اللہ تعالیٰ کے حق میں ممتنع (منع کرنے والا) جو نہ پایا جائے —— یا

☆ اللہ تعالیٰ کے حق میں غالب' اس کے بندہ اور رسول کے حق میں غالب —— یا

☆ جلیل القدر' جلالت قدر —— یا

☆ وہ شخص جس کی نظیر اور مثل نہ ہو اور کوئی سے اس کے برابر نہ ہو —— یا

☆ دوسرے کو عزت دینے والا۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اس اسم کے لئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔ **وللہ العزۃ ولرسولہ** کے ساتھ استدلال کیا ہے —— چنانچہ یہ جائز ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصف **عزیز** اور **معز** سے کیا جائے کہ آپ کے سبب دوسروں کو عزت حاصل ہوتی ہے —— اور کہنے والے کو یہ جائز ہے کہ یہ کہے کہ یہ لفظ "عزت" اور مومنوں کو بھی شامل ہے' اس لئے کہ اس کا عطف مومنوں کو شامل ہے۔ اور قرآن مجید میں صریح طور سے آیا ہے۔

لہٰذا اس وصف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص نہیں ہے اور وصف سے غرض آپ کا اختصاص ہے —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عزت کے ساتھ اختصاص اس درجہ سے ہے کہ آپ کے غیر کے لئے وہ عزت نہیں ہے —— اور یہ کہ عزت کے ساتھ مومنوں کا ذکر تبعاً ہے۔ مومنوں کی عزت فقط آپ کی عزت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے۔

العفو :

عافی کی مثل ہے لیکن یہ اس سے زیادہ مبالغہ رکھتا ہے کہ اس میں کثرت اور تکرار پر دلالت ہے —— عافی' عفو کی اصل پر ہے —— آپ عفو میں لوگوں سے بڑھ کر ہیں۔ اور زیادہ تجاوز فرماتے ہیں اس لئے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے —— یہ اسم مبارک قرآن شریف' تورات اور انجیل میں آپ کی صفات سے ہے —— اس معنی عفو سیئات میں مبالغہ کرنے والے گناہوں کا عفو کرنا' ان کا مٹا دینا اور ان کا ازالہ —— اس لئے کہا گیا ہے کہ **عفو غفور** سے زیادہ بلیغ ہے —— **غفور**' **غفر** سے نکلا ہے' اور اس کا معنی چھپانا ہے نہ گناہ کا دور کرنا۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں کہا ہے :

عفو عن الزلات یقبل عذرھم فان احسنوا فاللہ بالخیر اجود

العطوف :

بمعنی شفوق —— امت پر آپ کی شفقت کثرت سے تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کثرت سے رافت و رحمت و مہربانی

کی شدت) کثرت سے فرماتے تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ:

عطوف علیهم لایثنی جناحه — الی کنف یحنو علیهم و یمهد

شامی نے عطوف کی اس طور پر تصریح کی ہے —— عطوف شفوق کے معنی میں مجازا ہے چنانچہ یہ کہا ہے کہ عطوف عطف سے صفت مشبہ ہے —— اس کا معنی ہے مڑ جانا' دوہرا ہو جانا —— عرب لوگ کہتے ہیں عطف الخصن یعنی شاخ مڑ گئی اور دوہری ہوگئی —— پھر اس کا استعارہ میل کے لئے کیا گیا اور شفقت کے لئے۔ جس وقت یہ علی کے ساتھ متعدی کیا جائے اور اگر عن کے ساتھ متعدی کیا جائے گا تو اس کا معنی میل اور شفقت کے برعکس ہوگا۔

العلیم :

یہ صیغہ اسم فاعل کے مبالغہ کے لئے ہے —— وہ شخص جسے کمال علم ہو اور علم کا ثبات ہو —— عالم اور علیم دونوں۔ اسم ان اسماء سے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام رکھا ہے —— یہ دونوں اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہیں۔

آپ کا یہ اسم شریف اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ نے علم کو گھیر لیا ہے اور آپ اس پر اس طور سے حاوی ہوئے ہیں کہ:

- ☆ ملکوت آسمان اور زمین پر آپ کو اطلاع ہوئی تھی۔
- ☆ آپ پر مغیبات کا کشف ہوا تھا'
- ☆ آپ کو اولین و آخرین کا علم دیا گیا تھا'
- ☆ جو شے کتب منزلہ سماوی میں ہے'
- ☆ حکما کی حکمتیں ماضی میں ہونے والی امتوں کی سیرتیں'
- ☆ لغات عرب اور ان کے غریب الفاظ اور ان کی اقسام فصاحت'
- ☆ ان کے ایام اور ان کے امثال'
- ☆ انکے احکام' اور ان کے اشعار کے معانی مع اپنے کلمات کے جو فنون علوم میں ہیں' آپ نے حفظ کئے تھے۔

العلی :

یہ اسم شریف اسماء الحسنٰی سے ہے —— بہ وزن فعیل علو سے مشتق ہے —— علوی مرتبہ میں یہ اس حیثیت سے ہے کہ کوئی رتبہ اس سے بڑھ کر نہیں —— یہ اسم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ایسا ہی ہے لیکن اس رتبہ پر حمل کیا جاتا ہے جو بشر کے لائق ہے۔

العلامة :

بمعنی شاہد —— اور وہ علم جس سے رہنمائی ہوتی ہے۔ اور اس سے راستہ پر استدلال کیا جاتا ہے —— آپ کا یہ اسم

اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ طریق ہدایت پر دلیل ہیں۔

العز :

یعنی کل عزت' اس میں جو عزتیں جمع ہوں —— ہر عزت آپ کی عزت کے سبب سے ہے —— یہ لفظ بہ غین معجمہ و رای جمع اعزعزہ سے ہے —— اس کا معنی خیار الخلق' اکرم انبیاء اور مرسلین ملائکہ ہے —— اس لئے آدم علیہ السلام اور ان جو لوگ ہیں' آپ کے جھنڈے کے نیچے ہیں —— یا عز سے آپ کی امت مراد ہے۔

الکریم :

امام الحسین بن محمد الدامغانی نے اپنی کتاب ''شوق العروس'' اور ''انس النفوس'' اور ایسا ہی ابن جوزی نے ''تبصرہ'' میں ذکر ہے —— ان دونوں علماء نے کعب الاحیار سے نقل کیا ہے —— کعب الاحبار سابقہ کتب کے عالم تھے' انہوں نے بیان کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف اہل جنت کے نزدیک عبدالکریم ہے —— اس لئے کہ آپ وہ ہیں منوں کو جنت میں پہنچائیں گے —— اللہ تعالیٰ جنت میں ان کی تکریم اس سے شے کرے گا کہ آنکھ نے اس شے کو نہیں ہے اور نہ کان نے اسے سنا ہے' نہ ہی اس شے نے کسی بشر کے دل میں خطرہ کیا ہے —— وہ ذات وہ ہستی حضرت محمد صلی الی علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ اپنی شفاعت کے سبب قضا کے اس فعل میں برگزیدہ ہیں' جس سے روسا اپنے آپ کو باہر نکال گے —— یعنی ان کا منصب فصل قضا نہ ہوگا' اس لئے وہ علیحدہ ہو جائیں گے —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ کھلنے کی ابتداء ہیں ..... اللہ تعالیٰ جنت میں آپ کا وہ اکرام کرے گا جس کی شریک کوئی شے نہیں ہے۔

الجبار :

آپ کا یہ اسم شریف اہل دوزخ کے نزدیک ہے —— اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ پر جبر اور قہر ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے کہا ہے۔ اس وجہ سے کہ اہل دوزخ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی ہے' اور ان انبیاء کرام علیہم السلام مخالفت کی ہے۔ جو آپ سے پہلے آئے تھے —— ایک نبی کو جھٹلانا تمام انبیاء کو جھٹلانا ہے —— ارشاد باری ہے:

کذبت قوم نوح المرسلین

عبدالحمید :

اہل عرش کے نزدیک آپ کا اسم شریف عبدالحمید ہے —— آپ کو معراج ہوئی' آپ اللہ تعالیٰ کی طرف گئے' اس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ ملائکہ کو آپ کی رویت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوئی۔ ملائکہ نے حمد کی۔ اس سبب سے یہ اسم شریف ہے۔

عبدالمجید :

آپ کا اسم شریف جملہ ملائکہ کے نزدیک عبدالمجید ہے۔ تمام ملائکہ اللہ تعالیٰ کی تمجید کرتے ہیں۔ اور ایک نوع سے

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ...... اللہ کریم نے تمام فرشتوں کو آپ کے لئے جمع کیا۔

عبدالوھاب :

آپ کا اسم شریف انبیاء کرام علیہم السلام کے نزدیک عبدالوھاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت آیات بینات عطا کی ہیں۔ پھر آپ کو وہ سب چیزیں عطا کیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کی تھیں اور ان پر آپ کے در بلند کیا۔

عبدالقھار :

شیاطین کے نزدیک آپ کا اسم شریف عبدالقھار ہے ــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے سبب شیاطین کو مقہور کیا اور ذلیل کیا ہے ــــ شیاطین کو استراق سمع سے منع کیا ہے' اس کے سوا اور امور بھی ہیں۔

عبدالرحیم :

جنوں کے نزدیک آپ کا اسم شریف عبدالرحیم ہے ــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے سبب جنوں پر رحم کیا ــــ ان کو اعمال شاقہ کی تکلیف نہیں دی۔ جیسے محاریب اور تماثیل وہ بناتے تھے' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں انواع مشقت کرتے تھے۔ آپ کی برکت نے کثیر جنوں کو اپنی لپیٹ میں لیا' وہ آپ پر ایمان لے آئے۔

عبدالخالق :

پہاڑوں میں آپ کا اسم شریف عبدالخالق ہے ــــ وہ اللہ تعالیٰ جس نے آپ کو بشر پیدا کیا نہ اور بشروں کی مانند' پہاڑوں کو زمین پیدا کیا ہے نہ زمین کے مانند۔

عبدالقادر :

زمین میں آپ کا اسم مبارک عبدالقادر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جس کی قدرت سے یہ ہے کہ جس نے بر میں (خشکی میں) س الاولین و آلاخرین کو پیدا کیا ہے۔

عبدالمھیمن :

دریا میں آپ کا اسم شریف عبدالمھیمن ہے ــــ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اجل ہے جو امن دینے میں بحر اس طور ہے کہ اس کے خطرات کا شمار نہیں ہو سکتا' اور اللہ تعالیٰ بحر کا حافظ ہے۔

عبدالقدوس :

دریا کی مچھلیوں کے نزدیک آپ کا نام مبارک عبدالقدوس ہے ــــ اگرچہ مچھلیوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس کثرت سے کی ہے ــــ یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہی مچھلی شکار ہوتی ہے جو ذکر و تسبیح سے غافل ہو جاتی ہے ــــ مچھلیوں کی تسبیح آنحضر

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تقدیس کے مقابلہ میں کوئی شے نہیں ہے۔

الغیاث :

ہوام کے نزدیک آپ کا اسم شریف **عبدالغیاث** ہے—— غیاث وہ ہے جس نے آپ کی برکت سے ہوام وغیرہ کی ایذا وگوں کی فریاد رسی کی ہے—— پھر اللہ تعالیٰ نے ان ہوام کی فریاد رسی اس طور سے کی ہے کہ ہوام کا رزق آپ کی برکت ہوام کے مسخر کیا ہے—— (ہوام بمعنی شیر' درندہ)

الرزاق :

آپ کا اسم مبارک وحوش یعنی جنگلی جانوروں کے نزدیک **عبدالرزاق** ہے—— رزآق وہ ہے کہ آپ کی برکت سے کہ آپ رحمت اللعالمین ہیں' پرندوں کو رزق دیتا ہے۔

السلام :

آپ کا اسم مبارک سباع یعنی درندوں کے نزدیک **عبدالسلام** ہے—— سلام وہ ہے جس نے لوگوں کو ان کے دشمنوں سلامت رکھا ہے۔

المؤمن :

(بہائم) چوپایوں کے نزدیک آپ کا اسم شریف **عبدالمؤمن** ہے—— اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اجل ہے جو امن دیتے —— بہائم کی تسخیر اللہ تعالیٰ سے ہے۔

الغفار :

پرندوں کے نزدیک آپ کا اس شریف **عبدالغفار** ہے—— غفار وہ ہے کہ گناہگاروں کی مغفرت کرتا ہے اور گناہوں کو پاتا ہے اور ان سے اقوی ہے جو اپنے انڈوں اور اپنے بچوں کو اپنے بازوؤں سے چھپاتے ہیں——

یہ اسرائیلیات سے ہے۔ مصنف نے اس جگہ اڑتالیس (۴۸) اسمائے شریفہ ذکر کئے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء سے اسم ہیں اور شامی نے یہ اضافہ کیا ہے۔

عارف :

اس کا معنی صبور ہے جیسا کہ صحاح میں ہے—— یا اس کا معنی ہے عالم—— لغت میں اس کے معنی ہیں پہچاننے والا' شناس۔

عاضد:

اس کا معنی معین ہے—— یہ اسم فاعل ہے عضد سے—— جس وقت کسی کی اعانت کی جائے تو کہا جاتا ہے عضد' اصل اس

کی بازو کا پکڑنا یعنی الاخذ بالعضد ہے پھر معین کے لئے استعارہ کیا گیا ہے —— کہا جاتا ہے عضد تہ یعنی اخذت بعـ
و قویة

العایل :

بمعنی فقیر —— اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ووجدك عایلا فاغنیٰ

یعنی اس طور پر غنی کیا کہ غنیمتیں عنایت کیں —— یا یہ معنی کہ آپ کا دل غنی کیا —— غنا کے بعد اپ کا نام غایل ـ
میں نظیر ہے۔ اس لئے کہ عایل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کیا —— عایل کا وصف آپ سے زائل ہو گیا۔ ـ
کے ساتھ آپ کا وصف جائز نہیں ہے۔

العصمة :

وہ شخص جس کے وسیلہ کی رسی کو اولیاء اللہ پکڑیں اور اس کے دائرہ امن میں عاصی لوگ پناہ ڈھونڈیں —— عصمـ
عاصم ہے۔ جیسے رجل عدل کہتے ہیں یعنی رجل عادل —— یا بمعنی معصوم اسم مفعول عصمت سے ہے۔ جیسے لقمہ بمعنی ملقوم
اس کی حقیقت جیسے کہ مواقف میں ہے۔ کل انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں کوئی گناہ پیدا نہیں کرتا

عصمة الله :

مسند فردوس بلاسند حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ

انا عصمة الله انا حجة الله

العفیف :

شر اور مکروہ سے کفایت کرنے والا —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعف الناس ہیں اور عفت سے موـ
ہیں —— لغت میں پارسا، نیکوکار ہے۔

العلم :

بہ فتحتین — جس کے ساتھ ہدایت کی جائے۔

العماد :

وہ سید جس پر اعتماد کیا گیا ہو —— عمد سے ہے بمعنی ارادے والا، اعتبار والا، اعتماد والا۔

العمدة :

بمعنی شجاع، بہادر، اطاعت کیا گیا۔

العین :

بالاشتراک باصرہ پر اطلاق کیا جاتا ہے—— عین' آنکھ اور سونے وغیرہ کو بھی کہتے ہیں' اس لئے بالاشتراک کہا ہے—— جن اشیاء میں اشتراک ہے اس کی تفصیل کی جاتی ہے—— آپ کا نام اس لئے عین ہے کہ ہدایت کے طریقوں سے آپ امت کی بصر ہیں—— یا اس امت کا شرف آپ کے سبب

☆ عین کا اطلاق سونے اور ہر ایک اچھی چیز پر کیا جاتا ہے۔
آپ اشرف الانبیاء اور ان سے افضل ہیں—— یہ اس معنی سے استعمال کیا گیا ہے فلان عین الناس ۔

☆ اس کا معنی لوگوں کا خیار اور اس کا اطلاق سید پر کیا جاتا ہے—— آپ سید الناس ہیں اور اپنی قوم کے کبیر ہیں۔
آپ اجل الخلق اور ان سے اعظم ہیں——

☆ انسان پر عین کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسے عرب کہتے ہیں مابها عين یعنی اس جگہ کوئی نہیں ہے—— یہ خاص کا تسمیہ باسم عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے اشرف ہیں—— اور

☆ جاری پانی پر عین کا اطلاق کیا جاتا ہے—— آپ فی نفسہ طاہر ہیں۔ آپ غیر کو پاک کرنے والے ہیں—— اور

☆ عین کا اطلاق لوگوں کی جماعت پر کیا جاتا ہے—— آپ کی مہابت اور شدتِ جلالت سے آپ کا یہ نام ہے
—— اور'

☆ عین کا اطلاق پانی کے چشمہ پر کیا جاتا ہے—— آپ کو علو اور شرف ہے اور آپ سے نفع کثیر ہے۔

حرف الغین

(سید الغیاثین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف غین سے شروع ہوتے ہیں)

الغالب :

اس کا معنی قاہر ہے—— غلبہ سے اسم فاعل ہے—— غلبہ قہر کو کہتے ہیں—— یہ اسم اسمائے الٰہیہ سے ہے—— اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی مخلوق سے اپنی مراد کو پہنچنے والا' وہ مخلوق اس کو دوست رکھے یا کراہیت کرے۔

الغفور :

یہ اسم مبارک تورات میں آپ کی صفات سے ہے:

ولكن يعفو ويغفر

''آپ عفو کرتے ہیں اور مغفرت فرماتے ہیں —— یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ اس کا معنی ہے غفار یعنی غفار الذنوب گناہوں کو معاف کرنے والا ان لوگوں کا جو مومنوں سے ہیں اور گناہ کا ارادہ کرتے ہیں' ان کے گناہ چھپاتا ہے —— اور عقوبت کرنے سے ان گناہوں کو ظاہر نہیں کرتا' اگر عقوبت (سزا) دے تو گناہوں کا اظہار ہو جائے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غفور اس قسم مبالغہ سے خبر دیتا ہے جو غفار میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ لفظ غفار مکرر مغفرت کی خبر دیتا ہے۔ مغفرت کی کثرت اس سے مفہوم ہوتی ہے اور

☆ لفظ غفور مغفرت کے کمال اور وجود سے خبر دیتا ہے' اس کا معنی کامل الغفران ہے۔ یہاں تک کہ وہ مغفرت کے درجات کے انتہا کو پہنچتا ہے۔

☆ ابن طلحہ نحوی نے کہا ہے کہ مبالغہ کے صیغے متفاوت ہوتے ہیں —— غفور اس شخص کے لئے ہے جس سے فعل مغفرت کثرت سے صادر ہو۔ اور غفار بہ وزن فعال اس شخص کے لئے ہے' جس کے لئے فعل مغفرت طبیعت کی مانند ہو گیا ہو۔

الغنی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

ووجدك عائلا فاغنیٰ - ——

غنا سے ہے- اس کا معنی :

☆ ارتفاع الحاجات ہے۔ اور یہ کسی کے لئے نہیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

☆ قلت حاجات بھی اس کا معنی ہے۔ جیسے ارشاد نبوی ہے :

الغنی غنی النفس ''یعنی غنا قلت حاجت ہے''۔

یہ نفس کی بے پروائی اور عدم طلب اسباب سے ظاہر ہوتا ہے اور۔

☆ غنی کثرت مال کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے ارشاد باری ہے:

ومن کان غنیا فلیس تعفف —— غنی اللہ تعالیٰ کے اسما سے ہے

☆ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ذات جو کسی شے کی طرف محتاج نہیں ہوتی' اور ہر ایک شے اس کی طرف محتاج ہے۔

☆ امام غزالی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غنی کا معنی خلق میں یہ ہے کہ وہ شخص جسے کوئی حاجت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی حاجت ہے —— ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہی تھے۔

الغنی باللہ :

اللہ تعالیٰ کے ماسویٰ سے آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غنی ہیں۔

الغوث :

وہ نصرت دینے والا جس سے سختیوں اور مصیبتوں میں استغاثہ کیا جائے —— اور حادثوں اور دشواریوں میں اس سے (استعانت) مدد چاہی جائے۔

الغیث الغیاث :

یہ شامی نے اضافہ کیا ہے۔ اس کا معنی ہے واسع الاخلاق اور حلیم الطبع۔

الغطمطم :

یہ شامی نے اضافہ کیا ہے —— اس کا معنی ہے: واسع الاخلاق اور حلیم الطبع۔

حرف الفاء

(فاتح اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف ف سے شروع ہوتے ہیں)

الفاتح :

یہ اسم اسمائے الٰہی سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وانت خیر الفاتحین ''اور آپ بہترین فاتح ہیں''

ثم یفتح بیننا بالحق ''پھر فتح دی گئی ہم کو حق کے ساتھ''

آپ کا اسم شریف فاتح اور خاتم اس لئے ہے کہ حدیث معراج شریف میں حضرت ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق سے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ انہوں نے کلام الٰہی میں جو آپ سے معراج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وجعلنك فاتحا و خاتما میں آپ کو خاتم الانبیاء اور ان کا آخر کہا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث معراج میں ارشاد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وجعلنی خاتما و فاتحا۔ اور آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب ہدایات کے دروازہ کو اس کے بعد کھول دیا ہے کہ مقفل تھا —— اور آپ کے سبب کفر کے شہروں کو فتح کر لیا —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ نبوت میں مکہ، خیبر، مدینہ، بحرین اور کل جزیرہ عرب اور یمن کی کل سرزمین فتح ہوئی —— اور مجوس ہجر اور بعض اطراف شام سے آپ نے جزیہ لیا —— ہرقل، مقوقش، ملوک عمان اور اس نجاشی نے جو اصحمہ کے بعد بادشاہ ہوا تھا، آپ کو تحفے بھیجے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بصرہ، دمشق اور بلاد حوران فتح ہوئے —— پھر حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بلاد شام کل' مصر اور فارس کی اکثر اقلیم فتح ہوئی اور کسریٰ نے شکست کھائی اور اپنی مملکت کے انتہا میں بھاگ گیا۔ جبکہ ہرقل قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مدائن العراق' خراسان' اہواز اور بلاد مغرب تمام اور بلاد مشرق سے انتہا بلاد چین تک فتح ہوئے' کسریٰ قتل کیا گیا۔ اور اس کا ملک بالکل ہلاک ہو گیا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد روم وغیرہ ملکوں کی طرف ہمیشہ فتوحات ہوتی رہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب اللہ تعالیٰ نے جنت کے دروازے دنیا میں مجازاً اور یوم قیامت میں حقیقتاً کھولے —— اور آپ ہی کے سبب اندھی آنکھوں اور بہرے کانوں کو کھول دیا ہے —— جن دلون پر غفلت اور گمراہی کے پردے پڑے تھے وہ ہٹا دیئے گئے' یعنی کفر کے سبب ہدایت کا راستہ نہیں دیکھ پاتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی روشن آیات دیکھیں —— اور حق کو نہیں سنتے تھے پھر حق کو سنا اور مطیع ہو گئے —— دلوں میں حق بات اثر نہیں کرتی تھی' ان کے دل حق قبول کرنے کے لئے منور ہو گئے اور حق کو دلوں میں محفوظ رکھا۔

الفارقلیط :

بارقلیط کے تحت اس کے بارے میں گزشتہ صفحات پر تفصیل آ چکی ہے۔

الفارق :

عرفی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف زبور میں ہے —— اس کا معنی یہ ہے کہ حق اور باطل کے درمیان آپ فرق کرنے والے ہیں —— عبدالباسط البلقینی نے کہا ہے کہ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے —— فارق اسم فاعل فرق سے ہے —— فرق کا معنی فصل اور ظاہر کرتا ہے۔

الفتاح :

بمعنی فاتح ہے۔ مگر یہ فاتح سے ابلغ ہے —— یا بمعنی ناصر ہے اور اسی سے ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح ہے۔ یعنی نصرت —— یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے —— اس کا معنی

☆ وہ پاک ذات جو عیاں کے سبب وجوہ نعم کو بند نہیں کرتا ہے —— اور نسیان سے ایصال رحمت کو ترک نہیں کرتا ہے —— یا

☆ وہ پاک ذات کہ نفوس پر اپنی توفیق کا دروازہ کھولتا ہے اور قلوب پر اپنی تحقیق کا باب کشادہ کرتا ہے —— یا

☆ وہ پاک ذات کہ اپنی عنایت سے ہر ایک دشواری کو کھولتا ہے اور اپنی ہدایت سے ہر ایک مشکل کو کشائش دیتا ہے۔

الفاروق :

حق اور باطل کے درمیان کثیر الفرق کرنے والا۔

الفجر :

یعنی آپ سے ایمان جاری ہوتا ہے۔

الفرط :

بہ فتح رائے مہملہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

انافرط لکم انا شهيد عليكم۔ میں تمہارے لئے فرط ہوں اور تم پر گواہ ہوں

اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے—— فرط اس شخص کو کہتے ہیں کہ پہلے پانی کی طرف پہنچ کر واردین کے لئے حوض مہیا کرے اور ان کو پانی پلا دے اور وہ سیراب ہوں—— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے لئے ضرب المثل کے طور پر فرمایا ہے کہ جو اپنے اصحاب سے آگے پہنچے اور انہیں جس شے کی حاجت ہو وہ ان کے لئے مہیا کرے—— ابوعبیدہ علیہ الرحمہ نے اس کی تفسیر ایسی ہی کی ہے اس کی موافقت مسلم کی یہ روایت کرتی ہے: بانا الفرط على الحوض

اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے آگے رہوں گا اور تم لوگ میرے پیچھے ہو گے—— یعنی آپ اپنی امت سے مقدم ہوں گے اور ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

الفصیح :

فصاحت سے بہ وزن فعیل ہے۔ لغت میں اس کا معنی بیان ہے اور

☆ اصطلاح میں اس کا معنی کلام کا صنعت تالیف اور تنافر کلمات اور تعقید سے خالص ہونا—— یہ تعریف معنی کے اعتبار سے ہے۔

☆ لیکن لفظ کے اعتبار سے یہ معنی ہے کہ وہ فصحاء جن کی عربیت پر وثوق ہو وہ لفظ ان کی زبانوں پر ہو۔

فضل اللہ :

اس کا معنی اس ارشاد باری سے ہے:

ولولا فضل الله عليكم و رحمته لا تبعتم الشيطان الا قليلا

یعنی "اگر تم پر اللہ کا فضل و رحمت نہ ہوتا تو سوائے چند نفوس کے تمہاری اکثریت ابلیس کی پیروی کرتی"۔

یہ اس قول میں ہے جسے ماوردی نے حکایت کیا ہے۔

فواتح النور :

یعنی علوم کثیرہ کے مظہر—— گویا ہر ایک علم کا اظہار فتح ہے اور جمع کے صیغہ سے تعبیر کیا ہے——

مصنف نے دس اسمائے شریف شمار کئے ہیں جن میں سے دو اسمائے الٰہی ہیں۔ شامی نے یہ اضافہ کیا ہے:

الفاضل:

اس کا معنی حسن کامل، عالم ـــــ اس لئے کہ فضل علم کے معنی میں وارد ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ولقد اتینا داؤد منافضلا ''بے شک ہم نے داؤد کو افضلیت دی''۔ یعنی علم دیا۔

الفایق:

ہر ایک سے خیار ـــــ آپ خیار خلق ہیں۔

الفخر:

بمعنی عظیم وجلیل

الفدعم:

بہ وزن جعفر، حسن جمیل

الفرد:

یعنی اپنی صفات جمیلہ میں منفرد

الفضل:

بمعنی احسان ـــــ آپ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور منت ہیں۔ بلکہ اس امت کے غیر پر آپ فضل اور منت الٰہی ہیں ـــــ یا بمعنی فاضل کہ شریف اور کامل کو کہتے ہیں۔

الفطن:

بمعنی حاذق، فطنت سے بمعنی فہم ـــــ آپ بہ طریق فیض حاذق ہیں یا بدون اکتساب حاذق۔

الفلاح:

عزفی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف زبور میں ہے اور اس کی تفسیر **یمحق اللہ بہ الباطل** ہے۔ یعنی ''اللہ ان کی وجہ سے باطل مٹا دے گا''۔

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے گویا یہ اسم غیر عربی ہے۔ اس لئے کہ فلاح کا معنی ازروئے لغت ''فوز اور نجاح'' ہے۔ ـــــ امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کلام عرب میں زیادہ جامع خیر لفظ ''فلاح'' سے کوئی لفظ نہیں ہے ـــــ اور یہ بعید نہیں ہے کہ یہ لفظ ''فلاح'' عربی ہو ـــــ

☆ آپ کا نام فلاح اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ میں خیر کے وہ خصائل جمع ہیں کہ اپ کے غیر میں جمع نہیں ہوئے
—— یا
☆ آپ کا نام فلاح اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ فلاح کا سبب ہیں۔

الفہم :

کثیف سریع فہم —— از روئے لغت اس کا معنی یہ ہے کہ شے کا علم اور اس کا فرمان قلب سے رکھتا ہو۔

فئة المسلمین :

اس اسم شریف کو اام سیوطی علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے لیا ہے:

انا فئة المسلمین ''میں مسلمانوں کے لئے سایہ ہوں''

اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن حدیث کہا ہے۔

حرف القاف

(سرکار قاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف ق سے شروع ہوتے ہیں)

القاسم :

وہ شخص جو امور کو اپنی حیات میں تقسیم کرے اور عطا کرنے والا —— قسم سے اسم فاعل ہے —— اس کا معنی ہے عطا۔
بخاری علیہ الرحمہ نے مرفوعاً روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

اما انا قاسم و اللہ معطی ''میں عطا کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے''۔

القاضی :

بمعنی حاکم۔ قاضی، قضا سے اسم فاعل ہے۔ قضا فعل امر کو کہتے ہیں —— آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کے خصائص سے یہ ہے کہ آپ بلا دعویٰ اور بلا بینہ حکم دینے والے ہیں —— یہ ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے اور مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

وان یحکم لنفسه و لده تقبل شهادة من شهدله کما فی قصة خزیمه ولا یکره له القضاء ولا الافتاء فی حال غضبه بعصمة

آپ کو یہ سزاوار ہے کہ اپنے نفس اور اپنی اولاد کے لئے حکم کریں' اور جو شخص آپ کی سہادت دے اس کی شہادت قبول کی جائے۔ جیسا کہ خیمہ کے قصہ میں ہے ---- اور آپ غضب کی حالت میں حکم دیں یا فتویٰ دیں' آپ کا فتویٰ اور حکم غضب کی حالت میں مکروہ نہ سمجھا جائے گا اس لئے کہ آپ خطا سے معصوم ہیں۔

القانت :

بمعنی طائع ---- قنوت سے اسم فعال ہے ---- اس کا معنی لزوم طاعت خشوع کے ساتھ ---- یا قانت بمعنی خاشع ---- یا اپنی نماز میں طویل القیام۔

قائد الخیر :

امت کی طرف خیر کے جالب ---- یا امت کو خیر کی طرف کھینچ کر لانے اور امت کو خیر کی طرف ہدایت کرنے والے ---- اس اسم کو علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے لیا ہے: ---- قائدا لخیر جو آپ پر درود بھیجنے کی تعلیم کی حدیث میں ہے۔ یہ روایت ابن ماجہ میں ہے۔

قائد الغر :

غر کی جمع ہے جس گھوڑے کی پیشانی پر سفید داغ ہوا سے کہتے ہیں ---- المحجلین جن کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں۔ محجلین سے مراد آپ کی امت ہے۔ آپ جنت کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے ---- شیخین نے یہ روایت کی ہے:

ان امتی یدعون یوم القیامۃ غرالمحجلین من اثار الوضوء

''وضو کے آثار سے میری امت غر المحجلین کے نام سے بلائی جائے گی۔''

القائل:

بمعنی حاکم' اس لئے کہ آپ کا قول نافذ ہوتا ہے یا بمعنی محب ---- عرب کہتے ہیں :

قال بالشی ای احبہ واختص بہ

''کہا آپ کونسی چیز کو پسند کرتے ہیں اور اس کے ساتھ مخصوص ہوئے''

القائم :

بمعنی قیم

القتال :

ابن فارس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف تورات میں احمد الضحوك القتال ہے ---- آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ آپ کو جہاد پر حرص تھی' قتال کی

طرف آپ سرعت فرماتے تھے۔

القتول :

بمعنی قتال ــــ یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ جو توجیہہ دونوں میں سے ایک کے لئے صالح ہے وہی دوسرے کے لئے ہے۔

قثم :

بہ ضم و فتح شامی، مثلثہ جامع خیر ــــ جیسا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آپ کی جود وعطا کے سبب یہ اسم شریف ہے ــــ اس کا معنی ہے ''خیر کے لئے جامع'' ــــ آپ کی ذات مبارک میں خیر کی خصلتیں اور فضیلتیں تمام تھیں''۔

ابن جوزی نے کہا ہے کہ قثم سے یہ نام مشتق ہے۔ اس کا معنی عطا کرنا۔ عرب لوگ کہتے ہیں :

قثم له من العطا يقثيم : جس وقت عطا کرنے والا عطا کرتا ہے ــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عطا میں الخلق تھے اور کل مخلوق سے ہاتھ سے دینے میں زیادہ سخی تھے۔

القثوم :

کثم کی مثل ہے ــــ حربی نے مرفوعاً روایت کی ہے :

اتانی ملك فقال انت قثم و خلقك قيم و نفسك مطمئنة

''میرے پاس ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ آپ سخی ہیں اور آپ کو پیدا کیا نگہبان اور آپ کا نفس مطمئن ہے''۔

قدم صدق :

ارشاد باری تعالیٰ : **و بشر الذين امنو ان لهم قدم صدق** ۔

''اور مومنوں کو بشارت دو کہ ان کے لئے اچھی اولیت ہے''۔

اس آیت کریمہ کے پیش نظر زید بن اسلم وغیرہ نے کہا ہے کہ **قدم صدق** حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

القرشي :

قبیلہ قریش سے منسوب۔

القريب :

اللہ سے نزدیک ــــ ارشاد باری ہے : **ثم دنى فتدلى** یعنی ''پھر نزدیک بہت زیادہ نزدیک'' ــــ یا لوگوں سے نزدیک ــــ آپ کی تواضع کے اعتبار سے آپ کا یہ اسم شریف ہے ــــ یہ نام مبارک اسماء الحسنی سے ہے۔ فرمایا ہے :

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب

''جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں ان سے نزدیک ہوں۔''

یعنی علم سے قریب عباد ہے۔ عباد کے احوال سے کوئی شے اس پر مخفی نہیں ہے۔

القمر:

قمر چاند کو کہتے ہیں ــــ آپ کا اسم شریف قمر اس لئے ہے کہ آپ نے نور ہدایت سے کفر کی ظلمت دور کر دی ہے۔

القیم:

یائے تحتانی سے ــــ جیسا کہ دیلمی کے نزدیک جو حدیث میں روایت کیا گیا ہے ــــ اس کا معنی مکارم اخلاق کا جامع' اور اخلاق میں کامل یا بکھرے لوگوں کو جمع کرنے والے۔ ان کے درمیان اپنی تالیف سے اور ان کی پریشانیوں کو جمع کرنے والے' قیم بمعنی سید ہے۔ اس وجہ سے کہ لوگوں کے امور دین کے لئے وہ قیام کرتا ہے۔ جیسا کہ جرتیہ مصغر الاسدی نے کہا ہے کہ جس وقت آپ کے پاس آئے تھے ؎

بدلت دنیا بعد دین قدیذم	کنت من الذنب کافی فی ظلم
یاقیم الدین اقم نامستقیم	فان اصارف ما ثما فلن اثم

قیم کی یہ وجہ روایت کی ہے' اگر صحیح ہو ــــ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے شفا شریف میں کہا ہے کہ قیم کی جگہ قثم ہو۔ بہ ثاء مثلثہ۔ میں جس شے میں گمان کرتا ہوں اور قثم تفسیر کے ساتھ اشبہ ہے ــــ لیکن کتب انبیاء علیہ السلام میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی:

اللهم ابعث لنا محمد القیم السنة بعد الفترة

''اے اللہ! ہمارے لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما۔ جن کا سنت طریقہ فترت کے بعد قائم ہے''۔

قیم ۔ بمعنی قثم ہو گا یعنی مقیم السنة ــــ چنانچہ یہ قثم کا دوسرا اسم ہو گا ــــ قیم اسمائے الٰہی سے ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

انت قیم السموٰات والارض ''تو آسمان و زمین کا قائم رکھنے والا ہے''۔

ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قیم بمعنی قائم ہے اور اس سے ابلغ ہے ــــ اس کے بعد قیوم اور قیام کے درمیان فرق یہ ہے کہ یہ دونوں اسماء اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہیں۔ اس لئے کہ دونوں میں ابلغیت ہے' اور دونوں غیر مدح میں مستعمل نہیں ہوتے ہیں۔ بخلاف قیم کے کہ یہ غیر مدح میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

القوی:

صفت مشبہ ہے بمعنی شدید قدرت رکھنے والا ــــ یہ اسماء الحسنٰی سے ہے۔ اس کا معنی قادر ہے' جیسا کہ خطابی اور قاضی

یاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذی قوۃ ـــــ یعنی قرآن شریف کے نزدیک آپ ذی قوت ہیں۔ عند ذی العرش مکین ـــــ صاحب عرش کے نزدیک' مکین المنزلت ہیں۔ رفیع المحل ہیں ـــــ ایک روایت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور دوسری میں جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

ارشاد باری: ق والقرآن المجید کے بارے ابن عطا نے کہا ہے کہ اپنے حبیب کے قلب کی قوت کی میں قسم کھاتا ہوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ـــــ ق' اکتفا کے نہج پر ہے' جیسے کہ شاعر کا قول قلت لها قفی فقالت قاف ـــــ آپ کی قوت قلبی اس سبب سے ہے کہ آپ نے خطاب الٰہی کی برداشت کی۔ اور شب معراج میں آپ نے:

☆ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کیا ـــــ یا

☆ ملکوت کا مشاہدہ کیا ـــــ یا

☆ تجلیات قلبیہ کا مشاہدہ کیا۔

اور ان کا مشاہدہ آپ پر دشوار نہ ہوا کہ اس کی مثل کی برداشت سے آپ کو مانع ہوتا ـــــ اس لئے کہ آپ کے حال کو علو تھا۔ یعنی ثبات قلب میں آپ کا خاص مرتبہ تھا۔ اور آپ کی شان کو اس وجہ سے رفعت تھی کہ آپ کے قلب مبارک میں یقین راسخ تھا۔

اس تاویل میں جو بات ہے وہ مخفی نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اس بات کی آگاہی نہیں ہے کہ ق سے مراد آپ کے قلب کی قوت کی قسم نہیں ہے بلکہ اس کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی ہے ـــــ اور یہ امر ہے کہ لفظ ق یہ احتمال رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہی قسم کھائی ہو ـــــ ق سورت کا نام ہے یا پہاڑ کا نام ہے ـــــ مجرد لفظ جو مذکور معنی پر دلالت نہ کرے۔ قرآن مجید میں ایسی تاویل لائق نہیں ہے۔ شامی نے یہ اضافہ کیا ہے:

القاری:

یعنی کریم' جواد ـــــ قری سے اسم فال ہے۔ اس کا معنی مہمانوں کے لئے بذل کرنا۔

القائد:

وہ شخص کہ لوگوں کے آگے رہے۔ لوگ اس کے پیچھے ہوں ـــــ وہ انہیں ہدایت کے راستہ پر لے چلے' اور ہلاکت کے راستہ سے انہیں بچائے ـــــ ترمذی میں مرفوعاً روایت ہے:

وانا قائدهم اذا فزعوا قدمایا ''جب ان کے قدم ڈگمگائیں تو میں ان کا قائد ہوں''

آپ کا یہ اسم شریف تورات میں ہے۔ اس کا معنی ہے اوّل سابق

حرف الکاف

(کامل اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف کاف سے شروع ہوتے ہیں)

کافة للناس :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وما ارسلنك الا كافة للناس

زمخشری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رسالت عامہ ہے اور تمام لوگوں پر محیط ہے اس لئے کہ جس وقت رسالت ان کو شامل ہوگی تو ان کو اس بات سے کفایت کرے گی کہ کوئی شخص اس سے نکل نہ جائے۔

الکفیل :

وہ سید (سردار) جو اپنی قوم کے امور کا متکفل ہو اور ان کی شان کی اصلاح کرے۔

کفیل بوزن فعیل کفالت سے ہے:

☆ ضمان کے معنی میں آپ اپنی امت کے لئے اس امر کے متکفل ہیں کہ اس شفاعت سے فائز المرام ہوں اور نجات پائیں جو انکے لئے ذخیرہ رکھی گئی ہے —— یا

☆ کفیل بمعنی مفعول جیسے جریح اور کحیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نصرت اور ظفر کا تکفل کیا ہے —— یا

☆ بمعنی کفل بہ وزن طفل یعنی رحمت اور نعمت —— آپ خلق کے لئے رحمت ہیں اور حق سے ان کیلئے نعمت ہیں۔

الکامل فی جمیع امورہ :

یعنی آپ خلقت اور اخلاق میں کامل ہیں۔ اسی سے عبادات وغیرہ ہیں۔ آپ کا خلق تحقیق قرآن مجید ہے۔

الکریم :

اس کا معنی جواد کثیر خیر متفضل عفو یہ سب معانی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر صحیح ہیں ...... یہ اسم اسمائے الٰہی سے ہے ——

اس کا یہ معنی بھی ہے کہ وہ شخص جس نے اپنے نفس کو مکرم کیا ہے یعنی اپنے نفس کو آلودگی سے پاک کیا ہے کچھ مخالفت سے۔

کھیعص :

ابن وحید علیہ الرحمہ نے اسے آپ کے اسما میں ذکر کیا ہے —— جبکہ دیگر علماء نے اسے اسمائے الٰہی میں ذکر کیا ہے ——

پانچ اسما ہیں۔ایک اسم اسمائے الٰہیہ سے ہے۔

کاف :

تشدید کاف سے۔اس کا معنی وہ شخص جو لوگوں کو گناہ سے باز رکھے —— اس کا معنی مرسل الی الناس کافة نہیں ہے —— اس لئے کہ لفظ کافة سے فعل متصرف نہیں ہوتا ہے تاکہ اسم فاعل ہو۔ یہ ابن دحیہ نے بیان کیا ہے۔

کافة :

اس کا معنی جامع محیط اور ھا مبالغہ کے لئے ہے —— کف سے اسم فاعل ہے۔اس کا معنی ہے منع —— یا مصدر ہے جیسے افیت مصدر ہے۔

کافي :

کفایۃ سے اسم فاعل ہے —— اس کا معنی سد فقر اور حاجت اور امر میں مراد کو پہنچنا —— آپ نے اپنی امت کے خلل کو شفاعت سے روز حساب میں بند کر دیا ہے اور ان کو ان کی مراد پر پہنچایا ہے —— یا یہ معنی ہے کہ آپ نے اپنے دشمنوں کے شر کی کفایت کی ہے۔اس سے مکفی مراد ہے بفتح میم۔

الکثیر الصمت :

یعنی کم کلام کرنے والے جس سے نفع نہ پایا جائے۔

کندیدہ :

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف زبور میں ہے۔

الکنز :

اصل میں مال مراد ہے یا نفیس شے —— آپ کا یہ اسم شریف آپ کی نفاست کی وجہ سے ہے —— یا یہ معنی ہے کہ آپ کے سبب ہم کو دارین کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

الکوکب :

قوم کا سردار قوم کا شہسوار یا مشہور ستارہ —— آپ کا یہ اسم شریف اس لئے ہے کہ آپ کی شریعت واضح ہے۔اور آپ کی ملت کو بلندی ہے۔

حرف الام

(تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف ل سے شروع ہوتے ہیں)

اللسان :

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ قوم کی طرف کلام کرنے والے ہیں —— آپ کا یہ اسم شریف اس لئے کہ آپ کی زبان شدت بلاغت اور فصاحت سے گویا آپ کا مجموعہ ذات ہے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ارشاد :

واجعل لی لسان صدق فی الاخرین

سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں —— اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میری اولاد سے اس شخص کو میرا قائم مقام کر' کہ میرے مقام میں حق کے ساتھ قیام کرے اور حق پر رہبری کرے —— چنانچہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قبول کی گئی۔

اللبیب :

اس کا معنی فطن' عاقل' ذکی

اللسن :

بہ وزن کفت —— اس کا معنی فصیح' بلیغ' لوذعی' ذکی فصیح' تیز ذہن —— گویا اپنی ذکاوت کے بھڑکنے سے آگ کی تیزی رکھتا ہے اور اس سے لوگوں کو سوز و گداز ہوتا ہے۔

اللیث :

اس کا معنی شدید قوی ہے یا سید شجاع یا زبان آور فصیح و بلیغ۔

حرف المیم

(مفضل اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مقدس نام جو حرف میم سے شروع ہوتے ہیں)

الماجد :

مفضال کثیر جود یا حسن خلق' سماعت کرنیوالا۔ یا شریف —— مجد سے اسم فاعل ہے اس کا معنی شرف کی وسعت اور

شرت عواید کی —— ایاس بن سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

سمع الخليقه تاجد و كلام حق و فيه رحمة و نكال

ماجد اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ (امام غزالی علیہ الرحمہ) نے کہا ہے کہ ماجد اور مجید وہ شیف کہ لذاتہ ریف ہؤاس کے افعال حمیدہ ہوں۔ اس کی عطا جزیل ہو—— اس میں جلیل اور وہاب اور کریم کے معانی جمع ہیں۔

ذ ماذ :

اس کا معنی ہے طیب طیب —— شمنی نے کہا ہے کہ اس میں میم مفتوح ہے اور الف غیر ہمزہ سے ہے جیسا کہ قاضی عیاض یہ الرحمہ نے اس کے ساتھ اختصار کیا ہے اور موذ موذ روایت کیا ہے۔ دو الف کی جگہ دو واؤ ہیں—— غرفی نے اسے حضرت راہیم علیہ السلام کے صحائف سے منسوب کیا ہے۔

میذ میذ دونوں میں ہائے تحتانیہ ہے۔ غرفی نے اس کی نسبت بھی تورات سے کی ہے۔ اسم ماذ ماذ کے اعراب کی یوں صریح کی ہے: الف کے بعد ذال معجمہ تنوین سے ہے—— ایسا ہی بعض علماء کی کتب میں ہے۔

علامہ حجازی نے حاشیہ شفا شریف میں سہیلی سے نقل کیا ہے۔ ضم اور اشمام ضمہ ہمزہ واؤ اور الف ممدودہ کے درمیان —— اور کہ علمائے بنی اسرائیل سے ایک شخص تھا جو مسلمان ہو گیا تھا' اس مسلمان عالم نے کہا ہے کہ اس کا معنی طیب طیب ہے اور لفظ کی تکرار تاکید کے لئے ہے—— یا فی نفسہ طیب مراد ہے—— یا اپنی دنیا میں طیب مراد ہے۔ اور اپنی صفات اور اپنی آخرت میں طیب...... یہ اسم واحد مرمر کی طرح ہے۔ یا خلاف اصل کے مرکب ہے۔

سہیلی نے یہ زعم کیا ہے کہ ماذ ماذ کی ذال مہملہ ہے—— تلمانی نے کہا ہے کہ یہ اسم ماذ سے لیا گیا ہے—— سفید شہد کو اس کی ذاتی حلاوت اور صفات کے سبب ماذ کہتے ہیں—— یا ماذ سے لیا گیا ہے' اس کا معنی نرم سہل زرہ ہے—— آپ عالمین کے لئے زرہ کی مثل حص حصین ہیں۔

المومل :

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ سے خیر کی امید کی گئی ہے۔

الماحی :

آپ کے اسم شریف ماحی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کفر کو محو کر دیں گے۔ یعنی مٹا دیں گے—— خلق میں اس درجہ کفر کسی سے نہیں مٹا جس درجہ کفر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مٹا ہے۔ اس لئے کہ آپ ایسے حال میں مبعوث کئے گئے کہ تمام اہل زمین بت پرستوں کے درمیان کفار تھے۔ یہود و نصاریٰ گمراہ تھے—— نصاریٰ کو گمراہ اس لئے کہا کہ ان کی شریعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعثت کے وقت موجود تھی۔ مگر انہوں نے انجیل میں تحریف کی تھی اور دین کو بدل دیا تھا اس لئے گمراہ ہو گئے تھے۔

جبکہ یہود کی شریعت پہلے ہی سے منسوخ ہو چکی تھی —— لہٰذا گمراہ گروہ نصاریٰ کی صفت ہے —— صابیہ اور دہریہ ایسے تھے کہ وہ نہ رب کو پہچانتے تھے اور نہ معاد کو —— کشاف میں ہے کہ صابیہ وہ قوم ہے جو یہودیہ اور نصرانیہ سے نکل گئی تھی اور ان لوگوں نے ملائکہ کی عبادت کی تھی۔

صاحب کشاف کے غیر نے کہا ہے کہ صائبیہ ایک ایسا گروہ ہے جو:

☆ نصاریٰ کی طرف میل کرتا ہے۔

☆ انہوں نے تاثیر افلاک' قدم عالم اور سورج کی الہیۃ وغیرہ کا اعتقاد کیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشر میں رسالت کا انکار کیا ہے۔

☆ رسالت کا انکار کواکب میں نہیں کیا۔

☆ انکے درمیان آگ اور ستاروں کی عبادت کرنے والے تھے۔

☆ کچھ فلاسفہ تھے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو نہیں پہچانتے تھے اور ان شریعتوں کا اقرار نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام کفر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کے سبب مٹا دیا —— یہاں تک کہ آپ کا دین تمام دینوں پر غالب کر دیا۔ آپ کا دین اس جگہ پہنچا جس جگہ رات اور دن پہنچے ہیں —— یعنی تمام دنیا میں آپ کا دین اس طور پر پہنچا ہے جیسے دن اور رات ساری دنیا میں پہنچتے ہیں۔ آپ کی دعوت دنیا میں اس طور پر پہنچی ہے جیسے آفتاب پہنچا ہے —— جبکہ دریا ایسے تھے کہ کل آلودگیوں کو پاک کر دینے والے ہیں —— تو دریاؤں میں آپ کا اسم شریف ماحی ہوا ہے۔

المامون :

ائتمان سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی استحفاظ ہے۔ یعنی وہ شخص کہ جس کی امانت اور دیانت پر بھروسہ کیا گیا ہو —— آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کی جہت سے خوف نہیں کیا جاتا ہے۔

المانح :

اس کا معنی ہے عطا کرنے والا —— یہ منح سے اسم فاعل ہے۔ جس وقت جزیل عطا کرے۔

الماء المعین :

بہ فتح میم —— اس کا معنی وہ پانی جو کہ روئے زمین پر ظاہر اور جاری ہو —— فعیل بمعنی فاعل۔

المبارك :

عظیم البرکتہ —— یہ لفظ جامع انواع خیر ہے —— اور اسی سے انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ —— ''ہم نے اسے برکت والی رات میں نازل کیا'' —— حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

صلی الا له ما ومن یحف بعرشه　　　　والطیبون علی المبارك احمد

''اللہ تعالیٰ نے اور ان لوگوں نے جو عرش کو ڈھانکے ہوئے ہیں' وہ فرشتے ہیں'' اور پاک لوگوں نے مبارك　پر جو احمد ہیں' درود بھیجا ہے''۔

عباس بن مرداس نے اپنے قصیدہ میں کہا ہے:

فامنت بالله الذی انا عبده　　و خالفت من امسی برید المهالکا

''میں اس اللہ پر ایمان لایا ہوں جس کا میں بندہ ہوں اور میں نے ان لوگوں سے خالفت کی ہے جو مہالک کا ارادہ کرتے ہیں''۔

ووجهت وجهی نحومکة قاصدا　　　　وبایعت بین الاخشبین المبارکا

''اور میں نے اپنے منہ کو کعبہ کی طرف ایسے حال میں متوجہ کیا ہے کہ میں مکہ کا ارادہ کرنے والا ہوں اور میں نے دونوں اخشبین کے درمیان مبارك　یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے''...... اخشبین پہاڑوں کا نام ہے۔

نبی اتانا بعد عیسیٰ بناطق　من الحق فیه الفضل منه کذالکا

''وہ مبارك　نبی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہمارے پاس حق ناطق (بولتا ہوا حق' سچ) کو لائے ہیں۔ اس میں فضل اسی حق سے ایسا ہی ہے۔''

چنانچہ آپ کے اس نام مبارك　کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کون کا مبدا اور اس کا تمام آپ کی اس برکت سے ہونے والا ہے جو اللہ تعالیٰ کی برکت سے استمداد کی گئی ہے—— جس شخص کی مدد ایسی ہو' اس کی برکت کے احصا—— کی کسی کو قدرت نہیں ہے۔ لیکن آپ کے کمال برکت سے پانی کا آپ کی انگلیوں سے ابلنا اور تھوڑے کھانے کی کثرت' آپ کی برکت سے یہاں تک تھی کہ آپ نے ایک لشکر کو اور اس کے سوا ایسا ہی اور لوگوں کو سیر اور سیراب کر دیا۔ اس شے سے جسے آپ نے لمس کیا۔

شامی نے کہا ہے کہ آپ کا نام ''مبارك　'' اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے احوال میں برکت اور ثواب پیدا کیا تھا اور آپ کے اصحاب کرام میں فضائل اعمال پیدا کئے تھے' اور آپ کی امت میں اور امتوں سے مرتبہ میں اضافہ فرمایا تھا۔

آپ کا اسم شریف مبارك　اس لئے رکھا گیا کہ آپ کے حال میں اللہ تعالیٰ نے خیر اور برکت پیدا کی ہے—— ثواب' آپ کے اصحاب میں فضائل' اور آپ کی امت میں اور امتوں سے مرتبہ کی زیادتی کی ہے۔

المبتهل :

اس کا معنی متضرع اور متذلل ہے—— ابتہال سے ہے' جس کا معنی تضرع ہے اس ارشاد باری میں ہے:

ثم نبتھل یعنی ''دعا میں خلوص''۔

المبرا :

اس کا معنی ہے منزہ —— یعنی ہر اک برے وصف سے دوری۔

المبشر :

بشارت سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی وہ خیر جو عام ہو۔ بشارت دینے والا لیکن فبشرھم بعذاب الیم ۔ انذرھم کے معنی میں ہے۔ بشارت انذار کے لئے استعارہ کی گئی ہے —— اس کا معنی ہے ڈرانا۔

مبشر البایسین :

عام خیر کے معنی میں ہے۔ جیسے المبشر ہے۔

المبعوث بالحق :

حق کے ساتھ بھیجے گئے۔

المبعوث :

بعثت سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی ہے بھیجنا۔

المبلغ :

جیسے آپ کو امر کیا گیا ہے۔ اس کا معنی ہے تبلیغ کرنے والا۔ آپ رسالت ادا کرنے والے ہیں۔ آپ کو یا ایھاالرسول بلغ ما انزل الیك من ربك سے امر کیا گیا ہے —— ''اے رسول! جو شے آپ کی طرف نازل کی گئی ہے' اللہ کے بندوں اس کی تبلیغ کر دیجئے' اور اس سے کچھ شے نہ چھپائیں' اس خوف سے کہ کوئی مکروہ آپ کو پہنچے''......مبلغ بمعنی فاعل ہے۔

المبیح :

جو چیزیں پہلی امتوں کے لئے حرام کی گئی تھیں' حکم خداوندی سے آپ نے اپنی امت کو وہ چیزیں مباح کیں۔

المبین :

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ظاہر کہ اس کا امر اور رسالت مخفی نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے :

حتی جاء ھم الحق و رسول مبین و قل انی انا النذیر المبین

ابان سے یہ معنی بہ سکون یا ہے۔ اور یا کے تشدید سے تبین سے بمعنی اظہار ہے —— یا مبین' بہ تشدید ہائے مکسور ہے۔ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو شے آپ کے ساتھ بھیجی ہے' آپ اسے ظاہر کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے :

لتبین للناس ما نزل الیھم

یعنی ''شرائع اور احکام جو آپ کی طرف نازل کئے گئے ہیں آپ ان کو ظاہر کر دیں''۔

المتین :

بمعنی قوی شدید —— اسی سے الحبل المتین ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے —— اس کا معنی ہے قوی' غالب' انتہا درجہ کی قدرت' امکان کے مراتب پر پہنچنے والا۔

المتبتل :

مخلص اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ غیر سے منقطع —— ارشاد باری تعالیٰ ہے :

و تبتل الیہ تبتیلا یعنی ''سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو''۔

المتبسم :

تبسم سے ہے۔ اس کا معنی ہے بشاشت —— آپ لوگوں سے بشاشت سے ملاقات کرتے تھے۔ آپ کے چہرہ انور میں ملاقات کے وقت اخلاق کے آثار پائے جاتے تھے اور حسن معاشرت کے ساتھ پیش آتے تھے —— اس شعر کہنے والے پر اللہ کریم رحم فرمائے :

بشاشت وجہ المرء خیر من القری　　　　فکیف الذی یاتی بہ و ھو ضاحک

''مرد کے چہرہ کی بشاشت اس کے مہمانی کرنے سے اچھی ہے۔ کیونکر ہو گا وہ شخص کہ مہمانی کرے اور مسکراتا ہو'' —— یعنی اس کی صفت کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

المتربص :

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ کفار سے یہ کہہ دیں :

فتربصوا انی معکم من المتربصین

''تم لوگ میرے لئے جس چیز کی تمنا کرتے ہو اس کے منتظر رہو۔ میرے رب نے تم پر نصرت دینے اور تم پر ظفریاب کرنے کا جو وعدہ کیا ہے۔ اس کا منتظر ہوں''۔

شمس برماوی نے اس اسم شریف کو اس آیہ کریمہ سے اخذ کیا ہے اور اسے ''رجال العمدہ'' میں ذکر کیا ہے۔

المترحم :

ترحم سے اسم فاعل ہے۔

المتضرع :

دعا میں زاری کرنے والے اللہ تعالیٰ سے خشوع کرنے والے۔

المتقی :

تقی سے اسم فاعل ہے۔

المتلوعلیہ :

تلاوت سے ہے' اس لئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے قرآن پاک پڑھتے تھے۔

المجتہد :

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ومن اللیل فتھجد بہ**

''رات کے کچھ حصہ میں تہجد (کوشش) کرو'' —— اس سے مراد نماز نفل اور ذکر وفکر ہے۔

المتوسط :

اللہ تعالیٰ اور امت کے درمیان شفاعت کے بارے میں تردّد کرنے والے۔

المتوکل :

وہ شخص کہ اپنے امر کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے' جس وقت اللہ تعالیٰ اسے امر کرے وہ اسے بلا جزع کرنے کا ارادہ کر
—— ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف تورات میں ہے۔ جیسے کہ بخاری شریف میں عبداللہ بن عمرو ب
العاصی سے اس لفظ کے ساتھ روایت ہے:

انت عبدی و رسولی سمیتک المتوکل

''آپ کا نام متوکل رکھا' آپ میرے بندے اور رسول ہیں''۔

اور قرآن کریم میں ہے:

متوں کل علی اللہ —— اللہ پر بھروسہ کرو''

وتوکل علی الحی الذی لا یموت ''اللہ پر بھروسہ کرو وہ زندہ ہے' مرتا نہیں''۔

المثبت :

بہ کسر بائے موحدہ' مبنی للفاعل۔ یعنی جس شخص نے آپ کا دین میں اتباع کیا' آپ اسے دین پر ثابت رکھنے والے ہ
—— یا بہ فتح بای موحدہ' مبنی للمفعول —— ثبات سے اس کا معنی ''قرار'' اور ''تمکین'' ارشاد باری تعالیٰ: **ولولا ان ثبتنک**

آپ کا یہ اسم شریف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب اطہر کو اپنے دین پر ثابت رکھا ہے۔ آپ کے یہ دو اسمائے شریفہ ہیں جیسا کہ شامی میں ہے۔

مجاب :

شامی میں الف لام کے ساتھ المجاب ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کا سوال عطا کیا گیا ہے۔

مجیب :

اجاب سے اسم فاعل ہے' شامی نے الف لام کی زیادتی سے المجیب کہا ہے۔

المجتبیٰ:

اجتبا سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی اصطفٰے ہے یعنی برگزیدگی۔ جیسا کہ صحاح میں ہے۔

المجیر :

اجار سے ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مصیبت کے وقت میں آپ سے پناہ لی آپ نے اسے مصیبت سے چھڑا دیا —— اور جس نے آپ سے استغاثہ کیا' آپ نے اس کی فریادرسی فرمائی۔

المحترض :

تحریض سے ہے۔ اس کا معنی ابھارنے والے۔ تحریک دینے والے یعنی آپ قتال اور جہاد اور عبادت پر لوگوں کو ابھارتے ہیں —— ارشاد باری ہے :

یاایها النبی حرض المؤمنین علی القتال

''اے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) مسلمانوں کو جہاد و قتال کے لئے ابھاریئے''۔

المحرم :

اللہ تعالیٰ کی طرف سے متولیٰ تحریم —— جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے —— یا ظلم کو حرام کرنے والے —— ظلم کا معنی حد سے تجاوز ہے۔ یہ معنی سیوطی کے غیر نے کہا ہے۔

المحفوظ:

حفظ سے ہے' آپ شیطان سے محفوظ ہیں —— امام بخاری علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی۔ آپ نے فرمایا:

''مجھے شیطان نظر آیا' اس نے نماز قطع کرنیکے لئے مجھ پر حملہ کیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی''۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ شیطان سے محفوظ ہیں —— کسی نے یہ سوال کیا کہ شیطان آپ سے کس لئے نہیں بھاگا' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا بھاگنا فرمایا ہے:

مالقيك الشيطان سالكا فجاالا سلك فجا غيره

''اے عمر! شیطان تمہیں ایسے حال میں نہیں ملے گا کہ تم ایک راستہ پر جا رہے ہو' شیطان بھی اسی راستہ پر جائے —— بلکہ شیطان تمہارے خوف سے دوسرا راستہ اختیار کر لے گا''۔

یعنی جس راستہ پر تم چلتے ہو' شیطان اس راستہ سے بھاگ جاتا ہے —— اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے ——
اس کا جواب اس طور پر دیا گیا ہے کہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

☆ شیطان سے محفوظ اور اس کے مکر سے محفوظ تھے'
☆ اور اس کے کید اور غدر سے محفوظ تھے'
☆ اور اس کے شر اور وسواس سے آپ کو امن تھا'

شیطان کا آپ کے ساتھ اجتماع اور اس کا آپ سے بھاگنا آپ کے حق میں دو سبب ہیں۔ جبکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بلند مرتبہ کو نہیں پہنچے تو شیطان کا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگنا:

☆ ان کے حق میں اولیٰ اور ان کے حفظ کی زیادتی کے لئے اتقن ہے —— اور
☆ اس کے شر کے دفع کرنے کے لئے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

اس دلیل پر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگنے والے کا حمل ان کے غیر قرین پر جائز ہے۔ لیکن شیطان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں بھاگتا ہے بلکہ ان سے جدا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے' جیسے کہ ان کے غیر کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے۔

المحلل:

حلال کے شارع —— حلال وہ شے کہ جسے لینے کے لئے شرعی طور پر اجازت دی گئی ہو۔

محمد:

آپ کے تمام اسما آپ کے اوصاف ہیں اور وہ کل اوصاف آپ کی ذات شریف کی طرف رجوع کرتے ہیں —— وہ اسم معنی میں ایک ہے اور اشتقاق میں اس کے دو صیغے ہیں۔ وہ لفظ آپ کی ذات شریف پر دلالت کرتے ہیں۔

سہیلی نے کہا ہے کہ **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بھی صفت سے نقل کیا گیا ہے —— اور یہ **محمود** کے معنی میں ہے۔ لیکن اس میں مبالغہ ہے اور معانی کی تکرار ہے۔ اس پر فعل کی دلالت ہے —— **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) وہ ہے کہ بار بار حمد کہا جائے جیسا کہ لفظ ''مکرم'' ہے —— اسی شخص کو مکرم کہیں گے جس کا اکرام بار بار کیا جائے —— ایسا

ہی لفظ ممدح ہے‘ اس کی مثل جو لفظ ہے‘ اسم محمد اپنے معنی کے مطابق ہے—— اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام اس سے پہلے رکھا ہے کہ آپ کا یہ نام لوگوں کے نزدیک رکھا جائے —— آپ کے اعلام نبوت لینے اور نبوت سے یہ ایک دلالت ہے- اس لئے کہ آپ کا یہ اسم شریف آپ پر صادق ہے ...... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں اس شے کے سبب کہ آپ کو ہدایت کی گئی ہے‘ اور اس شے سے کہ آپ کو نفع دیا گیا ہے۔ وہ نفع علم وحکمت ہے‘ محمود ہیں—— اور آپ آخرت میں شفاعت عظمیٰ کے سبب محمود ہیں—— چنانچہ حمد کا معنی مکرر ہو گیا‘ جیسے کہ لفظ نے وضع عربی سے معنی حمد کی تکرار کر اقتضا کیا ہے۔ پھر یہ ہے کہ آپ کے لئے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا وصف ثابت نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ آپ احمد ہوئے- اس لئے کہ آپ نے اپنے رب کی حمد کی‘ آپ کے رب نے آپ کو نبی کیا اور شرف دیا۔ چنانچہ اس سے اسم احمد اسم محمد پر مقدم ہو گیا—— حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا ذکر کیا اور کہا:

و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طویل مناجات میں آپ کا ذکر کیا ہے—— جس وقت موسیٰ علیہ السلام کے رب نے یہ فرمایا: تلك امة احمد

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اللھم اجعلنی من امة احمد

اس سے پہلے کہ محمد کو ذکر کرتے‘ احمد کو ذکر کیا۔ اس لئے کہ آنحضرت کی حمد اپنے رب کے لئے پہلے آ سکے‘ کہ لوگ رب کی حمد کریں۔

روز الست میں پہلے جس شخص نے الست بربکم کا جواب بلیٰ سے دیا ہے‘ وہ آپ ہی ہیں—— اور جبکہ آپ پائے گئے یعنی موجود ہوئے اور مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے تو آپ بالفضل محمد ہوئے—— اسی طرح امت کی شفاعت میں اپنے رب کی حمد ان محامد سے جو محامد آپ کو الہام کئے جائیں گے۔ لہٰذا آپ اپنے رب کے لئے احمد الحامدین ہوں گے‘ یعنی حمد الٰہی میں آپ سب سے اجل ہوں گے—— پھر آپ امت کی شفاعت کریں گے—— اولین اور آخرین آپ کی شفاعت پر آپ کی مدح کریں گے۔

غور کا مقام ہے کہ یہ اسم احمد دوسرے اسم محمد سے پہلے کیوں کر ترتیب سے ذکر اور وجود میں اور دنیا و آخرت میں پایا گیا—— ان دونوں اسموں کے ساتھ آپ کی تخصیص میں حکمت الٰہی ظاہر ہو گی۔

وہ حکمت الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان دونوں اسما کے ساتھ اختصاص اس لئے دیا ہے کہ اس سے پہلے کہ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں‘ آپ سب لوگوں سے پہلے مقام حمد میں قیام کریں گے—— آپ کے حمد کرنے پر تمام لوگ آپ کی تعریف کریں گے—— قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے پہلے کہ محمد ہوں‘ احمد تھے جیسا کہ مرتبہ وجود میں واقع ہوا ہے۔ اس لئے کہ:

---

[1] ان دونوں خصائص میں سے ایک کو ابن مرزوق نے حکایت کیا ہے اور دوسری خصوصیت کو ابن عماد نے کتاب کشف الاسرار میں بیان کیا ہے۔

☆ آپ کا اسم شریف احمدؔ سابقہ کتب میں واقع ہوا ہے۔

☆ آپ کا تسمیہ محمدؔ قرآن شریف میں واقع ہوا ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ اور لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں' آپ نے اپنے رب کی حمد کی ہے۔

اور ایسا ہی آخرت میں ہوگا کہ آپ

☆ سب سے پہلے اپنے رب کی حمد کریں گے۔

☆ اپنے رب سے امت کی شفاعت چاہیں گے۔

☆ اس سبب سے لوگ آپ کی حمد کریں گے۔

آپ صورت حمد' لوائے حمد اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں —— کھانا کھانے اور پینے کے بعد اور دعا کے بعد اور سفر سے آنے کے بعد آپ کے لئے مشروع ہوئی ہے۔ آپ کی امت کا نام حمادین رکھا گیا ہے —— آپ کے لئے حمد کے معانی اور انواع حمد جمع کئے گئے ہیں۔

محمد بن ابی بکر بن القیم نے کہا ہے کہ آپ کا اسم محمد سابق ہے اور احمد کی سابقیت غلط ہے —— اس پر اس طور سے استدلال کیا ہے کہ تورات میں آپ کا نام ماذ ماذ ہے۔ اس کی تصریح بعض ان شارحوں نے کی ہے جو مومنین کتاب سے ہیں کہ ماذ ماذ کا معنی محمد ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا نام احمد کہا ہے —— یہ احمد اس اسم محمد سے متاخر ہے جو تورات میں ہے' اور آپ کا جو نام قرآن پاک میں ہے وہ اس سے متقدم ہے۔

احمد بمعنی مفعول ہے۔ اس کے معنی کی تقدیر یوں ہے:

احمد الناس یعنی احق الناس والادھم ان یحمد

چنانچہ احمد محمد کے معنی میں ہے لیکن احمد اور محمد دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ

☆ محمد وہ کثیر الخصال کہ ان خصال پر آپ کی حمد کی جائے اور

☆ احمد وہ کہ جن خصال سے غیر کی حمد کی جائے' ان خصائل سے اکثر حمد کیا جائے۔

☆ اسم محمد کثرت اور کمیت میں ہے اور

☆ اسم احمد صفت اور کیفیت میں ہے۔

جس حمد سے آپ کا غیر مستحق ہے۔ آپ اس سے اکثر حمد کے مستحق ہیں۔ یعنی جو یعنی حمد بشر نے کی ہو آپ اس سے افضل حمد کے مستحق ہیں۔ چنانچہ احمد اور محمد دونوں اسماء صیغہ مفعول پر واقع ہوئے ہیں۔

یہ قول آپ کی مدح میں زیادہ بلیغ اور معنی میں اکمل ہے —— اگر اسم فاعل کا معنی ارادہ کیا جائے تو آپ کا نام احمد کے بدل حماد رکھا جائے گا یعنی کثیر الحمد —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے رب کی کثیر حمد کیا کرتے تھے ——

اگر آپ کا اسم شریف احمد اپنے رب کی حمد کرنے کے اعتبار سے ہوگا تو اس کے ساتھ اسم حماد اولیٰ ہوگا۔ جیسے کہ آپ کی امت کا نام حمادین رکھا گیا ہے—— اور بھی یہ امر ہے کہ دونوں اسمائے شریف آپ کے ان اخلاق اور محمودہ خصائل سے اشتقاق کئے گئے ہیں۔ جن کے سبب آپ اس امر کے مستحق ہوئے ہیں کہ آپ کا نام محمد اور احمد رکھا جائے (نہ کہ رب کی حمد کثرت سے کرنے کے سبب)

شفاء شریف میں قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بزرگی دی ہے کہ آپ کا نام اسمائے حسنیٰ سے رکھا ہے۔

آپ کے اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سی خصوصتیں ہیں:

☆ اسم محمد چار حرفوں پر آیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک الله کے موافق محمد ہو۔

☆ اللہ تعالیٰ کے اس اسم جلالی کے چار حرف ہیں جیسے محمد کے چار حرف ہیں۔

☆ جس شے سے اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مکرم کیا ہے کہ آدمی کی تصویر لفظ محمد کی شکل پر لکھی گئی ہے۔

لفظ محمد کی پہلی میم آدمی کا سر ہے—— حا آدمی کے دو ہاتھ ہیں—— دوسری میم آدمی کی ناف ہے—— اور دال آدمی کے دو پاؤں ہیں—— شامی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حا کا باطن آدمی کے پیٹ کے مثل ہے اور حا کا ظاہر پشت کی مثل ہے' اور مجمع سر میں مخرج میم کی مثل ہے اور دال کی طرف دونوں پاؤں کی مثل ہے۔

جو لوگ دوزخ میں جانے کے مستحق ہوں گے' ان میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہوگا (اللہ تعالیٰ دوزخ سے بچائے) مگر صورت انسانی سے مسخ کیا ہوا یہ امر صورت لفظی محمد کے اکرام کی وجہ سے ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا اسم شریف محمد اپنے مبارک نام محمود سے نکالا ہے جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں کہا ہے ۔

اعز علیه للنبوة خاتم ‌ ‌ ‌ ‌ من الله من نور یلوح و یشهد

اعز' نیک مرد' نمایاں کردار' شریف قوم—— یہ آپ کی صفات ہیں۔ آپ کی ذات میں خاتم نبوت اللہ تعالیٰ کیطرف سے نور سے موجود ہے اور وہ ظاہر ہوتی ہے اور آپ کی نبوت پر گواہی دیتی ہے۔

و ضم الا له' اسم النبی باسمه ‌ ‌ ‌ ‌ اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد

اللہ تعالیٰ نے تعظیم کی وجہ سے اپنے نام مبارک کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کو کیا ہے۔ جس وقت موذن نماز کے پنجگانہ اوقات میں اشهد ان لا اله الله کہتا ہے تو اس کے ساتھ اشهد ان محمد رسول الله کہتا ہے۔

وشق له من اسمه لیجله ‌ ‌ ‌ ‌ فذو العرش محمود و هذا محمد

آپ کے اسم مبارک کا اشتقاق اپنے نام مبارك سے کیا ہے۔ کہ آپ کو معظم کرے۔ چنانچہ صاحب عرش محمود ہے اور یہ

محمد ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) —— لفظ محمد محمود سے نکلا ہے' یہ ظاہر ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی ''تاریخ صغیر'' میں علی بن زید کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابوطالب یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

وشق له من اسمه ليجله　　فذوالعرش محمود و هذا محمد

یہ امر ہے کہ

☆ حضرت نوح علیہ السلام کی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک سے جاری ہوئی تھی۔

☆ آدم علیہ السلام جنت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک سے کنیت کئے جاتے تھے یعنی ابو محمد ...... نہ کہ دوسرے نبیوں کے نام سے۔

☆ اسم محمد سے ضرب اور بسط کے ساتھ مرسلون کے عدد تین سو تیرہ نکلتے ہیں۔

☆ شمس نتائی نے بعض اہل علم سے ذکر کیا ہے ہ جس عورت کو وضع حمل کی دشواری ہو' یہ شعر ایک ورق پر لکھ کر اس کے بدن سے باندھ دیں' وضع حمل فوراً حل ہو جائے گا:

المحمود:

اس امر کے مستحق کہ کثرت خصال حمیدہ سے آپ کی تعریف کی جائے۔

المخبر:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو شے آپ کو وحی کی جائے' آپ اس کے پہنچانے والے ہیں۔

المختار:

اختیار سے اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی اصطفا ہے یعنی برگزیدگی —— جیسا کہ صحاح میں ہے دارمی نے کعب الاحبار سے روایت کی ہے کہ تورات کی اوّل سطر میں ہے:

محمد رسول الله (صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم) عبدى المختار لافظ ولا ضحاب فى الاسواق

ولایجزی السئیة بالیسئة ۔

المخصوص بالشرف :

آپ کامل شرف کے ساتھ مخصوص ہیں۔

المخصوص بالعز :

آپ کامل عزت کے ساتھ مخصوص ہیں۔

المخصوص بالمجد :

آپ مجد کامل کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آپ وہ ہیں کہ ان تینوں مراتب تک آپ کا غیر نہیں پہنچا —— یہ اس کا منافی نہیں ہے کہ کل انبیاء کو شرف اور عزت اور مجد ہے۔

المخلص :

اللہ تعالیٰ کی عبادت میں آپ وہ صادق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں آپ نے ریا کو ترک کیا ہے قل اللہ اعبد مخلصا لا دینی —— امام قشیری نے کہا ہے کہ حق کا اخلاص' طاعت افراد کے ساتھ بالقصد یا فعل کا تصفیہ مخلوق کے ملاحظہ سے اخلاص اور صدق کے درمیان فرق یہ ہے کہ صدق' نفس کے ملاحظہ سے بچانا اور نگاہ رکھنا۔

مخلص وہ ہے جس کو ریا نہ ہو —— صادق وہ ہے جسے اعجاب نہ ہو یعنی خود کو فضیلت دینا اور خود کو تعجب میں لانا' خود تعجب میں ہونا نہ ہو۔

المدثر :

اس کی اصل متدثر ہے' یہ تدثر سے ہے یعنی کپڑا اوڑھنا —— حرف تا دال میں قلب کے بعد ادغام کر دیا گیا ہے —— صحیحین میں جابر کی حدیث سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں غار حرا میں تھا' میں نے حرا میں ایک مہینہ مجاورت کی۔ جب میں نے مجاورت پوری کر لی تو میں اس پر سے نیچے اترا۔

میں نے اپنے فوق دیکھا۔ یکا یک میں نے دیکھا کہ ندا کرنے والا شخص میری فوق ہے یعنی میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ ہے جو میرے پاس حرا میں آیا تھا' ایک تخت پر ہے زمین اور آسمان کے درمیان ہے —— میں اسے دیکھ کر ڈر گیا میں حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس پلٹ کے حرا سے آیا۔ میں نےلوگوں سے دوبار و شرونی و شرونی کہا —— بخاری میں ہے کہ میں نے زملونی زملونی کہا۔

چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یاایھا المدثر کہا —— یہ انس پیدا کرانے اور تلطف سے کہا —— اس

---

[1] یہ وہ پہاڑ ہے جس کے درمیان اور مکہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے۔

کا معنی یا ایھا المدثر بثیابہ ہے۔ اس صواب پر ہے جس پر علماء کا اجماع ہے—— نووی نے کہا ہے کہ "اس فرشتہ نے مجھ سے کہا کہ اٹھو!"

طبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کھانا پکایا—— قریش نے جب کھانا کھا لیا تو ولید نے ان سے پوچھا:

"تم لوگ اس مرد کے حق میں کیا کہتے ہو؟"

☆ بعض قریش نے کہا—— "ساحر ہے!"

☆ بعض نے کہا—— "کاہن ہے!"

☆ بعض نے کہا—— "شاعر ہے!"

☆ بعض نے کہا—— "ایسا سحر ہے کہ اثر کرتا ہے!"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قریش کی اس گفتگو سے غمگین ہوئے اور آپ نے دھاٹہ سے اپنا منہ لپیٹ لیا اور کپڑا اوڑھ لیا—— پھر اللہ تعالیٰ نے یاایھاالمدثر ...... ولربك فاصبر نازل فرمایا۔

اوّل امر میں آپ کو مزمل اور مدثر سے ندا کی گئی ہے...... تبلیغ کے لئے تین سال کے بعد' نہ کہ اوّل امر میں کہ آپ کو وحی کی گئی—— جبکہ انداز اور تبلیغ میں شروع کیا گیا تو آپ کو نبوت اور رسالت سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا یعنی یاایھا النبی اور یا ایھا الرسول ...... تبجیلا اور اجلا لا ایسا فرمایا اور قرآن مجید میں آپ کو آپ کے نام سے ندا نہیں کی—— کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ودعا جمیع الرسل کلاباسمه　　　ودعاك وحدك بالرسول و بالنبی

اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو خطاب کے وقت ان کے نام سے پکارا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس وقت اے محمد! کہہ کے پکارا ہے تو آپ کو تعظیم اور اکرام سے یا ایھا الرسول اور یا ایھا النبی کہہ کر پکارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آپ کی عظمت ہے۔

المدنی:

آپ کا اسم شریف اس لئے ہے کہ آپ کا درا ہجرت مدینہ منورہ ہے اور دارالاقامت بھی—— آپ کی زندگی اور برزخ میں یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ سے اٹھیں گے—— آپ کا مدینہ سے کوچ کرنا اور سفر نہیں ہے—— جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے خطبہ کے دن فرمایا تھا:

المحیا محیا کم والممات مماتکم

یعنی "زندگی اور موت میں میں تمہارا شریک ہوں' تم سے جدا ہونے والا نہیں ہوں"۔

...ۃ العلم :

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: انا مدینۃ العلم و علی بابھا —— اس حدیث کو ترمذی اور ...نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث کہا ہے —— اور محدثین نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی' ابوشیخ وغیرہ نے ...باس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

...کر :

اس کا معنی ہے تبلیغ کرنے والا اور وعظ کرنے والا —— تذکرہ سے اسم فاعل ہے۔ جس کا معنی موعظت اور تبلیغ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فذکر انما انت مذکر ''کہہ دو میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں''۔

اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ میرے بندوں کو:

☆ میری آیات کی تبلیغ کر دیں۔

☆ ان کو میری حجتوں سے وعظ کر دیں۔

☆ اور میری رعنالت ان کو پہنچا دیں۔

اس کے سوا نہیں ہے کہ آپ رسالت کے پہنچانے والے اور ان کو وعظ کرنے والے ہیں نہ کہ میرے بندوں پر مسلط کرنے ...لے——

یہ حکم جہاد کے امر سے پہلے تھا کہ جلال نے کہا ہے۔

...ذکور :

یہ نام سابقہ کتب میں آیا ہے —— یعنی آپ کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔

...رتضی :

وہ شخص جس کو سا کے مولی نے دوست رکھا ہوا اور برگزیدہ کیا ہو۔

...رتل :

رتل سے اسم فاعل ہے —— وہ شخص کہ قرآن شریف ٹھہر ٹھہر کر اس طور سے پڑھے کہ اس کے حروف اور حرکات کا اظہار ...جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ورتل القرآن ترتیلا ''کہہ دو میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں''

ترمذی نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک سورۃ پڑھتے' ...ور اس کو اتنے ٹھہراؤ سے پڑھتے کہ جو سورۃ اس سے اطول ہوتی وہ اس سے اطول ہو جاتی تھی۔

المرسل :

اس اسم شریف کو ابن دحیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے —— یہ اسم مبارک اس ارشاد باری سے ہے:

ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفٰی باللہ شهیدا

''اور ان کافروں نے کہا کہ آپ رسول نہیں' آپ فرما دیں مجھے اللہ کی گواہی کافی ہے''۔

مرسل اور رسول میں یہ فرق ہے کہ مرسل ارسال میں تابع کا اقتضا نہیں کرتا ہے یعنی اس کے بعد کوئی نہیں بھیجا جا
تحقیق ایک ہی بار بھیجا جاتا ہے —— رسول بار بار بھیجے جانے کا اقتضا کرتا ہے یعنی ایک رسول کے بعد دوسرا رسول بھیجا جا
اس امر کا مقتضی ہوتا ہے۔

المرتجیٰ :

یہ وزن مصطفیٰ جا سے ہے —— بمعنی امید' آدمی آپ سے کشف کروب اور دفع مصائب کے لئے امید رکھتے ہیں
قیامت کے دن عظیم سختیاں اور مصائب ہوں گے۔ لوگ ان کے دفع اور فصل قضا کی آپ سے امید کریں گے —— علامہ
علیہ الرحمہ اور عبدالباسط علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مرتجیٰ جیم کے کسرہ سے ہے —— اسم فاعل بمعنی مول یعنی امید رکھ
اپنی امت کے باری میں اللہ تعالیٰ سے اپنی شفاعت کے لئے امید رکھنے والا ——
شیخین نے مرفوع روایت کی ہے:

لکل نبی دعوة مستجابة وانی اختبئات دعوتی شفاعة لامتی فهی نائلة ان شاء اللہ تعالیٰ من مات لا
یشرك باللہ شیئاً

''ہر ایک نبی کی ایک دعا ہے جو قبول کی گئی ہے۔ میں نے اپنی دعا کو چھپا رکھا ہے کہ وہ قیامت کے دن امت کی
شفاعت ہے —— جو شخص مرگیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا تھا' اس نے انشاء اللہ تعالیٰ شفاعت کو پالیا
ہے''۔

المرحوم :

رحم سے اسم مفعول ہے۔

المرتفع الدرجات :

اس کا معنی ہے بلند درجوں والے

المرء :

وہ مرد جو کامل مردات سے ہو۔ اس کا معنی ہے انسان۔ جوہری نے کہا ہے کل محاسن انسانی کا جامع —— اس کا معنی

☆ نفس کو آلودگیوں سے محفوظ رکھنا' جو شے لوگوں کے نزدیک عیب لگا دے' اس سے پاک ہونا۔

☆ خلوت میں وہ کام نہ کرو جس کے علانیہ کرنے میں حیا معلوم ہو۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ مروت کا معنی یہ ہے:

☆ تم طمع نہ کرو کہ ذلیل ہو جاؤ' اور

☆ کسی سے سوال نہ کرو کہ تم اس پر بار ہو جاؤ اور

☆ بخل نہ کرو کہ تمہیں لوگ برا کہیں۔

☆ تم جہالت نہ کرو کہ کوئی تم سے خصومت کرے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مروت دو قسم ہے:

☆ ایک مروت ظاہری ہے جو ریاست ہے۔

☆ دوسری مروت باطنی ہے جو عفاف ہے۔

یہ امر محقق کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہر ایک تعریف کرنے والے نے مروت کا وہ معنی کہا ہے جو اس پر ظاہر ہوا ہے ——
...ب کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ مروت سے ایک خاص مرتبہ میں ہیں —— زہیر بن صرد نے کہا ہے:

امنن علینا رسول اللہ فی کرم　　　فانك المرء نرجوہ و ندخر

...زکی:

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے اس اسم شریف کو اس ارشاد باری سے لیا ہے:

ویزکیھم یعنی ''لوگوں کو شرک اور بتوں سے پاک کرتے ہیں''۔

...مزمل:

آپ کا اسم شریف المزمل بمعنی متزمل ہے —— تا قلب کرنے کے بعد زا میں ادغام کر دی گئی ہے —— تزمل سے ہے۔
...پ کا نام مبارک مزمل اس لئے رکھا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے خوف
...رتے تھے۔ اوائل وحی میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آتے تھے تو ان کے خوف سے آپ چادر لپیٹ لیتے تھے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کا نام مبارک مزمل اس لئے رکھا گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس جب آئے
تھے تو آپ ایک قطیفہ (پلودار چادر) میں تھے —— سدی نے کہا ہے کہ ارشاد باری: یا ایھا المزمل کا معنی یہ ہے اے سونے
والے!'' —— جبرئیل علیہ السلام کے آنے کے وقت آپ شب خوابی کے لباس میں تھے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے ——
مزید معنی یہ ہیں:

☆ تنزیل بالقرآن —— حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆ تنزیل بالنبوۃ —— حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆ مزمل، زمل سے ہے —— یعنی ایک شے کو اٹھانا۔

☆ اسی سے ہے زاملہ (زاملہ اونٹ کو کہتے ہیں) کہ اونٹ مسافر کا سامان اٹھاتا ہے۔

زاملہ میں تا مبالغہ کے لئے ہے جیسا کہ مصباح میں ہے۔ آپ کی شان میں یہ معنی ہے کہ نبوت کے بار کو اٹھانے و...... حضرت ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر میں جو مذکور ہوا ہے ان پر تزمل مجاز ہوگا۔

سہیلی نے کہا ہے کہ مزمل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء سے کوئی اسم نہیں ہے کہ جس کے سا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معروف ہوں —— آپ کا اسم مزمل اس حالت سے مشتق ہے کہ خطاب الٰہی اس لب کی حالت میں تھا۔

عرب لوگوں کی عادت ہے کہ جس وقت مخاطب سے ملاطفت کا قصد کرتے ہیں اور ترک معاتبت تو اس مخاطب کو حالت پر وہ ہوتا ہے، ندا کرتے ہیں —— جیسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اس وقت ارشاد ہے جبکہ آپ حضرت فا زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تشریف لائے۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نہیں پایا۔ آپ نے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا:

''تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟''

حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''میرے اور ان کے درمیان کچھ بات تھی۔ انہوں نے مجھ پر غضب کیا۔ پھر مکان سے باہر چلے گئے۔ میرے پاس قیلولہ نہیں کیا''۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے فرمایا:

''تم دیکھو حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کہاں ہیں؟''

اس شخص نے دیکھ کر کہا۔

''مسجد میں سو رہے ہیں''۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ایسے حال میں فرمایا ان کا پہلو مٹی سے ملصق تھا —— دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی پیٹھ مٹی کی طرف تھی۔ یعنی مٹی چت سو رہے تھے، اس لئے پشت مٹی کی جانب تھی —— حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ گویا یہ حالت تھی کہ حضرت علی کر اللہ وجہہ الکریم اوّل ایسی جگہ میں سوئے تھے جس میں مٹی نہیں تھی۔ پھر کروٹ بدلی تو ان کی پیٹھ مٹی پر ہو گئی ہو —— یا ان کی

پر ہوا سے اڑ کر مٹی پڑ گئی ہو ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرم اللہ وجہہ الکریم سے مٹی پونچھ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے: قم یا ابا تراب

دوسری روایت میں یہ ہے: اجلس یا اباتراب .

آپ نے دوبار یہ فرمایا ـــــ یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں ہے۔ اس کی روایت سہل ابن سعد سے ہے ـــــ سہل نے کہا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس نام سے زیادہ دوست کوئی نام نہ تھا ـــــ ان کے ساتھ اس خطاب میں اس طور پر آگاہی ہے کہ اس خطاب سے ان کے ساتھ ملاطفت ہے' اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان غضب اور غصہ تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یا ایھاالمزمل جو ہے اس میں آپ کو انس دلانا اور آپ کے ساتھ ملاطفت ہے۔

المسبح :

تسبیح سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی حق کو اوصاف خلائق سے منزہ کرنا ـــــ تسبیح' تقدیس اور تنزیہ کے درمیان فرق اس طور پر ہے کہ:

☆ تقدیس کا معنی رب کو اس وصف سے بعید کرنا جس کے ساتھ ربوبیت لائق نہ ہو اور ۔

☆ تنزیہ کا معنی رب کو اوصاف بشری سے بعید کرنا اور

☆ تسبیح کا معنی رب کو جمیع خلائق کے اوصاف سے بعید کرنا۔

المستغفر :

بغیر گناہ کے استغفار رکھنے والے۔ یہ بقیہ اسم ہے جیسا کہ شامی میں ہے۔ ارشاد باری ہے:

فسبح باسم ربك واستغفره ـــــ استغفار گناہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے اظہار عبودیت اور اس نعمت کے شکر کے لئے ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو والی کیا ہے۔

ابن سنی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ایک مجلس میں سو بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گنتی کرتے تھے۔ اس سے پہلے کہ آپ کوئی بات کہیں' آپ یہ فرماتے تھے:

رب اغفرلی و تب علی انك انت التواب الرحیم

''اے رب! میری مغفرت کر اور توبہ قبول فرما' بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم و مہربان ہے''۔

المستغنی :

اس کا معنی غنی کے بیان میں آچکا ہے

المستقیم :

استقامت سے اسم فاعل ہے ارشاد کریم ہے: **فاستقم کما امرت**
اس استقامت کی مثل جس کے ساتھ آپ کو امر کیا گیا ہے کہ:
''جادہ حق پر رہو—— جادہ حق سے عدول کرنے والے نہ ہو—— یعنی ہمیشہ اس پر قائم رہو۔
امام قشیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ استقامت ایک درجہ ہے جس سے امور کا کمال اور اتمام ہوتا ہے اور اس پر پہنچنے سے حصول خیرات اور نظام خیرات ہوتا ہے۔
استقامت کے اوّل مدارج سے تقویم نفس ہے جسے تادیب نفس کہتے ہیں —— پھر استقامت کا درجہ تقریب الاسرار ہے ...... استقامت معہودات سے خروج' رسوم و عادات کی مفارقت اور حق کے روبرو قدم صدق سے قیام۔

المسری به :

اسریٰ سے اسم مفعول ہے آپ کا اختصاص اسریٰ سے ہے۔

المسعود :

اسعدہ اللہ سے اسم مفعول ہے —— معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے غنی کرے اور اس کا تعب دفع کرے —— ابن دحیہ نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ یہ بمعنی فاعل ہو جیسے محبوب بمعنی محب ہے اور سعد سے ہو جیسے علم ہے —— اور اس سے سعادت کا ارادہ کیا جائے۔
کہا جاتا ہے ''سعید و مسعود'' —— اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو یمن اور برکت حاصل ہوئی ہے۔

الملم :

اس کا معنی **الفوض الی اللہ بلا** اعتراض اور **المتوکل علیه فی جمیع الاغراض** ہے۔

المسلم :

بہ تشدید لام مفتوح —— یعنی قتل اور اچانک مارے جانے سے آپ کو سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
واللہ یعصمك من الناس ''اللہ تعالیٰ لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت کرے گا''۔

المشاور :

مشاورت سے اسم فاعل ہے —— اس کا معنی آراؤں (تجویزات) کا استخراج' اس لئے کہ صاحبان آرا کے نزدیک دیکھا جائے اور معلوم کیا جائے کیا امر ہے —— ارشاد باری ہے:

و شاورھم فی الامر ۔"معاملات میں ان سے مشورہ کرو"۔

ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

مارایت احدا اکثر مشورۃ من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ کسی کو مشورہ کرتا نہیں دیکھا"۔

المشفع :

وہ شخص جو شفاعت کرے اور اس کی شفاعت قبول کی جائے۔ اس میں فا قاف بھی روایت کیا گیا ہے ــــ سریانی میں بمعنی الحمد ہے۔

المشفوع :

اسے ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مجھ کو اس کا معنی ظاہر نہیں ہوا ــــ یہ صحیح نہیں ہے کہ یہ لفظ شفاعت سے ہو۔ اس لئے کہ اسم مفعول شفاعت سے مشفع ہے اور شفع سے ہے کہ یہ دونوں مصدر ہیں۔

المشهود :

اسم مفعول ــــ وہ شخص جس کے اوامر ونواہی گواہی دیں اور حاضر ہوں۔ ارشاد باری ہے: و شاھد و مشھود ــــ قرطبی نے لکھا ہے کہ شاید انبیاء ہیں اور مشہود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اس کا ذکر واذا اخذ اللہ میثاق النبین ...... وانامعکم من الشھدین تک ہے۔

یعنی "جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے وعدہ لیا ہے تا کہ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں"۔

مشفح :

آپ کا اسم شریف مشفح بہ وزن محمد اور معنی محمد میں اس لئے کہ شفح کا معنی لغت میں الحمد ہے- اسے ابن دحیہ نے ضبط کیا ہے...... اور قاف کے ساتھ بدل فا روایت کیا گیا ہے۔ اسے شمنی اور دلجی نے ضبط کیا ہے-

کتاب شعیا علیہ السلام میں اس نام سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت ہے۔ جیسا کہ ابن ظفر نے بشر میں نقل کیا ہے کہ:

☆ آپ اندھوں کی آنکھوں کو بینا کر دیں گے۔

☆ بہروں کے کانوں کو شنوا بنا دیں گے۔

☆ جن قلوب پر غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں اور مردہ ہیں ان کو ہدایت سے زندہ کر دیں گے۔

☆ اور جو شے میں محمد کو دوں گا اس کی مثل کسی کو نہ دوں گا۔

مشفح اللہ تعالیٰ کی حمد جدید حمد سے کرنے والا —— سریانی میں لفظ حمد کے معنی میں ہے۔

المشیر :

اشار علیہ سے اسم فاعل ہے، جس وقت اس کے لئے نصیحت کی جائے اور صواب بیان کیا جائے۔ آپ کا اسم شریف اس لئے ہے کہ آپ اپنی نصیحت میں مخلص ناصح ہیں۔

المصباح :

بمعنی چراغ اور کواکب کے اعلام سے ایک علم ہے۔ آپ کا یہ اسم شریف اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کی ذات مبارک سے آفاق منور ہو گیا ہے۔

المصارع :

وہ شخص جو اپنی قوت سے لوگوں کو پچھاڑے یا اس لفظ کی اصل سین سے ہے۔ صاد سے بدل دی گئی ہے —— اس کا معنی و شے جو کسی کے سامنے آنے والی ہو وہ اس کی طرف مبادرت کرنے والا ہو —— لیکن اوّل لفظ جو صاد سے ہے، اس کی تائید و حدیث کرتی ہے، جسے بیہقی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابو الاسید کلدہ جمحی سے کشتی لڑی، آپ نے اسے پچھاڑ ڈالا، ابو الاسید کی قوت اس حد کو پہنچی تھی کہ وہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس آدمی اس کے قدموں کے نیچے سے اسے کھینچتے اس کے قدموں کے نیچے کا چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا اور اسے جنبش نہیں ہوتی تھی —— اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کشتی کے لئے بلایا اور کہا کہ آپ مجھے پچھاڑ ڈالیں گے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پچھاڑ ڈالا۔ مگر وہ ایمان نہیں لایا۔

المصافح :

مصافحہ سے اسم فاعل ہے —— اس کا معنی ہاتھ سے پکڑنا ہے۔ امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے۔ اس پر جملہ علماء کا اتفاق ہے۔ مصافحہ کے وقت چہرہ کی بشاشت اور جس سے مصافحہ کیا جائے اس کی مغفرت کے لئے دعا مستحب ہے۔

مصحح الحسنات :

حسنات کی صحت کی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان ہو۔

المصطفیٰ :

آپ کے اشہر اسماء سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تمام مخلوق پر برگزیدہ کیا ہے۔

المصلح :

اصلاح سے اسم فاعل ہے ــــ اصلاح فساد کا زائل کرنا اور ارشاد کا راستہ ظاہر کرنا ہے ــــ آپ دین کے مصلح ہیں کہ شرک کو زائل کرتے ہیں اور خلق کی اصلاح ہدایت سے کرتے ہیں۔

المصلی علیه :

مصلی بہ فتح لام یعنی آپ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

المطاع :

وہ اتباع کیا گیا شخص، جس کا اعتقاد لوگ کریں ــــ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور مطاع ثم امین

میں مطاع نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

المطهر :

اس اسم شریف کو ابن دحیہ نے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے ــــ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ لفظ ھا کے کسرہ سے اسم فاعل ہو۔ اس لئے کہ آپ نے اپنے غیر کو شرک سے پاک کیا ہے ــــ اور یہ فتح ھا اسم مفعول ہے۔ آپ ذات سے طاہر، معنی میں طاہر، اور باطن میں طاہر ہیں۔

اس کا معنی گناہوں سے پاک جیسا کہ ارشاد باری ہے:

لیغفرك اللہ ما تقدم من ذنبك و ماتاخر

مطهر کا یہ معنی بھی ہے کہ آپ کے سبب دوسرے لوگ گناہوں سے پاک و طاہر ہو گئے۔ آپ کے اتباع کے سبب لوگ گناہوں سے دور رہتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے: **یزکیهم**

''یعنی آپ مومنوں کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں'' ارشاد باری ہے:

یخرجهم من الظلمات الی النور

ظلمات سے مراد کفر اور گناہ ہیں ــــ نور ایمان، تقویٰ اور طاعت آپ کے ارشاد سے انہیں حاصل ہوتا ہے۔ اور آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان امور کی توفیق دیتا ہے۔

المظهر :

بہ کسر ھا آپ شرائع اور احکام اور دین اسلام اور آیات بینات ظاہر کرنے والے ہیں۔

المطلع :

غیب کی خبروں سے آپ خبر رکھنے والے ہیں اور آپ کو ان کا علم ہے۔

المطیع :

اپنے رب کے فرماں بردار —— طوع سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے انقیاد —— اس کے ساتھ ابن ماجہ کی وہ حدیث جس کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے' وارد ہوئی ہے۔

كان صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم يقول رب اجعلني شكارالك ذكارالك رها بالك مطوعا لك مخبتا اليك اواهاً منيّا

''حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے: اے رب! تو مجھے اپنا شکر کرنے والا' ڈرانے والا' فرمانبردار' عاجزی کرنے والا' رونے والا' احسان ماننے والا کر دے''۔

المظفر :

جس نے آپ کے ساتھ عداوت کی آپ اس پر منصور ہوئے۔

المعزر :

ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے اسم شریف کو فرمان الٰہی و یعزروہ و یوقروہ سے اور اس ارشاد فالذین امنوا به عزروه و نصروه سے ذکر کیا ہے —— اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعزیر یعنی آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرنے یا آپ کی اعانت کرنے کو واجب کیا ہے اور مخلوق پر آپ کی توقیر واجب کی ہے —— دونوں زا سے بھی پڑھا گیا ہے یعنی بجائے رائے ہماز اواقع ہوا ہے۔

المعصوم :

ارشاد باری ہے: والله يعصمك من الناس ۔ ''اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھتا ہے''۔

المعطی :

بخشش کرنے والے' متفضل عطا سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے دنیا ...... ارشاد نبوی ہے: انما انا قاسم والله معطى میں عطا کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے'' —— یہ اسمائے الٰہی سے ایک اسم ہے۔

المعقب :

بہ فتح عین و بہ کسر قاف مشدد —— بمعنی عاقب۔ آپ انبیاء کرام کے عقب میں آئے ہیں یہ سیوطی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔ سیوطی کے غیر نے لکھا ہے کہ یہ اسم شریف عقب سے ہے —— جس وقت کوئی شخص اپنے بعد کسی کو چھوڑے' آپ کے عقب میں حضرت فاطمہ رضی الہ تعالیٰ عنہا باقی رہیں۔ ان سے اولاد ہے جو قیامت تک رہے گی۔

المعلم :

بہ کسر لام مشدد ـــــ خیر کے لئے ارشاد کرنے والے' خیر پر رہبری کرنے والے ـــــ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ

معلم صدق ان یطیعوہ یہتدوا

''آپ خیر کی ہدایت کرنے والے ہیں۔ اگر لوگ آپ کی اطاعت کریں گے تو ہدایت پائیں گے''۔

یہ تعلیم سے اسم مفعول کا صیغہ ہے یا اسم فاعل کا صیغہ ہے ـــــ ارشاد باری ہے :

وعلمك مالم تكن تعلم

''آپ کو ہر وہ علم سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے (علم غیب ہو یا علم ظاہر)''

المعلن :

اپنی دعوت ظاہر کرنے والے۔ آپ پر درود بھیجنے کی صفت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث میں یہ ہے :

المعلن الحق بالحق ''حق بات کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والے''۔

المعلیٰ :

وہ شخص جو اپنے غیر پر بلندی دیا گیا ہو ـــــ تعلیہ سے اسم فاعل ہے ـــــ اس کا معنی ہے رفعت' بلندی۔

المفضال :

افضال سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی بہت جود اور کرم کرنے والے۔

المفضل :

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ مفضل بہ وزن مکرم ہو۔ یہ اس معنی میں ہے جو اس سے پہلے اسم میں بیان کئے گئے ہیں یعنی اسم مفضال میں ـــــ یہ احتمال ہے کہ بہ وزن مقدس ہو۔ یعنی جمیع عالم پر تفضیل دیا گیا۔

علامہ سیوطی کے غیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی مشرف علی غیرہ تفضیل سے اسم مفعول ہے ـــــ اس کا معنی تشریف اور تکریم ہے ـــــ آپ کا یہ اسم شریف اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمیع خلائق پر آپ کو تفضیل دی ہے اور مراتب کے ساتھ آپ کو مخصوص کیا ہے۔

معلم امۃ :

آپ نے امت کو وہ علوم تعلیم کئے جن کا انہیں علم نہ تھا ـــــ اس کا معنی امت کو خیر کے ساتھ ارشاد فرمانے والے' خیر پر امت کے رہبر اوّل ـــــ ارشاد باری ہے:

و علمك مالم تكن تعلم

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو اس امر کی رشد و ہدایت کی جس کو آپ نہیں جانتے تھے۔ اور آپ کو اس کا علم نہیں تھا اور نہ آپ کو سابق معرفت ان امور کی تھی کہ وہ

☆ حوادث امور اور دلوں کے ضمائر میں اور غیبوں کے اسرار ہیں۔

☆ دین کا امر ہے' احکام اور شرائع اسلام ہیں۔

دونوں اسموں یا ایک آخر کے اسم پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد و يعلمكم الكتاب والحكمة میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور حکمت سے مراد قرآن مجید کے احکام۔ و يعلمكم مالم تكونوا تعلمون سے استدلال کیا ہے۔

اس آیت شریف میں تعلیم سے مراد مواعظ اور ان کے اخبار مراد ہیں' جو گزر گئے ہیں۔ احوال قیامت اور قیامت کے مقدمات اور ان کے سوا وہ چیزیں کہ ان کی معرفت سوا غیر متلو وحی کے نہیں ہو سکتی۔ اس سبب سے کہ تعلیم کتاب اور حکمت اور دوسرے امور میں تغائر تھا اس لئے فعل کا اعادہ کیا گیا ہے یعنی فعل تعلیم کا اعادہ کیا گیا ہے۔

المفتاح :

وہ شخص جس سے بند دروازے یا دشواریاں کھل جائیں —— مفتاح بمعنی کھولنے والی' کنجی

مفتاح الجنة :

آپ وہ پہلے شخص ہیں جس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

المقتصد :

بہ کسر صاد اس کا معنی مستقیم ہے —— اقتصاد سے اسم فاعل ہے —— اس کا معنی راستہ کی استقامت یا اس کا معنی عدل ہے۔

المقفى :

المقفى : حدیث پاک میں ابن عدی کے نزدیک ہے۔ وانا المقفى —— عام نبیوں کے پیچھے میں آیا ہوں —— اس لئے قفا النبين کہا گیا ہے۔ یعنی آپ ان کے پیچھے آئے' ان کے احوال اور ان کے شرائع سے آپ واقف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو شے احسن تھی وہ آپ کے لیے چن لی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے قصوں میں آپ اور آپ کی امت کے لئے عبرت تھی اور بہت سے فائدے تھے —— یا یہ مراد ہے کہ آپ انبیاء سے آخر اور ان کے خاتم ہیں۔

آپ کا اسم شریف المقفى بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ عاقب ہے۔ رسولوں میں سے جو آپ سے آگے گزرے ہیں۔ آپ ان کے آثار قدیم پر آئے ہیں —— مقفى وہ لفظ ہے جو قفو سے نکلا ہے —— عرب لوگ کہتے ہیں قفاه يقفوه جس وقت

ایک سے دوسرا آخر آتا ہے—— اور

☆ اسی لفظ سے قافیۃ الراس ہے—— سر کے موخر کو کہتے ہیں۔

☆ اسی لفظ سے قافیۃ البیت ہے—— جو موخر شعر کو کہتے ہیں۔

☆ ہر ایک شے کے موخر کو قافیہ کہتے ہیں۔

چنانچہ مقفی وہ شخص ہے جو اپنے جانب سے رسولوں سے پیچھے رہا ہو—— آپ رسولوں کے خاتم ہیں اور ان کے آخر آئے ہیں۔

ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ مقفی کا معنی متبع ہے۔ یعنی آپ انبیاء کرام کے متبع ہیں۔ اس میں آپ کی فضیلت ہے کہ آپ نے انبیاء کرام کے احوال اور شرائع پر اطلاع پائی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہر ایک شے جو احسن تھی وہ اختیار کی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے قصوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیان کئے ہیں۔ آپ اور آپ کی امت کے لئے عبرت ہے اور فائدے ہیں۔

المقدس :

بہ فتح دال مہملہ—— اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ نام سابقہ کتب میں رکھا ہے۔ اس کا معنی گناہوں سے پاک عیبوں سے بری برے اخلاق سے پاک اور اوصاف ذمیمہ سے مطہر و پاک—— اس لئے کہ اخلاق ذمیمہ اور اوصاف حقیرہ آپ کی جناب کے لائق نہیں ہیں——

لفظ مقدس، تقدیس سے ہے مطہر کے معنی میں—— کہا گیا ہے کہ مقدس کا معنی متفضل ہے۔ اپنے غیر پر فضیلت دیئے گئے—— آپ کی تقدیس یہ ہے کہ آپ پر درود بھیجا جاتا ہے۔

المقری :

وہ شخص جو اپنے غیر کو قرآن مجید پڑھا دے—— صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن مجید پڑھاؤں یعنی قرآن کی تعلیم دوں" جیسے شیخ طالب کے سامنے اس کی تعلیم کے لئے پڑھتا ہے تاکہ اسے فائدہ پہنچا دے نہ اس لئے کہ طالب سے فائدہ حاصل کرے—— اس حدیث میں ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت ہے۔

المقسط :

اقسط سے اسم فاعل ہے جس وقت کوئی عدل کرتا ہے تو یہ کہتے ہیں یہ اسم اسمائے الٰہیہ سے ہے—— اس کا معنی ہے اپنے حکم میں عادل اور ظالم سے مظلوم کا انصاف کرنے والا۔

المقسم :

اقسم سے اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے حلف کرنا۔ آپ قسم نہیں کھاتے تھے مگر اس شے میں کہ آپ کا رب آپ سے خوشنود ہوتا۔ آپ قسم میں نہیں ہوتے تھے مگر —— آپ کا یہ نام بار بار اس آگاہی کے لئے رکھا گیا کہ اس وصف کے آپ ہی سزاوار ہیں نہ کہ آپ کا غیر۔

المقصوص علیه :

ارشاد باری ہے: **نحن نقص علیك احسن القصص**

''ہم آپ کے سامنے زیادہ اچھا قصوں کا قصہ بیان کرتے ہیں''۔

المقضی :

امام احمد کے نزدیک حضرت حذیفہ اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مرفوعاً وارد ہوا ہے اس کے رجال ثقہ ہیں —— کہا گیا ہے کہ مقتفی ہے۔ قاف کے بعد تاء فوقانی ہے۔

مقیل العثرات :

جس کسی سے لغزشیں سرزد ہوتیں آپ اسے بخش دیتے اور اپنے نفس مبارک کے لئے اس سے انتقام نہیں لیتے تھے —— آپ غضب میں نہیں فرماتے مگر اس وقت کہ حرمات الٰہی کی ہتک ہوتی —— لغزش کو عثرات کہتے ہیں اس لئے کہ عثرات گناہ میں گرنا ہے۔ احمد اور داؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع روایت کی ہے:

اقیلوا ذوی الهیئات عثراتهم الا فی الحدود

اس حدیث کو شافعی اور ابن حبان نے اس لفظ سے روایت کیا ہے:

اقیلوا ذوی الهینات زلاتهم

امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ اہل علم سے نقل کرتے ہیں' وہ لوگ مراد ہیں کہ شر کو نہیں جانتے' کوئی ذلت کسی کو پھسلا دیتی ہے—— ماوردی نے کہا ہے کہ ان لوگوں کے عثرات میں دو وجہیں ہیں:

☆ ایک وجہ یہ ہے کہ ان سے صغیرہ گناہ صادر ہوں۔

☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں کوئی مطیع پہلی بار پھسل گیا ہو۔

اس لئے ان کو عفو کرنا چاہئے مگر حدود الٰہی میں نہ انہیں چھوڑنا چاہئے ان پر حدود جاری کی جائیں۔

مقیم السنة بعد الفترة :

اس لفظ اور معنی سے زبور میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ہرگز قبض نہ کرے گا' یہاں تک کہ آپ کے سبب ملت کج کو

سیدھا کر دے گا۔ اس طور پر کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں گے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے ---

کتاب ''شفا شریف'' قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں وہ شے ہے جس کی تصریح کی ہے اور انبیاء کرام علیھم السلام کی کتابوں میں واقع ہوا ہے...... حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا:

''اے اللہ! لوگوں کے لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج کہ وہ سنت کو سیدھا کریں گے''۔

یعنی طریق شریعت اور دین کی اقامت کریں گے۔ فترت کے بعد[1] سنت کی اقامت اسلام کا اظہار کرنا۔

المکرم :

اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کل خلق سے مکرم ہیں۔

المتکفی باللہ :

آپ وہ شخص ہیں کہ آپ نے اپنے امور اللہ تعالیٰ کو سونپ دیئے ہیں اور اس پر توکل کر لیا ہے۔

المکفی :

آپ وہ ذات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مہمات کی کفایت کی ہے یعنی آپ کو دکھ' تکلیف سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ان مہمات کے دفع میں آپ کو اپنی نصرت دی ہے۔ اور آپ کے امر کے ساتھ قیام کیا ہے --- اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قتال کی کفایت کی ہے' مومنوں کو اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔

المکین :

آپ کا اسم شریف مکین بہ وزن فعیل مکانت سے ہے۔ ایک جماعت نے اس اسم شریف کو اس ارشاد باری سے لیا ہے:

ذی قوۃ عند ذی العرش مکین

یہاں مکین سے مراد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کے اس نام سے تسمیہ کی وجہ اس لئے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ مکین ہیں کہ آپ کا عظیم مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک علو رکھتا ہے۔ آپ کے اس مرتبہ سے یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ آپ کے ذکر کو جمع کیا ہے --- چنانچہ آپ کے نام مبارک کے سوا کسی کے نام سے اذان نہیں دی گئی اور نہ اپنے نام کے ساتھ کسی کا نام قرین کیا مگر خاص آپ کے نام کو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ورفعنالك' ذکرك

یعنی ''میں ذکر نہیں کیا جاتا ہوں مگر میرے ساتھ اے محمد! آپ کا ذکر کیا جاتا ہے۔''

جیسا کہ مفسراً جبرئیل علیہ السلام سے وارد ہوا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر دی ہے۔ چنانچہ آپ کے لئے

---

[1] فترت وہ زمانہ جس میں وحی اور رسولوں کا سلسلہ منقطع رہا۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور تک کا زمانہ

سابق میں ساق عرش پر اعلان کر دیا ہے کہ آپ کا اسم شریف ساق عرش پر لکھا اور حوروں کے سینوں اور دوسری چیزوں پر آپ کا نام مبارک لکھا ہے ـــــ آپ سے لاحق میں ایمان کے مینار پر آگاہی دی ہے کہ آپ کے اسم پاک کے ذکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے موذنوں کو ہر اذان میں حکم دیا ہے ـــــ لاحق سے مراد آخرت ہے۔ آخرت میں آپ ادائے حمد اور شفاعت اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہیں ـــــ آپ کا یہ وصف اس قسم سے ہے کہ اس کے ساتھ آپ کے غیر کو آخرت میں اجازت نہیں دی ہے۔

المکی الملاحمی :

ملاحم کی طرف نسبت ہے ـــــ ملحمہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے قتال ـــــ آپ تلوار اور جہاد کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔

ملقی القرآن :

اپنی امت کو قرآن پہنچانے والے۔ یا متلقی بین، بمعنی متصدی یعنی جس وقت قرآن شریف نازل ہوا۔ آپ اسے لینے کو پیش آنے والے ہیں ـــــ ارشاد باری ہے:

وانك متلقى القرآن من لدن حكيم عليم

قرآن کریم کی ذکر کے ساتھ تخصیص اس لئے ہے کہ معجزہ عظمیٰ ہے ـــــ القا میں آپ کے غیر کی مشارکت آپ کے منافی نہیں ہے۔

الممنوح :

آپ کو عطا کی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے :

ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ

قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ وعدہ اس شے کو شامل ہے جو شے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال نفس اور ظہور امر اور اعلاء دین کی عطا کی ہے ـــــ اور آپ کے لئے جو شے ذخیرہ کی ہے، اس قسم سے ہے کہ اس کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے یہ وعدہ اس کو شامل ہے۔

المنادی :

اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کی طرف آپ بلانے والے ہیں ـــــ ابن جریج نے اس ارشاد باری :

ربنا اننا سمعنا منا دیا ''اے ہمارے رب! بے شک ہم نے سنا منادی (پیغمبر) کی ندا کو''۔

کہا ہے کہ منادی کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ـــــ ابن ابی حاتم نے اسے روایت کیا ہے۔ یہ معنی بہ کسر دال منادی ہے ـــــ اور بہ فتح دال منادی اس کا یہ معنی ہے کہ شب اسراء میں آپ جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے

اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گئے تھے۔ آپ کے یہ دو اسم ہیں جیسا کہ شامی میں ہے۔

المنتصر :

اپنے رب کی طرف سے اپنے دشمنوں پر نصرت دیئے گئے۔

المنتظر :

انتظار سے ہے۔ یعنی جمیع امتوں کو آپ کا انتظار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء اور ان کی امتوں سے عہد لیا تھا کہ جو کوئی آپ کو پائے وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی نصرت کرے — چنانچہ ہر ایک نبی اپنی امت کے ساتھ آپ کے زمانہ کا انتظار کرتا تھا۔

المنجی :

جس نے آپ کا اتباع کیا اس نے آتش دوزخ سے نجات پائی۔ آپ نے اسے دوزخ سے بچا لیا۔

المنذر :

انذار سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے خوف دلانے کے ساتھ ابلاغ — ارشاد ربانی ہے :

انما انت منذر

اور خاص حصر ہے۔ یعنی آپ کفار کی ہدایت پر قادر نہیں ہیں — عام حصر نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ کے اور بہت سے اوصاف ہیں۔ جیسے کہ بشارت ہے۔

آپ کے اسم شریف منذر کا معنی ہے خوف، دلانے کے ساتھ تبلیغ کرنے والے۔ ارشاد باری ہے :

انا ارسلنك شاهدا

آپ ان لوگوں پر شاہد ہیں جن کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں۔ و بشیرا و نذیرا اور لوگوں کو بشارت دینے والے ہیں اور ڈرسنانے والے — جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتے ہیں ان کو آپ ثواب کی بشارت دینے والے ہیں — جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت دینے والے۔

المنزل علیه :

اس کا معنی ہے کہ آپ پر قرآن شریف اور وحی نازل ہوئی ہے۔

المنحمنا :

بہ ضم میم و سکون نون و فتح حائے مہملہ و کسر میم ثانی و تشدید نون مفتوحہ مکسورہ سے ہے — دونوں میموں کے فتح سے بھی ہے — سریانی زبان میں محمد ہے۔ اس کا معنی روح القدس ہے۔

یہ اسم شریف انجیل میں ہے۔ جیسا کہ ابن اسحٰق نے کہا ہے۔ شمنی اور ابن دحیہ نے دونوں میموں کے فتح سے ضبط کیا ہے۔

المنصف :

بمعنی عادل —— آپ انصاف میں لوگوں سے شدید تر ہیں۔

المنصور :

نصرت سے اسم مفعول ہے اس کا معنی ہے موئید یعنی تائید دیے گئے۔

المنیب :

طاعت پر متوجہ ہونے والے۔

المنیر :

انار سے ہے اس کا معنی روشن ہوا۔ یعنی آپ جو شے لائے ہیں۔ اس سے مومنوں کے دلوں کو روشن کرنے والے ہیں۔

المهاجر :

آپ نے مکہ سے مدینہ میں ہجرت کی۔

المهتدیٰ :

ہدایت یافتہ

المهدی :

اہدی سے اسم فاعل ہے۔ بمعنی ہدیٰ مرشد اور خیر کے راستہ کی طرف سے رہبر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ویهدیك صرا طا مستقیما

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

جزعا علی المهدی اصبح ثاویا　　یاخیر من وطی الثری لا تبعد

یا بہ فتح دال اسم مفعول اهدی الشی سے ہے۔ یعنی ہدیہ کیے گئے آپ کے یہ دو اسماء شریفہ ہیں جیسا کہ شامی میں ہے۔

المهداة :

بہ ضم میم و فتح دال —— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

انما انا رحمة مهداة —— اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے —— یعنی ''میں وہ رحمت ہوں جو مخلوق کو ہدیہ کی گئی ہے۔

المھیمن :

یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔اس کے مختلف معانی ملتے ہیں:

☆ شاہد' حافظ' مومن' امین' رقیب' شہید' متعالی' شریف' مصدق' والی

☆ خلق پر قائم۔

اس اخیر معنی کے سوا اور معانی بھی آپ پر صادق ہیں۔آپ مھیمن ہیں——— اور آپ پر یہ بھی صحیح ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر قائم ہیں———ارشاد باری ہے:

وانزلنا الیك الکتاب بالحق مصدقاً لما بین یدیه من الکتاب و مهیمنا علیه

یعنی''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو حق ہے' اور پہلی کتاب کی مصدق اور محافظ ہے''۔

ابن الجوزی نے قرآن پاک کی تفسیر ''زاد المسیر'' میں کہا ہے کہ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے **و مهیمنا علیه** کے معنی میں روایت کی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قرآن شریف پر موتمن ہیں——— ارشاد باری ہے:

وجعلنٰك یا محمد ' مهیمنا علیه

آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ تبوک کے دوران اپنے شعر میں آپ کا اسم شریف میھمن بیان کیا ہے۔

حتّی احتوی بیتك المیهمن من خندف علیاء تحتها النطق

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے: **ثم اعتدی بیتك المهیمن**

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ نے یہاں یا **ایها المهیمن** کا ارادہ کیا ہے۔اگر یہ ارادہ ہوتا تو المھیمن اسم نہ ہوتا——— یہ قتیبی کا قول ہے——— امام ابوالقاسم قشیری نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لفظ بیت سے آپ کے شرف کا ارادہ کیا ہے——— اور مھیمن آپ کی صفت ہے۔یعنی آپ کا وہ شرف جو آپ کے فضل پر شاہد ہے۔اعلیٰ مرتبہ پر حاوی ہے۔

الموتمن :

یہ فتح قسیم ثانی——— وہ شخص جس کی امانت پر بھروسہ کیا جائے' اور اس کی دیانت میں رغبت کی جائے-آپ حافظ وحی ہیں اور وحی پر آپ کا اعتماد کیا گیا ہے——— یا اس امت پر آپ کا اعتماد کیا گیا ہے۔یعنی آپ اس امت پر شاہد ہیں۔

المولی جوامع الکلم :

الموقر :

صاحب حلم اور متانت۔مجلس میں آپ کا ایسا وقار تھا کہ آپ کے اطراف سے کوئی شے نہیں نکل سکتی تھی۔

الموحی الیہ :

اس کتاب کی جلد اوّل میں متعدد صفات پر اس کا معنی بیان ہو چکا ہے۔

الموصل :

اس کا معنی ہے مرحوم' رحمت کیا گیا —— یہ اسم شریف تورات میں ہے۔

المولی :

اس کا معنی سید منعم' ناصر' محب ہے۔ یہ اسم اسماء الحسنٰی سے ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔:

وھوا الولی الحمید ...... اللہ ولی الذین امنو ...... ذلك بان اللہ مولی الذین امنوا ۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو مومنوں کی نصرت ان کے دشمنوں پر کرتا ہے—— ارشاد باری تعالیٰ ہے :

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنو،

یعنی ''تم لوگوں کو نصرت دینے والا ہے'' —— اللہ تعالیٰ نے لفظ اولیاء کم نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ ان کی نصرت ایک ہی ہے یا اس لئے فرمایا ہے کہ ناصر اللہ کریم ہی کی ذات ہے۔ اس کا غیر اس کی متبعیت اور مدد سے ہی ناصر ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے :

وما النصر الا من عنداللہ

بخاری شریف میں حدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے :

انا ولی کل مومن ——

''میں ہر مومن کا ناصر' ان کے امور کا متولی اور مصالح امور پر قائم ہوں''

بخاری شریف ہی میں ایک اور حدیث پاک ہے :

ما من مومن الا و انا اولی بہ فی الدنیا والاخرة فان ترك مالا فلعصبة من کانوا فان ترك دیناً او ضیاعاً فالیاتنی فانا مولاہ

ترمذی شریف میں ایک حدیث حسن روایت کی گئی ہے :

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

یعنی ''میں جن لوگوں کو نصرت دیتا ہوں' علی (اللہ وجہہ الکریم) ان کے ناصر ہیں''۔

المؤمن :

مومن اسمائے الٰہیہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نام سے آپ کا نام رکھا ہے۔ آپ کے حق میں اس نام کا معنی اپنے وعد

اپنے قول اور مومن بندوں کے قول اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

ومنهم الذين يؤذون النبى و يقولون هو اذن قل اذن خير لكم يؤمن بالله و يؤمن للمؤمنين

انہیں لوگوں میں سے وہ منافقین تھے کہ آپ کا عیب بیان کرتے اور آپ کی باتوں کو دوسروں کے پاس نقل کرتے تھے۔
جس وقت ان منافقوں کو ان امور سے ممانعت کی جاتی کہ آپ کو ان کی باتیں نہ پہنچیں تو وہ منافقین یہ کہتے تھے:
''وہ سراپا گوش ہے یعنی جو کچھ آپ سے آپ کے اصحاب کہتے ہیں' آپ اسے قبول کر لیتے ہیں —— اور جس وقت ہم لوگ حلف کرتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ سنا ہے' وہ ہم نے نہیں کہا تو آپ ہماری تصدیق کرتے ہیں''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
''اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ ان منافقوں سے کہہ دیجئے کہ وہ تمہارے خیر کو سنتا ہے نہ تمہارے شر کو —— اور وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے' اور مومن جو بات اس سے کہتے ہیں' ان کو وہ سچ سمجھتا ہے اس لئے کہ اس کو مومنوں کے صدق اور اخلاص کا علم ہے''۔
بیہقی کے نزدیک ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:
انا امنة اصحابى ''میں اپنے اصحاب کے لئے امن اور طمانیت ہوں''۔
جس وقت میں چلا جاؤں گا تو ان کے پاس وہ شے آئے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یعنی مکروہات' جن سے اصحاب کو امنیت نہ رہے گی۔
امنہ مصدر ہے بمعنی امان —— یا مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے رجل عدل کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ اسم بمعنی مومن ہے۔

المويد :

بہ فتح یائے تحتانی۔ اس کا معنی منصور یعنی مقوی اور معان —— یہ اسم شریف اس آیت کریمہ سے لیا گیا ہے:

هو الذى ايدك بنصره و بالمؤمنين

''وہ ذات جس نے آپ کو اور مومنوں کو اپنی نصرت سے تائید دی ہے''۔
یا کسر یا سے اس کا معنی ناصر' قوی یا شدید ہے —— یہ آپ کے دو اسم ہیں جیسا کہ شامی میں ہے۔

الميسر :

اس کا معنی ہے ''دین کو آسان کرنے والے'' —— اسم فاعل ہے مسلم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے' آپ نے فرمایا۔ ان الله بعثنى ميسرا ۔
مصنف نے اس مقام پر ایک سو بیالیس اسم شمار کئے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء سے چھ اسم ہیں۔ شامی نے دوسرے اسماء کا اضافہ کیا ہے۔

الموعم :

اس کا معنی وہ مقصود جس کا قصد (ارداہ) ہر ایک امید رکھنے والا کرے۔

المتلو :

تلو سے اسم مفعول ہے —— اس کا معنی ہے متابعت

المتمکن :

المتمکن فی الارض یعنی وہ شخص جس کی لوگوں نے اطاعت کی ہو اور اتباع کیا ہو۔

المتمم :

اسم فاعل ہے —— اس کا معنی ہے مکارم اخلاق کو پورا کرنے والے۔

المتمم :

اسم مفعول ہے —— اپنی خلقت اور خلق میں کامل۔

المثبت :

بہ فتح با موحدہ مفعول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دین پر ثابت قام رکھا ہے۔

المجاول :

اس کا معنی ہے محکم اور امور دین کے لئے متیقن یا حجت کرنے والا۔

المجید :

رفیع قدر یا کریم —— یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔

المحجة :

راستہ کے جادہ کو کہتے ہیں —— حج سے ہے۔ اس کا معنی ہے قصد' ارادہ —— اس میں میم زائدہ ہے۔

المحکم :

بہ فتح کاف مشدد —— یعنی حاکم' جسے قاضی یا منصف کہتے ہیں۔

المحید :

حاد عن الشی سے لیا گیا ہے ۔ جس وقت کوئی شخص کسی شے سے عدول کرے' اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے باطل

سے عدول کیا ہے اور حق کا اتباع کیا ہے ـــــ یا یہ اسم احاد سے ہے۔ معنی یہ کہ آپ نے اپنی امت کے ساتھ طریق مستقیم کی طرف عدول کیا ہے۔

المخبت :

اس کا معنی خاشع ہے (عاجزی کرنے والا)

المختص :

اسم مفعول ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات کے لئے مختص کیا ہے۔ اور آپ کو اپنی تمام مخلوق سے اختیار کیا ہے ...... یا اسم فاعل ہے' آپ ملازمت عبادت کے ساتھ مختص ہیں۔ آپ نے اپنی ذات مبارک کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب کی زیادتی کے لئے نکال لیا ہے۔

المختص بالقرآن ' المختص بای لا تنقطع

معنی ظاہر ہے کہ قرآن مجید آپ پر نازل ہوا ہے ـــــ ای جمع آیت نشانی۔ آپ کی نشانیاں ایسی ہیں جن کو انقطاع نہیں ہے۔

المختم :

ختم سے اسم مفعول ہے ـــــ آپ نے خاتم اختیار کی تھی۔

المخضم :

بہ وزن منبر ـــــ معنی ہے' سید' شریف' عظیم' منیف'

مرحمت :

حدیث پاک ہے: ربعثت مرحمة و ملحمة .

اس حدیث کو ابونعیم نے روایت یا ہے۔

المزمزم :

بہ فتح ثانی وضم اوّل ـــــ آپ کا قلب اطہر زمزم کے پانی سے دھویا گیا تھا۔

المرشد :

بمعنی ھادی' طریق ہدایت پر رہبر۔

مرغمه :

صحاح ستہ میں ہے۔ بعثت مرغما للكفر حتى يلصق بالرغام—— یعنی میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ کفر کو ذلیل کر دوں۔ یہاں تک ذلیل کر دوں گا کہ کفر خاک میں مل جائے گا—— رغام بہ فتح مٹی کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد ذلت دنیا اور عاجز کر دینا ہے۔

المرغب :

اسم فاعل ہے—— آپ اللہ تعالیٰ کی طاعت پر ابھارنے والے ہیں۔

مزيل الغمة :

دافع کرب اور سختی۔

المستجيب :

بمعنی مطیع یا بمعنی مستجاب —— فعیل بمعنی مفعول —— اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی طاعت اور آپ کے ارشاد کی تعمیل واجب کی گئی ہے' اگرچہ آدمی نماز پڑھ رہا ہو۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہے' اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔

المستغيذ :

عوذ سے ہے—— اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف التجاء۔

المساد :

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے یہ اس شریف آیہ کریمہ اسدوه لكل جميل سے لیا ہے۔ ارشاد باری ہے کہ میں آپ کو ہر ایک فعل جمیل کے لئے راست کر دوں گا۔

المسيح :

یونانی زبان میں بمعنی مبارک ہے—— یا اس کا یہ معنی ہے کہ وہ شخص کہ آفتوں کو مس کرتا ہے اور انہیں دفع کر دیتا ہے۔

المشذب :

طویل' معتدل القامت

المشرد بالعدد :

اسم فاعل ہے—— اس کا معنی عقوبت کرنا۔ آپ دشمن پر عقوبت کرنے والے ہیں —— دال مہملہ کی جگہ ذال معجمہ بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا ہے۔ فشرذبهم .

المشیح :

بہ ضم میم و کسر شین۔ وسکون یائے تحتانی —— وہ شخص جس کا سینہ ابھرا ہوا ہو —— اور پیٹ اور سینہ برابر ہوں۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ شاید مشیح بہ فتح اوّل ہے۔ اس کا معنی چوڑے سینے والا' جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

المصدق :

اسم فاعل —— اس کا معنی ہے اذعان کرنے والا' مطیع —— اور جو امر اس سے کہا جائے' اسے وہ بجا لائے —— جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو جس شے میں آپ کے رب کی خبر دی' آپ نے اس کی تصدیق کی۔

المصدق :

اسم مفعول ہے —— آپ کی امت نے آپ کی تصدیق کی۔

المصئون ' المضخم :

بہ وزن منبر —— بمعنی سید' شریف۔

المضری :

آپ کے جد مضر کی طرف آپ کی نسبت ہے۔

المضی :

بمعنی منیر۔

المعروف :

آپ معروف اللہ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نکوئی اور احسان ہیں —— یا آپ صاحب معروف ہیں یعنی صاحب نیکی۔

المعمم :

اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی ہے صاحب عمامہ —— سابقہ کتب میں مذکور آپ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

المعین :

اس کا معنی ناصر —— یا کثیر معونت اور معاضدت اور مساعدت ہے۔

المغرم :

بہ ضم میم وسکون غین —— اس کا معنی ہے محب اللہ —— غرام سے ہے۔ غرام کا معنی ایک شے کے ساتھ حرص اور اس کے لئے اہتمام۔

المغنم :

بہ غین ونون' بہ وزن جعفر —— ہر ایک شے سے خیار شے۔

المغني :

اس کا معنی ہے محسن متفضل۔ ارشاد باری ہے:

وما نقموا الا ان اغنهم الله و رسوله من فضله

اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی' شرف اور تعظیم ہے —— اور اس امر پر تنبیہ ہے کہ آپ کا مقام عالی اور آپ کی شان عظیم ہے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر اپنے ساتھ کیا ہے —— اللہ تعالیٰ آپ کے سبب اپنے بندوں پر اپنا احسان پہنچاتا ہے اور آپ کو بندوں کے لئے مغنی کیا ہے' اس فتح سے جو آپ کے مبارک ہاتھوں پر ہوئی اور غنیموں سے آپ کو فے دیا ہے۔

المفخم :

لوگوں کے دلوں میں موقر و معظم۔ لوگوں کی آنکھوں میں آپ کی ہیبت کی گئی ہے۔

المفلج :

اس کا معنی ہے دانتوں کے درمیان فاصلہ۔

المفلح :

فلاح سے اسم فاعل ہے —— اس کا معنی ہے کامیابی اور مقصد پر پہنچنا۔

المقدم :

اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء کرام پر خلقت' رتبہ اور شرف میں مقدم کیا ہے۔ یہ بہ فتح دال ہے —— مقدم فاعل بہ کسر دال —— آپ کے سبب آپ کی امت مقدم کی گئی ہے —— یعنی آپ کی امت کو غیر امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

المقوم :

بہ فتح واؤ —— اس کا معنی ہے مستقیم اور قیم۔

امکلم :

اسم مفعول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں آپ سے کلام کیا ہے۔

الملاذ :

بہ ذال معجمہ ـــــ معنی ظاہر ہے۔

الملبی :

اس کا معنی ہے مطیع، مخلص، مجیب یا محب

الملجاء :

بمعنی ملاذ۔

الملیك :

فعیل ـــــ یہ اسماء الحسنٰی سے ہے۔ اس کا معنی ہے ایجاد اور اختراع پر قادر ـــــ یا اس کا معنی ضابطہ امور اور متصرف امور۔

الملك :

بہ کسر لام ـــــ وہ شخص کہ لوگوں کی اور ہر چیز کی حد کو نگاہ میں رکھے اور رعیت داری اور ان کے امور کی تدبیر کرے ـــــ یا صاحب عزت یا صاحب غلبہ ـــــ یہ اسماء الحسنٰی سے ہے۔ یعنی اپنی ذات اور صفات میں کون اور موجودات سے مستغنی۔ اس سے کسی کو غنا نہیں ہے ـــــ یا اس کا معنی اختراع اور ابداع پر قادر۔

الملسی :

اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے ماسوا سے غنی یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا حکم حسن ہو اور جو فتویٰ دے وہ نیک ہو۔

الممنوع :

وہ ذات جسے ایسی قوت ہو کہ اس کو شیطان سے باز رکھے اور دشمنوں سے بچائے ـــــ یا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دشمنوں اور ہلاکت سے بچایا ہے۔

المنتخب :

بہ جیم ـــــ یہ خائے معجمہ دونوں کا معنی ہے مختار۔

المنجد :

اسکا معنی ہے معین، ناصر یا مرتفع القدر

المنقذ :

بہ کسر قاف وسکون ذال معجمہ ـــــ یعنی شدائد سے چھڑانے والا ـــــ آپ ہمیں اپنی شفاعت کے ذریعے قیامت کے دن

نجات دلائیں گے- حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں:

یدل علی الرحمٰن من یقتدی بہ　　و ینقذ من ہول الرزایا و یرشد

''جو شخص آپ کا اقتدا کرتا ہے' اسے آپ رحمٰن کی طرف ہدایت فرماتے ہیں—— قیامت کے دن آپ اپنی امت کو نجات دلائیں گے' اور دنیا میں آپ ان کی رہبری فرماتے ہیں''۔

منۃ اللہ :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

لقد من اللہ علی المؤمنین

علماء کرام نے آپ کو ذکر کے ساتھ اس لئے خاص کیا ہے کہ امت کے لوگوں نے آپ کے مبعوث ہونے سے فائدہ اٹھایا ہے۔

المھاب :

وہ شخص جس کی عظیم قوت کی وجہ سے یا اس کے عظیم خوف یا عظیم جنگ کی وجہ سے لوگ خوف کریں ...... اور اس کے عظیم غلبہ کی وجہ سے خوف کریں۔

المھذب :

پاک اخلاق والے' کدورتوں سے خالص کرنے والے۔

المورد حوضہ :

قیامت کے دن آپ کی امت آپ کے حوض پر وارد ہوگی۔

موذ موذ :

آپ کا یہ اسم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے۔

میذ میذ :

غرفی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ اسم شریف تورات میں ہے۔

الموعظۃ :

وہ شخص یا وہ شے جس سے لوگ نصیحت پکڑیں اور ان کو تذکرہ ہو۔

الموقن :

وہ شخص کہ اس کے فہم نے ایک امر کا یقین کیا وار وہ امر اس کے ذہن میں ثابت ہو جائے۔

المیزان :

محمود کرمانی نے ارشاد باری تعالیٰ: بالحق والمیزان میں حکایت کی ہے کہ اس سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔

المبحم :

بہ وزن معظم ...... اس کا معنی ہے مقصود ...... لوگ قیامت کے دن آپ کی حمایت کا ارادہ کریں گے۔ اور آپ کے مرتبہ کا اس لئے ارادہ کریں گے تا کہ انہیں سلامتی حاصل ہو۔

مکی :

آپ کے اس اسم شریف کے ساتھ تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ظہور کی ابتدا زمین پر مکہ شہر میں ہوئی ہے۔ اس لئے کہ وہ:

☆ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے'

☆ برکت کی مد ہے' اور

☆ ہدایت کا منشا ہے۔

اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول اوّل مکہ کے غار میں ہوا —— لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکی الاقامت (مکہ کے رہنے والے) مکی مبدأ نبوت اور مکی اعادہ ہیں —— آپ کا مکی وصف ان تین صفتوں سے ہے۔ یہ وصف اس وجہ سے نہیں کہ آپ کی ابتدا مطلقاً مکہ میں ہوئی ہے بلکہ آپ تو آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے سے پہلے تھے۔

آپ کے مکی ہونے کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ کی طرف متوجہ کرایا اور آپ نے نماز میں مکہ کی طرف استقبال قبلہ کیا۔ یعنی جس جگہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے' آپ نے وہاں سے توجہ قبلہ کی طرف کی جو مکہ میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ مکی ہیں کہ وجوداً اور قصداً ہمیشہ مکی ہیں- مرد اس جگہ ہوتا ہے جس جگہ کا ارادہ کرتا ہے۔ مرد اس جگہ نہیں ہوتا جس جگہ اس کا جسم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت سے یہ ہے کہ میت کا منہ قبلہ (مکہ) کی طرف کیا جاتا ہے۔

مدنی :

آپ کا اسم شریف مدنی اس لئے ہے کہ آپ کا دار ہجرت مدینہ منورہ ہے اور دار الاقامت بھی —— آپ کی زندگی اور برزخ میں۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ سے اٹھیں گے —— آپ کا مدینہ سے کوچ کرنا اور سفر نہیں ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے خطبہ کے دن فرمایا تھا:

المحیا محیاکم و الممات مماتکم

یعنی ''زندگی اور موت میں تمہارا شریک ہوں' تم سے جدا ہونے والا نہیں ہوں۔''

حرف النون

(نبی الاحمر والاسود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو حرف نون سے شروع ہوتے ہیں)

النامذ :

نبذ سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی کسی شے کو بہ سبب اس کے کہ اس کے عادی نہ ہوں' ڈال دینا —— ارشاد باری ہے:

فانبذ الیھم علی سوا

یعنی ان لوگوں کا عہد طریق مستوی پر اس طور پر ڈال دو کہ اس کا ان لوگوں پر ڈال دینا اس حیثیت سے ظاہر ہو جائے کہ آپ کے اور ان کے درمیان جو عہد تھا' وہ جان لیں کہ اس کا قطع ہے —— اور ان سے ایسے حال میں جنگ سے کشت وخون نہ کرو کہ وہ یہ جانتے ہوں کہ عہد باقی ہے۔

خلاصہ یہ کہ عہد قطعی طور پر توڑ کر ان سے جنگ کرنا چاہئے۔ وہ کھلم کھلا دھوکہ میں نہ رہیں۔ یہ نبوت اور قوت کی شان ہے۔

الناجز الناس :

اس کا معنی منجز ہے۔ یعنی کسی سے جو وعدہ کیا ہے اس کا پورا کرنے والا —— ارشاد باری ہے:

ام یحسدون الناس —— عکرمہ اور مجاہد کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کی تفسیر کی گئی ہے —— ابن جریر نے دونوں سے روایت کی ہے۔ آپ کا یہ نام تسمیہ خاص کا عام کے ساتھ ہے اس لئے کہ آپ تمام لوگوں سے اعظم اور اجل ہیں —— یا یہ معنی ہے کہ لوگوں میں جتنے خصائل حمیدہ ہیں' وہ سب آپ میں جمع ہیں۔

الناسخ :

نسخ سے اسم فاعل ہے —— لغت میں اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شے کا ازالہ ایک شے کے ساتھ جو اس کے عقب ہو —— اصطلاح میں نسخ کا معنی خطاب کے ساتھ شرعی حکم کا رفع کرنا —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شریعت سے تمام شریعتوں کو نسخ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس مبارک کا وصف نسخ کے ساتھ کیا ہے۔ **مانسخ من ایۃ** .

الناشر :

آپ نے اسلام کو پھیلایا اور شرائع کو ظاہر کیا ہے —— ناشر کا معنی یہ ہے کہ طے کرنے کے بعد ایک شے کے ظاہر کرنے

لے ـــــ نشر سے اسم فاعل ہے اس کا معنی بسط ہے۔ اور اسی سے نشر الصحیفہ ہے یعنی صحیفہ کا کھولنا اور نشر حدیث اور نشر کتاب ہے..... کہا گیا ہے کہ ناشر بمعنی حاشر ہے۔

الناصح :

شب معراج میں انبیاء کرام علیہم السلام نے جو کہا تھا:

مرحبا بالنبی الامی الذی بلغ رسالة ربه و نصح الامته

یعنی ''نبی امی کے لئے فراخی ہو اپنے رب کے پیغام کو پہنچایا اور اپنی امت کو نصیحتیں فرمائیں''

اس قول سے یہ اسم شریف لیا گیا ہے۔

الناضر :

نضارۃ سے ہے۔ اس کا معنی حسن اور رونق ہے۔

الناطق بالحق :

حق کے معانی میں علما کے جو اقوال ہیں' ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ حق سے مراد قرآن ہے ـــــ قرآن پاک کے ساتھ آپ کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ جس شے سے آپ نے نطق فرمایا ہے۔ قرآن مجید اس شے سے اعظم ہے۔

الناهي :

نہی سے اسم فاعل ہے ـــــ اس کا معنی ایک شے سے زجر کرنے والے اور شے کے ساتھ امر کرنے والے۔

نبي الاحمر نبي الاسود :

احمر اسود انسان اور جن یا عجم و عرب ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بعثت الى الاحمر والاسود

''میں کالے گورے' سرخ و سفید سب کی طرف نبی بن کر آیا ہوں''۔

نبي التوبة :

توبہ کا معنی رجوع اور انابت ہے۔ امتوں نے تفرق کے بعد آپ کی ہدایت سے صراط مستقیم کی طرف رجوع کیا ہے۔ مسلم شریف میں ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات شریف کے اسماء بیان فرمائے۔ ان ناموں سے وہ نام ہے جسے ہم نے محفوظ رکھا۔ اور ان ناموں سے وہ نام ہے جو ہمیں یاد نہ رہا۔ آپ نے فرمایا:

☆ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔

☆ میں مقفی ہوں اور میں حاشر ہوں۔

☆ میں نبی توبہ ہوں اور میں نبی ملحمہ ہوں۔

اس کے بعد کہ امت کے سب طریق متفرق ہو گئے تھے۔ آپ کی ہدایت امتوں نے ان طریقوں سے رجوع کیا لیکن پلٹ آتے۔ وہ ضلالت کے راستے کثیر انواع کے تھے' اور امتوں نے صراط مستقیم کی طرف رجوع کیا۔

توبہ کا معنی رجوع اور انابت ہے۔ اس سبب سے کہ امتوں کی توبہ کا سب آپ ہیں۔ اس لئے آپ کی اضافت توبہ کی طرف کی گئی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتوں کی توبہ قبول ہونے کی خبر دی ہے ـــــ یا

☆ توبہ کی طرف آپ کی اضافت اس لئے کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے یا آپ نے توبہ کے لئے امر کیا ہے ـــــ یا

☆ توبہ کی طرف آپ کی اضافت اس لئے کی گئی ہے کہ آپ کثیر التوبہ ہیں۔

سہیلی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ توبہ کا معنی ترک تاخیر ہے ـــــ امام الحرمین نے کہا ہے کہ

☆ جس وقت توبہ کی اضافت بندوں کی طرف کی جائے تو زلات سے رجوع اور زلات پر ندامت کا ارادہ کیا جاتا ہے ـــــ اور

☆ جس وقت لفظ توبہ کی اضافت رب کی طرف کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے رجوع کا ارادہ کیا جائے گا۔

نبی الحرمین :

حرم مکہ اور حرم مدینہ سے مراد ہے۔

نبی الراحة :

اس کا معنی تھکنے اور مشقت کی تکلیف اٹھانے کے بعد نفس کا رجوع اور سکون ـــــ یا اس کا معنی سہولت ہے۔ آپ نے شرک کے رنج سے اپنی امت کو آرام دیا ـــــ یا یہ معنی کہ آپ کے غیر کی شرع میں جو تشدد اور تکالیف شاقہ تھے' جیسے قتل نفس۔ آپ نے اپنی شرع میں توبہ میں اس تشدد کی تخفیف فرمائی۔

نبی رحمة :

آپ کا اسم شریف نبی الرحمۃ امام احمد وغیرہ کے نزدیک حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت ہے ـــــ اور ابونعیم کے نزدیک ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

النبی الصالح :

انبیاء کرام علیہم السلام نے شب معراج آپ کو کہا ہے: **مرحبا بالنبی الصالح**

نبی اللہ :

آپ کا اسم شریف رسول اللہ بھی ہے۔

ی المرحمة :

آپ کا اسم شریف نبی الرحمۃ میم کے ساتھ مسلم شریف میں روایت کیا گیا ہے—— قاضی نے اس کا معنی لکھا ہے راحت یا۔ یعنی جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو عقاب سے راحت دیتا ہے اور جس وقت اسے اس سے آگاہ کر دیتا تو قلق ر ضمیر سے آرام دیتا ہے—— ارشاد باری ہے:

انا ارسلنك رحمةً للعالمين

نبی رحمت' رسول رحمت' نبی مرحمت تینوں کی یہ دلیل ہے اس لئے کہ:

☆ جب آپ کا وصف رحمت سے کیا' اور

☆ آپ کو عین رحمت گردانا'

☆ رحمت کو عالمین کے لئے عام کیا'

تو آپ کی اضافت رحمت اور مرحمت ہر ایک کی طرف صحیح ہو گئی —— برابر ہے کہ رسول رحمت کہا یا نبی رحمت و نبی مرحمت کہا—— ارشاد باری ہے:

بالمؤمنین رؤف رحیم —— اس آیۂ شریفہ میں بالمومنین متعلق ہے۔

☆ اس کو تخصیص کے لئے مقدم کیا ہے' یا

☆ اہتمام یا بزرگی دینے کی وجہ سے فاصلہ کی رعایت سے مقدم کیا ہے۔

☆ رؤف کو اس لئے مقدم کیا ہے کہ جسے نعمت دی گئی ہے اس کے ساتھ شفقت اور تلطف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی امت کے لئے رحمت مبعوث کیا ہے۔ و رحمة للعالمين ...... اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عین رحمت کیا ہے۔ آپ انہیں ارشاد فرماتے ہیں اور ان کے ساتھ آپ لطف فرماتے ہیں—— اور آپ کو اپنی امت پر رحمت کرنے کے لئے ابھارا ہے۔

بیہقی اور ان کے شیخ حاکم نے روایت کیا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر ہے —— ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بالمعنی روایت ہے کہ ارشاد نبوی ہے:

انما انا رحمة —— اس کا معنی ہے صاحب رحمت' یا آپ نے رحمت میں مبالغہ فرمایا ہے۔ گویا میں عین رحمت ہوں —— اس لئے کہ رحمت وہ شے ہے جس پر نفع مرتب ہو' آپ کی ذات مبارک نفع کی مثل ایسے ہی ہے اور آپ کی صفات جو آپ کی ذات مبارک کے تابع ہیں' ایسے ہی ہیں۔

مهداة یعنی رحمت مهداة مبعوث کیا گیا ہوں—— مهداة کا معنی ہدیہ کی گئی۔ ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مجھے ایسی رحمت بنا کے بھیجا ہے جس کے بدل کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ

ہدیہ پہنچنے والا جس وقت اس کا ہدیہ رحمت ہو۔ اس کے لئے بدل ارادہ نہیں کیا جائے گا۔ ابن دحیہ کے غیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نہیں ہوں مگر وہ رحمت جسے اللہ تعالیٰ نے عالمین کے لئے ہدیہ کر کے بھیجا ہے۔

☆ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس ہدیہء رحمت کو قبول کیا' اس نے فلاح اور نجات پائی۔

☆ جس شخص نے اس ہدیہ سے انکار کیا' خائب (محروم) اور خاسر (نقصان اٹھانے والا) ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب:

☆ مخلوق میں جو مومن ہیں' رحم کیا ہے —— اور

☆ مخلوق میں جو کافر ہیں ان پر امن سے رحم کیا ہے —— ان کو خسف اور مسخ اور ان کا استیصال عذاب سے نہیں یعنی ... کئی نہیں کہ دنیا سے نابود ہو جاتے۔

☆ ... ں پر آپ کے سبب اس طور پر رحم کیا ہے کہ ان کو قتل سے امان دی اور ان کے لئے عذاب کی تاخیر ہوئی۔

آپ کا یہ اسم شریف آپ کے اخص اسماء سے ہے۔

ابوبکر بن طاہر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت کی زینت سے زینت دی ہے —— چنانچہ:

☆ آپ کا ہونا خلق پر رحمت ہے'

☆ آپ کے جملہ خصال رحمت ہیں'

☆ آپ کی کل صفات رحمت ہیں'

☆ آپ کی حیات رحمت ہے'

☆ آپ کی موت رحمت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم

''میری حیات تمہارے لئے خیر ہے اور میری موت تمہارے لئے خیر ہے''۔

حدیث رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اذا ارادہ اللہ رحمۃ بامۃ قبض نبیھا قبلھا فجعلہ لھا فرطا و سلفا

''اللہ تعالیٰ جس وقت کسی امت کے ساتھ اپنی رحمت کا ارادہ کرتا ہے تو اس امت سے پہلے اس کے نبی کو قبض کر لیتا ہے اور اس امت کے لئے اس نبی کو فرط اور سلف کرتا ہے''

حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کی رحمت سے یہ حظ ملا تھا کہ ان کی تعظیم کے لئے ملائکہ نے ان کو سجدہ کیا تھا۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی صلب میں تھے...... جس وقت آدم علیہ السلام نے آپ کے ساتھ توسل اختیار کیا تو ان کی توبہ قبول کی گئی۔

اور آپ کی رحمت سے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ حظ ملا تھا کہ وہ طوفان کے بعد کشتی سے سلامت نکلے تھے ـــــ اس لئے کہ آپ اس وقت سام بن نوح علیہ السلام کی صلب میں تھے ـــــ لہٰذا آپ کی رحمت آپ کے موجود ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی بلکہ آپ کی رحمت آپ سے پہلے عام تھی۔

آپ کی رحمت ابتدا سے خاتمہ تک دوام ہے۔ اس وجہ سے آپ کی شفاعت کی دعا کو قیامت کے دن باقی رکھا ہے...... آپ کی رحمت کے من جملہ دنیا میں یہ ہے کہ آپ کی امت کو مرحومہ کہا ہے ـــــ اور آپ کی امت کا وصف رحمت سے کیا ہے اور آپ کی امت کو تراحم کے ساتھ امر کیا ہے' اور آپس میں رحم کرنے سے آپ کی امت کی اللہ تعالیٰ نے ثنا کی ہے۔

ان اللہ یحب من عبادہ الرحماء

''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جو لوگ رحم کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے''

جبکہ آپ کی نبوت رحمت دائمہ مکررہ مضاعفہ تھی تو آپ کے لئے لفظ رحمت سے اسم رحمت کا اشتقاق کیا گیا ہے۔

نبی الملحمۃ :

مسلم اور احمد وغیرہ نے روایت کی ہے:

انا نبی الرحمہ و نبی التوبۃ و نبی الملحمۃ

ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی الملاحم روایت ہے۔ جمع کے ساتھ کثرت کے لئے ہے ـــــ ملاحم کا معنی ہے حروب ...... حروب کا نام ملاحم اس لئے رکھا گیا ہے کہ جنگ میں ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور مختلط ہو جاتے ہیں جیسے کہ کپڑے کا بانہ تانہ کے ساتھ مل جاتا ہے ـــــ یا حروب کا نام ملاحم اس سبب سے رکھا گیا ہے کہ مقتولین کی گوشوں کی جنگ میں کثرت ہوتی ہے۔

نبی ملاحم سے اس شے کی طرف اشارہ ہے جس کے ساتھ آپ بھیجے گئے ہیں کہ وہ تلوار اور قتال ہے ـــــ اس کا معنی نبی القتال ہے ـــــ جیسا کہ دوسری حدیث میں ارشاد ہے: بعثت بالسیف میں تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں''۔

کسی اور نبی اور اس کی امت نے ہرگز جہاد نہیں کیا' جو جہاد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت نے کیا ہے۔ آپ کے رعب کے سبب جو آپ کے دین کی سطوت سے سلاطین کے دلوں میں تھا' آپ کو نصرت دی گئی' غنیمتیں آپ کو حلال کی گئیں ـــــ دوسرے انبیاء کرام سے جہاد کی جو نفی کی ہے:

☆ حضرت یوشع علیہ السلام نے قوم جبارین سے قتال کیا تھا۔

☆ حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت سے جہاد کیا تھا۔

☆ اسرائیل نے ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں سلاح اٹھایا تھا۔

وہ لڑائیاں جو آپ کی امت اور کفار کے درمیان واقع ہوئیں اور آئندہ واقع ہوں گی —— آپ سے پہلے ان کی مثل ظہور نہیں آئی ہیں۔ زمانوں کے تعاقب پر آپ کی امت کے لوگ اقطار زمین میں کفار کے ساتھ قتال کریں گے۔ یہاں تک کہ کانے دجال سے قتال کریں گے —— لہٰذا جنگ کی ہمیشگی اور جنگ کا دوام آپ کی امت کے غیر کے لئے نہیں پایا گیا —— آپ کی امت سے پہلے جو لوگ تھے اگرچہ انہوں نے شدت سے قتال کیا لیکن وہ گزر گیا اور منقطع ہو گیا۔

النبی النجم :

آپ کا اسم شریف النجم اس لئے ہے کہ لوگ آپ سے ہدایت پاتے ہیں یعنی ستارہ سے راستہ پہنچانتے ہیں —— حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس ارشاد باری :

والنجم اذا ھوی

کی تفسیر میں کہا ہے کہ النجم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں —— اللہ تعالیٰ کے ارشاد عالی **اذا ھویٰ** کا معنی یہ ہے:

''جس وقت شب میں آپ آسمان سے اترے''۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ النجم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک ہے۔

☆ ھویٰ کا معنی یہ ہے کہ انوار الٰہی سے آپ کے قلب اطہر کو انشراح ہوا۔

☆ ھویٰ کا یہ معنی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے منقطع ہوا۔ جیسا کہ شفا میں ہے:

النجم الثاقب :

اس کا معنی وہ روشن ستارہ کہ جس کا نور اور روشنی جس شے پر پڑتی ہے اسے چیر کر نکل جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ:

والسماء والطارق و ما ادرك ما الطارق النجم الثاقب

کی تفسیر میں سلمی نے لکھا ہے کہ اس جگہ النجم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں —— ثاقب کا معنی روشن —— یعنی وہ ستارہ ایسا روشن ہے کہ اپنی روشنی کی شدت سے ظلمتوں میں سوراخ کرتا ہے۔

چنانچہ آپ کا نام مبارک النجم رکھا —— اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی —— صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہر ارشاد پر النجم سے مراد ثریا ہے۔ جیسا کہ اسے ابن جریر اور زمخشری نے اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ النجم ثریا کا علم غلبہ کے سبب ہے۔ عمر ابن ربیعہ نے کہا ہے:

احسن النجم فی السماء ثریا   والثریا فی الارض زین السماء

''ثریا معشوقہ کا نام ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ آسمان میں جتنے ستارے ہیں ان میں نجم ثری احسن ہے۔ اور ثریا معشوقہ زمین پر آسمان کی زینت ہے —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام تشبیہہ بلیغ کے طور پر النجم رکھا گیا ہے —— یا مطلق نجم سے یا مخصوص نجم سے استعارہ ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہدایت کے راستوں میں مخلوق کو ہدایت ہوتی ہے جیسے کہ ستارہ سے ظاہری راستے کی ہدایت ہوتی ہے۔

نجی اللہ :

اللہ تعالیٰ سے نجوی کرنے والے —— واحد اور جمع کے لئے نجی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :و قربنا نجیا کسی نے اس اسم کو اس آیت سے نہیں لیا —— اس لئے کہ قربناہ کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے —— چنانچہ اس ارشاد سے کیونکر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اسم لیا جائے گا —— علماء نے اسے جو ذکر کیا ہے اس پر دلیل ہے کہ نجی واحد کے لئے کہا جاتا ہے۔

النذیر :

عواقب امور سے ڈرانے والا —— یعنی جو بندے اللہ تعالیٰ کے گناہگار ہیں' ان کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں۔ دوزخ عذاب کی قسم سے ہے —— اور یہ کہ ضلالت سے ڈرانے والے ہیں۔

النسیب :

خالص اور پاک نسب والے —— آپ کا نسب ماں اور باپ دونوں کی طرف سے اشرف الانساب ہے۔

نصیح :

فعیل کے وزن پر —— فاعل کے معنی میں نصح یعنی نصیحت کرنے والے ہیں۔

ناصح :

اسم فاعل بمعنی نصیح

النعمۃ :

حالت حسنہ

نعمۃ اللہ :

آپ کا اسم شریف نعمۃ اللہ ہے —— سہل تستری علیہ الرحمہ نے اس ارشاد باری: ان تعدوا انعمت اللہ لا تحصوھا ۔ یعنی ''افراد جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہیں' اگر ان کی گنتی شروع کرو گے تو انہیں گن نہ سکو گے''

کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں —— آپ نعمت عظمیٰ ہیں اس لئے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں —— ارشاد باری ہے:

یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا ثم یکذبونہ

یعنی ''وہ لوگ پہچانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں (یعنی آپ معجزات باہرات سے نبی ہیں) پھر وہ لوگ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں (عناد اور افترا سے)

ان عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت: **الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا**

کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کا بیان ہے واللہ وہ کفار قریش ہیں۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ اس حدیث کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

النقیب :

حاکم نے مستدرک میں واقدی کے طریق سے ابن ابی الرجال سے روایت کیا ہے کہ جب بنی بخار کے نقیب الوامامہ اسعد بن زرارہ نے وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا غم کیا۔ بنی نجار آئے- انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہمارا نقیب فوت ہوگیا آپ نے ہم پر نقیب مقرر فرمایا''۔

آپ نے فرمایا۔

''تم لوگ میری ماموں ہو''۔

آپ نے ابوامامہ کے بعد بنی نجار پر کوئی نقیب مقرر نہیں کیا اور ان سے فرمایا کہ

''تمہارا نقیب میں ہوں''۔

یہ امر بنی نجار کے مفاخر جلیلہ سے تھا —— نقیب شاہد قوم' ان کا ناظر' ان کا ضامن اور امین قوم کو کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر شاہد ہیں —— آپ کی امت کے لوگ جو عمل کرتے ہیں۔ آپ ان کے ناظر ہیں —— ان کے عمل صالح سے ان کے لئے جزائے ادنیٰ کے ضامن ہیں' اور ان کے گناہوں کے تجاوز اور ان کی شفاعت کے ضامن ہیں —— یہاں تک کہ آپ اپنی امت کو جنت میں داخل کریں گے اگرچہ ایسا تعذیب کے بعد ہوگا۔

شامیہ میں ہے کہ نقیب کی اصل نقب ہے۔ اس کا معنی بڑا سوراخ ...... نقیب قوم کا وہ شخص کہ ان کے احوال کی کھوج کرے اور ان کے احوال سے جو امر مخفی ہو اس کو جانے۔

النقی :

اناس سے خالص اور پلیدیوں سے پاک ومنزہ۔

النور :

آپ کا یہ اسم شریف اسمائے الٰہی سے ہے- اس کا معنی :

☆ صاحب نور اور خالق نور ہے—— یا

☆ اللہ تعالیٰ انوار سے آسمانوں اور زمین کا منور کرنے والا ہے—— یا

☆ مومنوں کے قلوب انوار ہدایت سے منور کرنے والا ہے۔

یہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اپنے غیر کی مثل کہا ہے—— امام غزالی اور دوسرے حکماء اس طرف گئے ہیں کہ نور اللہ تعالیٰ کی ذات میں حقیقت ہے—— اس لئے کہ نور کا معنی بنفسہ ظاہر ہے اور اپنے غیر کا منور کرنے والا ہے—— اشعری کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور دوسرے انوار کی مثل نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے :

لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین

یعنی "تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا ہے اور روشن کتاب"

اس جگہ نور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس وجہ سے کہ آپ کی آیات کا ظہور ہے—— نور سے قرآن مجید بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اس سبب سے کہ قرآن مجید نے کفر اور جہل کی ظلمت کو زائل کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ تمام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید سے جو مذکور ہوا ہے' اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہے جو بجھایا نہیں جا سکتا۔

نور الامم :

امتوں کے ہادی—— آپ نے امتوں کو حق تک پہنچایا ہے جیسے کہ نور مطلوب تک پہنچاتا ہے—— قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام نور اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کا امر واضح ہے اور آپ کی نبوت کا بیان واضح ہے۔ آپ نے عارفوں کے قلوب اس شے سے منور کر دیئے ہیں۔ جس شے کو آپ لائے ہیں—— نور اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارک سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نور کا پیدا کرنے والا ہے اور مومنوں کے دل ہدایت سے منور کرتا ہے' آسمانوں اور زمین کو اپنے انوار سے منور کرتا ہے۔

نور اللہ الذی لا یطفاء :

وہ مخلوق کے لئے اس طریق پر حجت والا کہ مخلوق کی صلاح اس میں ہے۔ وہ چیز اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیس ولد اور شریک سے ہے۔ ان دونوں کی مثل سے جو چیز ہے۔ وہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر کا اتباع اور اس کے نواہی سے اجتناب' اور ان کے سوا جو امور ہیں جن کے ساتھ اوامر اور نواہی کا تعلق ہے—— ارشاد باری تعالیٰ :

یریدون ان یطفؤا نور اللہ

میں نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

مصنف نے چونتیس (۳۴) اسماء شمار کئے ہیں۔ان میں ایک اسمائے الٰہی سے ہے۔شامی نے یہ اضافات کئے ہیں:

الناسك :

بمعنی عابد ـــــ اسم فاعل ہے۔

الناصب :

اس اسم کو ابن دحیہ علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے ـــــ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد۔فاذا فرغت فانصب سے لیا گیا ہو۔یعنی دعا اور تضرع میں تعب اٹھاؤ ـــــ اور یہ احتمال ہے کہ اس کا معنی احکام دین کو ظاہر کرنے والا نصب سے ہے۔ بہ ضم اوّل و فتح ثانی' ان علامتوں کو کہتے ہیں جو راستے میں راستہ بتانے کے لئے نصب کی جاتی ہیں ـــــ یا اس کا معنی یہ ہے کہ دین اسلام کے لئے مقیم نصبة سے ماخوذ ہے۔اس کا معنی ہے اقمة سیوطی علیہ الرحمہ کے غیر نے کہا ہے یا ناصب کا معنی مرتفع ہے ـــــ یا یہ معنی ہے کہ حرب کے لئے مقیم اور طاعت میں کوشش کرنے والے' ناصر الدین یعنی کافروں کے طعن سے دین اسلام کو مانع۔

الناظر من خلفه :

من بہ فتح میم ۔یعنی وہ لوگ کہ آپ کے پیچھے ہوں' آپ ان کو دیکھتے ہیں ـــــ یا حرف من بہ کسر اوّل حرف جارہ ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہے کہ آپ اپنے پیچھے سے دیکھتے ہیں جیسے کہ آپ اپنے آگے سے دیکھتے ہیں۔

نبی :

نبا سے ہے۔اس کا معنی ہے شان عظیم یا بڑا کام ـــــ قرآن مجید کی آیت عن النباء العظیم سے مراد ہے ـــــ یا قرآن مجید ہی مراد ہے ـــــ ایک اور معنی بھی ہے یعنی غیب کی خبریں دینے والے۔

نبی اور رسول کے ساتھ آپ کا تسمیہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کے خصائص سے ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی اور رسول کے نام سے آپ کو خطاب کیا ہے۔

قرآن مجید میں آپ کو آپ کے نام مبارک سے نہیں پکارا گیا ـــــ آپ کا اسم شریف مورد تعین میں وارد ہوا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

محمد رسول الله ' وما محمد الا رسول

یہ اس لئے ہے کہ اس اسم کا صاحب رسول ہی ہے اس کے طریق پر ارشاد باری ہے:

لقد كان لكم رسول الله اسوة

آپ کے اسم مبارک کے اس مقام میں وارد ہونے کا موقع نہیں تھا' اس لئے اسم شریف (محمد) ذکر نہیں کیا گیا ـــــ

باقی انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ناموں سے خطاب کیا ہے جیسے:

☆ یا آدم' یا نوح' یا ابراہیم' یا داؤد

☆ یا ذکریا' یا عیسیٰ' یا یحییٰ

لفظ نبوت کی لفظی تحقیق یہ ہے کہ لفظ نبوت ہمزہ کے ساتھ ہے — لفظ نبا سے لفظ نبوت لیا گیا ہے — اس کا معنی ہے خبر — لفظ نبوت کو آسانی کے لئے کبھی ہمزہ نہیں دی جاتی' ہمزہ واؤ سے بدل جاتی ہے اور واؤ آخر حرف میں ادغام کر دی جاتی ہے — حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک نبی جو نبا سے لیا گیا ہے' اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے غیب پر مطلع کیا ہے' اور آپ کو اس کا علم دیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

چنانچہ یہ معنی ہوگا' نبی خبر دیئے گئے — یا مخبر کے معنی میں ہوگا — مخبر اس شے سے' جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کی طرف بھیجا ہے — اور جس شے پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا ہے' اس شے سے لوگوں کو خبر دینے والے ہیں۔ پہلی تاویل میں فعیل بمعنی مفعول ہے۔

اور اس دوسری تاویل میں فعیل بمعنی فاعل ہے اور بغیر ہمزہ کے ہے — نبوت سے مشتق ہے۔ اس کا معنی زمین کا بلند حصہ — باقی مخلوق سے آپ کا مرتبہ زمین سے مرتفع ہے — آپ کا رتبہ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا مکان منیفہ ہے یعنی بلندی میں زیادہ ہے۔

شیخ بدر الدین زرکشی نے شرح قصیدہ بردہ میں کہا ہے کہ نافع لفظ نبی کو جمیع قرآن مجید میں ہمزہ کے ساتھ پڑھتے تھے — یہ اختیار از روئے نقل نہیں بلکہ از روئے لغت اور عربیت ہے۔ اس لئے کہ متواتر ہے۔ ہمزہ کا ترک کرنا اس حدیث پاک سے ہے کہ کسی نے آپ کو نبئ اللہ کہا بجائے یائی نبی کے ہمزہ کے ساتھ کہا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں نبئ اللہ نہیں ہوں بلکہ میں نبی اللہ ہوں''۔

یعنی ہمزہ کے بغیر ارشاد فرمایا — زرکشی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمزہ سے انکار فرمایا۔ اس لئے کہ ہمزہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی لغت سے نہیں — جوہری اور صغانی نے کہا ہے کہ آپ نے ہمزہ کا انکار اس سبب سے کیا کہ اعرابی نے **یامن خرج من مكة الى المدينة** کا ارادہ کیا تھا۔ یعنی

''آپ مکہ سے مدینہ کی طرف نکال دیئے گئے ہیں''۔

نبی اللہ کی حمزہ سے یہ احتمال ہوتا ہے: **باطر يد امن بلده الى غيرها**

یعنی ''آپ اپنے شہر سے غیر شہر کی طرف نکال دیئے گئے ہیں۔

جیسا کہ ابوزید نے عرب سے حکایت کیا ہے وہ کہتے ہیں:

نبأت من ارض الى ارض اذا خرجت منها الى اخرىٰ .

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سبب سے اعرابی کو منع کیا۔ نہ کہ اس سبب سے کہ ہمزہ کے ساتھ آپ کا لغت نہیں ہے —— یہ تاویل احسن ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر ذی لغت بلیغہ کو اپنے لغت سے خطاب فرماتے تھے کہ آپ کی فصاحت کو غایت درجہ وسعت تھی ...... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی لغت کا انکار نہیں فرمایا۔

النجیب :

بمعنی کریم یا مختار

النجید :

اس کا معنی رہبر، ماہر یا وہ شجاع کہ اس معاملہ میں اپنا ارادہ پورا کرنے والا ہو، جس میں اس کا غیر عاجز ہو جاتا ہے۔

الندب :

بہ فتح نون وسکون دال —— اسکا معنی نجیب ظریف۔

ن :

ابن عساکر نے بعض علماء سے اس ارشاد باری میں ذکر کیا ہے: ن والقلم —— آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارک میں سے ہے۔

ناشر :

اس کا معنی یہ ہے کہ طے کرنے کے بعد ایک شے کے ظاہر کرنے والے —— نشر سے اسم فاعل ہے —— اس کا معنی بسط ہے اور اسی سے نشر الصحیفہ ہے یعنی صحیفہ کا کھولنا —— اور یہ کہ ناشر بمعنی حاشر ہے۔

حرف الواوٗ

(وجیہہ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک نام جو واؤ سے شروع ہوتے ہیں)

الوجیھہ :

ذی جاہ، ذی وجاہت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔

الواسط :

اس اسم شریف کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ جوہری نے کہا ہے: فلان وسیط فی القوم

جس وقت قوم کے آدمیوں میں از روئے نسب اوسط ہو اور ان سے رتبہ میں ارفع ہو —— اوسط وہ جوہر ہے جو ہار کے درمیان رہتا ہے۔ یعنی سب جوہروں سے اعلیٰ اور برتر ہوتا ہے۔

الواسع :

اس کا معنی ہے جواد کثیر العطاب —— وسع سے ہے، جیسے سعت ہے کہ جدت اور طاقت کو کہتے ہیں —— یہ اسم شریف اسمائے الہیہ سے ہے۔ اس کا معنی :

☆ المحیط بکل شئ ہے —— یا۔

☆ وہ ذات کہ اس کا رزق اس کی جمیع مخلوق کے لئے وسیع ہے یا۔

☆ اس کی رحمت ہر ایک شے کے لئے وسیع ہوئی ہے —— یا۔

☆ المعطی غنا سے —— یا۔

☆ عالم یا غنی۔

الواصل :

اس کا معنی نہایت اور شرف میں اس درجہ کو پہنچنے والا کہ اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

الواضع :

وضع سے اسم فاعل ہے —— اس کا معنی زائل کرنے والا اور قطع کرنے والا ہے —— اس لفظ کا معنی حط سے اعم ہے۔ یعنی اتارنے کے معنی سے اعم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و یضع عنهم اصرهم —— ان کے بوجھ کو زائل کرے گا اور قطع کرے گا —— اصر وہ ثقل ہے کہ اپنے صاحب کو امر سے روک دے ——

بنی اسرائیل کی تکلیف اور صعوبت کے جو بوجھ تھے، یہ مثل ان کے لئے ہے —— وہ تکلیف اور صعوبت یہ تھی کہ بنی اسرائیل کی توبہ جب صحیح ہوتی تھی کہ قتل نفوس کرتے تھے اور جن اعضا سے خطا صادر ہوتی تھی اسے کاٹ ڈالتے تھے —— اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کی امت کو ان تکالیف سے نجات دی۔

الواعد :

وعد سے اسم فاعل ہے۔ جس وقت مطلق معنی لیا جائے تو اس کا استعمال خیر میں ہوتا ہے اور وعید کا استعمال شر میں ہوتا ہے مگر قرینہ سے جیسے بشارت ہے اور نذارت ہے۔

الواعظ :

وعظ سے اسم فاعل ہے —— ارشاد باری ہے: انما اعظکم بواحدۃ

☆ وعظ ' خوف دلانا —— (ابن فارس)

☆ وعظ ' خیر کو یاد دلانا —— (خلیل)

☆ وعظ نصیحت اور عواقب امور کا یاد دلانا۔

الورع :

بہ کسر را —— اسم فاعل —— اس کا معنی تقی یعنی شبہات سے بچنے والا۔

الوسیلہ :

وہ چیز جس کے ساتھ تقرب اور توسل کیا جائے ایسے شخص کی طرف کہ صاحب مرتبہء عالی ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف مخلوق کا وسیلہ ہیں۔

الوُفی :

کامل خلق ' تام خلق —— وفا سے مشتق ہے —— آپ تمام لوگوں سے زیادہ عہد کی وفا کرنے والے ہیں —— اور تمام لوگوں سے زیادہ وفا فرمانے والے ہیں —— یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔

الوافی :

بمعنی الوفی ' آپ کی خلقت اور آپ کا خلق کامل ہے۔ آپ کی عقل آپ کے غیر پر راجح ہے —— حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

واف وماض شھاب یستضاء به　　　بدر انار علی کل الاناجیل

ولی الفضل :

احسان اور نیکوئی کے مولیٰ یعنی سردار۔

الولی :

بمعنی ناصر' والی یا مصالح امور کے متولی اور ان کے ساتھ قیام —— ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انما ولیکم اللہ و رسولہ

یا اللہ تعالیٰ کے محب —— یا ولایت کے ساتھ متصف —— ولایت کشف حقائق ' قطع علائق اور باطن خلائق میں تصرف

—— امام قشیری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ولی کے دو معانی ہیں:

☆ فعیل بمعنی مفعول —— وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کا ولی کر دیا ہے اور اسے ایک لحظہ کو اس نفس کی طرف نہیں سونپتا ہے...... اور

☆ بمعنی فاعل —— وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طاعت اور عبادت کا متولی ہو —— چنانچہ اسے پے در پے جاری کرتا ہے' اور اس کی طاعت اور عبادت کے درمیان معصیت نہیں آنے پاتی۔

ولی اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے:

وهو الولی الحمید' الله ولی الذین امنوا

''اللہ تعالیٰ مومنوں کی نصرت اور معونت کا متولی ہے اور ان کی کفایت کرتا ہے اور ان کے مصالح کا متولی ہے۔

یہ تیرہ (۱۳) اسمائے شریفہ ہیں ان میں دو اسم اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہیں۔ شامی نے یہ اضافہ کیا ہے۔

الواجد :

یہ جیم بمعنی عالم یا غنی —— جدت سے اس کا معنی استغنا ہے۔ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔ یعنی عالم ہے یا وہ غنی ہے کہ اس کو افتقار نہیں ہے۔

الوالی :

بمعنی مالک' بادشاہ' حاکم یا شریف —— یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔

الوسیم :

بہ وزن امیر' خوبرو' جمیل

الوصی :

وہ خلیفہ کہ اپنے غیر کے بعد امر کے ساتھ قائم ہو —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ احکام اور رسالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کی۔ جنہوں نے مخلوق کو آپ کی بشارت دی تھی اور آپ کی رسالت کی خبر کی تھی۔ اور مخلوق کو آپ کے اتباع پر ابھارا تھا۔

الوھاب :

ہبہ سے ہے۔ اس کا معنی ہے بذل مال' بے عوض —— یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے —— اس کا معنی وہ ذات کہ بقدر استحقاق عطا کرتی ہے اور جو شے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے' کثرت نفقہ سے اسے نہیں روکتا۔

لفظ وھاب کا لغت میں یہ معنی ہے کہ مستحق اور غیر مستحق سب کے لئے کثیر عطا ہو۔

حرف الہا

(ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسمائے مبارک جو حرف ھا سے شروع ہوتے ہیں)

الھادی :

بمعنی ہدایت اور دعا —— یعنی وہ ذات جس نے اپنے بندوں کو اپنی معرفت کے راستہ کی بصیرت دی ہے۔ یہاں تک کہ بندوں نے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے —— یا ہر ایک بندہ کا اس شے کی طرف ہادی جو اس کیلئے لابد ہے۔

یہ اسم اسمائے الٰہی سے ہے —— اس کا معنی دلالت یعنی صاحب رہنمائی اور اس کا معنی دعوت ہے —— اس معنی میں یہ ارشاد باری ہے:

ولکل قوم ھاد ۔ ہر ایک قوم کے لئے ایک داعی ہے''۔

ہادی کا اطلاق ہدایت پیدا کرنے پر کیا جاتا ہے جسے توفیق کہتے ہیں۔ توفیق اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لا تھدی من احببت

اور ھادی بمعنی دلالت اور دعا ہے —— ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وانک لتھدی یعنی ''آپ دعوت الی اللہ دیتے ہیں اور صراط مستقیم کی طرف رہبری کرتے ہیں''۔

صراط مستقیم وہ سیدھا راستہ جس میں کچھ کجی نہیں ہے وہ اسلام کا راستہ ہے کہ سعادت دارین کو پہنچانے والا ہے —— اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا ہے:

وادعیا الی اللہ باذنہ

آپ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے ارادہ اور آسان کرنے سے بلانے والے ہیں —— اذن ارادت کے معنی میں مجازاً استعمال کیا جاتا ہے۔

ھدی :

شامی نے الف لام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی ارشاد اور دلالت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علیہ وآلہ وسلم مخلوق کے رب کی طرف سے ارشاد اور دلالت آئے ہیں —— **الھدی** مصدر ہے۔ آپ کا اسم شریف اس لئے ہے کہ اس میں مبالغہ ہے یعنی آپ محض ہدایت ہیں۔

ھدیۃ اللہ :

اللہ تعالیٰ کا وہ ہدیہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان پر فضل کرنے کی غرض سے پہنچایا ہے۔ امام نے مرفوع روایت کی ہے:

ان الله بعثنی رحمة للعالمین و هدی للعالمین

الهاشمی :

آپ کے والد گرامی کے جد کی طرف نسبت ہے یہ چار اسماء ہیں ان میں ایک اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک سے ہے۔

الهجود :

بہ وزن صبور، کثیر التجد

الهمام :

بہ ضم ھا بادشاہ عظیم

الهمة :

بالکسر اور بہ فتح دونوں صورتوں میں ہے۔ اس کی جمع همم ہے۔

الهین :

بہ فتح اوّل و سکون ثانی ...... بمعنی ساکن

حرف الیاء

(یاسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ مبارک اسماء جو حرف یا سے شروع ہوتے ہیں)

الیثربی :

یثرب کی طرف نسبت ہے۔ عہدہ جاہلیت میں مدینہ شریف کا نام تھا—— اس نام سے مدینہ منورہ کا نام رکھنے کی ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

یٰسین :

ابوطفیل سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں:

انا محمد واحمد والفاتح و الخاتم و ابو القاسم والحاشر و العاقب والماحی و یٰسین و طه [1]

یٰسین کا معنی بنی طے کے لغت میں یا انسان ہے۔[2] یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری علیہ الرحمہ نے کہا ہے

---

[1] اس حدیث کی روایت ابن مردویہ اور ابونعیم نے کی ہے۔ ابوالطفیل اس کے راوی ہیں اس لئے اس کو ابن دحیہ نے حدیث ضعیف کہا ہے۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے ان کی پیروی اس طور پر کی ہے کہ اس کی روایت میں ابو یحییٰ ہے۔ جو واضع حدیث ہے ...... اور سیف بن وہب ہے وہ ضعیف ہے۔ یہ ابو یحییٰ وہ وضاع حدیث نہیں ہیں جن کے وضاع ہونے کا گمان کیا گیا ہے۔ مگر اس حدیث میں وہ راوی ضعیف ہیں اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔

[2] یہ بھی کہا گیا ہے کہ لغت حبشیہ میں ہے (مقاتل) —— لغت سریانیہ میں ہے (کلبی) —— اور یہ کہ یہ بنی کلب کے لغت میں ہے۔

—— یٰسین کی اصل یا انیسین ہے۔ اسم کے بعض حصہ پر اقتصار کیا گیا ہے۔ یہ اقتصار کثرت ندا کی وجہ سے ہے جیسا کہ اللہ' ایمن اللہ کے اقتصار میں کہا گیا ہے —— امام رازی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ لفظ انسان کی تصغیر انیسین ہے۔ گویا لفظ کا صدر یعنی اوّل لے لیا گیا ہے اور عجز یعنی لفظ کا آخر حذف کر دیا گیا ہے اور یٰسین کہا گیا ہے۔ اس صورت پر کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خطاب ہو۔ اس خطاب پر یہ لفظ انك لمن المرسلين دلالت کرتا ہے —— جو لفظ عرب سے نقل کیا گیا ہے اس کی تصغیر میں انیسیان ہے یا کے ساتھ یا کے بعد الف ہے۔

ابن حبان نے کہا ہے کہ لفظ انیسیان نے اس امر پر دلالت کی ہے کہ اس کی اصل انسیان ہے۔ اس لئے کہ تصغیر اشیاء کو اس کے اصول کی طرف پھیر دیتی ہے۔ اور اس کی مثل مصباح میں رہے —— دونوں لفظوں کا ظاہر یہ ہے کہ اس کی تصغیر میں نہیں سنا گیا —— ابن حبان نے یہ تعاقب کیا ہے کہ تصغیر اس تحقیر کی قسم سے ہے جو نبوت کے حق میں اس کا استعمال ممتنع ہے۔ اس لئے کہ علماء نے اس پر نص کیا ہے کہ شرعاً اسمائے عظیمہ پر تصغیر داخل نہیں ہوتی ہے۔ جیسے اسمائے الٰہی اور اسمائے انبیاء کرام علیھم السلام ہیں۔ اس لئے کہ تصغیر میں تحقیر کا ابہام ہوتا ہے۔ اگرچہ تصغیر تعظیم کے لئے آپ کے قول دویہ میں آئی ہے۔ تصغیر نہیں آتی ہے مگر اس اسم میں جس کی تصغیر جائز ہے۔

ابن الحنفیہ محمد بن علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یٰسین کا معنی یا محمد ہے —— ابی العالیہ نے اس کا معنی یا رجل لکھا ہے اور اس امر سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں —— ابوبکر وراق نے اس کا معنی یاسید البشر بیان کیا ہے۔

امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس کا معنی یا سید ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خطاب ہے —— لفظ یاسین کی تفسیر جو یا سید ہے' اس میں آپ کی تعظیم اور تمجید جو کچھ ہے' اس کی انتہا نہیں ہے اس کی حد پر وقوف ممکن نہیں ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ: الحاقة ماالحاقة ہے۔ اس وجہ سے وقوف ممکن نہیں ہے کہ آپ کا وصف اس سیادت متعلقہ سے ہے جو عموم کا فائدہ مقام خطابی میں دیتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ آپ کے سوا ہیں یہ وصف ان پر آپ کے تفوق کا فائدہ دے گا۔ اس لئے کہ آپ ہر ایک خیر کا واسطہ ہیں —— یہ بعض کلمہ کے ساتھ باقی کلمہ سے اکتفا ہے۔

عرب کہتے ہیں الا تابمعنی الاتفعل —— مخاطب یہ جواب دیتا ہے بلی فا) اے۔ افعل —— حدیث شریف میں ہے كفي بالسيف شا يعني شاهدا —— تجانی نے کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ اہل عرب بعض حروف کلمہ کے ساتھ ایسے حال میں اکتفا کرتے ہیں کہ بعض حروف کلمہ سے اسم کے ساتھ تعبیر کرنے والے ہوتے ہیں جیسے شاعر کا یہ قول ہے:

قلت لها قفي قالت قاف

''میں نے معشوقہ سے کہا تو ٹھہر جا' اس نے مجھے جواب قاف دیا' یعنی اس نے کہا میں ٹھہر گئی''۔

چنانچہ لفظ یٰسین سے یہ احتمال ہوتا ہے۔ کسی اسمائے حروف سے دو اسموں کے ساتھ اس سے تعبیر کی گئی ہو۔ نہ اسکے مسمی سے تعبیر کی گئی ہو۔ جیسا کہ امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ اگرچہ عرب بعض کلمہ کے ساتھ اکتفا کرتے ہیں۔ جیسے قائل کا یہ قول ہے:

کانت منها بارض لا يبلغها

منا سے مراد منایا ہیں۔ اور جیسے شاعر کا قول ہے:

درس المنا بمعابع فابان

منا منازل کا اقتصار ہے۔ اس کے نظائر کثیرہ ہیں۔ یہ ترخیم غیر منادی کی نہیں ہے بلکہ ایک کلمہ کے حرف کے ذکر سے بقیہ کلمہ کی طرف اشارہ ہے۔

الیتیم :

شامی نے اسماء گرامی میں الیتیمؐ کا اضافہ کیا ہے —— یتم سے مشتق ہے۔ اس کا معنی باپ کا بیٹے کے بلوغ سے پہلے مر جانا —— یا اس کا معنی منفرد ہے جیسے درِیتیم اس موتی کو کہتے ہیں جو صدف میں ایک ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

الم یجدك یتیما

میں ہے —— اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو قریش میں ایک ہی پایا' آپ عدیم النظیر ہیں۔

ابو القاسم :

آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ جمہور کے نزدیک جو آپ کی اکبر اولاد کے نام ابو القاسم سے مشہور ہے۔ غرفی وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ قیامت کے دن اہل جنت کے درمیان جنت تقسیم فرمائیں گے —— آپ کی کنیت شریف[1] ابو القاسم اس

---

[1] حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ لفظ کنیت بہ ضم کاف اور سکون نون کنایہ سے ہے۔ کنیت عن الامر جس وقت اس امر کو اس لفظ کے بغیر کہا جائے جس کے ساتھ اس امر پر صریحا استدال کیا جائے۔ اہل عرب میں کنیتیں مشہور ہوئی ہیں یہاں تک کہ کنیت اکثر اسم پر غالب ہوگئی ہے جیسے ابوطالب۔ کبھی ایک آدمی کی ایک اور ایک سے زائد کنیتیں ہوتی ہیں۔ اور کبھی آدمی اپنے اسم اور کنیت دونوں سے مشہور ہوتا ہے —— اسم کنیت اور لقب ان تمام کو علم جمع کرتا ہے۔ اسم' کنیت اور لقب علم کے متغائر اس طور پر ہوتے ہیں کہ لقب وہ اسم ہے جو مدح اور ذم سے خبر دیتا ہے اور کنیت وہ ہے جو لفظ اب اور ام کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے سوا جو ہے وہ اسم ہے۔

ابن اثیر نے اپنی کتاب الموسوم بالمرصع میں کہا ہے کہ کنیت کنایہ سے ہے۔ کنایہ وہ ہے کہ تم ایک شے کے ساتھ کلام کرو اور اس کے غیر کا ارادہ کرو جو اس کنایہ سے لایا گیا ہو۔ اس وجہ سے کہ کنیت کے ساتھ جس کا کنایہ کیا گیا ہے اس کی تعظیم احترام اور اکرم تم کو مقصود ہے تاکہ خطاب میں اس کے نام سے تصریح نہ کی جائے اور اسی سے شاعر نے کہا ہے۔

اکنیة حین اناویه لاکرمه ولا القه والسؤاة اللقبا

عرب میں کنیت کا سبب یہ ہوا ہے کہ عرب کا ایک بادشاہ اوّل سے تھا۔ اس کے ایک بیٹا ہوا۔ اس نے اپنے فرزند میں فراست اور نظر غور سے نجات دیکھی وہ فریفتہ ہوگیا جبکہ وہ بڑھا اور ادب سلاطین کے لیے صالح ہوگیا تو اس کے ماں باپ نے اس امر کو دوست رکھا کہ اس کے لیے آبادی سے دور تنہا رہنے کے جگہ مقرر کی جائے اور ادب سکھلانے والوں کے اخلاق سے متخلق ہو۔ اس کے زمانہ کے بعض لوگ جو ہلکے ہیں ان کے ساتھ وہ معاشرت نہ رکھے۔ اس بادشاہ نے اپنے اس فرزند کے لیے ایک جنگل میں ایک مکان بنایا اور اس کو اس مکان کی طرف نقل کردیا۔ اس کے لیے وہ لوگ مہیا کئے جو انواع آداب علمیہ اور آداب ملکیہ سے اس کی تربیت کرتے تھے۔ دنیا کی چیزوں سے اس کی جو حاجت تھی وہ اسے کے لیے دستیاب کی گئیں۔ اس کے عزیزوں میں جو ہم عمر تھے اور ان کے علاوہ لوگوں کے جو لائق فرزند تھے اس کے ساتھ شریک کئے تاکہ اسے مانوس کریں اور موافقت کے ساتھ اس کے لیے ادب کو دوست رکھیں۔ بادشاہ ہر سال اس کے پاس جاتا۔ بادشاہ کے ساتھ وہ لوگ بھی جاتے جن کے فرزند بادشاہ کے فرزند کے ساتھ تھے۔ بادشاہ کا بیٹا ان لوگوں کو پوچھتا: (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث پاک کی وجہ سے ہے:

انی جعلت قاسما اقسم بینکم

جیسے کہ آپ کی یہ مشہور کنیت ابوالقاسم متعدد احادیث صحیحہ میں آئی ہے۔ جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول صحیح حدیث میں ہے:

قال ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

ابو ابراھیم:

آپ کی کنیت ابوابراہیم آپ کی دوسری اولاد کے اسم سے ہے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بیہقی کے نزدیک آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے یہ کہا کہ سلام علیک کی:

السلام علیك یا ابا ابراھیم

ابو رامل:

ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی کنیت ابو رامل بھی ہے۔

ابو المومنین:

ابن دحیہ کے غیر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی کنیت ابو المؤمنین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مومنین کی جانوں سے بہتر (مقدم) ہیں' نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں''۔
ابی ابن کعب نے پڑھا ہے کہ آپ مومنوں کے باپ ہیں یعنی شفقت و راحت میں باپ کی مثل ہیں۔

(۔۔ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) لوگ اس سے کہتے کہ یہ شخص فلاں لڑکے کا باپ ہے فلاں لڑکے کا باپ ہے' اور یہ شخص فلاں لڑکے کا باپ ہے —— جو لڑکے اس کے پاس رہا کرتے تھے۔ وہ لوگ ان لڑکوں کے باپ تھے۔ ان لڑکوں کی نسبت و اضافت سے ان کے باپوں کو وہ شہزادہ پہچان جاتا۔ یعنی اس شہزادہ سے لوگ ہر لڑکے کے باپ کو یوں کہتے:

''یہ ابو فلاں ہے' اور یہ ابو فلاں ہے''۔

اس سبب سے ملک میں کنیت ظاہر ہوئی ہے۔

دوسری فصل

آپ کی اولاد کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کرام جن پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ ان میں سے چھ ہیں ——— دو بیٹے ہیں:

☆ حضرت قاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور آپ کی چار صاحبزادیاں ہیں:

☆ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

چاروں صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا ہے' انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے۔ ان کی اولاد کے بارے علماء نے اختلاف کیا ہے۔

ابن اسحاق کے نزدیک طاہر اور طیب بھی آپ کی اولاد سے ہیں۔

صاحبزادوں کے بارے اختلاف:

جیسا کہ ابن اسحاق نے طاہر اور طیب دو نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرینہ اولاد میں شمار کئے ہیں ——— اس طریق پر

[1] مصنف نے اولاد کے ذکر کے موقع پر یہ نہیں کہا کہ آپ کی اولاد اور پھر ان کی اولاد کا ذکر ——— اگرچہ آپ کی صاحبزادیوں حضرت زینب اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کا ذکر کیا ہے ——— ترجمہ میں اس لئے ذکر اس لئے نہیں کیا کہ آپ کی اولاد کی اولاد کا ذکر تبعاً ہے یا لفظ اولاد کو اس کی حقیقت اور مجاز دونوں معانی میں استعمال کیا ہے ——— چنانچہ اس شے کا ارادہ کیا ہے جو اولاد کی اولاد کو شامل ہو' لیکن ہم نے جو بات پہلے کہی ہے' وہ کی ہے اس لئے کہ مصنف نے آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر نہیں کیا ہے تاکہ اس سے لازم ہو کہ جس شے کا ترجمہ کیا ہے' اس سے کمی کر دی ہے۔ شرح زرقانی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند چار ہوئے۔

زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ ابراہیم کے سوا قاسم اور عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند تھے ——عبداللہ نے کم عمری میں مکہ میں وفات پائی تھی —— ان کی عمر اس لئے معلوم نہ ہوسکی کہ اس وقت تاریخ کی طرف دھیان کم تھا —— ان کو طاہر وطیب کہتے تھے۔ چنانچہ ان کے تین نام تھے ——

ابن بکار کا یہ قول اکثر اہل نسب کا قول ہے —— ابوعمرو اور دارقطنی نے اس بات کو اثبت قرار دیا ہے کہ عبداللہ کا نام طیب اور طاہر تھا' اور وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ اس طریق پر تین ذکور ہوئے:

☆ قاسم ☆ عبداللہ ☆ ابراہیم

دارقطنی نے حکایت کیا ہے کہ عبداللہ' طیب اور طاہر کے غیر ہیں —— چنانچہ اس طریق پر پانچ فرزند ہوئے۔ (بشمول قاسم وابراہیم)

صاحب الصفوۃ نے لکھا ہے کہ طیب اور مطیب ایک بطن میں جڑواں پیدا ہوئے تھے —— اور طاہر ومطہر ایک بطن میں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔

ہیثم کذاب نے کہا ہے کہ مبعوث ہونے سے پہلے آپ کے ایک صاحبزادہ پیدا ہوا تھا' جس کا نام عبدمناف تھا —— اس طرح سے تو بارہ صاحبزادے ہوئے۔

عبدمناف کے سوا آپ کی تمام اولاد اسلام میں مبعوث ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہے —— جبکہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد اسلام سے پہلے پیدا ہوئی ہے —— آپ کے صاحبزادے اسلام سے پہلے شیرخواری کی عمر میں وصال کر گئے۔

زبیر نے کہا ہے کہ عبداللہ چونکہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے' اس لئے ان کا نام طیب اور طاہر رکھا گیا ......

علماء کے ان جمیع اقوال کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ آپ کے آٹھ صاحبزادے ذکور تھے۔ جن میں سے دو صاحبزادے قاسم اور ابراہیم پر سب کا اتفاق ہے...... جبکہ چھ صاحبزادوں سے متعلق علماء کو اختلاف ہے:

عبدمناف ' عبداللہ ' طیب ' مطیب ' طاہر اور مطہر

اصح قول :

اصح قول یہ ہے کہ یہ ہے کہ تین صاحبزادے ہیں: قاسم ' ابراہیم اور عبداللہ

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو لقب ہیں —— طیب اور طاہر' اور چاروں بیٹیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد سے ہیں —— ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں بلکہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھے۔

حضرت قاسم علیہ السلام :

آپ اوّل وہ صاحبزادہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ انہی سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے—— حضرت قاسم یہاں تک زندہ رہے کہ وہ چلتے پھرتے تھے مگر رضاعت پوری نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی عمر کے بارے میں مختلف روایات ہیں :

☆ دو سال سات راتیں —— (مجاہد)

☆ سترہ ماہ —— (مفضل بن غسان الغلابی)

☆ جانور پر سوار ہونے کے زمانہ کو پہنچ گئے تھے —— (ابن فارس)

فریابی کا کہنا ہے کہ حضرت قاسم نے اسلام میں وفات پائی ہے۔ وہ پہلے وہ ہیں جو آپ کی اولاد میں سے فوت ہوئے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اکبر اولاد سے ہیں۔ یعنی تمام صاحبزادیوں سے بڑی ہیں—— اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس بات پر ہے کہ حضرت زینب اور حضرت قاسم دونوں میں سے پہلے کون پیدا ہوا ہے—— ابن اسحٰق کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تیسویں (۳۰) سال میں (بعثت سے دس برس پہلے) پیدا ہوئی ہیں انہوں نے اسلام کو پایا ہے اور جنگ بدر کے بعد ہجرت کی ہے—— آپ کا وصال ہجرت کے آٹھویں سنہ میں اپنے شوہر خالہ زاد بھائی ابی العاص لقیط کے پاس ہوا جو ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔

دوسری روایت میں شوہر کا نام مقسم بن الربیع بن عبدالعزی بن عبدالشمس ہے ——

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے پہلے ہجرت کی تھی۔ آپ نے اپنے شوہر کے شرک کے باعث انہیں چھوڑ دیا تھا—— دو سال بعد میں جب آپ کے شوہر اسلام لے آئے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عنہا کو پہلے نکاح کے ساتھ ہی بھجوا دیا تھا—— اس مدت کے بارے میں مختلف آراء ہیں :

☆ ہجرت کے چھ سال بعد بھجوایا گیا تھا۔

☆ عدت گزرنے کے بعد بھجوایا گیا تھا —— (بروایت موسیٰ ابن عقبہ)

☆ ہجرت کے ساتھ سال بعد بھجوایا گیا تھا —— (عمرو بن شعیب)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے علی پیدا ہوئے۔ جو اپنی والدہ کے وصال کے بعد چھوٹی عمر ہی میں وصال کر گئے —— علی ابن زینب فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے آپ کے اونٹ پر سوار تھے—— حضرت

زینب نے ابی العاص سے امامہ کو جنم دیا تھا۔ امامہ کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز میں اپنی گردن پر اٹھا لیا تھا۔ جس وقت آپ نماز میں رکوع کرتے تو امامہ کو اتار دیتے اور جس وقت اپنا سر مبارک سجدہ سے اٹھاتے تو امامہ کو پھر اپنی گردن پر بٹھا لیتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت کی وجہ سے ان کے بعد امامہ کے ساتھ نکاح کر لیا تھا —— امامہ کے باپ نے حضرت زبیر بن عوام کو ان کے نکاح کے لئے وصیت کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق مغیرہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب نے امامہ سے نکاح کر لیا تھا —— مغیرہ سے امامہ نے یحییٰ کو جنم دیا اور امامہ نے مغیرہ کے پاس ہی وفات پائی۔

ایک روایت کے مطابق امامہ نے نہ حضرت علی سے کسی بچے کو جنم دیا اور نہ مغیرہ سے —— زبیر نے کہا ہے کہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی پس ماندہ نہ رہا —— اسے ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تینتیسویں سنہ میں پیدا ہوئی ہیں —— حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عتبہ بن ابولہب کی زوجہ تھیں۔ اور ان کی بہن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عتبہ کے بھائی عتیبہ کی زوجہ تھیں۔

جب سورہ تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی تو عتبہ اور عتیبہ سے ان کے باپ ابولہب نے کہا:

''میرے سر کا قرب تمہارے سروں سے حرام ہے' اگر تم دونوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بیٹیوں سے مفارقت نہ کرو''۔

یہ مثل ہے کہ آپس میں محبت رکھنے والے ایک ہی تکیہ پر سر رکھتے ہیں'' —— عتبہ اور عتیبہ ان دونوں صاحبزادیوں کے پاس داخل نہیں ہوتے تھے —— حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ میں نکاح کر لیا ان کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف دوبار ہجرت کی —— حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسی جمیلہ تھیں کہ جن سے دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی —— ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ اہل حبشہ کا ایک گروہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتا تھا اور تعجب کرتا تھا۔ ان کے دیکھنے سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایذا ہوئی۔ حضرت رقیہ رضے اللہ تعالیٰ عنہا کو ایذا ہوئی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دیکھنے والوں پر بددعا کی' وہ سب ہلاک ہو گئے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بعثت سے پہلے ہوئی تھی۔ جبکہ دولابی کے غیر نے اس کے برعکس لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اسلام کے بعد ہوا ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب وصال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدر میں تھے —— ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعزیت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

"الحمد لله دفن البنات من المكرمات —— (دولابی سے روایت)

بزار کی روایت میں دفن البنات کی جگہ موت البنات ہے۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ان صاحبزادی صاحبہ کا کوئی نام معروف نہیں۔ وہ اپنی کنیت سے پہچانی جاتی ہیں۔ بلکہ یوں کہہ لیں کہ کنیت ہی ان کا نام ہے —— ان کا عتیبہ بن ابی لہب کے ساتھ نکاح ہوا تھا —— عتیبہ نے داخل ہونے سے پہلے ان سے مفارقت کر لی۔

ابن ابوخثیمہ نے بیان کیا ہے کہ عتیبہ نے جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چھوڑ دیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''کفرت بدنیک اور آپ کی صاحبزادی کو میں نے چھوڑ دیا —— نہ آپ مجھے دوست رکھیں اور نہ میں آپ کو دوست رکھوں''۔

پھر اس نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کی قمیض مبارک پھاڑ ڈالی —— وہ تجارت کے لئے ملک شام کی طرف نکل رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عتیبہ سے فرمایا:

''تو سن لے! میں اللہ تعالیٰ سے یہ چاہتا ہوں کہ تجھ پر اپنا کوئی کتا مسلط کر دے کہ وہ تجھے قتل کر ڈالے''۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آپ نے عتیبہ پر یہ بددعا کی:

اللهم سلط عليه كلبا من كلابك

ابوطالب اس وقت موجود تھے۔ آپ کی دعا سے انہیں شدید رنج ہوا کہ قبول ہونے کا یقین تھا۔ ابو طالب نے عتیبہ سے کہا:

''میرے بھتیجے کی دعا سے تجھے کس چیز نے بے نیاز کر دیا تھا۔ میرا بھتیجا مستجاب الدعوات ہے''۔

عتیبہ قریش کے تاجروں میں گھر سے نکلا۔ یہاں تک کہ وہ تاجر ملک شام کی ایک جگہ رات کو اترے۔ جس کا نام زرقا ہے۔ اس رات ایک شیر ان تاجروں کے اطراف پھرنے لگا —— عتیبہ نے شیر کو دیکھا تو یا ویل امی پکارنے لگا۔ اور کہا:

''واللہ' یہ شیر مجھے کھا جانے والا ہے جیسے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر بددعا کی ہے —— کیا ابن ابی کبشہ میرا قاتل ایسے حال میں ہے کہ وہ مکہ میں ہے اور میں ملک شام میں ہوں''۔

شیر نے لوگوں کے درمیان اس پر حملہ کیا اور اس کا سر پکڑ کر اسے چبا ڈالا —— ایک اور روایت میں ہے کہ شیر آیا اور لوگوں کے منہ سونگھنے لگا، اس نے اپنی دم کو لہرایا اور چھلانگ لگائی۔ عتیبہ کو ایک ہی کامل ضرب لگائی اور زخمی کر دیا۔ عیتبہ نے کہا ''مجھے مار ڈالا'' اور وہ اپنے کفر پر ہلاک ہو گیا۔

جب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرنا چاہی —— حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے ادب کی وجہ سے کہ ان کی بیٹی آپ کی بیٹی کی جگہ ہو گی۔ اسے مکروہ سمجھتے ہوئے) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کو رد کر دیا۔

یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:

''اے عمر! میں تم کو اس اچھے مرد کی طرف رہبری کرتا ہوں کہ تمہارے لئے عثمان سے اچھا ہے —— اور عثمان کی رہبری اس کی طرف کرتا ہوں کہ ان کے لئے تم سے اچھا ہے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''بہتر ہے یا نبی اللہ!''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کر دو اور میں اپنی بیٹی کی شادی عثمان کے ساتھ کر دیتا ہوں''۔

اس حدیث کو خجندی نے روایت کیا ہے —— اس حدیث سے اس امر پر استدلال لیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں آپ کی ازواج سے افضل ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہجرت کے تیسرے سال ماہ ربیع الاول میں شادی کی —— حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(بروایت ابن سعد)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر میری ایک سو بیٹیاں ہوتیں —— اور وہ ایک کے بعد ایک فوت ہو جاتی تو میں تمہارے ساتھ ایک کے بعد دوسری بیٹی کی شادی کر دیتا —— یہ جبرئیل موجود ہیں انہوں نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ام کلثوم کی شادی کر دوں''۔

اس حدیث کو فضائلی نے روایت کیا ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سن ۹ ہجری ماہ شعبان میں وفات پائی۔

آپ کی نماز جنازہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی —— حضرت علیؓ فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبر میں اتارا۔

بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر بیٹھے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا:

''کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو آج کی رات اپنی بیوی کے پاس نہ گیا ہو''۔

ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''میں ہوں''۔

آپ نے فرمایا۔

''ام کلثوم کی قبر میں اترو''

ابوطلحہ اترے —— گزشتہ سطور میں اس کے برعکس بیان ہوا ہے کہ ان کے دفن کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر میں تھے۔

اسما بنت عمیس اور صفیہ بن عبدالمطلب نے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا —— ان کے غسل میں ام عطیہ بھی حاضر ہوئی تھیں —— انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی روایت کی ہے کہ ''تم عورتیں تین بار یا پانچ بار یا سات بار غسل دو۔

—— اکثر سات سے فرمایا[1] —— اگر تم عورتیں مناسب سمجھو تو پانی میں بیر کے پتے جوش دے کر اس سے غسل دو۔ غسل کے آخر میں کافور شریک کرو[2] —— جس وقت تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو''۔

جب ہم عورتوں نے غسل سے فراغت پائی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ نے ہماری طرف تبرک کی غرض سے ایک تہمد مبارک پھینک دیا اور فرمایا:

''اس سے میت کا شعار کرو''

ام عطیہ نے کہا:

''ہم نے آپ کی صاحبزادی کے بالوں میں کنگھی کی ان کے تین حصے کئے دو حصے سر کے دونوں طرف اور ایک حصہ سر کے پیچھے کیا۔''

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے تین حصے کئے گئے —— ابن حبان نے آپ کے ارشاد کی تصریح ام عطیہ سے کی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

---

[1] لفظ ''اکثر'' سات بار کی تفسیر کے لئے ہے نہ کہ سات بار سے تجاوز کے لئے۔

[2] کافور کے لئے اس لئے حکم فرمایا کہ ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جگہ پاکیزہ ہو جائے ...... کافور سے میت کے جسم میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ اس میں خشک کرنے اور سرد کرنے کا مادہ ہے اور قوت نفوذ ہے۔ اس کی بو حشرات الارض کو دفع کرتی ہے۔ فساد کی سرعت کو دفع کرتی ہے اور فضلات کے غلبہ کو روکتی ہے۔

''ازار کا الحاق کرو''۔

اور آپ نے دوسرا تہبند دیا۔ اور ان غسل دینے والی عورتوں سے فرمایا:

''ام کلثوم کو اس میں لپیٹ دو اور اس کو ان کا وہ شعار کر دو جو جسم سے ملا ہوتا ہے' اس کو شعار کہتے ہیں —— اور اس کے مافوق وثار[1] ہے''۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے اکتالیس سال میں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ ابوعمر نے ذکر کیا ہے —— جبکہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد اعلان نبوت سے پہلے پیدا ہوئی ہے سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے —— ابن جوزی نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش اعلان نبوت کے پانچ سال پہلے ایام بنائے کعبہ میں ہوئی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ:

☆ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی ذریت کو قیامت کے دن آتش دوزخ سے منع کیا ہے۔

(حافظ ابن عساکر' غسانی' خطیب)

☆ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے دوستوں کو آتش دوزخ سے بچایا ہے۔

☆ ان کے دوست رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے آتش دوزخ سے بچایا ہے (اس میں ہر ایک مسلمان کے لئے بشارت ہے)

ان کا نام بتول اس لئے رکھا گیا تھا کہ:

☆ فضیلت اور دین اور حسب میں اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے منقطع تھیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف دنیا سے منقطع تھیں —— (ابن اثیر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے آپ کی شادی کے سن و تاریخ میں بہت سی روایتیں ہیں:

☆ ہجرت کے دوسرے سال میں اوائل محرم یا صفر یا رجب یا رمضان۔

☆ سنہ تین ہجری میں جنگ اُحد کے بعد۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیاہ کر اپنے گھر لائے تھے —— اس کے ساڑھے چار ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیاہ ہوا ہے —— ان کی شادی کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ساڑھے سات ماہ بعد ان کے پاس داخل ہوئے ہیں۔

☆ ماہ صفر ہجرت کے دوسرے سال میں شادی ہوئی ہے اور ان کے پاس ماہ ذوالحجہ ہجرت کے بائیسویں ماہ کے آغاز

[1] وثار وہ کپڑا جو اس پڑے کے اوپر ہو جو جسم سے ملا ہو۔

میں داخل ہوئے ہیں۔

ان کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی سے ہوئی۔

شادی کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔

حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی افضل بنات سے ہیں —— حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے اہل سے آپ کو زیادہ دوست تھیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

احب اھلی الی فاطمه ''اپنے اہل میں فاطمہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے''۔

اس حدیث کے راوی ترمذی ہیں —— حاکم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں —— حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اقوی وہ بات جس کے ساتھ اس امر پر استدلال کیا جائے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے غیر پر مقدم ہیں۔ حدیث نبوی ہے:

انها سيدة نساء العالمين الامريم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے دھان میں بوسہ دیتے تھے اور اپنی زبان ان کو چساتے تھے (تاکہ آپ کا لعاب دھن مبارک ان کے لعاب کے ساتھ مل کر ان کے اندر داخل ہو اور ان کو برکت ہو)

—— آپ جس وقت کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتے' اور جس وقت سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس داخل ہوتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

فاطمه بضعة منی فمن اغضبها اغضبی

''فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے فاطمہ سے دشمنی کی' مجھ سے دشمنی کی''۔

اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

"او ماترضین ان تکونی سیدة نساء المؤمنین

''کیا تو مومن عورتوں کے سردار بننے سے راضی نہیں''۔

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے...... امام احمد کی روایت میں ہے:

افضل نساء و اهل الجنة ''جنتی عورتوں سے افضل ہو''۔

آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کی تاریخ سے متعلق مختلف روایات ہیں کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

رحلت کے:

☆ چھ ماہ بعد —— سہ شنبہ کی رات، تین رمضان المبارک ہجری ۱۱

☆ آٹھ ماہ بعد ——

جبکہ عمر انتیس (۲۹) سال تھی، وفات پائی۔

روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسماء بنت عمیس سے کہا:

''جو امر عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، میں اسے قبیح جانتی ہوں کہ مردہ عورت کی لاش پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے جس سے عورت کا موٹا یا دبلا پن معلوم ہوتا ہے''۔

اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی! آپ سن لیں۔ میں آپ کو شے دکھلاتی ہوں جسے میں نے ملک حبشہ میں دیکھا ہے۔''

پھر اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھجور کی سبز شاخیں منگوائیں اور انہیں خم دیا۔ پھر ان شاخوں پر ایک کپڑا ڈال دیا —— حضرت فاطمہ اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھ کر کہا:

''یہ کتنا اچھا طریق ہے جس سے عورت سے مرد کی شناخت ہوتی ہے''۔

یعنی فرق محسوس ہوتا ہے اور عورت کا جنازہ معلوم ہوتا ہے —— حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسماء سے کہا:

''جس وقت میں مر جاؤں تو تم اور میرے شوہر (حضرت) علی مجھے غسل دینا اور میرے پاس کوئی شخص داخل نہ ہو''۔

اس حدیث کو ابو عمرو ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے۔

ام رافع سلمٰی کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوئیں تو انہوں نے غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے[1] اور مجھ سے فرمایا:

''میرا بستر وسط مکان میں بچھا دو''۔

میں نے بستر بچھا دیا۔ وہ گھر کے وسط میں بستر پر لیٹ گئیں اور اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ لیا پھر قبلہ رخ ہوگئیں اور کہا:

''اب میں قبض کی گئی ہوں، مجھے کوئی کھول کر نہ دیکھے اور نہ مجھے کوئی غسل دے''۔

پھر وہ اپنی جگہ قبض کر لی گئیں —— اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکان میں داخل ہوئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ام رافع سے جو کچھ کہا تھا، ان کو اس سے مطلع کیا گیا —— حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اٹھایا اور ان

---

[1] ام رافع سلمٰی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیز ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ ہیں...... ان سے کئی احادیث روایت ہیں۔

کے اسی غسل سے انہیں دفن کر دیا اور انہیں کھول کر نہیں دیکھا اور نہ کسی نے ان کو غسل دیا[1] ——— ابوعمر نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان پہلی عورتوں سے ہیں جن کی لاش اسماء کی روایت کے مطابق ڈھانپی گئی ہے...... پھر ان کے بعد حضرت زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں کہ ان کی نعش کے ساتھ بھی ایسا کیا گیا ہے۔

حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں:

☆ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کم عمری میں ہی وفات پا گئے تھے)

☆ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی پس ماندہ نہ تھا ——— چنانچہ آپ کی نسل شریف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فقط سبطین کی جہت ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں' سے پھیلی ہے:

☆ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کوئی منسوب ہوتا ہے' اسے حسنی کہا جاتا ہے ——— اور

☆ جو کوئی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہوتا ہے' اسے حسینی کہتے ہیں ——— اور

☆ کبھی نسبت حسینی میں وہ شخص جو حضرت اسحاق ابن جعفر الصادق بن محمد الباقر ابن زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب سے ہوتا ہے ملا دیا جاتا ہے ——— اسے اسحاقی' حسینی الاسحاقی کہا جاتا ہے۔

یہ اسحاق وہ ہیں جو سیدہ نفیسہ بنت الحسن بن زید بن علی کے شوہر ہیں ——— حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عابدہ زاہدہ تھیں ——— دن کو روزہ رکھتی تھیں اور رات بھر عبادت کرتی تھیں۔ اپنے شوہر اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مصر کو تشریف لے گئیں۔ ان کو قبول عام ہوا۔ آپ نے وہیں رحلت فرمائی ——— ان کے شوہر اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی لاش کو مصر سے جنت البقیع لے جانا چاہا۔ اہل مصر نے ان سے تبرک اور برکت کی غرض سے انہیں مصر میں دفن کرنے کے لئے گزارش کی ——— حضرت اسحاق نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ان سے فرمایا:

"نفیسہ کے معاملہ میں اہل مصر سے معارضہ نہ کرو۔ اسلئے کہ ان کی برکت سے اہل مصر پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے"۔

حضرت نفیسہ نے رمضان المبارک ۲۰۸ھ میں مصر میں وفات پائی ———

---

[1] اس حدیث کو امام احمد نے "مناقب" میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے اسی طرح ابن سعد اور دولابی نے روایت کیا ہے...... یہ روایت اسماء کی روایت کے برعکس ہے......

حضرت اسحاق اور حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک صاحبزادہ حضرت قاسم اور ایک صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے —— وہ دونوں حضرت اسحاق اور حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پس ماندہ نہ رہے۔

حضرت اسحاق کے پس ماندہ البتہ حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غیر سے باقی رہے ہیں' جو ان کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں جو اسحاقی کہلاتے ہیں۔

حضرت ام کلثوم بنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں —— سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی خلافت میں حضرت ام کلثوم بنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی۔

محمد ابن ابی عمر العربی مسلم کے شیخ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صاحبزادی ام کلثوم کے لئے درخواست کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

''وہ کم عمر ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا پیام رد کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ پیغام بھیجا —— حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''میں ام کلثوم کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر وہ آپ سے راضی ہوگئیں تو آپ کی زوجہ ہیں''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ام کلثوم رضیٔ اللہ تعالیٰ عنہہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا —— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی پنڈلی کھولی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔

''ٹھہر جائیں —— اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ امیر المومنین ہیں تو آپ کی آنکھ پر میں طمانچہ مارتی''۔

(یہ روایت ضعیف ہے)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پیام بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''میں نے اپنی لڑکیوں کو جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیٹوں (یعنی اپنے بھتیجوں) کے لئے روک رکھا ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''آپ ام کلثوم کی شادی میرے ساتھ کر دیجئے —— قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ پشت زمین پر کوئی شخص ام کلثوم کا امیدوار نہیں ہے' جس قدر میں آس مند ہوں''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''میں نے شادی کر دی''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین کی طرف آئے اور ان سے کہا:

''مجھے مبارک باد دو''۔

انہوں نے مبارک باد دی اور پوچھا۔

''آپ نے کس کے ساتھ شادی کی ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی کے ساتھ ـــــ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: کل نسب وسبب منقطع یوم القیامۃ الانسبی و سببی اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا داماد بنایا تھا۔ اور اس بات کو میں نے بھی دوست رکھا ہے''۔

حضرت عمر رضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر کیا۔

حضرت عمر اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صاحبزادہ زید اور ایک صاحبزادی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔ بعد میں وہ دونوں حیات نہ رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بعد دیگرے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بیٹوں سے شادی کی ـــــ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضامندی سے سب سے بڑے بیٹے عون بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کی ـــــ عون بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے ماں باپ یوم خیبر میں انہیں حبشہ سے لائے تھے ـــــ کہتے ہیں کہ عون بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔

عون کی وفات کے بعد ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے بھائی محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا۔ یہ بھی ملک حبشہ میں پیدا ہوئے ہیں ـــــ اسلام میں ان کا نام محمد سب سے پہلے رکھا گیا ہے۔

محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شادی کی۔ عبداللہ عون اور محمد بن جعفر کے بھائی تھے ـــــ پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں وفات پا گئیں ـــــ ان تینوں بھائیوں میں سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں صرف محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو چھوٹی عمر ہی میں وفات پا گئی ـــــ ان کے بعد ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی بیٹی یا بیٹا نہ رہا۔

حضرت زینب بنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما :

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد ان کی ہمشیرہ حضرت زینب بنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کی ـــــ

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے چار صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی نے جنم لیا:

☆ علی بن عبداللہ بن جعفر ☆ عون بن عبداللہ بن جعفر

☆ عباس بن عبداللہ بن جعفر ☆ محمد بن عبداللہ بن جعفر

☆ ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے چچا زاد بھائی قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب سے بیاہ کیا —— قاسم بن محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد اولاد ہوئی۔ جن میں سے فاطمہ بن قاسم حضرت حمزہ بن عبداللہ بن زبیر بن عوام کی زوجہ ہیں —— اور ان سے عبداللہ کے پس ماندہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد علی اور علی کی بہن ام کلثوم جو زینب بنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ہیں' ان سے اولاد چھوڑی —— علی اور ام کلثوم بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو لوگ نسبت کئے جاتے ہیں وہ جعفری کہلاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں ہے کہ جعفریوں کو شرف ہے لیکن وہ جعفری جو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت کئے جاتے ہیں اور غیر زینب سے ہیں' ان کے لئے بھی شرف ہے —— اس لئے کہ

☆ نسب کے لحاظ سے وہ بنی ہاشم سے ہیں۔

☆ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی اولاد سے ہیں۔

☆ ان پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔

☆ ذوی القربیٰ کے حصہ میں ان کو استحقاق ہے۔

دو شرف متضاد ہیں —— جو لوگ حضرت عبداللہ بن جفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے غیر زینب بنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں' وہ اپنے غیر سے اشرف ہیں (یعنی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو اولاد حضرت زینب بنت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں ہے' وہ ان سے اشرف ہیں)' باوجود اس کے کہ ان کو یہ شرف ہے مگر اس شرف کی ہرگز برابری نہیں کر سکتے جو حضرات حسنین یعنی حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منسوب ہے —— اس وجہ سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مزید شرف حاصل ہے ——

اسی طرح سے بنی ہاشم کے شرف کی وجہ سے عباسی بھی شرف سے نسبت کئے جاتے ہیں —— (اور ایسے ہی عقیلی[1] جو حضرت عقیل بن ابی طالب —— اور علوی' ابن الحنفیہ وغیرہ جو اولاد علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں)

---

[1] شریف کا اطلاق قریش میں صرف ان لوگوں پر کیا جاتا ہے جو اہل بیت سے تھے...... حسنی' حسینی یا علوی' عباسی یا جعفری' عقیلی...... حافظ ذہبی کے تراجم میں ان نسبتوں کے باعث شریف ملیں گے...... حافظ ذہبی کہتے ہیں: عباسی شریف' عقیلی شریف' جعفری شریف' شریف زینبی...... جبکہ مصر کے والی فاطمی ہیں۔ جنہوں نے اسم شریف کا قصر حضرات حسن اور حسین علیہما السلام پر کیا' جو اب تک مصر میں قابض ہیں...... زرقانی۔

ابن حجر علیہ الرحمہ نے ''نزہۃ الالباب فی معرفۃ الالقاب'' میں لکھا ہے کہ شریف کے لقب کے ساتھ ہر ایک عباسی بغداد میں ملقب ہوا ہے—— اور اسی طرح سے ہر ایک علوی مصر میں—— ابن الرفعہ کے شیوخ میں سے ایک شخص ہوا ہے' جس کا نام شریف عباسی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم :

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند عبداللہ نے کم عمری میں مکہ میں وفات پائی۔ ان کے وصال پر عاصی بن وائل نے کہا۔

''محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی اولاد منقطع ہوگئی' آپ ابتر ہیں''۔[1]

اس پر سورہ کوثر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان شانئک ھو الابتر

یعنی ''آپ کا دشمن ہی منقطع الخیر ہے اس کا کوئی پس ماندہ نہیں ہے''۔

یہاں یہ اعتراض نہیں اٹھایا جا سکتا کہ عاصی کے دو بیٹے عمر اور ہشام اس کے بعد رہ گئے' وہ کیونکر ابتر ہوگا۔ چونکہ وہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور عاصی سے ان کا کوئی تعلق نہ رہا تھا اور نہ وہ اس کے وارث ہو سکتے ہیں نہ وہ ان کا وارث ہو سکتا ہے—— یہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تابعین سے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عبداللہ نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے یا اظہار نبوت کے بعد۔

حضرت ابراہیم بن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم :

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں۔

(حضرت ماریہ گوری جمیلہ تھیں)

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت :

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ ذی الحجہ ۸ھ میں مقام عالیہ میں پیدا ہوئے تھے—— عالیہ وہ مقام ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اتارا تھا۔ اس کا نام مشربہ ام ابراہیم ہے۔

ان کی دائی ابورافع کی بیوی ام رافع تھیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز تھیں۔ ابورافع نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی خوشخبری دی۔ آپ نے ابورافع کو ایک غلام عطا فرمایا——

عقیقہ اور نام رکھائی :

ساتویں دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عقیقہ کیا۔ ابوہند نے ان کا سر مونڈا—— ساتویں دن ہی نبی

[1] ابتر کا معنی ہے جس کی اولاد نہ رہے۔

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام رکھا' ساتویں دن ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام رکھا اور ان کے سر کے بالوں کے وزن سے مسکینوں کو چاندی صدقہ کی —— آپ کے حکم سے سر کے بال زمین میں دبا دیئے گئے' بالوں کا وزن نہ معلوم ہو سکا۔

بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''آج کی رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام میں نے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے''۔

پھر ام سیف کو جو دنیہ کے لوہار کی بیوی تھی' ابراہیم کو دے دیا —— اس لوہار کا نام ابوسیف تھا —— اس حدیث میں ہے کہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام سیف کے پاس اس وقت تک زندہ رہے کہ وفات پائی۔

ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا جائے کہ نام رکھائی ساتویں دن سے پہلے تھی' جیسے کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں ہے —— پھر نام ساتویں روز ظاہر ہوا۔

ترمذی شریف میں عمر بن شعیب سے مرفوع حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مولود کا نام رکھنے کے لئے ساتویں روز امر کیا ہے —— اس حدیث سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔

☆ نام رکھنے میں سات دن سے تاخیر نہ کی جائے۔

☆ ساتویں دن نام رکھائی نہیں ہوتی ہے بلکہ مولود کے نام رکھنے کی مشروعیت ولادت کے دن سے ساتویں دن تک ہے۔

دایہ کا انتظام :

جب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو انصار نے ابراہیم علیہ السلام کی دودھ پلانے والی کے متعلق رغبت کی —— انصار نے اس امر کو دوست رکھا کہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فارغ کر دیں۔ (اس لئے کہ آپ کی رغبت ان کی طرف تھی)۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو ام بردہ خولہ بنت المنذر بن زید الانصاری کو دے دیا۔ جو بنی نجار سے تھیں اور براء بن اوس کی زوجہ تھیں —— ام بردہ اپنے بیٹے کے دودھ سے بنی مازن بن نجار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں —— دودھ پلا کے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی والدہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لایا کرتی تھیں —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پلانے کے سبب ام بردہ کو کھجوروں کا ایک قطعہ عطا فرمایا تھا[1]

---

[1] اس سے پہلے حضرت انس بن مالک کی حدیث پاک بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے ام سیف کو دیا تھا ...... وہ ام سیف کے پاس وصال تک رہے ...... اس حدیث میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ام بردہ کے حوالے کیا ہو اور پھر ام سیف کو دے دیا ہو ...... وہ ام سیف کے پاس وصال تک رہے ہوں ...... ام بردہ اور ام سیف دونوں نے ابراہیم علیہ السلام کو دودھ پلایا ہو۔ ابن عبدالبر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ام بردہ کے ہاں وفات پائی۔ چنانچہ ترجیح میں صحیح حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا' اس لئے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اپنے عیال کے ساتھ رحم کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا —— ابراہیم علیہ السلام عوالی مدینہ میں دودھ پیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے‘ ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ آپ مکان میں داخل ہو جاتے —— ان کی دایہ کا شوہر لوہار تھا۔ آپ ابراہیم علیہ السلام کو پیار کرتے اور پلٹ آتے تھے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال :

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں مقام نخل میں لائے —— اچانک دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے ابراہیم علیہ السلام اپنے نفس کے ساتھ جود کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کو لے کر اپنی آغوش میں رکھ لیا۔ پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔

''اے ابراہیم! میں تمہاری جدائی کے سبب ضرور غمگین ومحزون ہوں۔ [۲]

آنکھیں روتی ہیں اور دل اپنی رقت سے حزن کرتا ہے‘ ہم وہ بات نہیں کہتے جو رب کو ناخوش کرے''۔

ابوداؤد کی حدیث میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب وفات پائی تو آپ کی عمر ستر دن تھی۔ وفات دس ربیع الاول یوم سہ شنبہ کو واقع ہوئی —— آپ کی عمر سے متعلق مزید یہ روایات ملتی ہیں:

☆ سترہ ماہ آٹھ دن کو پہنچ گئے تھے۔

☆ ایک سال دس ماہ چھ دن کو پہنچ گئے تھے۔

ان کی لاش چھوٹے سے تخت پر اٹھائی گئی —— نبی اکرم —— نے ان پر بقیع میں نماز پڑھی اور فرمایا :

''ہم انہیں اپنے فرط (سب سے پہلے جانے والے) عثمان بن مظعون کے پاس دفن کرتے ہیں''۔

ابراہیم علیہ السلام کو غسل دینے والوں سے متعلق مختلف روایات ہیں :

☆ ابو بردہ ہانی

☆ فضل بن عباس

شاید غسل دینے میں ابوبردہ اور فضل دونوں جمع ہوئے ہوں —— ابراہیم کی قبر میں فضل اور اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اترے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبر کے کنارہ پر رہے —— پھر ان کی قبر پر پانی چھڑکا گیا اور قبر کی ایک نشانی کر دی تا کہ

---

[۱] یہ حالت مرنے کے وقت کی ہے گویا مرنے والا اپنے نفس کے ساتھ اس طور سے جود کرتا ہے جیسے کوئی جود کرنے والا اپنے مال کے ساتھ جود رتا ہے اور اسے نکالتا ہے۔

[۲] محزون مفعول کا صیغہ ہے۔ اس لئے اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارا حزن ارادی فعل نہیں ہے بلکہ غیر سے حزن ہوتا ہے۔ انسان غیر کے فعل سے مکلف نہیں ہوتا ہے کہ وہ دل اور آنکھیں ہیں‘ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔

قبر پہنچائی جائے —— زبیر نے کہا ہے کہ یہ پہلی قبر ہے جس پر پانی چھڑکا گیا۔

آپ کے وصال پر غم آفتاب :

ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے دن کسوف شمس ہوا —— لوگوں نے کہا کہ آفتاب کو کسوف نہیں ہوا بلکہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی وجہ سے ایسا ہوا[1] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''آفتاب اور ماہتاب اللہ تعالیٰ کی آیات سے دو نشانیاں ہیں —— ان پر کسی کے مرنے سے کسوف نہیں ہوتا''۔

اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے —— کسوف عموماً اٹھائیس یا انتیس تاریخ کو ہوتا ہے جبکہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے دن یعنی دسویں تاریخ کو کسوف شمس ہوا۔ اس لئے لوگوں نے (غیر متوقع یا خلاف معمول) دیکھ کر کہا کہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی وجہ سے کسوف شمس ہوا —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابراہیم کی دودھ پلانے والی جنت میں ہے''۔

اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اگر ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ رہتے تو کیا نبی ہوتے؟ :

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موقوف حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ابراہیم اگر زندہ رہتے البتہ وہ نبی ہوتے' لیکن کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ اس لئے کہ تمہارے نبی آخر انبیاء ہیں —— اس حدیث کو ابوعمر نے روایت کیا ہے۔

طبری نے کہا ہے کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات توقیف سے کہتے ہیں کہ شارع نے تصریح کی ہے —— یہ تصریح ابراہیم کو خاص کرتی ہے' وگرنہ یہ لازم نہیں آتا ہے کہ نبی کا بیٹا بھی نبی ہو —— نوح علیہ السلام کے بیٹے کی اس امر پر دلیل ہے کہ ان کے بیٹے نبی نہیں ہوئے —— (ایسے ہی حضرت آدم علیہ السلام کی بہت سی اولاد ہے کہ ان میں سے حضرت شیث کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا)

امام نووی نے ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں کہا ہے۔[2] وہ حدیث جو بعض متقدمین سے روایت کی گئی ہے کہ:

''اگر ابراہیم زندہ ہوتے تو البتہ نبی ہوتے''۔

متقدمین کا یہ قول باطل ہے اور مغیبات پر کلام میں جسارت ہے اور تخمینہ سے یہ بات ہے اور عظیم امر پر یکایک آجاتا ہے —— ہمارے شیخ نے ''مقاصد حسنہ'' میں کہا ہے کہ عبدالبر کا قول ان کی کتاب ''تمہید'' میں اسی طور پر ہے۔[3] میں نہیں جانتا یہ کیا بات ہے —— تحقیق نوح علیہ السلام نے غیر نبی کو جنم دیا اور اگر نبی سے نبی نہ پیدا ہوتا تو پھر نبی کا ہر ایک بیٹا نبی ہوتا۔ اس لئے

[1] لوگوں کا گمان تھا کہ جب کسوف شمس ہوتا تو وہ یہ کہتے کہ کوئی عظیم شخص مرگیا ہے۔

[2] جو رافعی کی شرح کبیر میں واقع ہے...... وہ شرح وجیز پر ہے۔ [3] جو موطا کی کبیر شرح ہے۔

کہ وہ سب نوح علیہ السلام کے بیٹے ہیں —— جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وجعلنا ذرية هم الباقين

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ حدیث مذکورہ سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم اگر زندہ ہوتے تو نبی ہوتے —— ابن عبدالبر نے جو ذکر کیا ہے کہ اس وجہ سے کہ یہ امر مخفی نہیں ہے کہ قضیہ شرطیہ وقوع کو لازم نہیں آتا —— گویا ابن عبدالبر اس شے میں نووی سے بڑھ کر گئے جو نووی نے کہی ہے —— انہی حافظ ابن حجر نے "اصابہ" میں کہا ہے کہ نووی کے کلام کا تعاقب کیا گیا ہے۔

وہ عجیب کلام ہے۔ باوجود اس کے یہ حدیث تین صحابہ سے وارد ہوئی ہے۔

☆ ابن عباس نے مرفوعاً روایت کی ہے۔

☆ انس بن مالک اور ابن ابی اوفی نے لفظاً موقوف روایت کی ہے اور اس کا حکم حدیث مرفوع کا حکم ہے۔ رائے سے ایسا نہیں کہا جاتا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ گویا امام نووی کو اس حدیث کی تاویل کی وجہ ظاہر نہیں ہوئی اس لئے جو کچھ کہا ہے اس حدیث کے انکار میں کہا ہے (اور گفتگو کو طول دیا ہے) —— اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ کے لئے وقوع لازم نہیں ہے جیسے کہ اس حدیث میں ہے —— ارشاد باری ہے:

لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا

اللہ تعالیٰ ہی معبود واحد ہے —— اپنے گمان سے صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا گمان نہ کیا جائے گا کہ وہ اچانک اس قول کی مثل پر آ گیا ہے (اور کلام میں جرات کی ہے۔ اس لئے کہ ان صحابہ کرام کے ساتھ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیثوں میں عادل کہا ہے، بدگمانی ہے)

امام سخاوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تین طریق ہیں:

☆ ایک طریق ان میں وہ ہے کہ جس کی روایت ابن ماجہ، بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے کی ہے —— کہا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم نے وفات پائی۔ آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ:

۱- ان کی دودھ پلانے والی جنت میں ہے۔

۲- اگر یہ زندہ رہتے تو البتہ نبی صدیق ہوتے، اور

۳- اگر زندہ رہتے تو اپنے ماموؤں کو جو قبط سے ہیں آزاد کراتے اور کوئی قبطی غلام نہ ہوتا۔

اس حدیث کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی ہے، جو ضعیف ہے۔ اور اس کے طریق سے اس حدیث کو ابن مندہ

نے کتاب ''معرفت صحابہ'' میں روایت کیا ہے' اور اسے غریب حدیث کہا ہے۔

☆ اس حدیث پاک کا دوسرا طریق وہ ہے جس کی اسماعیل سدی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے —— گویا ابراہیم نے گہوارہ بھر دیا تھا —— اگر باقی رہتے تو نبی ہوتے۔

☆ اس حدیث کا تیسرا طریق امام بخاری علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کے شیخ محمد بن بشر کے طریق سے ہے —— انہوں نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے پوچھا گیا ''کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے'' —— عبداللہ نے کہا' ''وہ صغیر فوت ہو گئے''۔ (میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اشبہ (مشابہت رکھتے) تھے —— اگر حکم الٰہی یوں جاری کیا گیا ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیات رہتے۔ چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس۔ لئے ان کی حیات کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم جاری نہیں ہوا ——

اس حدیث کو امام احمد نے شیخ وکیع سے' شیخ وکیع نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے سنا ہے وہ کہتے تھے:

''اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کے صاحبزادے ابراہیم فوت نہ ہوتے''

چنانچہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے طریق متعدد ہیں۔ اس کے باوجود اس حدیث کی وجہ ظاہر ہے اس حدیث کا کیونکر انکار کیا جائے —— اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے۔

تیسری فصل

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات و باندیاں

مومنوں کی مائیں:

ارشاد باری ہے:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھتھم

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں ــــ ان میں وہ سب بیبیاں برابر ہیں کہ:

☆ آپ نے ان کے سامنے وفات پائی ہو ــــ یا

☆ ان بیبیوں نے آپ کے سامنے ایسے حال میں وفات پائی ہو کہ وہ آپ کے تحت میں تھیں۔

☆ آپ کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

☆ ان کا احترام واجب ہے۔

چنانچہ وہ ماؤں کی مانند ہیں ــــ یہ حکم ان پر نظر کرنے اور ان کے ساتھ خلوت کرنے میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کے ساتھ اجانب کی مثل نظر اور خلوت حرام ہے ــــ ارشاد باری ہے:

واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب

یہ نہیں کہا جائے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی بیٹیاں مومنوں کی بہنیں ہیں ــــ (اس لئے کہ مومنین میں سے ان کا نکاح کسی پر حرام نہیں ہے) ــــ اور نہ یہ کہا جائے گا کہ ان کی بہنیں اور بھائی مومنوں کے ماموں اور خالائیں ہیں ــــ امام بغوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات مومن مردوں کی مائیں ہیں، مومن عورتوں کی مائیں نہیں ہیں ــــ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ہے۔ جیسا کہ بیضاوی میں ہے:

لنا امھات النساء ۔ ''ہم عورتوں کی مائیں نہیں ہیں''۔

اور یہ حکم ہمارے اصحاب اور ان کے سوا جو لوگ اہل اصول سے ہیں، ان کے نزدیک صحیح طور پر جاری ہے، کہ عورتیں مردوں کے خطاب میں داخل نہ ہوں گی۔

امام بغوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عورتوں اور مردوں کے باپ تھے۔
یعنی آپ عورتوں اور مردوں پر باپ کی مثل شفقت فرماتے تھے۔ مرد اور عورتیں باپ کی طرح آپ کا احترام کرتے تھے
—— واضح ہو کہ یہ بات اللہ کریم کے اس ارشاد کے منافی نہیں:

ما کان محمد ابا احد من رجا لکم

''محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں''۔

اور یہ جائز ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ حرمت میں مومنوں کے باپ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو تمام عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ ان کا ثواب اور عقاب دونوں مضاعف ہیں۔ ان سے پردہ کے اس طرف سے علاوہ کسی چیز کو پوچھنا جائز نہیں ہے —— آپ کی ازواجِ مطہرات میں افضل حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ان دونوں کے افضل ہونے میں کسے زیادہ فضیلت ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

ازواجِ مطہرات کی تعداد اور ان کی ترتیب نکاح

علماء متفق علیہ کا یہ قول کہنا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات گیارہ ہیں۔ ان میں سے چھ عورتیں قبیلہ قریش سے ہیں:

☆ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا —— بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرہ ابن کعب بن لوئی ہیں —— حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے جد قصی میں جمع ہوتی ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا —— بنت ابوبکر بن ابی قحافہ عبداللہ بن عثمان ابن عامر ابن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ابن مرہ بن کعب بن لوئی ہیں —— حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے جد مرہ میں جمع ہو گئی ہیں۔

☆ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا —— بنت عمر بن الخطاب بن نفیل ابن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط ابن رزاح ابن عدی ابن کعب بن لوئی ہیں —— حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ساتھ کعب میں جمع ہو گئی ہیں ...... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان باپوں کی گنتی متفاوت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور کعب کے درمیان سات باپ ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان نو باپ ہیں۔

☆ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا —— بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب

بن مرہ بن کعب بن لوئی ہیں ــــ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عبد مناف میں جمع ہوئی ہیں۔

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ــــ بنت امیہ ابن المغیرہ ابن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابن لقظہ ابن مرہ بن کعب بن لوئی ہیں ــــ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مرہ میں جمع ہوگئی ہیں۔

☆ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ــــ بنت زمعہ بن قیس ابن عبدالشمس بن عبدود ابن نصر بن مالک بن حل ابن عامر بن لوئی بن غالب ہیں ــــ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لوئی میں جمع ہوگئی ہیں۔

چار ازواج مطہرات عربی الاصل اور غیر قریش ہیں' قریش کے حلیف خاندانوں سے ہیں۔ جیسا کہ شامی میں ہے ــــ مصنف نے عربی غیر قریش سے ارادہ کیا ہے' ورنہ یہ ظاہر ہے کہ قریش بھی خالص عرب ہیں۔

☆ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ــــ بنت جحش ابن ریاب ابن یعمر ابن صبرہ ابن مرہ بن کبیر ابن غنم ابن دودان ابن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہیں ــــ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے جد اعلیٰ خزیمہ میں جمع ہوگئی ہیں۔ لہٰذا عربیہ ہیں۔

☆ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ــــ بنت الحارث بن خرن بن بجیر ابن بزم ابن رویہ ابن عبداللہ بن ہلال بن عامر ــــ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہلالیہ ہیں۔

☆ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ــــ بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر ــــ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہلالیہ ہیں۔ آپ کا لقب ام المساکین ہے۔

☆ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ــــ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن ابی عایذ بن مالک بن جذیمہ مصطلق ہیں' بن سعد بن کعب بن عمرو یہ خزاعۃ ہیں ــــ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی طرف منسوب ہیں' اس لئے خزاعیہ مصطلقیہ کہتے ہیں۔

ایک زوجہ غیر عربیہ ہیں کہ بنی اسرائیل سے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔ وہ آپ کے چچا حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام سے ہیں۔

☆ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ــــ بنت حیی بنی نضیر سے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں ان ازواج مطہرات میں سے دو نے انتقال کیا' حضرت خدیجہ اور حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نو بیویاں چھوڑ کر رحلت

فرمائی —— حافظ ابوالحسن بن الفضل المقدسی نے ان بیویوں کے نام نظم میں ذکر کئے ہیں:

توفی رسول اللہ من تسع نسوۃ　　　الیھن تعزی المکرمات و تنسب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نو بیویوں کی حیات میں وفات پائی۔ وہ بیویاں ایسی معظم ہیں جن کی طرف مکرمات نسبت کئے جاتے ہیں۔

فعائشۃ میمونۃ و صفیۃ　　　وحفصۃ تتلوھن ھند و زینب

ان بیویوں میں سے ایک حضرت عائشہ ہیں' دوسری حضرت میمونہ' تیسری حضرت صفیہ' چوتھی حضرت حفصہ' پانچویں حضرت ہند اور چھٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

جو یرید مع رملۃ ثم سودہ　　　ثلاث وست ذکر ھن مھذب

ساتویں حضرت جویریہ' آٹھویں حضرت رملہ اور نویں حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں —— لہٰذا یہ تین اور چھ نو ہیں۔ ان خواتین کا ذکر مہذب ہے۔

اس بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ سب سے پہلی وہ عورت جس کے ساتھ آپ نے ان بیویوں میں سے شادی کی' وہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال تک ان کی زندگی میں کوئی اور شادی نہیں کی۔

اب ان بیویوں کا علی الترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ ترتیب شادی کے لحاظ سے ہے نہ کہ ان کی فضیلت کے اعتبار سے۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی والدہ فاطمہ بنت زاہدہ بن الاصم ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عہد جاہلیت میں طاہرہ کہتے تھے۔

عہد جاہلیت میں آپ کی شادیاں:

عہد جاہلیت میں آپ نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں۔

☆ ابی ہالہ نباش بن ابی زرارہ۔ ان سے دو بیٹے ہوئے۔ ہند اور ہالہ

☆ عتیق بن عایذ المخزومی القرشی

ابی ہالہ نباش کی وفات کے بعد آپ نے عتیق بن عایذ سے شادی کی۔ ان سے ایک لڑکی ہند پیدا ہوئی۔

رسول کریم سے شادی:

عتیق کے فوت ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا

—— شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس سال اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اکیس سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے نفس شریفہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ سے عقد کرنے کے لئے بلاواسطہ آپ سے اظہار کیا۔ اپنی کنیز نفسہ بنت منیہ کے ذریعے نکاح کا پیام بھیجا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا ذکر اپنے چچوں سے کیا۔ آپ کے چچوں میں سے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد خویلد بن اسد سے ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کے لئے خویلد سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگا —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور بیس اونٹ ان کا مہر مقرر فرمایا۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ کے نکاح میں ابوطالب اور روساء مضر حاضر ہوئے۔ ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔ یہ خطبہ اور نکاح کا ذکر زیر نظر کتاب کی جلد اوّل میں آ چکا ہے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مہر ٹھہرایا۔

لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی شخصیت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے رب تعالیٰ کا سلام :

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

''اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! یہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں۔ آپ کے پاس ایک برتن لا رہی ہیں جس میں کھانا ہے (یا سالن ہے یا پینے کی شے برتن میں ہے) —— جس وقت خدیجہ آپ کے پاس آ جائیں تو ان کے رب کی طرف سے انہیں سلام پہنچا دیجئے اور میری طرف سے سلام کہہ دیجئے''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں کہا:

هو السلام و منه السلام و على جبريل السلام

''وہ سلام ہے اور اس کی طرف سے سلام اور جبرئیل پر سلام''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ یہ جواب دیا:

ان الله هوا لسلام و على جبريل السلام و عليك السلام و رحمة الله و بركاته

ابن سنی نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے:

و على من سمع السلام الا الشيطان

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

''آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت کے اس مکان کی بشارت دیجئے جو لولوئے مجوف سے ہے۔ اس مکان میں کسی قسم کا شور و غل نہیں ہے اور نہ کسی قسم کا تعب ہے''۔

دعوتِ اسلام کے لئے آپ کی حوصلہ افزائی:

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے امر نبوت کو بیان فرماتے' اور لوگ آپ کا رد کرتے اور آپ کو جھٹلاتے۔ لوگوں کا رد اور تکذیب آپ کو غمگین کرتے' مگر اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سبب آپ کے سارے غم دور فرما دیتا —— جس وقت آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لوٹ کر آتے آپ کو دلاسا دیتیں' آپ کو آپ کی حالت پر قائم رکھتی تھیں' غم و اندوہ میں تخفیف کرتی تھیں اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرتی تھیں۔ آپ کے امر کو آپ پر سہل کر دیتی تھیں یعنی یہ کہتی تھیں کہ آپ کے معاملہ میں لوگوں نے جو باتیں کی ہیں وہ لوگ جانتے ہیں کہ:

☆ آپ کذب سے بری ہیں اور

☆ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ حسد سے کہا ہے۔

یہ حالت ایک زمانہ تک رہی۔ یہاں تک کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصال فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آدم علیہ السلام پر فضیلت:

عبدالرحمٰن بن زید سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن البتہ میں سید البشر ہوں مگر ایک ذات کا سید نہیں ہوں۔ وہ میری اولاد سے ہے' نبیوں میں سے ایک نبی ہے اور اس کا نام احمد ہے —— اسے دو خصلتوں کی وجہ سے مجھ پر فضیلت دی گئی ہے:

☆ اس کی زوجہ نے اس کی اعانت کی' لہٰذا اس کی زوجہ اس کے لئے عون تھی ...... (اظہار نبوت سے پہلے اور اظہار نبوت کے بعد) —— اور میری زوجہ مجھ پر عون تھی (کہ شجر کھانے کی اس نے ترغیب دی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کے شیطان پر اس کی مدد کی' وہ شیطان مسلمان ہو گیا (یعنی آپ کا ہم زاد مسلمان ہو گیا) —— اور میرا شیطان ابلیس لعین کافر ہو گیا (یعنی میرا ہم زاد)

اس حدیث کی روایت دولابی نے کی ہے۔ جیسا کہ طبرانی نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اہل جنت میں چار افضل عورتیں:

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی عورتوں میں افضل چار عورتیں ہیں:

☆ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

☆ حضرت مریم بنت عمران' والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

☆ حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون۔

امہات المومنین میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت:

شیخ ولی الدین عراقی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امہات المومنین سے افضل ہیں۔ یہ قول صحیح اور مختار علماء کا ہے ـــــ یہ حدیث پاک اور اس سے پہلے کی وہ حدث پاک اس پر دلیل ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام پہنچایا ہے ـــــ ارشاد مصطفوی ہے:

خیر نسائها مریم و خیر نسائها خدیجه

اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ یعنی

☆ امت ماضیہ کی عورتوں کی خیر حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔

☆ اس امت کی عورتوں کی خیر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

براء اور طبرانی نے عمار سے مرفوع روایت کی ہے:

لقد فضلت خدیجه علی نساء امتی کما فضلت مریم علی نساء العلمین

اس حدیث کی اسناد حسن ہیں ـــــ کہا گیا ہے کہ افضل امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

شیخ الاسلام ذکر یا انصاری نے شرح بہجۃ الحاوی'' میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے ذکر میں کہا ہے کہ آپ کی ازواج میں افضل حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

ابن عماد نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کو درست کہا ہے۔اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اچھی بیوی نصیب کی ـــــ یہ اس لئے کہا تھا کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کثرت سے ثنا کرتے اور ان کے لئے مغفرت چاہتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس پر غیرت آ گئی ـــــ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے اچھی بیوی مجھے نصیب نہیں کی' ان سے یہ امور صادر ہوئے:

☆ جس وقت لوگوں نے میری نبوت سے انکار کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں۔

☆ جس وقت لوگوں نے میری تکذیب (جھٹلایا) کی' انہوں نے میری تصدیق کی۔

☆ جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کر دیا' انہوں نے اپنا مال مجھے دیا''۔

صحیحین میں اصل حدیث مختصر آئی ہے۔

ابن داؤد علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کون افضل ہیں؟ —— ابن داؤد علیہ الرحمہ نے جواب دیا:

''عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کا سلام کہا —— اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے رب کی طرف سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سلام پہنچایا —— چنانچہ حضرت خدیجہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں''۔

حضرت خدیجہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت:

ابن داؤد علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ کون افضل ہے —— حضرت خدیجہ یا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما —— ابن داؤد علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

فاطمه بضعة منی —— میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بضعتہ کے ساتھ کسی کو برابر نہ کروں گا۔ اس کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ملتی ہے جو آپ نے اپنے مرض موت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظاہر کیا تھا کہ میں اب قبض کیا گیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

اما ترضین ان تکونی سیدة نساء اهل الجنة الامریم

یہ سن کر حضرت فاطمہ ہنسیں —— یہ دلیل ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی والدہ پر فضیلت ہے۔ اس کے ساتھ امام سبکی نے استدلال کیا ہے —— فتح الباری میں ہے کہ وہ امر کہ ظاہر ہوتا ہے' یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کرنا اولیٰ ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کے بارے ابو محمد بن حزم نے احتجاج کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آخرت میں جنت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعلیٰ درجہ میں ہوں گی' اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنت میں ہوں گی''۔[1]

امام سبکی علیہ الرحمہ سے کسی نے اس فضیلت کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس شے کو ہم اختیار کرتے ہیں' اس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور عبادت کرتے ہیں —— حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں۔ پھر ان کی والدہ افضل ہیں' پھر ان کی والدہ افضل

---

[1] اس میں کوئی حجت نہیں ہے۔ اگر حجت ہوتی تو یہ لازم آتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی بقیہ ازواج مطہرات کل انبیاء کرام علیہم السلام اور مرسلین سے افضل ہوں...... اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں کل سے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔ یہ بالضرورت دین سے جو امر معلوم ہے اس کے خلاف ہے۔ اس جگہ سے فتح باری میں کہا ہے کہ اس حجت کا فساد ظاہر ہے۔

ں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں ـــــ اس کے لئے امام سبکی نے اس حدیث اماترضین ان تکونی ـــــ سے تدلال کیا ہے۔

طبرانی کی یہ حدیث جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے:

خیر نساء العلمین مریم بنت عمران ثم خدیجہ بنت خویلد ثم فاطمہ بنت محمد ثم اسیہ امراۃ فرعون

ابن عماد نے اس حدیث کا جواب اس طور پر دیا ہے کہ حضرت خدیجہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضیلت والدہ ونے کے اعتبار سے ہے نہ سیادت کے اعتبار سے ـــــ اس خبر کی وجہ سے امام سبکی علیہ الرحمہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ حضرت مریم یہا السلام حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں اور اس وجہ سے یہ اختیار کیا ہے کہ حضرت مریم کی نبوت میں علماء کا ختلاف ہے ـــــ امام سبکی نے حضرت مریم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت سے تعرض نہیں کیا ـــــ جبکہ امام یوطی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر دلائل سے فضیلت دی ہے۔

ابو امامہ ابن نقاش علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سبقت اور ان کی تاثیر اوّل اسلام میں ـــــ ران کا بوجھوں کا اٹھانا ـــــ اور ان کا نصرت دینا ـــــ اور اللہ تعالیٰ کے لئے قیام دین میں ان کا اپنے نفس اور مال کے ساتھ تنے ـــــ امور ہیں ان میں نہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شریک ہوئیں اور نہ ان کے سوا امہات المومنین سے کوئی شخص ضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شریک ہوا ـــــ لہٰذا اس حدیث سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاثیر آخر اسلام میں ہوئی ہے:

☆ انہوں نے دین کا بوجھ اٹھایا ہے'

☆ امت کو دین کی تبلیغ کی'

☆ احادیث نبویہ سے دین کے احکام کا ادراک کیا ہے۔

یہ وہ امور ہیں جن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی شریک نہیں ہیں۔ اور نہ ان کا غیر شریک ہوا ـــــ یہ امور اس قسم سے ہیں جن کے سبب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے غیر سے امتیاز کی گئی ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت عائشہ' حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال:

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکہ میں ہجرت سے تین سال پہلے وفات پائی اور حجون میں دفن کی گئیں۔ ان کی قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترے تھے۔ وفات کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پینسٹھ سال کی تھیں۔ ان دنوں جنازوں پر نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ اس لئے کہ نماز جنازہ مشروع نہیں تھی ـــــ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پچیس سال ساتھ رہا۔

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زمعہ ہیں' ان کی والدہ شموس بنت قیس ہیں۔۔۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قدیم مسلمان ہیں۔ وہ اسلام کی بیعت میں قدیم ہیں۔

آپ کی پہلی شادی:

وہ اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے بیاہی ہوئی تھیں۔ وہ سہل بن عمرو کے بھائی تھے۔ سکران بن عمرو بھی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثل قدیم مسلمان تھے۔۔۔ حضرت سکران اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت ثانی کی تھی۔۔۔ سکران اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حبشہ سے مکہ میں آئے۔ ان کے شوہر سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحلت کی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح:

قتادہ اور ابی عبید نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مکہ میں نکاح کیا' اس سے پہلے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقد کریں۔۔۔ جبکہ عبداللہ بن محمد بن عقیل نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔۔۔ ان دونوں اقوال کو اس طور پر جمع کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ داخل ہوئے۔۔۔ شادی' دخول اور نکاح دونوں پر اطلاق کی جاتی ہے۔۔۔ چنانچہ اول قول عقد پر قیاس کیا جائے اور دوسرا قول دخول پر قیاس کیا جائے۔ دونوں قول متفق ہو جائیں گے۔۔۔ اگرچہ فہم کی طرف متبادر عقد ہے نہ دخول۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ایثار:

جبکہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضعیف العمر ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طلاق کا ارادہ کیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے چاہا کہ آپ طلاق نہ دیں۔۔۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے وقف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپ پاس روک لیا' طلاق نہیں دی۔

وفات:

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ماہ شوال ۵۴ ہجری میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ام رومان بنت عامر بن عویمر ابن عبدالشمس بنی غنم بن مالک بن کنانہ سے ہیں —— حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جبر ابن معطم سے نامزد ہو چکی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے منگنی کر لی۔[1]

بیاہ اور رخصتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو درہم ٹھہرایا —— ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ شوال نبوت کے دسویں سال اور ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں بیاہ کیا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اس وقت چھ سال تھی —— اور اپنے گھر مدینہ میں ہجرت کے دوسرے سال ماہ اٹھارہ کے شروع ماہ شوال میں لائے۔ رخصتی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر نو سال تھی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں آئے ہوئے سات ماہ ہوئے تھے۔

شیخین نے عروہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ جب شادی کی میں چھ سال کی تھی۔ پھر ہم مدینہ منورہ میں آئے۔ ہم بنی الحارث بن الخزرج کے پاس رکے۔ مجھے بخار آ گیا اور میرے سر کے بال گر گئے۔ میری ماں ام رومان میرے پاس آئی۔ میں اس وقت اپنی ہم جولیوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھی۔[2]

میری نے مجھے پکارا۔ میں اس کے پاس آئی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ مجھ سے وہ کیا ارادہ رکھتی ہے۔ میری ماں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر کے دروازہ پر لا ٹھہرایا۔ اس وقت میری سانس چڑھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ میری بعض سانس ٹھہری۔ پھر میری ماں نے کچھ پانی لے کر میرا منہ دھلایا اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر میری ماں نے مجھے گھر میں داخل کیا —— یکا یک میں نے انصار کی عورتوں کو اس مکان میں موجود پایا۔ ان عورتوں نے کہا:

"تمہارا آنا خیر اور برکت پر ہوا"۔

---

[1] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منسوب ہو جانے کا آپ کو علم نہ تھا یا یہ امر قبل نہی کے ہوا کہ ایک کے پیام کے بعد دوسرا پیام نہ کرے۔

[2] اس کھیل کو ارجوحہ کہتے ہیں۔ ایک رسی کے دونوں سروں میں ایک ایک لکڑی باندھ کر دو لڑکے ایک ایک طرف بیٹھ کر دونوں حرکت دیتے ہیں۔ دونوں لڑکوں میں سے ایک دوسرے کی طرف جھک جاتا ہے۔ چھوٹے بچے اس طور سے کھیلتے ہیں۔

یعنی اچھے خط اور اچھے نصیب پر ہوا —— میری ماں نے مجھے ان عورتوں کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے میری کنگھی چوٹی کی، لباس پہنچایا اور عروسی کے کام پورے کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کے وقت تشریف لائے۔ میری ماں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ اس دن میری عمر نو سال تھی۔ اس حدیث کے راوی ابو حاتم ہیں۔

ابو عمر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ماہ شوال میں ہوا —— اور ماہ شوال میں آپ ان کے پاس داخل ہوئے —— حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس امر کو دوست رکھتی تھیں کہ ان کے گھرانے کی عورتیں اور جو عورتیں ان کی دوست تھیں، اپنے شوہروں کے پاس ماہ شوال میں داخل ہوں۔[۲]

محبوبۂ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب ازواج سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ محبوب اور دوست تھیں۔ (یعنی آپ کی محبت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو زیادہ تھی، اس میں یہ بات ہے) جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوئی شے لینے کے لئے جھکتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شے کے لینے کے لئے ان کی موافقت سے جھک جاتے تھے —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض سفروں میں انہیں گم کیا تھا۔ آپ نے واعروساہ فرمایا تھا۔ اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

آپ کی شادی اللہ تعالیٰ نے طے فرمائی:

صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میں نے تمہیں تین رات خواب میں دیکھا —— جبرئیل علیہ السلام تمہاری صورت حریر سفید میں ایک قطعہ لائے وہ فرشتہ مجھ سے کہتا تھا کہ یہ آپ کی عورت ہیں —— میں تمہارا منہ کھول کر دیکھتا یہ کہتا تھا کہ اگر یہ امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جاری کرے گا۔

ترمذی شریف میں صحیح حدیث سے یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت سبز حریر کے ٹکڑے میں لائے اور آپ سے کہا کہ:

''یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہیں''۔

ترمذی شریف میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ۔

''اللہ تعالیٰ نے آپ کی شادی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی کے ساتھ کی ہے''۔

اس وقت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کی مدت نو سال تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب رحلت فرمائی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال

تھی — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی بکر کے ساتھ نکاح نہیں کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہ عالمہ فصیحا :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہ عالمہ فصیحا تھیں — ان کی فصاحت کی تعریف معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے:

مارایت خطیبا قط ابلغ ولا افصح ولا افطن من عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا (طبرانی)

صحیح بخاری کے رجال موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے:

مارایت احد اکان افصح من عائشه

حاکم نے احنف بن قیس سے روایت کی ہے کہ:

"میں نے ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خطبے سنے ہیں — اور خلفا کے خطبے سنے ہیں' اسی طرح بہت سے خطبے سنے ہیں — ان میں سے کسی کے منہ سی کوئی کلام ایسا افخم نہیں سنا اور نہ کوئی احسن کلام سنا جو کلام کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منہ سے سنا ہے — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کثیر احادیث روایت فرمائی ہیں"۔[1]

آپ ایام عرب یعنی واقعات عرب اور اشعار عرب سے بڑی واقف تھیں — صحابہ کرام اور تابعین کی ایک کثیر جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر خاص عنایت :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے دو راتیں تقسیم فرماتے تھے — ایک رات ان کی اور ایک رات حضرت سودہ بنت زمعہ کی — اس لئے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جبکہ ضعیف العمر ہوگئی تھیں تو اپنی رات ان کو بخش دی تھی۔ آپ نے اور بیویوں کے لئے ایک ایک رات تقسیم کی تھی۔ آپ اپنی بیویوں پر دورہ کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ختم فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت کے سنہ ستاون (۵۷) میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی — امام واقدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سترہ رمضان اور سہ شنبہ کا دن تھا اور سنہ اٹھاون ہجری تھا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف چھیاسٹھ سال کی تھی — انہوں نے اپنی بہن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ بقیع میں رات کے وقت دفن کی جائیں۔ نماز جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی — اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور

---

[1] پہلے زمانہ میں ماہ شوال میں طاعون آ گیا تھا۔ اس لئے لوگ ماہ شوال میں اپنی بیویوں کے پاس داخل ہونے کے مکروہ سمجھتے تھے۔

خلافت تھا اور مدینہ پر مروان بن الحکم حاکم تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام عبداللہ تھی —— آپ عبداللہ بن زبیر سے کنیت کی جاتی تھیں ۔ جو ان کی بہن اسماء کے بیٹے تھے ۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت پیدا ہوئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالا تھا اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ :

''یہ عبداللہ ہے اور تم ام عبداللہ ہو''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ :

''میں ہمیشہ ام عبداللہ سے کنیت کی جاتی ہوں اور میں نے ہرگز کوئی بچہ نہیں جنا''۔

اس کی روایت ابو حاتم نے کی ہے۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمر بن خطاب ہیں ۔ اور ان کی والدہ زینب بنت مظعون ہیں ۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہو گئی تھیں ۔

بیوگی اور پھر رسول اللہ سے شادی :

ان کی شادی پہلے خنیس ابن حذافۃ السہمی سے ہوئی تھی ۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خنیس کے ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کی —— غزوۂ بدر کے بعد خنیس کا وصال ہو گیا ۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے ان کے نکاح کے لئے ذکر کیا ۔ ان حضرات میں سے کسی ایک نے بھی جواب نہیں دیا —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مانگا —— حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نکاح ہجرت کے تیسرے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کر دیا ۔

ایک طلاق کے بعد رجوع :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک طلاق دے دی تھی ' پھر نکاح میں پھیر لیا —— آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا ۔

''حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ رجوع کر لیجئے ۔ وہ صوامہ اور قوامہ ہیں ' اور وہ جنت میں آپ کی زوجہ ہیں''۔

---

[1] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) حدیثیں روایت کی گئیں ہیں ۔ شیخین نے ایک سو چوہتر پر اتفاق کیا ہے ...... امام بخاری چون احادیث میں منفرد ہیں اور مسلم اڑسٹھ (۶۸) احادیث میں منفرد ہیں ۔

اس حدیث کی روایت ابن سعد اور طبرانی نے صحیح بخاری کے رجال سے قیس بن سعد کی مرسل حدیث سے کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی۔ ان کے پاس ان کے دونوں ماموں قدامہ اور عثمان آئے' جو عثمان مظعون کے بیٹے تھے —— حضرت حفصہ روئیں اور کہا:

''واللہ مجھے کسی بات سے طلاق نہیں دی''۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تخلیہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حفصہ کے ساتھ رجوع کرلو''۔

ابن ابی خثیمہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک طلاق دی۔ آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا:

''آپ نے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی ہے۔ جبکہ وہ صوامہ' قوامہ ہیں اور جنت میں آپ کی زوجہ ہیں''۔

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی۔ یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور کہا:

''اللہ تعالیٰ اس کے بعد عمر اور اس کی بیٹی کے ساتھ پرواہ نہ کرے گا''۔

دوسرے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ سے کہا:

''تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کو امر کرتا ہے کہ آپ حفصہ کے ساتھ رجوع کریں''۔

یہ امر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رحمت کے لئے کیا ہے ——

دوسری بار طلاق کا ارادہ :

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری بار ان کی طلاق کا ارادہ کیا۔ آپ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

''آپ حفصہ کو طلاق نہ دیجئے وہ صوامہ اور قوامہ ہیں''۔

ابویعلی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں ان سے پوچھا:

''کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو طلاق دی ہے۔ آپ نے پہلے بھی تم کو طلاق دے دی تھی' اور میرے سبب آپ نے رجوع کیا تھا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں دوسری بار طلاق دے دی ہے تو میں کبھی تم سے کلام نہ کروں گا''۔

ان احادیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت اور ان کی بزرگی کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہے کہ بہت

روزہ رکھتی ہیں اور بہت نمازیں پڑھتی ہیں اور اس بات کی خبر دینا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں کہا ہے کہ:

''وہ اپنے باپ کی بیٹی ہیں''۔

یہ ان کی فضیلت پر تنبیہ ہے۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے زہیری سے روایت کیا ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اعزاء کی بدر میں شرکت:

غزوہ بدر میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندان سے سات آدمیوں نے شرکت کی:

☆ ان کے والد گرامی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے چچا حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے پہلے شوہر خنیس ابن خدافتہ السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے ماموں عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے ماموں عبداللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے ماموں قدامہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ان کے ماموں زاد بھائی سائب بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات:

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین نے روایت کی ہے —— ان سے ساٹھ احادیث روایت کی گئی ہیں —— ان میں سے پانچ (۵) بخاری میں ہیں۔

وصال:

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ماہ شعبان پینتالیس ۴۵ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ میں وفات پائی —— دوسری روایت میں سنہ وصال اکتالیس ہجری ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی ہے۔

وصال کے وقت ان کی عمر ساٹھ برس تھی —— مدینہ کے حکام مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی —— ان کی نعش بعض راستہ میں مروان نے اٹھائی، پھر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نعش قبر تک اٹھائی —— قبر میں ان کے بھائی عبداللہ، عاصم، سالم، حمزہ اور عبداللہ بن عمر کے بیٹے اترے۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہند تھا —— دوسری روایت میں نام رملہ ہے —— جبکہ زیادہ صحیح نام ہند ہے —— ان کی والدہ عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہیں' عاتکہ بنت عبدالمطلب نہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمال میں برتر' عقل میں غایت درجہ کی پہنچنے والی اور صاحب الرائے تھیں۔

پہلے شوہر اور ان سے اولاد :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ابی سلمہ بن عبدالاسد سے بیاہی تھیں۔ وہ اور ان کے شوہر قدیم مسلمانوں سے تھے۔ اور ان لوگوں سے اول تھے جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درج ذیل اولاد ہوئی :

☆ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اول وہ ہودج نشین بی بی ہیں جو ہجرت کی حالت میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئی ہیں —— دوسری روایت میں اول مہاجرہ ان کی غیر ہے یعنی عامر بن ربیعہ کی اہلیہ لیلیٰ اس اولیت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مشارک ہیں —— جبکہ شامی نے لیلیٰ کو اول مہاجرہ کہا ہے۔

ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہجرت کے چوتھے سال وصال ہوا —— دوسری روایت میں سنہ وفات تین ہجری ہے۔

مصیبت میں دعا :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ مسلمانوں میں سے جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ دعا مانگے :

اللهم اجرنی فی مصيبتی واخلف لی خيرا منها الا اخلف الله خيرا منها [1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصول ہوگیا تو میں نے اپنے دل میں کہا: ''مسلمانوں میں ابوسلمہ سے اچھا کون شخص ہے؟''

پھر میں نے یہ دعا پڑھی۔

نکاح ثانی کے لئے پیام رسانی اور شادی :

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ پر خلیفہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پاس

[1] (اجرنی کا معنی ثابت رکھ تو مجھے اور دے)

حاطب ابن ابی بلتعہ کو بھیجا۔ حاطب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کرنے کو مجھ سے کہا —— دوسری روایت میں ہے کہ ان کو:

☆ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا —— انہوں نے انکار کر دیا۔

☆ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا —— انہوں نے انکار کر دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کسی کو بھیجا۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مرحبا! مجھ میں تین خصلتیں ہیں:

☆ میں شدید الغیرت عورت ہوں۔

☆ میں وہ عورت ہوں کہ میرے لڑکے لڑکیاں ہیں۔

☆ میرے اولیاء سے اس جگہ کوئی نہیں ہے کہ میری شادی کرے''۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ باتیں سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اس سے سخت تر غضب ناک ہوئے۔ جیسا کہ اپنے نفس کے لئے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر غضب ناک ہوئے تھے جب ان کے پیام نکاح کو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رد کیا تھا —— اور ان سے یہ کہا کہ تو وہ عورت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیام کو رد کرتی ہے''۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے جواب میں کہا:

''اے ابن الخطاب! مجھ میں یہ یہ باتیں ہیں یعنی غیرت اور اولاد اور یہاں میرا کوئی قرابتی نہیں ہے جو میرا نکاح کر دے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا:

''تم نے اپنی غیرت کا جو ذکر کیا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم سے اس غیرت کو دور کر دے —— لیکن تم نے جو اپنے بچوں کا ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی کفایت کرے گا —— اور تم نے اپنے اولیا کا جو ذکر کیا ہے کہ یہاں پر ان میں سے کوئی نہیں ہے' تمہارے اولیاء سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھے مکروہ سمجھے گا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے عمر سے یا سلمہ اپنے بھائی سے کہا:

''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میری شادی کر دے''۔

ان کے بھائی یا ان کے بیٹے نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔

اس حدیث میں اس امر پر دلالت ہے کہ بیٹا اپنی ماں کے عقد کا والی۔ تا ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور علما کی

ایک جماعت اس طرف گئی ہے ـــــ شافعیہ کے نزدیک یہ ہے کہ بیٹے نے ماں کا نکاح نہیں کرایا مگر عصبہ ہونے کے سبب' اس لئے کہ سلمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا کے بیٹے کا بیٹا ہے۔[1] اس لئے کہ ابوسلمہ عبداللہ بن الاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی ہیں ـــــ ام سلمہ ہند بنت سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ ابن عمر بن مخزوم مذکور ہیں ـــــ سلمہ کے سوا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عصبات سے کوئی شخص وہاں حاضر نہ تھا ـــــ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اجمل الناس تھیں[2]۔ ابوسلمہ کے سنہ وصال سے ماہ شوال کی کچھ راتیں باقی رہ گئی تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات :

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت کے انسٹھ (۵۹) سال میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن کی گئیں۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی ـــــ آپ کی عمر چوراسی (۸۴) سال تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات :

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹوں وغیرہم نے روایت کی ہے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام وکنیت :

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ـــــ بنت ابوسفیان صخر بن حرب ہیں ـــــ ایک روایت میں ان کا نام ہند ہے ـــــ لیکن رملہ اصح ہے ـــــ

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بیٹی حبیبہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ حبیبہ' عبیداللہ کی اولاد ہیں جو مکہ میں پیدا ہوئیں۔ حبیبہ نے اپنے والدین کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' پھر مدینہ کی طرف پلٹ کے آئی تھیں۔ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوتیلی بیٹی تھیں ـــــ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص ہیں۔ یہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پھوپھی ہیں۔

---

[1] ابوسلمہ اور ام سلمہ کی کنیت ان کے بیٹے کی وجہ سے ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے چچا کے بیٹے کا بیٹا بھی ہو..... لیکن یہاں افضلیت تو ان کے اپنے بیٹے کی ہے۔

[2] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی تو مجھے اس وجہ سے شدید غم ہوا کہ ان کے جمال کا ہم سے ذکر کیا گیا تھا۔ میں نے اس کا ذکر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا۔ انہوں نے کہا جیسا کہ لوگ کہتے ہیں وہ ویسی خوبصورت نہیں تھیں ..... انہوں نے مجھ سے تلطف کیا' یہاں تک کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا' ان کا جو کچھ وصف کیا گیا تھا' واللہ ! اس سے دگنا تگنا میں نے دیکھا۔ میں نے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا" بے شک وہ ایسے ہی حسین ہیں' لیکن میں نے غیرت سے کہہ دیا تھا"۔

پہلا شوہر مرتد ہوگیا:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی پہلے عبید اللہ بن جحش سے ہوئی تھی۔ عبید اللہ نے انہیں ساتھ لے کر سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت ثانی کی تھی۔ پھر عبید اللہ نصرانی بن گیا اور اسلام سے مرتد ہوگیا اور حبشہ میں فوت ہوا ـــــ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسلام اور ہجرت پوری کر دی۔

ابن سعد نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں اپنے شوہر عبید اللہ کو بری صورت میں دیکھا۔ میں ڈر گئی، میں صبح کو اٹھی۔ یکایک میں نے اسے دیکھا کہ وہ نصرانی ہوگیا ہے ـــــ میں نے عبید اللہ کو اپنے خواب سے خبر کی۔ اس نے کچھ خوف نہیں کیا اور شراب پر جھک پڑا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام نکاح:

پھر ایک آنے والا میرے خواب میں آیا۔ اور اس نے مجھے "یا ام المومنین" کہا۔ میں ڈر گئی۔ کچھ مدت بعد میری عدت پوری ہوگئی۔ مجھے معلوم نہ ہوا مگر یہ کہ نجاشی کا بھیجا ہوا آدمی اجازت چاہتا ہے۔ یکایک میں نے دیکھا کہ اجازت چاہنے والی ایک کنیز ہے اس کا نام ابرہہ ہے اس نے یہ کہا کہ:

"بادشاہ نے تمہیں کہلا بھیجا ہے کہ اس شخص کو وکیل ٹھہرا دو جو تمہاری شادی کر دے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کس وقت اور کس جگہ کیا اور عاقد کون ہے؟ ـــــ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے سرزمین حبشہ میں سنہ چھ ہجری میں عقد کیا ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ نجاشی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیام بھیجے اور عمرو بن امیہ آپ کے لئے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی التماس کریں اور آپ کے لئے قبول کریں ـــــ چنانچہ نجاشی نے خاص ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ سے عقد کر دیا۔ آپ کی طرف سے چار سو اشرفیاں مہر مقرر کیں۔ پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کی طرف شرجیل بن حسنہ کے ساتھ بھیج دیا۔

روایت ہے کہ نجاشی نے اپنی کنیز ابرھہ کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا کہ:

"بادشاہ حبشہ نے تمہیں کہلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے لکھا ہے کہ میں تمہاری شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کروں ـــــ تم اس شخص کو اپنا وکیل مقرر کر دو جو تمہاری شادی کر دے"۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا آدمی خالد بن سعید بن العاصی کے پاس بھیجا اور ان کو وکیل نکاح مقرر کیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بشارت کے سبب جو ابرہہ نے دی تھی، اس کے سرور کی وجہ سے ابرھہ کو دو کنگن اور چاندی کی انگوٹھیاں دیں۔

خطبہ نکاح :

نجاشی نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسلمانوں میں سے جو وہاں موجود تھے انہیں بلایا' وہ آ گئے تو نجاشی نے یوں خطبہ پڑھا:

الحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار اشهد ان لا اله الاالله واشهد ان محمدا عبده و رسوله ۔ ارسله بالهدیٰ و دين الحق ليظهره على الدين كله ولوكره المشركون امابعد فاني اجبت الى مادعا اليه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقد اصدقتها عنه اربعائته دينار ذهبا

پھر لوگوں کے سامنے وہ چار سو دینار نجاشی نے بٹوا دیئے —— نجاشی کے بعد پھر خالد بن سعید نے کلام کیا اور کہا۔

الحمد لله احمده واستعينه واستغفره واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده و رسوله ۔ ارسله بالهدیٰ و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون ۔ اما بغد فقد اجبت الى ما دعا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم' وسلم و زوجته ام حبيبه بنت ابى سفيان ، فبارك الله لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واله وسلم فيها

نجاشی نے وہ چار سو دینار خالد بن سعید ابن العاصی کو رے دیئے۔ انہوں نے وہ لے لئے۔

دعوت طعام :

نکاح کے بعد تمام مسلمانوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہاں سے اٹھ کر چلے آئیں۔ نجاشی نے کہا:

''آپ لوگ بیٹھ جائیں' اس لئے کہ انبیاء کرام علیھم السلام کی سنت یہ ہے کہ جس وقت وہ شادی کرتے ہیں شادی کے موقع پر کھانا کھلایا جاتا ہے''۔

نجاشی نے طعام طلب کیا۔ لوگوں نے کھانا کھلایا اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے —— اس حدیث کی روایت صاحب الصفوۃ نے کی ہے۔ یہ امر سنہ سات ہجری میں ہوا۔

وکیل نکاح کے بارے میں علماء کا اختلاف :

ابوعمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کی ہے ان میں اختلاف کیا گیا ہے۔

☆ خالد بن سعید بن العاصی

آپ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ کے چچا کے بیٹے ہیں۔

اس لئے کہ عاصی ابن امیہ ہیں ـــــ اور ابوسفیان ابن حرب بن امیہ ہیں۔[1]

☆ حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ـــــ (بروایت امام بیہقی)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عثمان کی پھوپھی کی بیٹی تھیں ـــــ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت کے دوسرے سال میں جنگ بدر سے پہلے مدینہ منورہ آ گئے تھے ـــــ جبکہ نکاح کا واقعہ ان کے کہیں بعد میں ہوا۔ لہٰذا حضرت عثمان نہیں بلکہ خالد بن سعید ہی وکیل نکاح تھے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ابوسفیان ان کے نکاح کے وقت مکہ معظمہ میں شرک کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے والے تھے ـــــ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح مدینہ منورہ میں ان کے حبشہ سے پلٹنے کے بعد ہوا ہے۔

رحلت :

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال مدینہ میں سنہ چوالیس ہجری میں ہوا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات :

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ اپنی سوت ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایتیں میں بیان کی ہیں۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔

پہلی شادی :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شادی اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دی تھی۔

طبرانی نے قتادہ اور ابن جریر سے روایت کی ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیام بھیجا۔ آپ ان کا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ارادہ کرتے تھے ـــــ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ گمان کیا کہ آپ اپنے نفس شریف کے لئے نکاح کا ارادہ کرتے ہیں ـــــ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب یہ علم ہوا کہ آپ ان کا ارادہ زید کے لئے کرتے ہیں تو

---

[1] اس حدیث کو ابن سعد نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انکار کیا۔ اور اسے باعث ننگ و عار خیال کرتے ہوئے کہا:

''میں حسب میں زید سے خیر ہوں''۔

اس پر یہ ارشاد باری نازل ہوا:

و ماکان لمومن ولا مومنة

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا راضی ہو گئیں اور نکاح کو تسلیم کیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلاق:

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مدت تک ٹھہری رہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کراہت ڈال دی۔۔۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شکایت کی۔ آپ نے ان سے فرمایا:

امسك عليك زوجك واتق الله

چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

و تخفی فی نفسك مالله مبديه

یعنی وحی سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ زید حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دیں گے اور آپ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کریں گے۔۔۔ پھر زید نے ان کو طلاق دے دی۔

حضرت زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام نکاح لے کر گئے:

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عدت مکمل ہو گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

''تم زینب کے پاس جاؤ اور ان سے میرا ذکر کرو کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں''۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زینب کے پاس گئے۔ اپنی پیٹھ دروازہ کی طرف کی' یہ ان کے کمال درجہ کی ورع کی شان تھی تاکہ انہیں نہ دیکھیں اور یہ امر نزول حجاب سے پہلے واقع ہوا ہے۔۔۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

''اے زینب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے' آپ تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہیں''۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''میں وہ نہیں ہوں کہ کوئی بات نئی پیدا کروں یہاں تک کہ میں اپنے رب سے اس کی خبر دریافت کرلوں''۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی مسجد کی طرف گئیں ارشاد باری ہوا:

فلما قضٰی زید منها وطرا زوجنٰکها

''جبکہ زید نے اپنی حاجت پوری کر لی' ہم نے زینب کی شادی آپ کے ساتھ بلاواسطہ شادی کر دی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر اجازت کے تشریف لائے اوران کے پاس داخل ہوئے —— اس حدیث کومسلم نے روایت کیا ہے۔

یہ واقعہ دیکھ کر منافقین نے کہا کہ:

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹوں کی عورتیں باپوں پر حرام کی ہیں اوراپنے بیٹے کی عورت سے نکاح کر لیا ہے''۔[۱]

اس پر ارشاد باری ہوا:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم[۲]

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فخر وامتیاز:

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج پر فخر کرتی تھیں اور کہتی تھیں:

''تمہاری شادی تمہارے باپوں نے کی ہے اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر کی ہے''۔

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث کہا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام برہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب نام رکھا۔

دعوتِ ولیمہ:

امام بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش سے شادی کی تو لوگوں کو دعوت دی۔ لوگوں نے ولیمہ کھایا۔ کھانے میں گوشت اور روٹی تھی۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے —— صحیح بخاری میں بھی یہی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ولیمہ کیا۔ مسلمانوں کو روٹی اور گوشت سے آپ نے سیر کر دیا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنی بیویوں سے کسی کا ولیمہ ایسا کیا ہو جیسا کہ ولیمہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کیا۔ آپ نے ایک بکری سے اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے ولیمہ اس لئے کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی آپ کے ساتھ کی تھی' جیسا کہ کرمانی نے کہا ہے:

پھر کھانا کھا کے وہ لوگ بیٹھ گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے اور بیٹھنے میں طول کیا —— اچانک میں نے دیکھا کہ

---

[۱] جیسا کہ علی بن الحسین اور زہری نے کیا ہے اور اہل تحقیق اس بات پر متفق ہیں۔

[۲] زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متبنیٰ کیا تھا' اس لئے منافقین نے ان کو آپ کا بیٹا کہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام کے لئے تہیہ کر رہے ہیں تا کہ لوگ آپ کی مراد کو سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوں۔ مگر وہ لوگ نہیں اٹھے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ نہیں اٹھے تو آپ خود اٹھ کھڑے ہوئے (تا کہ یہ لوگ اٹھ کر چلے جائیں) ـــــ اکثر لوگ اٹھ گئے مگر تین آدمی بیٹھے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تا کہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس داخل ہوں۔ پھر دیکھا کہ لوگ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں بیٹھے ہیں' آپ پلٹ گئے ـــــ صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کی طرف پلٹ کے چلے گئے' پھر وہ لوگ اٹھے اور مکان سے باہر چلے گئے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں گیا اور میں نے آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں۔ پھر آپ تشریف لائے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس داخل ہوئے۔ میں گیا کہ مکان میں داخل ہوں۔ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ چھوڑ دیا۔ لوگوں کے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یاایھاالذین امنوا الا تدخلوا بیوت النبی ـــــ

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی ۵ ھ میں ہوئی۔

وفات:

آپ کی ازواج میں آپ کی رحلت کے بعد جنہوں نے وفات پائی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان میں اول ہیں ...... حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۲۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ترپن سال کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جن کا جنازہ چھتری کے طور پر بنایا گیا۔

خصائص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کہا ہے کہ دین میں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والی اور بات میں زیادہ سچی' صلہ رحمی میں زیادہ اور صدقہ دینے میں اعظم تھیں۔ اور اس عمل میں جس کے ساتھ تصدق کیا جاتا ہے اور تقرب الی اللہ ہوتا ہے' اس میں اپنے نفس کو نہایت متبذل کرتی تھیں۔ یعنی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا چمڑے کی دباغت کرتیں اور موزوں کو پیوند لگاتی تھیں اور اس کی اجرت کو تصدق کرتی تھیں ـــــ کوئی عورت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اچھی نہیں تھی ـــــ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی خدمت میں بارہ ہزار درہم بھیجے۔ آپ نے وہ تمام درہم یتیموں وغیرہ میں تقسیم کر دیئے ـــــ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ نے کچھ باقی نہ رکھا تو ایک ہزار

---

[1] منافقین وغیرہ کے دلوں میں جو بات متبنیٰ کی زوجہ کے نکاح سے واقع ہوئی تھی' اس ارشاد سے اللہ تعالیٰ نے اسے دفع کر دیا اور اس بیٹے ہونے کی نفی فرمادی۔

درہم اور بھیجے ـــــ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ بھی تقسیم کر دیئے اور دعا کی:

''اے میرے اللہ! اس سال کے بعد عمر کی عطا مجھے نہ پائے''۔

جبکہ وفات کا وقت آ گیا تو فرمایا:

''میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے۔ اگر عمر کفن بھیجیں تو اسے یا میرے کفن کو خیرات کر دیا جائے ـــــ اور اگر تمہیں قدرت ہو تو میرا تہبند خیرات کر دینا''۔

ام المساکین و اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ـــــ بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن بکر بن ہوازن ہلالیہ ہیں ـــــ عہد جاہلیت میں آپ کا نام ام المساکین تھا کہ خاص مسکینوں کو کھانا کھلاتی تھیں ـــــ زہری نے کہا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مساکین کو کثرت سے کھانا کھلاتی تھیں۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کا یہ نام اس سبب سے تھا کہ مساکین کے ساتھ رحمت اور رقت کرتی تھیں ـــــ طبرانی اور ابن اسحاق نے عہد جاہلیت کی قید نہیں کی ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادیاں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چار شوہروں کے نام ملتے ہیں:

طفیل بن الحارث' طفیل کے بعد ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث مطلبی کا نام ملتا ہے وہ یوم احد میں شہید ہو گئے۔

جبکہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے اپنے چچا کے بیٹے جہنم بن عمرو بن الحارث سے بیاہی تھیں ـــــ جہنم کے بعد عبیدہ بن الحارث کے پاس تھیں' وہ شہید ہو گئے۔

جبکہ ابن شہاب نے کہا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں تھیں' وہ یوم احد میں شہید ہو گئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان ۳ ھ میں آپ کے ساتھ شادی کی ـــــ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنا عرصہ ساتھ رہا' اس سے متعلق مختلف روایات ہیں:

☆ دو یا تین ماہ ـــــ (ابن الکلبی)

☆ آٹھ ماہ ـــــ (فضائلی)

. آپ ان لوگوں کو اٹھنے کے لئے کہنے سے حیا فرماتے تھے۔

وصال :

آپ نے تیس برس کی عمر میں ماہ ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائی۔آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں وفات پائی۔آپ کو بقیع میں راستہ پر دفن کیا گیا۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا —— بنت الحارث بن حزن بن بجیر ابن ھزم ابن رو بہ ابن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہلالیہ ہیں۔ان کی والدہ ہند بنت عوف بن زہیر بن الحارث بن حماطہ بن حمیر ہیں۔

بیوگی کے بعد رسول کریمؐ سے نکاح :

یہ حمیر یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ ذیقعد ۷ ھ میں جب غزوہ خیبر کے بعد عمرہ فقیہ لینے کی حالت میں مکہ معظمہ میں تھے آپ نے ان کے ساتھ شادی کی—— کہا جاتا ہے کہ آپ نے جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیام دے کر بھیجا' آپ ان سے شادی چاہتے تھے—— جبکہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نکاح کی اجازت دی تھی۔انہوں نے آپ کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کر دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف کی اور یہ کہا کہ:

''وہ ابورہم سے بیوہ ہوگئی ہیں''۔

یہ سن کر آپ نے ان سے شادی کر لی —— ابن سعد کے نزدیک اس کی سند سے یہ ہے کہ ماہ شوال ۷ ھ میں آپ نے ان سے نکاح کیا—— اگر نکاح کی یہ تاریخ ثابت ہو گی تو یہ امر صحیح ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب نکاح کیا تو آپ احرام کی حالت میں نہیں تھے۔اس لئے کہ آپ نے ماہ ذیقعد میں احرام باندھا تھا۔گویا اس وقت آپ حلال تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وکیل نکاح :

موطا امام مالک میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے تھے۔آپ نے اپنے غلام ابو رافع اور ایک انصاری مرد اوس بن خولی کو بھیجا۔ان دونوں نے آپ کی شادی حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے عمرو بن امیۃ الضمری کو وکیل نکاح کیا تھا۔اس کی تصریح یوں ہوگی کہ ابو رافع جو کہ اس روایت کے راوی ہیں' اور ان کے ساتھی نے آپ کی طرف سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درخواست کی۔ اور

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی آپ کے ساتھ مکہ معظمہ میں آپ کے حلال ہونے کے بعد کی تھی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہنیں :

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال میں مصنف نے آپ کی ان بہنوں کا بھی ذکر کیا ہے:

☆ ام الفضل لبابتہ الکبریٰ ☆ لبابتہ الصغریٰ

☆ اسماء بنت عمیس ☆ سلمہ بنت عمیس

حضرت ام الفضل لبابتہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبدالمطلب کی شریک حیات تھیں —— ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سابقین الاولین سے ہیں—— یہاں تک کہ ابن سعد نے کہا ہے کہ ام الفضل وہ پہلی خاتون ہیں جو ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد مسلمان ہوئی ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسلام میں ام الفضل سے حضرت سمیہ ام عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سبقت کی ہے۔

ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں رحلت فرمائی —— ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۶ بچوں کو جنم دیا:

☆ فضل بن عباس ☆ عبداللہ بن عباس

☆ عبیداللہ بن عباس ☆ سعید بن عباس

☆ قثم بن عباس ☆ عبدالرحمٰن بن عباس

ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن لبابتہ الصغریٰ خالد الولید کی والدہ ہیں—— ان کا لقب عصما ہے۔ وہ صحابیہ ہیں جیسا کہ ''اصابہ'' میں ہے۔

ان کی والدہ کی طرف سے انکی بہن اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شریک حیات تھیں —— حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے تین صاحبزادے ہوئے:

☆ عبداللہ بن جعفر ☆ محمد بن جعفر

☆ عون بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد انہوں نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کر لی۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے محمد بن صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنم دیا۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو بیٹے ہوئے:

☆ یحییٰ بن علی ☆ عون بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ان کی والدہ سے ان کی دوسری بہن اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ ہیں۔ وہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شریک حیات تھیں...... حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے امتہ اللہ کو جنم دیا۔

سید الشہداء اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد انہوں نے شداد بن الہاد اللیثی نے شادی کر لی۔ شداد سے ان کے دو بیٹے ہوئے:

☆ عبداللہ بن شداد ☆ عبدالرحمٰن بن شداد

حالت احرام میں نکاح پر اختلاف:

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر چھ صاحب کتب احادیث اماموں —— نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اس میں بخاری کی روایت میں عمرۃ القضا میں یہ اضافہ کیا ہے' اور اس کے ساتھ گروہ حنفیہ نے احتجاج کیا ہے کہ:

☆ محرم کا نکاح احرام کی حالت میں جائز ہے' اور

☆ محرم احرام کی حالت میں دوسرے کا نکاح کرے' جائز ہے۔

جمہور نے یہ جواب دیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قوم وہم ہے (یعنی غلط ہے)۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگرچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ ہیں —— ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ روایت کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے''۔

متواتر طور پر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے' اور ابو رافع اور سلیمان بن یسار حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دونوں خادموں سے یہ روایت ہے۔

یزید بن الاصم جو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے ہیں' سے یہ روایت ہے۔ یہ قول جمہور علمائے مدینہ منورہ کا ہے اور سوائے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اور صحابہ سے میں کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے یہ روایت کی ہو کہ۔

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا ہے کہ آپ محرم تھے''۔

دل کی یہ حالت ہے کہ ایک جماعت کی روایت کی طرف زیادہ میل کرتا ہے' اس لئے کہ تنہا ایک شخص غلط سے زیادہ قریب ہے۔

امام شافعی نے ابن عبدالبر سے اس طریق پر سبقت کی ہے جیسے عمرۃ القضا میں پہلے بیان ہوا ہے —— لیکن اس دعویٰ میں کہ اس حدیث کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد ہیں' تقصیر ہے ——

بزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی طریق پر روایت کی ہے —— دارقطنی نے بھی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ضعیف سند سے روایت کی ہے:

''اے میرے اللہ! یہ ہو کہ علم کی نفی صحت کی قید کے ساتھ ہو اور علم کی نفی اس طور پر ہو کہ اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہم نہیں ہے —— جمہور کے نزدیک احرام کی حالت میں نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص سے ہے —— چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد معارض نہ ہوگا:

المحرم لا ینکح ولا ینکح

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے —— ابوعمر ابن عبدالبر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس مقام شرف میں داخل ہوئے —— صحیح مسلم میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے ساتھ ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے''

مسلم کا لفظ یزید بن الاصم کے طریق سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ ہے:

تزوجنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ونحن حلالکان بسرف

یزید بن الاصم نے کہا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ تھیں —— زرقانی نے اس قول کے بعد کہ:

''حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے نکاح کیا''۔

یہ اضافہ کیا ہے:

تزوجها حلالا و مبنی بها حلالا۔

اس اضافہ سے یہ فائدہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مقام سرف میں رحلت کی —— خلاصہ نکاح کا یہ ہے کہ ترمذی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے، اور آپ کے پاس ایسے حال میں داخل ہوئے کہ حلال تھے اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان قاصد تھا''۔

ابن سعد نے میمونہ بن مہران سے یہ روایت کی ہے کہ میں صفیہ بنت شیبہ کے پاس داخل ہوا وہ عجوز کبیرہ تھی۔ میں نے صفیہ سے پوچھا:

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا تھا کہ آپ محرم تھے؟'' ـــــ صفیہ نے کہا:

''ایسا نہیں ہے۔ واللہ! آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ دونوں حلال تھے''۔

یونس بن بکار وغیرہ نے یزید بن الاصم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ حلال تھے ـــــ آپ مقام سرف میں ان کے قبہ میں داخل ہوئے ـــــ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد اسی قبہ میں رحلت کی ـــــ ابن سعد نے ابن لہیب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے حال میں تشریف لائے کہ آپ محرم تھے' جب آپ حلال ہو گئے تو آپ نے نکاح کیا۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کہ ''آپ محرم تھے'' ـــــ اس پر قیاس کیا جائے کہ آپ حرم میں داخل تھے' آپ نے یا شہر حرام میں نکاح کیا' اسلئے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربی النسل اور فصیح اللسان تھے ...... عرب کے کلام کے ساتھ کلام کرتے تھے ـــــ عرب والے کہتے ہیں احرم یعنی جس وقت کوئی حرم میں داخل ہو ـــــ اور عرب انجلد کہتے ہیں' جس وقت کوئی نجد میں داخل ہو۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

قتلوا بن عفان الخلیفة محرما   فدعا فلم ارمثله مجددلا

شرح موطا میں ابو الباجی اور سہیلی نے اپنے بعض شیوخ سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ عالم ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ارادہ کیا ہے یا انہیں کیا اور نکاح حرم میں واقع ہوا ہو۔ عمرۃ القضیہ گزرنے کے بعد پھر آپ حرم سے نکل کر سرف کی طرف تشریف لے گئے ہوں اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سرف میں داخل ہوئے ہوں ـــــ سرف مکہ معظمہ سے دس میل پر واقع ہے۔[1] سرف کا مکہ سے فاصلہ چھ میل یا سات میل ـــــ نو میل یا بارہ میل بھی لکھا ہے اور یہ کہ مقام سرف تنعیم اور بطن مرد کے درمیان ہے بلکہ تنعیم سے زیادہ قریب ہے۔

''اصابہ'' میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نکاح آپ کے احرام باندھنے سے پہلے کیا گیا ہے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا امر اس کے بعد منتشر ہوا ہے جب کہ آپ نے احترام باندھا' اس سبب سے امر مشتبہ ہو گیا۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری بیوی تھیں جن کے پاس داخل ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح سے پہلے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح سے پہلے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہاں تھیں' اس بارے مختلف روایتوں

---

[1] اس واقعہ کی تائید وہ حدیث کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کو اپنے نکاح کی خوشی میں کھانے کی دعوت دی تھی مگر اہل مکہ نے قبول نہیں کی تھی۔ اس سے حرم میں نکاح کا ثبوت ہوتا ہے اور آپ کا حلال ہونا بھی۔

میں مختلف نام آتے ہیں :

☆ ابو رہم ابن عبدالعزی ☆ عبداللہ ابن رہم

☆ جویطب ابن عبدالعزی ☆ فردہ ابن عبدالعزی

اصابہ میں ہے کہ فردہ جویطب کا بھائی تھا اور وہ صحابی نہیں تھا —— جبکہ ابن ابی خثیمہ نے قتادہ سے ذکر کیا ہے کہ فردہ جویطب کا بھائی نہیں تھا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے نزول آیت :

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا۔ اور آپ کی طرف سے چار سو درہم ان کا مہر مقرر کیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا نفس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا تھا۔ اس حدیث کو ابن ابی خثیمہ نے زہری اور قتادہ سے روایت کیا ہے۔

ابن سعد نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام نکاح جب حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچا تو وہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کا پیام سن کر کہا:

البعیر و ما علیه لله و لرسوله

''یہ اونٹ اور اس پر جو مال اسباب ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر تبرکاً کیا ہے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد یہ ہے کہ اونٹ اور جو شے اونٹ پر ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہبہ کے طور پر ہے۔

وصال :

ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۵۱ھ میں مقام سرف پر وفات پائی —— آپ کی نماز جنازہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھی' اور دفن کرنے کے لئے ان کی قبر میں اترے۔

شیخین نے عطا سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ پر مقام سرف میں حاضر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ جس وقت تم اٹھاؤ' ان کی لاش کو جنبش نہ دو اور نہ ہلاؤ —— نرمی کرو یعنی رفتار میں آہستگی کرو''

ابن سعد نے یزید بن الاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مقام سرف میں اس خیمہ میں دفن کیا جس میں ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے تھے۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا —— بنت الحارث بن ابی ضرار ابن حبیب ابن عایذ بن مالک بن جذیمۂ یہ مصطلق ہیں —— مصطلق بنی خزاعہ کا ایک بطن ہے —— حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خزاعیہ مصطلقیہ ہیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی :

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی مسافع ابن صفوان المصطلقی سے ہوئی تھی —— وہ غزوہ مریسیع میں کافر مقتول ہوا۔

غزوہ مریسیع :

اس غزوہ کی تفصیل جلد اول میں بیان ہو چکی ہے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام برہ تھا۔ آپ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہیں —— حارث بن ضرار دشمن اسلام دشمن رسول خدا اپنی قوم کا رئیس تھا۔ اس نے لوگوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اکسایا' بھڑکایا —— رسول کریم نے بریدہ بن حصیب الاسلمی کو صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آ کر ساری صورت حال بیان کی۔ چنانچہ جنگ ہوئی۔ اور بنی مصطلق کچھ مارے گئے اور کچھ قید ہوئے —— ان قیدیوں میں بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی برہ بھی تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی :

حضرت جویریہ بردہ کی صورت ثابت بن قیس بن شماس الانصاری کے حصہ میں آئیں۔ حضرت برہ نے حضرت ثابت بن قیس سے نو اوقیہ سونا کے بدلے مکاتبت کر لی۔ یعنی حضرت برہ مجوزہ مقدار کا سونا ادا کر کے آزاد ہوسکیں گی۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم —— کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا:

''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں برہ بنت حارث سردار بنی مصطلق کی بیٹی ہوں —— جنگ کی وجہ سے میں مال غنیمت میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں —— میں نے اپنے آپ کو مکاتب بنایا ہے میں آپ کے پاس آئی ہوں کہ مکاتبت کے سلسلے میں آپ سے سوال کروں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس چیز میں تمہارے لئے بہتری ہے' اسے پسند کروں گی!''

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کیسی بہتری ہے؟''

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے ثابت ابن قیس کو مکاتبت کی مطلوبہ مالیت ادا کر دوں اور تمہیں آزاد کر کے تم سے بیاہ کرلوں''۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا:

''مجھے اس بات سے اتفاق ہے''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور ان سے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب کیا۔ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' یہ آپ ہی کے لئے ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابت ادا کر دی اور حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرما لیا۔

شادی پر بنی مصطلق سے حسن سلوک:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح فرما لیا ہے تو انہوں نے بنی مصطلق کے جتنے قیدی تھے' سب رہا کر دیئے' اور ان سے فدیہ نہیں لیا اور کہا کہ:

''یہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرال والے ہیں''۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برکت سے ۱۰۰ آدمی آزاد کئے گئے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''ہم نے جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے کسی عورت کو بابرکت نہیں دیکھا''۔

اس کی روایت ابوداؤد اور امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے کی ہے۔

شادی کے وقت حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مہر چار سو درہم مقرر فرمایا۔ برہ سے ان کا نام بدل کر جویریہ رکھا' رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حسین اور ملیح تھیں' کوئی شخص انہیں نہیں دیکھتا تھا مگر اپنے دل میں جگہ دیتا''۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب:

امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فرماتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے تین رات قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ یثرب سے چاند نکلا اور میری آغوش میں آ گرا ---- میں نے اس کا کسی سے ذکر نہ کیا ---- اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ---- جب ہم قید ہوئے تو مجھے اپنا وہ تین رات پہلے والا خواب یاد آ گیا اور مجھے بڑی امید ہوئی کہ اس خواب کی تعبیر مل جائے گی۔ بالآخر آپ نے مجھے آزاد فرما کے اپنی زوجیت میں لے لیا''۔

وصال:

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ماہ ربیع الاوّل ۵۰ھ میں ہوا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر پینسٹھ سال تھی ...... ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس وقت مروان بن الحکم مدینہ کا گورنر تھا' اسی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ---- بنت حیئ ابن اخطب ابن سعیہ ابن ثعلبہ بن عبید بنی اسرائیل' سبط لادی بن یعقوب علیہ السلام ---- اور پھر سبط حضرت ہارون ابن عمران برادر حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے تھا ---- ان کی والدہ ضرہ بنت سموال ہیں جو کنانہ بن ابی الحقیق کی شریک حیات تھیں۔ کنانہ یوم ہجرت محرم ۷ھ میں یوم خیبر میں قتل ہوا۔

فتح خیبر سے غلام اور کنیزیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خیبر کو فتح کیا تو مال غنیمت میں غلام اور کنیزیں بھی تھیں۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غلاموں میں سے ایک کنیز مجھے بھی عطا فرمائیں''۔

آپ نے فرمایا:

''تم جاؤ اور غلاموں میں سے ایک کنیز لے لو''۔

دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفیہ بنت حیئ کو لے لیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب:

مغلطائی نے لکھا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک خواب میں دیکھا کہ۔

''چاند ان کی آغوش میں اترا ہے''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے نکاح سے اس خواب کی تاویل فرماتی تھیں ۔۔۔ حاکم نے کہا ہے کہ ایسا ہی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بھی ہوا ۔۔۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزرا کہ انہوں نے بھی ایسا ہی ایک خواب دیکھا تھا کہ۔

''یثرب سے ایک چاند آ رہا ہے اور ان کی آغوش میں اترا ہے''۔

صفیہ بنت حیی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لائق تھیں:

ایک صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ :

''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے دحیہ کو صفیہ بنت حیی عطا فرمائی ہیں' وہ تو ملک زادی ہیں' بنی قریظہ اور بنی نظیر کی سیدہ ہیں ان کے باپ کو ان لوگوں میں سرداری حاصل تھی اور عظمت و مقام تھا ۔۔۔ وہ آپ ہی کے لائق ہیں اس لئے کہ وہ ریاست کے گھرانے اور خاندان نبوت سے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ۔۔۔ اور یہ کہ عظیم جمال رکھتی ہیں۔ آپ ان اوصاف میں اکمل الخلق ہیں بلکہ کل خلق میں حمید ہیں''۔

جلد اول میں زیر عنوان فتح خیبر مصنف مواجب لدنیہ نے لکھا ہے کہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان عورتوں میں سے نہیں تھیں کہ دحیہ کو بخش دی جاتیں۔ اس لئے کہ دحیہ کی مثل صحابہ اور دحیہ سے فوق مرتبہ میں کثیر تھے۔ جبکہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثل نفاست نسب اور جمال میں غلاموں سے قلیل عورتیں تھیں ۔۔۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مخصوص فرما دیتے تو بعض صحابہ کرام کے تغیر خاطر کا امکان تھا ۔۔۔ چنانچہ یہ امر مصلحت عامہ سے تھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پلٹا لیا جائے ۔۔۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہوا۔ اس میں جمیع صحابہ کی رضامندی تھی ۔۔۔ رہی یہ بات کہ آپ نے صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دحیہ کو دے دیا' اور پھر آپ نے ھبہ سے رجوع کا کی' یہ بات ھبہ سے رجوع کرنے میں کچھ نہیں ہے یعنی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ھبہ کی گئی تھیں' پھر واپس لے لی گئیں ۔۔۔ گویا ھبہ سے رجوع ہوا ۔۔۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ھبہ سے پلٹایا جانا نہیں ہے بلکہ یہ اسباب علت تھے:

☆ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقسیم میں شامل نہیں ہوئی تھیں' لہٰذا ھبہ بھی نہ ہوگا۔

☆ دوسرے صحابہ کرام دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل تھے' ان کی دل شکنی ہوتی۔

☆ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملک زادی تھیں' دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے لائق نہ تھے۔

جب صحابی نے آپ سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسب نسب' مقام و عظمت کا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا:

''دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلا لو''۔

دحیہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور دحیہ سے فرمایا:

''غلاموں میں سے ایک کنیز ان کے برعکس لے لو''۔

مسلم شریف کی ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بعوض سات غلاموں کے عوض خرید کیا تھا —— اس پر خریدنے کا اطلاق بر سبیل مجاز ہے۔ یعنی عوض میں لینا' خریدنا نہیں کہا جاتا —— حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ —— نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر دیا اور ان سے نکاح کر لیا۔

عروسِ نبوی اور ان کا مہر:

ثابت بنانی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''اے ابا حمزہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مہر کیا مقرر کیا؟''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''ان کا نفس ہی ان کا مہر تھا' ان کو آزاد کر دیا اور ان سے نکاح کر لیا۔ یہاں تک کہ جس وقت طریق میں یعنی مقام صہبا میں پہنچے تو وہ آپ کو حلال ہوگئیں (یعنی حیض سے پاک ہوگئیں) —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیا —— ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی کنگھی چوٹی کی' لباس پہنایا اور عطر لگا کر تیاری کی —— اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو عروسی کی حالت میں اٹھے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''جس کسی کے پاس کچھ شے ہو' وہ لے کر آئے''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک چمڑے کو بچھونا کیا —— ایک شخص پنیر لایا' دوسرا تمر اور تیسرا گھی —— سب نے یہ چیزیں جمع کر کے حیس تیار کیا —— یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ تھا —— یعنی تینوں چیزیں' پنیر' تمر' روغن اور غالباً کوئی ستو بھی لایا تھا''۔

مدینہ منورہ کو روانگی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے اپنے اس طرف عبا سے پردہ بناتے تھے۔ پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ

جاتے اور اپنا گھٹنہ رکھ دیتے اور صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنا پاؤں آپ کے گھٹنہ مبارک پر رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاتی تھیں ـــــ"

بخاری کی ایک روایت ہے کہ صحابہ کرام نے آپس میں کہا:

''صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) امہات المومنین سے ہیں یا غنیمت میں آنے والی لونڈی ہیں' اور آپ ان کے مالک ہو گئے ہیں''۔

انہی میں سے کچھ نے کہا:

''اگر آپ نے ان کا پردہ کیا تو امہات المومنین سے ہیں ـــــ اور اگر آپ نے ان کو نہ چھپایا تو لونڈی ہیں ـــــ''

جب آپ نے کوچ فرمایا تو ان کے لئے اونٹ پر اچھا بستر بچھایا اور پردہ تان دیا ـــــ پھر ہم چل دیئے یہاں تک کہ جس وقت ہم نے مدینہ منورہ کے در و دیوار دیکھے تو ہمیں مسرت ہوئی ـــــ ہم نے اپنی سواری کے اونٹوں کو دوڑایا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی سواری کے اونٹ کو دوڑایا۔ اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ پر آپ کے پیچھے سوار تھیں' آپ نے انہیں اپنا ردیف کر لیا تھا۔

دوران سفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی تو دونوں سوار یعنی آپ بھی گر گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی گر گئیں ـــــ اس وقت کسی نے بھی احترام اور اجلال کے سبب آپ کو اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خود کھڑے ہو گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چھپا لیا ـــــ ہم لوگ آپ کے پاس آئے' تو آپ نے فرمایا:

''ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا''۔

ہم لوگ مدینہ میں داخل ہوئے ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی کنیزیں گھر سے نکلیں۔ وہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ رہی تھیں اور ان کے گھر جانے سے خوش ہو رہی تھیں''۔

اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت :

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائی گئیں ـــــ غزوہ کے دوران ان کے باپ اور بھائی مارے گئے تھے ـــــ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت دحیہ کلبی کی تحویل میں تھیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت کو طلب فرمایا ـــــ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں لاتے ہوئے ان کے دونوں مقتولوں کے درمیان سے گزار کر لائے ـــــ ان کے ہمراہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چچازاد بہن بھی تھی۔ اس کی نظر جب اپنے مقتولین پر پڑی تو اس نے چیخ ماری اور اپنا منہ پیٹا

اور اپنے سر پر خاک ڈالی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس شیطانی کو مجھ سے دور کرو ------'' اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

''(تمہیں رحم نہ آیا) تمہارے دل سے رحمت نکال لی گئی تھی جس وقت تم ان دونوں عورتوں کو ان کے مقتولوں کے درمیان سے لائے''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بزرگی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس امر کا اختیار دیا تھا کہ:

☆ آپ انہیں آزاد کر دیں' وہ اپنے ان عزیزوں کے پاس پلٹ کر چلی جائیں' جو ان کے خاندان سے باقی ہیں ------ یا

☆ یا مسلمان ہو جائیں ------ یا

☆ آپ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے نفس کے لئے انہیں اختیار کر لیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو اختیار کرتی ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے ان کو برگزیدہ کیا ------ اس حدیث کی روایت ابن جوزی نے اپنی کتاب ''صفتوۃ'' میں کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا:

''کیا تم کو مجھ میں رغبت ہے؟''

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں شرک کی حالت میں اس امر کی تمنا کرتی تھی' اب کیونکر میں اس کی خواہش نہ کروں' جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کے سبب اس کی قدرت دی ہے''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات:

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ ------ اور ان سے

☆ ان کے بھائی کے بیٹے ☆ ان کے خادم کنانہ اور یزید نے

☆ حضرت امام زین العابدین بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ اسحاق بن عبداللہ بن حارث ☆ مسلم بن صفوان

نے روایت کی ہے۔

وصال :

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۵۰ھ میں ہوا۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دور خلافت تھا۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ وصال کے وقت حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ساٹھ برس تھی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوئی' میں سترہ سال کو نہیں پہنچی تھی —— اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر ازدواج کرام

یہ خواتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ ازدواج ہیں جن کے پاس آپ داخل ہوئے ہیں۔ اس میں سیرت نگاروں اور اہل علم حدیث کے درمیان کچھ ضاف نہیں ہے۔ گزشتہ سطور میں جن عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سوا جن عورتوں سے نکاح کیا ہے' ان کی تعداد بارہ ہے:

☆ ام شریک قرشیہ عامریہ بنت جابر ☆ خولہ بنت حکیم

☆ خولہ بنت الہذیل ☆ اسماء بنت نعمان

☆ عمیرہ بنت یزید ☆ اسماء بنت نعمان

☆ ملیکہ بنت کعب ☆ فاطمہ بنت ضحاک

☆ عالیہ بنت ظبیان ☆ قتیلہ بنت قیس

☆ سنی بنت اسماء ☆ شرف بنت خلیفہ

☆ لیلیٰ بنت الحطیم ☆ بنی غفار سے عورت

ام شریک قرشیہ عامریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

وہ پہلی خاتون جنہوں نے اپنا نفس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ھبہ[1] کیا تھا۔

اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ وہ کون خاتون ہیں۔

[1] ھبہ کرنا...... معنی ہے عنایت کرنا' وقف کرنا۔

☆ وہ ام شریک قرشیہ عامریہ ہیں —— ان کا نام غزیہ بنت جابر بن عوف ہے۔ بنی عامر ابن لوئی ابن غالب سے ہیں۔

☆ وہ غزیہ بنت دودان بن عوف ہیں۔

عمر زیادہ ہونے کے سبب ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق دے دی —— اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ ان کے پاس داخل ہوئے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ جس عورت نے اپنا نفس ھبہ کیا تھا وہ قرشیہ نہیں ہے۔ وہ عورت بنی نجار سے ہے اور اس کا نام ام شریک غزیہ انصاریہ ہے...... یہ دونوں عورتیں نام اور کنیت میں موافق ہیں لیکن خاندانی نسبت میں مختلف ہیں ——

ابن جوزی نے ''صفوۃ'' میں لکھا ہے کہ اکثر علماء اس پر ہیں کہ ام شریک وہ عورت ہے جس نے اپنا نفس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا تھا۔ لیکن اس کی عمر زیادہ (کبیر السن) ہونے کی وجہ سے آپ نے اسے قبول نہیں فرمایا —— اس نے مرتے دم تک شادی نہیں کی۔

خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ابن قتیبہ نے ''کتاب المعارف'' میں ابی الیقظان کے حوالے سے لکھا ہے کہ اپنے نفس کی ھبہ کرنے والی خولہ بنت حکیم بن امیہ السلمی ہے۔ قضا و روایات کے بغیر یہ کہنا جائز ہے کہ ام شریک اور خولہ دونوں نے اپنے آپ کو ھبہ کیا تھا۔

عروہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں سے تھی جنہوں نے اپنی ذات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ھبہ کی تھی ——

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ کیا عورت حیا نہیں رکھتی ہے کہ ایک مرد کو اپنا نفس ھبہ کر دے جبکہ یہ آیت شریفہ نازل ہوئی:

ترجی الیک من تشاء و تووی الیک من تشاء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کے رب کو نہیں دیکھتی ہوں مگر آپ کی ہوا میں آپ کے لئے سرعت فرماتا ہے''[1]

اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے —— یہ خولہ عثمان بن مظعون کی زوجہ ہے —— خولہ سے یہ امر شاید عثمان سے پہلے واقع ہوا ہو۔

---

[1] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غیرت سے لفظ ''ہوا'' کہا۔ اس لئے اس پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔ ورنہ نبی کی نسبت ایسا لفظ ہرگز نہیں کہا جا سکتا...... یہاں ہوا بمعنی رضا ہے۔

خولہ بنت الہذیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

خولہ بنت الہذیل بن ھبیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ آپ کے پاس پہنچے راستے میں ہلاک ہوگئی۔

عمرہ بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

یہاں دو نام ملتے ہیں:

☆ عمرہ بنت یزید بن الجون کلابیہ۔

☆ عمرہ بنت یزید بن عبید بن اوس بن کلاب کلابیہ

ابوعمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ دوسری اپنے نسب میں اصح ہے۔ اس کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا تھا ...... جس وقت آپ کے پاس داخل کی گئی تو اس نے کہا:

''اعوذ باللہ منک میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ سے پناہ مانگتی ہوں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''تو نے اس ذات کے ساتھ پناہ مانگی ہے جس کیساتھ پناہ مانگی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے''۔

آپ نے اسے طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا:

''اسے تین کپڑے دے دو''۔

ابوعمر بن النمری نے کہا ہے کہ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے ــــ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اس عمرہ کے باپ نے ان کے کمال کا وصف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا ــــ پھر اس کے وصف میں یہ اضافہ کیا کہ عمرہ ہرگز بیمار نہیں ہوئی ــــ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس عورت کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی خیر نہیں ہے'' ــــ اس لئے کہ:

☆ بیماری سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

☆ بیماری آدمی کے درجوں کو بڑھاتی ہے۔

☆ آدمی کا غرور توڑتی ہے۔

آپ نے اس عورت کو طلاق دے دی ــــ یہ طلاق اس کے بیمار نہ ہونے کی خبر سے دی گئی' نہ ہی اس کے اعوذ باللہ کہنے سے۔

اسماء بنت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

یہاں بھی دو نام کی روایتیں ہیں:

☆ اسما بنت نعمان الجون ابن الحارث

☆ اسما بنت نعمان ابن الاسود بن الحارث بن شرجیل

یہ خاتون کندیہ جونیہ ہے کہ اپنے جد کی طرف منسوب ہے —— ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسما سے نکاح کیا تھا —— آنحضرت نے اسے جو طلاق دی اس کے سبب میں اختلاف ہے:

☆ قتادہ اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسماء کو اپنے پاس بلایا تو اس نے کہا —— ''آپ ہی آؤ'' —— اور خود آنے سے انکار کیا۔

☆ بعض علماء نے کہا ہے کہ اسماء نے **اعوذ باللہ منك** کہا —— آپ نے اسے جواب دیا کہ —— ''آدمی جس کے ساتھ پناہ ڈھونڈتے ہیں' تو نے اس کے ساتھ پناہ مانگی ہے' اللہ تعالیٰ نے تجھے مجھ سے پناہ دی''۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں نے اسے یہ لفظ **اعوذ باللہ منك** سکھلا دیا تھا۔ اس لئے کہ اسماء اجمل الناس تھی —— بیویوں نے یہ خوف کیا کہ وہ ہم سب عورتوں پر غالب آ جائے گی۔ ان بیویوں نے اسماء سے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو دوست رکھتے ہیں کہ جس وقت آپ تیرے قریب آئیں تو **اعوذ باللہ منك** کہے —— جس وقت اس نے آپ سے یہ لفظ کہا' آپ نے فرمایا: **قد عذت بمعاذ** —— اور اسے طلاق دے دی —— پھر اسے اس کے گھر والوں کے پاس بھیج دیا۔ اسماء نے اپنا نام شقیہ رکھا تھا۔

☆ جرجانی نسابہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں نے اس سے کہا کہ اگر تو یہ ارادہ رکھتی ہے کہ آپ کے پاس تیری قدر ومنزلت اور محبت زیادہ ہو تو **اعوذ باللہ منك** آپ کے روبرو کہہ۔ اس نے آپ سے یہ لفظ کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر اس کی طرف سے رخ پھیر لیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ **اعوذ باللہ** کہنے والی عورت اسماء کے علاوہ ہے —— ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ دو عورتوں نے **اعوذ باللہ منك** کہا ہو —— کچھ علماء نے کہا ہے کہ اسماء کو برص تھا جیسا کہ عامریہ کو تھا —— آپ نے اس سے فرمایا۔ تو اپنے اہل میں چلی جا''۔

اسماء کے نام سے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ امیمہ تھا یا امامہ تھا۔

ملیکہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

پورا نام ملیکہ بنت کعب الملیثیہ الکنانیہ ہے —— بعض علماء نے کہا ہے کہ ملیکہ وہ عورت ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے اعوذ باللہ منک کہا ہے ـــــ آپ اس کے پاس داخل ہوئے ہیں اور وہ آپ کے پاس فوت ہوئی ہے ـــــ پہلی بات زیادہ صحیح ہے ـــــ کچھ علماء وہ ہیں جو اس کے ساتھ آپ کے نکاح کا محض انکار کرتے ہیں۔

فاطمہ بنت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

پورا نام فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان کلابی ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد اس سے نکاح کیا تھا ـــــ جس وقت آیت تخییر یا ایھا النبی قل لا زواجك (دو آیتیں) نازل ہوئی تو آپ نے اسے اختیار کیا' اس نے دنیا کو اختیار کیا ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔

اس کے بعد وہ عورت اونٹوں کی مینگنیاں چنتی تھی اور وہ کہتی تھی کہ وہ شقیہ ہے ـــــ اس نے دنیا کو اختیار کیا۔ ابن اسحاق نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک غیر صحیح ہے۔ اس لئے کہ ابن شہاب عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ' عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت اپنی بیویوں کو اختیار دیا۔ سب عورتوں سے پہلے میرے ساتھ ابتداء کی ـــــ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو اختیار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیویوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اتباع کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا۔

قتادہ اور عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ تخییر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نو عورتیں تھیں ـــــ وہ عورتیں وہ ہیں جو آپ کے وصال کے وقت حیات تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ بنت ضحاک سے ۸ھ ہجری میں نکاح کیا تھا۔ ابن سعد کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعرانہ سے نکلتے وقت نکاح کیا تھا ـــــ

فاطمہ کلابیہ کے قبیلہ کے ایک شخص سے اسماعیل بن مصعب نے روایت کی ہے کہ فاطمہ کا انتقال ۶۰ھ میں ہوا ہے ـــــ ابو عمر نے لکھا ہے کہ کلابیہ کے باپ نے کہا کہ اس کے سر میں ہرگز درد نہیں ہوا ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا:

''مجھے اس کی حاجت نہیں ہے''۔

عالیہ بنت ظبیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

عالیہ بنت ظبیان ابن عمرو بن عوف بن عبد بن ابی بکر بن کلاب بھی بنی کلابیہ سے ہیں ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالیہ سے نکاح کیا۔ عالیہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے جتنے دن چاہا' رہی' پھر آپ نے طلاق دے دی ـــــ اس حدیث کی یعقوب بن سفیان نے زہری سے روایت کی ہے۔

بہت کم لوگوں نے عالیہ کا ذکر کیا ہے ـــــ ابو سعید نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عالیہ جب

داخل کی گئی' آپ نے اس کو طلاق دے دی۔

قتیلہ بنت قیس

قتیلہ بنت قیس' اشعث بن قیس کندی کی بہن ہے۔ قتیلہ کے ساتھ آپ کی شادی ۱۰ھ میں کی تھی۔ جبکہ بنی کندہ کے قاصد آپ کے پاس دو ربیع الاول ۱۰ھ کے بعد آئے تھے —— اشعث بن قیس حضرموت کی طرف لوٹ گیا اور اپنی بہن قتیلہ کو سوار کرایا —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض موت میں قتیلہ کے ساتھ نکاح کیا تھا' بلکہ اپنی وفات سے دو ماہ پہلے نکاح کیا تھا —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۱ھ میں قتیلہ کے آنے سے پہلے وفات پائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طور پر وصیت فرمائی تھی اور قتیلہ کو یہ اختیار دیا تھا کہ:

☆ اگر وہ چاہے تو پردہ میں رکھی جائے' قتیلہ امہات المومنین سے ہو۔ تا کہ مومنین پر حرام ہو۔

☆ اگر چاہے تو جس سے چاہے نکاح کر لے۔

قتیلہ نے نکاح اختیار کیا۔ عکرمہ بن ابوجہل نے حضرت موت میں قتیلہ سے نکاح کر لیا —— یہ خبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب پہنچی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ اس پر اس کا گھر جلا دوں' تا کہ اس کا مال جل کر ہلاک ہو جائے''۔

یہ ارادہ تعزیر کے طور پر کیا تھا' اس کا جلانا مقصود نہ تھا —— حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''قتیلہ امہات المومنین سے نہیں ہے' اس کا پردہ نہیں کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس داخل نہیں ہوئے''۔

بعض قائلین نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتیلہ کے بارے میں کچھ وصیت نہیں فرمائی —— وہ اس وقت مرتد ہو گئی جس وقت اس کا بھائی مرتد ہو گیا —— یوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احتجاج کیا کہ قتیلہ امہات المومنین سے نہیں ہے وہ مرتد ہو گئی ہے۔

سبنی بنت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ان کے نام کے بارے اختلاف ہے۔

☆ بعض نے سبی کہا ہے۔

☆ بعض نے وسنی کہا ہے' اور

☆ قتادہ نے اسماء کہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبنی بنت اسماء بن الصلت السلمیہ سے نکاح کیا —— اس سے پہلے کہ آپ اس کے

پاس داخل ہوں، وہ مر گئی —— جبکہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے سبنی کے پاس داخل ہونے سے پہلے طلاق دے دی۔

شرف بنت خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

شرف بنت خلیفہ کلبیہ بنی کلب سے ہے اور دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہے —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ نکاح کیا —— رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخل ہونے سے پہلے شرف کا انتقال ہو گیا۔

لیلیٰ بنت الخطیم :

لیلیٰ بنت الخطیم قیس کی بہن ہے۔ قیس مشہور شاعر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نکاح کیا تھا۔ یہ وہ غیور عورت تھی اس نے آپ سے چاہا کہ مجھے چھوڑ دیجئے —— اس نے کہا:

''آپ نبی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عورتیں حلال کی ہیں اور میں زبان دراز عورت ہوں۔ مجھے سوتوں پر صبر نہیں ہے''۔

آپ نے اسے چھوڑ دیا، اسے بھیڑیئے نے کھایا —— لیلیٰ وہ عورت ہے جس نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ھبہ کر دیا تھا۔

بنی غفار سے عورت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ آپ نے اسے امر فرمایا، اس نے اپنے کپڑے اتارے۔ آپ نے اس کی کمر کی جگہ سفیدی دیکھی۔ اس سے فرمایا:

''تو اپنے اہل کے ساتھ لاحق ہو جا''۔

آپ نے جو شے اسے عطا فرمادی تھی، اس میں سے کچھ نہیں لیا —— اس حدیث کو امام احمد نے کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے۔

حاصل کلام :

یہ تمام وہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے ہیں جن کو علماء نے ذکر کیا ہے:

☆ بعض ان ازواج کو آپ نے اپنی حیات میں چھوڑ دیا ہے اور آپ ان کے پاس داخل نہیں ہوئے ہیں۔

☆ بعض ازواج کو ان کے پاس داخل ہونے کے بعد آپ نے چھوڑ دیا ہے جیسا کہ ان کا ذکر ہوا۔

وہ تمام عورتیں جن پر عقد قائم ہوا ہے تئیس (۲۳) ہیں۔ ان کے بعض کے پاس آپ داخل ہوئے ہیں اور بعض کے پاس داخل نہیں ہوئے ......

☆ ان میں سے دخول کے بعد آپ کے پاس حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وفات

پائی ہے۔

☆ ان میں سے دخول سے پہلے دو عورتیں مر گئی ہیں' ایک دحیہ کی بہن شرف بنت خلیفہ اور دوسری خولہ بنت الہذیل' ان پر علماء کا اتفاق ہے۔

ملیکہ اور سنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ:

☆ کیا یہ دونوں مر گئیں' —— یا

☆ آپ نے ان دونوں کو طلاق دے دی تھی۔

اس اختلاف کے ساتھ ساتھ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس داخل نہیں ہوئے تھے——

☆ —— علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دخول کے بعد آپ نے فاطمہ بنت ضحاک اور عالیہ بنت ظبیان کو چھوڑ دیا۔

☆ —— علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دخول سے پہلے آپ نے عمرہ' اسماء اور غفاریہ کو چھوڑ دیا ہے۔

☆ —— ام شریک کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے:

''کیا آپ اس کے پاس داخل ہوئے ہیں؟''

اس اختلاف میں اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے ام شریک کو چھوڑ دیا تھا۔

☆ —— جس عورت نے اپنے آپ کو آپ سے چھڑانا چاہا تھا' اس کا حال نہیں جانا گیا ہے...... آپ نے اس سے مفارقت اختیار فرمائی تھی۔

☆ —— وہ عورتیں جن کو آپ نے چھوڑ دیا تھا' سات ہیں ......اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

☆ —— جو عورتیں آپ کی حیات میں مر گئیں' چار ہیں ......اس میں علماء کا اتفاق ہے۔

☆ —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس عورتیں چھوڑ کے وفات پائی ...... یہ مشہور نو بیویاں ہیں ...... ان میں سے ایک عورت وہ ہے جس کے پاس آپ داخل نہیں ہوئے تھے' وہ قتیلہ بنت قیس' اشعث کی بہن ہے۔

جن عورتوں سے آپ نے بیاہ کرنا چاہا:

روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد عورتوں سے بیاہ کرنا چاہا تھا:

☆ جمرہ بنت الحارث

☆ سودہ قرشیہ

☆ صفیہ بنت بشامہ

☆ چوتھی عورت (نام معلوم نہیں)

☆ ام ہانی فاختہ

☆ ضباعہ بنت عامر

☆ امامہ بنت حمزہ ☆ غرہ بنت ابوسفیان

☆ جندعیہ بنت جندب بن ضمرہ

جمرء بنت الحارث :

یہ عورت بنی مرہ بن عوف بن سعد سے تھی —— آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے اس کے باپ کے ذریعے بیاہ کرنا چاہا۔ اس کے باپ نے کہا:

''اسے برص ہے''۔

اس نے جھوٹ کہا۔ بارگاہ نبوت سے جب وہ گھر واپس آیا تو اس کی بیٹی کو سچ مچ برص ہو چکا تھا —— یہ عورت شاعر شبیب بن برصا بنت الحارث بن عوف کی بہن ہے —— ابن اثیر نے ''جامع الاصول'' میں اس عورت کا نام جمرء بنت الحارث بن عوف لکھا ہے۔

سودہ قرشیہ :

سودہ قبیلہ قریش سے تھی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نکاح کرنا چاہا —— اس عورت کے پانچ یا چھ بچے تھے۔ اس نے کہا:

''میں یہ خوف کرتی ہوں کہ میرے بچے آپ کے سر کے پاس شور کریں گے اور روئیں گے''۔

آپ نے اس کے لئے دعا کی اور اسے ترک کر دیا۔

صفیہ بنت بشامہ :

آپ کو وہ عورت بردون میں پہنچی تھی۔ آپ نے اسے اپنے نفس کریمہ اور اس کے شوہر کے درمیان اختیار کیا —— اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا۔ آپ نے اسے بھیج دیا —— بنو تمیم نے اس عورت پر لعنت کی۔

چوتھی عورت :

اس کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نکاح کرنا چاہا۔ اس نے کہا:

''میں اپنے باپ سے مشورہ کرتی ہوں''۔

اس کے باپ نے آپ کے ساتھ نکاح کرنے کیلئے اجازت دے دی۔ وہ عورت پلٹ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے اس سے فرمایا:

''ہم نے تیرے غیر کو لحاف بنا لیا''۔

یعنی ہم نے دوسری عورت کر لی۔

ام ھانی فاختہ :

ام ھانی فاختہ بنت ابی طالب ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہن ہیں —— آپ کے متعدد نام روایت ہوئے ہیں :

☆ فاطمہ ☆ ھند ☆ رملہ

☆ حمانا ☆ عاتکہ

لیکن زیادہ مشہور یہی نام ام ھانی فاختہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کرنا چاہا۔ ام ھانی نے کہا:

''میں بچوں والی عورت ہوں''۔

اور آپ سے عذر کیا۔ آپ نے ان کا عذر قبول فرمایا —— ام ھانی سے روایت ہے کہ آپ نے مجھ سے نکاح کرنا چاہا —— یہ آیت نازل ہوئی:

وبنات عمك و بنات عمالك و بنات خالك و بنات خالاتك واللتی ھاجرن معك

میں نے ہجرت نہیں کی تھی' اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے ساتھ نکاح کی ممانعت ہوگئی۔

ضباعہ بنت عامر بن قرط :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بیٹے سلمہ بن ھشام کے ذریعہ اس سے نکاح کرنا چاہا۔ اس نے کہا:

''میں اپنی ماں سے مشورہ کرلوں''۔

کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ دیا کہ وہ زیادہ عمر کی (کبیر السن) ہوگئی ہے۔ اس کا بیٹا لوٹ کے آپ کے پاس آیا —— اس نے اپنے بیٹے کو اپنے نکاح کی اجازت دے دی تھی —— لیکن آپ اس کی طرف سے ساکت ہوگئے اور آپ نے اس سے نکاح نہیں کیا۔

امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب :

آپ کے روبرو پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا:

''یہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے''۔

غرہ بنت ابوسفیان :

اسے اس کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے حضور پیش کیا۔ آپ نے فرمایا:

''وہ میرے لئے حلال نہیں ہے''۔

غرہ آپ پر اس وجہ سے حلال نہیں تھی کہ اس کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوسفیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔

جندعیہ بنت جندب بن ضمرہ:

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جندعیہ سے نکاح کیا۔ وہ بنی جندع سے ایک عورت ہے۔ آپ اس کے پاس داخل نہیں ہوئے۔

حاصل کلام:

یہ وہ عورتیں ہیں:

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کیا' —— یا

☆ ان سے نکاح کرنا چاہا' —— یا

☆ ان کے پاس آپ داخل ہوئے ہیں' —— یا

☆ آپ ان کے پاس داخل نہیں ہوئے' —— یا

☆ آپ کے روبرو وہ عورتیں پیش کی گئی ہیں۔

آپ کی خاص لونڈیاں

آپ کی ہم بستر لونڈیاں چار ہیں:

☆ ماریہ قبطیہ بنت شمعون ☆ ریحانہ بنت زید بن عمر

☆ حضرت زینب بنت جحش کی لونڈی ☆ جمیلہ

لیکن تھوڑی بہت تفصیل دو ہی کے بارے میں دستیاب ہے۔

حضرت ماریہ قبطیہ بنت شمعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خدمت میں مصر سے بھیجی گئی تھیں۔ مقوقس قبطی حاکم مصر و اسکندریہ کو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک ملا تو اس نے آپ کی خدمت میں تحائف اور صدقات بھیجے[1]۔ خیر سگالی کے طور پر یہ اشیاء بھیجی گئیں:

☆ حضرت ماریہ اور ان کی بہن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ ایک خدمت گزار خواجہ سرا' جس کا نام مابور تھا۔

☆ ایک ہزار مثقال سونا۔

---

[1] مقوقس کا نام جریج ہے۔ یہ نصرانی ہے اور نصرانیت پر ہی اس کا انتقال ہوا۔ تحائف و صدقات روانہ کرتے وقت اس نے اپنے آدمی سے کہا کہ اگر آپ وہی نبی موعود ہیں تو ☆ صدقہ نہ لیں گے' اور ☆ دو بہنوں کو جمع نہ کریں گے۔

چنانچہ آپ نے تحائف قبول فرمائے لیکن صدقات نہیں لئے اور حضرت ماریہ کی بہن سیرین حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دی۔

مصر کے نرم قباطی بیس کپڑے۔

☆ ایک سفید رنگ کا گدھا' جس کا نام عفیر ہے' اسے یعفور بھی کہتے ہیں۔

☆ مقام بنہا سے شہد۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہد کو ملاحظہ فرما کے تعجب کیا اور مسرور ہوئے۔ آپ نے بنہا کے شہد کے لئے برکت کی دعا بھی فرمائی ــــــ ابن اثیر نے کہا ہے کہ بنہا بہ کسر با' اور سکون نون کے' مصر کے قریوں سے ایک قریہ ہے ــــــ آج کے دن آدمی لفظ بنہا کی با کو فتح دیتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیرین کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخش دیا ــــــ سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت حسین تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان پر رشک کیا کرتی تھیں ۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہی سے پیدا ہوئے تھے ــــــ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کی گئیں۔

حضرت ریحانہ بنت زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی قریظہ سے تھیں ــــــ جب غزوہ بنی قریظہ میں مسلمان فتح سے ہمکنار ہوئے تو مال غنیمت میں مال و اسباب کے علاوہ غلام اور عورتیں بھی شامل تھیں ۔ ان جنگی قیدیوں میں حضرت ریحانہ بھی شامل تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پسند فرمایا۔ آپ نے انہیں آزاد فرما کے نکاح کرلیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۰ھ میں جب حجتہ الوداع سے واپس تشریف لائے تھے' حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس وقت وفات پائی ۔ آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری باندی ہیں' جو کسی لڑائی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئیں۔

چوتھی باندی :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی باندی وہ ہیں جنہیں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی خدمت گزاری کے لئے پیش کیا تھا۔ ان کے نام کے بارے میں سیرت کی کتب خاموش ہیں۔

چوتھی فصل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا' پھوپھیاں' دادیاں' نانیاں اور دودھ شریک بھائی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا:

صاحب ''ذخائر العقبیٰ'' نے اپنی اس کتاب میں جو مناقب ذوی القربیٰ میں ہے' لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ چچا تھے۔ وہ عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تیرہویں بیٹے تھے...... آپ کے چچاؤں کے نام یہ ہیں:

☆ حارث بن عبدالمطلب ☆ ابوطالب' آپ کا نام عبد مناف ہے۔

☆ زبیر' ان کی کنیت ابوالحارث ہے ☆ حمزہ بن عبدالمطلب

☆ ابولہب' ان کا نام عبدالعزیٰ ہے ☆ غیداق بن عبدالمطلب

☆ مقوم بن عبدالمطلب ☆ ضرار بن عبدالمطلب

☆ عباس بن عبدالمطلب ☆ قثم بن عبدالمطلب

☆ عبدالکعبہ بن عبدالمطلب ☆ حجل[1]' ان کا نام مغیرہ تھا

کسی نے عبدالمطلب کے گیارہ بیٹے لکھے ہیں' کسی نے دس اور کسی نے نو—— مختلف روایتیں ہیں۔ مصنف نے صرف دو چچا کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب' کی والدہ ھالہ بنت وھب بن عبد مناف بن زہرہ ہیں—— آپ کی کنیت ابوعمارہ اور ابویعلیٰ دونوں بیٹوں کے نام سے ہے—— معجم بغوی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان میں لکھا ہوا ہے کہ حمزہ اسد اللہ

---

[1] حجل کا معنی ضخیم مشک ہے—— دارقطنی نے کہا ہے کہ لفظ حجل بتقدیم حائے حطی۔ اس کا معنی تسمیہ او خلخال ہے۔

اور اسد رسول اللہ ہیں''۔

حضرت حمزہ کا اسلام لانا:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت کے دوسرے سال میں ایمان لائے ---- دوسری روایت میں ہے کہ بعثت کے چھٹے سال میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دارارقم میں داخل ہوئے' حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے تین دن پہلے ایمان لائے۔

غزوۂ بدر میں شرکت:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے۔ وہاں پر صف سے نکل کر عتبہ بن ربیعہ کو جنگ سے قتل کیا۔ دوسری روایت میں عتبہ کی بجائے شیبہ بن ربیعہ کا نام بیان ہوا ہے۔

چند امتیازات:

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں سے سب سے پہلا جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قائم فرمایا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا سریہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیار فرمایا۔

☆ حافظ الدمشقی نے یہ حدیث روایت کی ہے: **خیر اعمامی حمزہ**

☆ ابن السری نے مرفوعاً روایت کی ہے:

سیدالشهداء یوم القیامة حمزہ بن عبدالمطلب

☆ سلفی نے بریدہ سے سا ارشاد باری کو ذکر کیا ہے:

یا ایتها النفس المطمئنة

☆ ارشاد باری: **فمنهم من قضی نحبه**' یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں''
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت جنگ اُحد میں ہوئی' انہیں وحشی نے شہید کیا ---- مشرکین نے جب صف جنگ باندھی تو سباع ابن عبدالغری خزاعی نکلا۔ اس نے کہا:

''ہے کوئی لڑنے والا!''

---

[1] یہ موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے۔ [2] یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔

حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف سے مقابلہ کے لئے نکلے —— حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سباع پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا —— وحشی اس وقت ایک پتھر کی اوٹ میں گھات میں تھا۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس کے قریب سے گزرے تو اس نے ایسا تاک کے حربہ مارا کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں درکون کے درمیان سے نکل گیا۔ آپ اس کاری زخم کی تاب نہ لا سکے اور آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔

حضرت حمزہ کے قاتل کا انجام:

سعید بن المسیب سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے کہ میں تعجب کیا کرتا تھا کہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل کیونکر نجات پائے گا —— اگرچہ اسلام اسلام سے پہلے کے گناہوں یا دوسرے بداعمال کو مٹا دیتا ہے۔

جس وقت وحشی مسلمان ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''تو میرے سامنے مت آیا کر''۔

یہ حدیث اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ جس گناہ پر سزا دی جائے' اس سے بچاؤ نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ شراب میں غرق ہو کر مر گیا۔ اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے ——

عبدالملک ابن ہشام نے سیرت میں لکھا ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وحشی ہمیشہ شراب سے حد کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ لشکر کی کچہری سے اس کا نام خارج کر دیا گیا' اور اسے نکال دیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس امر کا علم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو بغیر عذاب کے نچوڑے گا۔

حضرت حمزہ کی لاش نے آپ کا دل دکھا دیا:

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جنگ کے بعد ہند بنت عتبہ اور وہ عورتیں جو ہند کے ساتھ تھیں' اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قتل کئے گئے تھے' ان کا مثلہ کرنے لگیں۔ وہ کان اور ناک کاٹتی تھیں۔ ہند نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جگر چاک کیا' اور اسے چبایا۔ ہند کو اسے نگلنے کی قدرت نہ ہوئی' چنانچہ منہ سے پھینک دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلے۔ آپ نے انہیں بطن وادی میں پایا۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کو مثلہ کیا گیا ہے یعنی ان کے ناک اور کان کاٹ ڈالے گئے ہیں اور ان کا پیٹ جگر کی جگہ سے چاک کر دیا گیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت دیکھی تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ آپ کی ہچکی لگ گئی[1] —— ابن ہشام نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''رحمته الله عليك ۔ آپ بہت خیر کے کام کرتے تھے اور بہت صلہ رحمی کرتے تھے —— لوگو سن لو! واللہ میں

[1] آپ کا اس قدر رونا' میت پر گریہ زاری سے ممانعت سے پہلے تھا۔

آپ کے بدلے مشرکین کے ستر آدمیوں کا ضرور مثلہ کروں گا——
تمہاری مثل کسی کو کبھی ایسی مصیبت نہیں پہنچی (یعنی کوئی اس انداز پر قتل نہیں کیا گیا) —— میں کسی ٹھہرنے کی جگہ ہرگز نہیں ٹھہرا کہ میرے دل کو وہ جگہ زیادہ غیظ میں لانے والی ہے''۔

یعنی یہ وہ جگہ ہے کہ میرے دل کو زیادہ غضب میں لا رہی ہے۔ اس سے زیادہ غضب میں لانے والی جگہ میں کبھی میں کھڑا نہیں ہوا...... آپ پر سورہ نحل کے خواتیم نازل ہوئے:

فان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم——

چنانچہ آپ نے صبر کیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا اور جو آپ نے کیا تھا' اس سے رک گئے۔

ابن شاذان کے نزدیک ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس شدت سے گریہ زاری کرتے دیکھا کہ اس سے بڑھ کر گریہ و زاری کرتے ہوئے ہرگز نہیں دیکھا—— انہیں قبلہ کی جانب رکھا' پھر ان کے جنازہ پر آپ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے اس قدر روئے کہ آپ کی ہچکی لگ گئی اور غش آ گیا۔ روتے ہوئے آپ فرماتے تھے:

''یا حمزہ ایا عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسد اللہ واسد رسولہ —— یاحمزہ یا فاعل الخیرات—— یاحمزہ یا کاشف الکربات—— یاحمزہ یا ذایا عن وجد رسول اللہ !

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جنازہ پر نماز پڑھتے تو چار تکبیریں کہتے تھے۔ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ پر آپ نے ستر تکبیریں کہیں —— اس حدیث کو امام بغوی نے اپنی ''معجم'' میں روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ شہدائے احمد کو غسل نہیں دیا گیا' وہ اپنے خونوں کے ساتھ دفن کئے گئے۔ ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ اس حدیث کی روایت احمد وار ابوداؤد نے کی ہے —— چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ خصوصی طور پر ادا کی گئی —— حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ جو لوگ ہیں' ان پر اس لئے نماز جنازہ ادا کی گئی کہ وہ جنگ کے دوران زخمی ہوئے تھے' شہید نہیں ہوئے تھے۔ ان کی شہادت جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہوئی۔

شہادت کے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر انسٹھ سال تھی —— ان کی بہن امیمہ کے فرزند عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے وہ بھی شہید جنگ احد ہیں۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ ابوالفضل ان کے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام نُتیلہ ہے۔[1] نتیلہ بنت ابن الکلب (یا کلیب یا حبیب) بن المرا ابن قاسط۔

---

[1] نتلہ کی تصغیر ہے۔ نتل کا معنی ہے شتر مرغ کا انڈا۔

ام عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا امتیاز:

نتیلہ وہ پہلی عرب عورت ہے جس نے کعبہ یعنی بیت الحرام کو دیباج اور اقسام کا لباس پہنچایا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کم عمری میں گم ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ نے یہ منت مانی تھی کہ:

''اگر میں ان کو پاؤں گی تو بیت اللہ کو لباس پہنا دوں گی''۔

جب انہیں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنی نذر کے مطابق کعبہ کو لباس پہنچایا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمیل اور وسیم یعنی خوبصورت چہرہ تھے۔ رنگ گورا کھلتا ہوا تھا ان کی دو چوٹیاں تھیں۔ معتدل القامت (نہ دراز قد' نہ بوٹا قد) ـــــ دوسری روایت میں ہے کہ طویل القامت تھے۔

چند خصائص:

آپ واقعہ فیل سے تین برس پہلے پیدا ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں دو تین برس بڑے تھے ـــــ قریش میں رئیس تھے۔ ذی رائے صائب تھے' جواد تھے' کثرت سے کھانا کھلاتے تھے۔ صلہ رحمی کرتے تھے۔ مسجد الحرام کی عمارت ان کے ذمہ تھی۔

یوم العقبہ ثالثہ میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کے لئے انصار سے بیعت موکد کراتے تھے۔ وہ ستر مرد تھے جو جمع ہوئے تھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد کا عہد مضبوط کرایا تھا۔ اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام امور میں ان میں ان پر اعتماد کرتے تھے۔

اسیر بدر:

یوم بدر میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین کے ہمراہ مکہ سے نکلے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

''جو شخص حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھے وہ ان کو قتل نہ کرے۔ اس لئے کہ وہ مجبوری کی حالت میں نکلے ہیں''۔

حضرت کعب بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں قید کر لیا ـــــ گرفتاری کے بعد صحابہ نے بدر کے قیدیوں میں سختی کر دی۔ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے نہیں بلکہ جاگتے رہے۔ کسی نے آپ سے پوچھا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کیوں نہیں سوئے''۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

''عباس کی گریہ وزاری نے مجھے سونے نہیں دیا''۔

ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بندشیں ڈھیلی کر دیں — ان کے ساتھ یہ نرمی اور رعایت دوسرے قیدیوں کے ساتھ عدل سے کی گئی۔

بعد میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت پر اپنے نفس اور اپنے دو برادر زادوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ دیا اور مکہ کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا:

آپ کے ایمان لانے سے متعلق تین مختلف روایتیں ملتی ہیں:

☆ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے تھے لیکن اپنا اسلام چھپاتے تھے — پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی حالت میں آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم فتح میں ابواء کے مقام پر استقبال کیا — یوم فتح مکہ میں وہ آپ کے ساتھ تھے مکہ کی اس فتح کے ساتھ ہجرت ختم ہو گئی۔

☆ ابو عمر نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح خیبر سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے ...... اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جس شے کی فتح دیتا' اس سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوتے تھے — انہوں نے یوم فتح مکہ میں اپنا اسلام ظاہر کیا۔ غزوہ حنین' طائف اور تبوک میں حاضر ہوئے۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام بدر سے پہلے تھا۔ آپ مشرکین کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں مسلمان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پناہ میں مشرکوں کے شر سے بچا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے کو دوست رکھتے تھے۔ آنے کے لئے اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تھا:

''آپ کا مقام مکہ میں آپ کے لئے اچھا ہے''۔

حضرت عباس خاتم الہجرت ہیں:

ابو مصعب اسماعیل بن قیس بن سعد بن زید بن ثابت نے کہا ہے کہ ہم سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے سہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت کے متعلق اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لکھا:

یا عم اقم مکانك الذی انت فیه فان اللہ عزوجل یختم بك الهجرة کما ختم بی النبوة

''اے چچا! آپ جس جگہ ہیں' اسی جگہ قیام کریں — اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہجرت کو ختم کر دے گا' جیسے کہ میرے ساتھ نبوت ختم کی ہے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسا لکھا تھا' ویسا ہی ظہور میں آیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر مہاجرین سے تھے' ان پر ہجرت ختم ہوگئی۔

اسلام لانے کے بعد حضرت عباس کی تعظیم و اکرام:

سہیلی نے فضائل میں ذکر کیا ہے کہ ابو رافع نے جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی بشارت دی تو آپ نے ابو رافع کو آزاد فرما دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اکرام کرتے اور ان کی تعظیم فرماتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصف:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوں وصف کیا ہے:

اجود الناس کفا واحنا علیھم

اس حدیث کو فضائلی نے روایت کیا ہے —— امام بغوی کی معجم میں یوں ہے:

العباس عمی و صنوبی من اذاہ فقد اذانی

سہیلی نے فضائل میں لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے جب ان کو دیکھا تو ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر ان کو اپنے دائیں جانب بٹھایا۔ پھر فرمایا:

ھذا عمی فمن شاء فلیباہ بعمہ

''یہ میرے چچا ہیں۔ جو شخص چاہے سو اپنے چچا کے ساتھ فخر کرے''[1]

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ اچھا فرمان ہے جو آپ نے فرمایا''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''میں یہ کس لئے نہ کہوں —— آپ کی شان یہ ہے:

☆ انت عمی —— آپ میرے چچا ہیں۔

☆ وصنوابی —— اور میرے باپ کے بھائی ہیں۔[2]

☆ و بقیۃ آبائی —— میرے باپ دادا کے آپ بقیہ ہیں۔

---

[1] وہ فخر مذموم ہے جو دوسرے کو حقیر کرنے کے لئے ہو۔

[2] صنو کھجور کا وہ درخت جو دوسرے کے ساتھ نکلتا ہے اور اس کی ایک ہی جڑ ہوتی ہے۔ باپ کا بھائی ولادت میں ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے' شریک ہوتا ہے۔

☆ **ووارثی** ـــــ اور آپ میرے وارث ہیں۔[1]

☆ **وخیر من اخلف من اھلی** ـــــ اور اپنے اہل سے جنہیں میں چھوڑوں گا' آپ ان کے خیر ہیں۔[2]

حضرت عباس اور ان کی اولاد چادر رحمت تلے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''کل کے دن آپ اور آپ کے بیٹے اپنا مکان چھوڑ کر کہیں نہ جائیں' یہاں تک کہ میں آپ کے پاس آ جاؤں۔ اس لئے کہ تم لوگوں میں میری کوئی حاجت ہے''۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹوں کے پاس تشریف لائے ـــــ آپ نے سلام علیکم کہا اور ان سے حال احوال پوچھا اور فرمایا:

''سب ایک جگہ ہو جاؤ''۔

جب وہ سب ایک جگہ ہو گئے تو آپ نے اپنی چادر مبارک سے ان کو چھپا لیا اور ان کے لئے یہ دعا فرمائی۔

یا رب ھذا عمی وصنوابی و ھولاء اھل بیتی فاسترھم من النار کستری ایاھم بملا تی ھذہ

راوی نے کہا ہے کہ آپ کی دعا پر دروازے کی چوکھٹ اور گھر کی دیواروں نے تین بار آمین کہا ـــــ

...... اس حدیث کو ابن غیلان اور سہمی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو ابن السری نے روایت کرتے ہوئے یہ اضافہ کیا ہے کہ:

''مکان میں کوئی ڈھیلا اور دروازہ باقی نہ رہا جس نے آمین نہ کہا ہو''

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں چادر اوڑھائی۔ پھر آپ نے یوں دعا کی:

اللھم اغفر للعباس وولدہ مغفرۃ ظاھرۃ وباطنۃ لا تغادر ذنبا اللھم احفظ فی ولدہ

ابن عبدالباقی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ دعا مرفوعاً روایت کی ہے:

اللھم اغفر للعباس وولدہ العباس ولمن حبھم

یعنی ''جو لوگ ان کو دوست رکھیں' ان کی بھی مغفرت فرما''۔

---

[1] یعنی میرے مرنے کے بعد آپ میرے تعلقات اہل کے ساتھ قیام کرنے والے ہیں۔ جیسے میرے غسل کی ولایت ہے...... اور لوگ آپ کی تعظیم کریں گے...... اور لوگ آپ کے طفیل استسقا کریں گے جیسے میرے طفیل استسقا کرتے ہیں' اور اس کے سوا اور امور ہیں ورنہ انبیاء کرام (علیہم السلام) کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

[2] اہل ہونا آپ کے اہل کے تعلقات کے سبب ہے...... یا اس سبب سے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں خلفا ہوں گے یا عمر کے اعتبار سے خیر ہونا مقصود ہے یا قرب ومنزلت کے لحاظ سے...... چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چاہنے پر آپ کے اہل سے یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اس پر اجماع ہے کہ ''حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خیر ہیں''۔

اس حدیث پاک میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد کے دوستوں کو عظیم بشارت ہے۔

تاریخ دمشق میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یوم فتح مکہ میں تین بار یہ دعا فرمائی:

اللھم انصر العباس وولد للعباس

پھر آپ نے ان سے فرمایا:

''اے چچا! کیا آپ کو معلوم نہیں ہوا ہے کہ مہدی آپ کے بیٹوں سے ہے''۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ:

حاکم نے ''مستدرک'' میں اور بغوی نے ''معجم'' میں سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا:

العباس خیر ھذہ الامۃ و وارث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و عمہ

ذہبی نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب حاصل تھا اور وہ آپ پر شفقت کرتے تھے —— زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ بنی ہاشم کے برہنہ لوگوں کو لباس پہناتے۔

☆ بھوکوں کو کھانا کھلاتے' اور

☆ اپنے ہمسایہ کی حفاظت کرتے۔

☆ اپنا مال خرچ کرے تھے۔

☆ حوادث (مصیبت) میں عطا کرتے۔

ابن المسیب نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ سفیہ کو ادب سکھاتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست شدید تھی اور ان کی سیاست حسن کے ساتھ تھی۔ جیسے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض موت میں کہا تھا:

---

[1] یہاں مہدی سے مراد محمد بن ابی جعفر المنصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہیں' جو عباسی دور حکومت میں تیسرے خلیفہ ہیں —— ان مہدی سے امام مہدی مراد نہیں ہیں۔ وہ آخر زمانہ میں ظہور کریں گے ارشاد نبوی ہے۔ المھدی من ولد فاطمہ۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ابونعیم کے نزدیک مہدی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں —— دوسری روایت ہے کہ مہدی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سے ہیں اور حسنی حسینی ہیں۔

''واللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ آپ عنقریب وفات پا جائیں گے۔ میں بنی عبدالمطلب پر موت کے وقت ان کے چہرے کو ضرور پہچان لیتا ہوں''

اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

حاکم وقت کے سامنے احتیاط:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے فرزند عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''اے میرے بیٹے! تجھے امیر المومنین حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بلاتے ہیں، اپنے نزدیک کرتے ہیں اور تجھ سے مشورہ لیتے ہیں —— تین باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا:

☆ امیر المومنین کے سامنے جھوٹ نہ کہنا۔

☆ ان کے بھید کی تفتیش نہ کرنا۔

☆ ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا''۔

اس حدیث کو ابو محمد بن السقا نے روایت کیا ہے۔

اس امت کے خیر:

اس امت کو خیر علی الاطلاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں —— پھر ان کے بعد جو خلفاء ہیں، علی الترتیب وہ خیر اور خیر امت ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت:

حضرت جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من لم یحب العباس بن عبدالمطلب واھل بیت فقد یری من اللہ و رسولہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے بلند کر کے فرمایا:

من لم یحب عمی ھذا عزوجل والقرا بتہ لی فلیس بمؤمن

یعنی ''جو کوئی میرے اس چچا کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور میری قرابت سے دوست نہ رکھے وہ مومن نہیں ہے''۔

ترمذی نے عبدالمطلب ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب سے روایت کی ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان مالم یحبکم للہ ولرسولہ

پھر آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا:

یا ایھا الناس من اذی عمی فقد اذانی فانما عم الرجل صنو ابیہ

''اے لوگو سن لو! جس شخص نے میرے چچا عباس کو تکلیف دی' اس نے مجھے تکلیف دی۔ مرد کا چچا نہیں مگر اس کے باپ کا بھائی۔''

بغوی نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لك یا عم من اللہ حتی ترضی

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے خیر کثیر ہے یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں گے''۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بشارتیں:

(۱)

سہمی نے فضائل میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

ان اللہ عزوجل غیر معذبك ولا احدا من ولدك

''اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو عذاب نہ دے گا''۔

یہاں اولاد سے مراد ہے جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلا واسطہ اولاد ہے' یا عموم اولاد کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے۔

(۲)

طبرانی کی معجم کبیر میں سہل ابن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اللھم اغفر للعباس وابناء العباس و ابناء ابناء العباس

(۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع روایت ہے کہ آپ نے یہ دعا فرمائی:

اللھم اغفر للعباس ولدك العباس و ملجی ولد العباس و شیعتھم

(۴)

امام احمد کی مناقب میں حدیث پاک ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔

''دیکھو کیا آسمان میں کسی ستارہ کو تم دیکھتے ہو؟''

میں نے کہا ــــ ''ہاں دیکھ رہا ہوں''۔

آپ نے پوچھا۔

''کون سا ستارہ دیکھتے ہو''؟

میں نے کہا...... ''ثریا کو دیکھتا ہوں''۔

آپ نے فرمایا:

''سن لیجئے' آپ کے صلب سے جو اولاد ہوگی' ثریا کے عدد کے موافق اس امت کی والی ہوگی''۔

یعنی ثریا میں جتنے ستارے ہیں' آپ کی اتنی اولاد اس امت کی والی ہوگی——

(۵)

ہم نے تین حدیثیں روایت کی ہیں —— ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

الا الشرك یا عم قال بلیٰ بابی انت وامی فقال علیه الصلوٰة والسلام

ان من ذریتك الاصفیاء لمن عترلك اخلفاء

''اے چچا! کیا میں آپ کو بشارت نہ دوں''۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' آپ بے شک بشارت دیجئے''۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''آپ کی اولاد سے اصفیاء ہیں' آپ کی اولاد سے خلفاء ہیں''۔

(۶)

دوسری حدیث پاک کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ:

فیکم النبوة والمملکة

نبوت باعتبار بنی ہاشم کے ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ نبی ہیں اور مملکت آپ کے چچا کی اولاد کے لئے ہے —— یا نبوت بنی عباس میں ہو —— اس سے مراد شاید یہ ہے کہ آپ کی اولاد میں نبوت کی خصلت ہوگی —— یا نبوت سے زیادہ موکد قرابت ہے۔

(۷)

تیسری حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جو انہوں نے اپنے باپ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

هذا عمی ابو الحلفا اجود قریش کفاد اجملها وان من ولده لسفاح والمنصور والمهدی[1]

(۸)

ابن حبان اور ملا عمر الموصلی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔

ابابکر هذا الباس تدالیس و علیه ثباب بیض و سلیبس ولده من بعده السواد

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کا سیاہ لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا سے تھا۔ اس لئے کہ آپ نے یوم فتح مکہ میں سر اقدس پر سیاہ عمامہ باندھا تھا۔

---

[1] سفاح بنی عباس کے اول خلیفہ کا لقب ہے۔ انکی کنیت ابو العباس ہے اور نام عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے...... چار سال نو ماہ خلیفہ رہے۔

منصور سفاح کے بھائی ہیں۔ ابو جعفر کنیت ہے۔ نام عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے...... ان کے بھائی نے ان کو خلیفہ بنایا...... بائیس سال خلیفہ رہے۔ مکہ معظمہ میں ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔ اس وقت حج کے لئے احرام باندھے ہوئے تھے...... منصور محدث' فقیہ بلیغ' حافظ قرآن مجید وسنت تھے۔ مال بہت جمع کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کا لقب ابو الدوانیق رکھا گیا تھا۔

مہدی بن منصور دس سال خلیفہ رہے۔ ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ مورخین نے ان کے ذکر کے ساتھ اس لئے مخصوص کیا ہے کہ ان کے زمانہ میں فتنہ کو سکون ہو گیا۔ انہوں نے مظالم کو دفع کیا۔ یہاں تک کہ مہدی کے حق میں کہا گیا ہے کہ

''مہدی بنی عباس میں ایسے ہیں جیسے بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں''۔

[2] حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث وفقہ' عربیت اور انساب' شعر اور تفسیر میں واسع العلم تھے' اس لئے آپ کا نام ترجمان القرآن تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت علم سے جبر اور بحر تھے...... صحابہ کرام نے حضرت ابن عباس کا نام جبر اور بحر رکھا تھا...... ابونعیم نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا:

نعم ترجمان القرآن انت

تم کو جبرئیل نے دوبارہ پکارا ہے...... ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کندھے پر اپنا دست مبارک رکھا اور یہ دعا فرمائی:

اللهم فقه فی الدین و علمه التاویل

اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے صحیح بخاری کے رجال سے روایت کیا ہے...... ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا۔ آپ کے دست مبارک کی سردی میں نے اپنے سینے میں پائی' پھر حضور نے یہ دعا فرمائی:

اللهم احش جوفه علماء و حلما

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لپٹایا اور یہ دعا کی: اللهم علمه الحکمه

دوسری روایت میں ہے یہ دعا ہے: اللهم علمه الکتاب

ان دو حدیثوں کو بخاری نے روایت کیا ہے...... حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفا کے باپ ہیں...... آپ کی والدہ ام الفضل نے جس وقت انہیں جنم دیا تو انہیں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ آپ نے ان کی والدہ سے فرمایا ''خلفا کے باپ کو لے جاؤ''۔ اس حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ان کے پس ماندوں نے روئے زمین کو بھر دیا۔ آپ کی اولاد مامون الرشید کے زمانہ میں چھ لاکھ کی تعداد کو پہنچ گئی تھی۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ چھ لاکھ تھے یا کم یا زیادہ تھے۔

(۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے:

لیکونن فی ولدہ ملوک و یکونون امراء امتی یعز اللہ بھم الدین

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ ۳۳ھ ۱۲ رجب جمعہ کا دن تھا۔ اور عمر ستاسی (۸۷) سال تھی۔ اتنی عمر میں آپ نے تیس سال اسلام میں گزارے۔ آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا—— ان کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ دفن ہونے کے لئے ان کی قبر میں داخل ہوئے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچوں میں حضرت عباس چھوٹے تھے۔ آپ کے چچوں میں سے حضرت عباس اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ ان سب میں کمسن حارث تھے۔ وہ ایمان نہیں لائے۔

حضرت عباس راوی احادیث:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی اولاد اور دوسرے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیاں جو عبدالمطلب بن ہاشم کی بیٹیاں ہیں' ان کی تعداد چھ ہے:

☆ عاتکہ ☆ امیمہ ☆ بیضا (ام حکیم)

☆ برہ ☆ صفیہ ☆ اروی

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔

آپ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' مقوم اور حجل کی بہن ہیں—— عہد جاہلیت میں آپ کی شادی حارث بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے ہوئی۔ حارث کے مرنے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد سے بیاہ ہوا—— عوام سے آپ کے دو بیٹے ہوئے:

☆ سایب ☆ عبدالکعبہ

آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ۱۰ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر تہتر (۷۳) برس تھی۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بہادر اور نڈر خاتون تھیں۔ آپ نے غزوہ خندق میں حصہ لیا —— جہاں مسلمانوں کے گھر والے جمع تھے۔ وہاں ایک یہودی آیا۔ آپ نے اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا —— رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غزوہ بنی قریظہ کے مال غنیمت سے حصہ مرحمت فرمایا۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب :

عاتکہ کے اسلام میں علماء نے اختلاف کیا ہے —— ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ہیں —— عاتکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوطالب' عبدالکعبہ اور زبیر کی بہن ہیں۔

غزوہ بدر کے بارے میں عاتکہ نے خواب دیکھا تھا۔

اروی بنت عبدالمطلب :

اروی کے اسلام میں بھی علماء نے اختلاف کیا ہے —— ان کی والدہ صفیہ بنت جندب ہیں —— اروی' حارث بن عبدالمطلب اور قثم بن عبدالمطلب کی بہن ہیں —— ان کی شادی عمیر ابن وہیب بن عبدالدار ابن قصی سے ہوئی تھی —— عمیر سے ان کا ایک فرزند طلیب پیدا ہوا۔

عمیر کے بعد ان کا بیاہ کلدہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی سے ہوا —— طلیب ایمان لے آئے تھے۔ ان کا شمار فاضل صحابہ میں ہوتا ہے۔ طلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے اسلام میں ایک سبب تھا جیسا کہ واقدی نے اسے بیان کیا ہے۔

ام حکیم بیضا بنت عبدالمطلب :

ام حکیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کی بہن ہیں۔ یعنی ان کی والدہ بھی فاطمہ بنت عمرو بن عایذ ہیں۔

برہ بنت عبدالمطلب :

برہ بنت عبدالمطلب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں —— ان کی والدہ بھی فاطمہ ہیں۔

یہ ابی رہم بن عبدالعزی العامری کی شریک حیات تھیں —— ابی رہم کے بعد ان کی شادی عبدالاسد بن حلال المخزومی سے ہوئی۔ عبدالاسد سے ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر تھے —— جو بعد ازاں حرم نبوی میں داخل ہو کر ام المومنین کے شرف سے سرفراز ہوئیں۔

امیمہ بنت عبدالمطلب :

یہ بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں۔ ان کی شادی جحش بن ریاب سے ہوئی تھی —— جحش سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں :

☆ عبداللہ ☆ عبیداللہ ☆ ابواحمد

☆ زینب ام المومنین ☆ ام حبیبہ ☆ حمنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دادیاں

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ مائیں جو آپ کے والد ماجد کی طرف سے ہیں :

❖ ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران ابن مخزوم ہیں۔

❖ ...... عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی ابنۃ عمرو بنی نجار سے ہیں —— ہاشم سے پہلے احیحہ ابن الجلاح کے نکاح میں تھیں۔ احیحہ سے انہوں نے عمرو بن احیحہ کو جنم دیا —— عمرو ماں کی طرف سے عبدالمطلب کا بھائی تھا کیونکہ ہاشم کے بعد سلمٰی احیحہ کے نکاح میں آئی تھیں۔

❖ ...... ہاشم کی والدہ عاتکہ بنت مرہ بن ھلال بن فالج ابن ذکوان بنی سلیم تھیں۔

❖ ...... عبدمناف کی والدہ عاتکہ بنت فالج ابن ذکوان بنی سلیم سے تھیں۔

❖ ...... قصی کی والدہ فاطمہ بنت سعد از دالسراۃ سے تھیں۔

❖ ...... کلاب کی ماں نعم بنت سریر ابن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ تھیں۔

❖ ...... مرہ کی ماں وحشیہ بنت شیبان بن محارب بنی فہم سے تھیں۔

❖ ...... کعب کی والدہ سلمٰی بنت محارب فہم سے تھیں۔

❖ ...... لوی کی والدہ وحشیہ بنت مدلج بن مرہ بن عبدمناف بن کنانہ تھیں۔

❖ ...... غالب کی ماں سلمٰی بنت سعد بن ہذیل تھیں۔

❖ ...... فہر کی والدہ عیندلہ بنت حارث الجرہمی تھیں۔

❖ ...... مالک کی والدہ ہند بنت عدوان ابن عمرو بن قیس بن عیلان تھیں۔

❖ ...... نضر کی ماں برہ بنت مرہ اخت تمیم بن مرہ تھیں۔[۱] [۲]
❖ ...... کنانہ کی ماں عوانہ بنت سعد بن قیس بن عیلان بن مضر ہیں۔
❖ ...... مضر کی ماں سودہ بنت ملک بن عدنان ہیں۔
❖ ...... سعد کی ماں ان کی قوم سے ہیں' ان کا نام امینہ ہے۔

طبری نے کہا ہے کہ قبیلے کے اعتبار سے ان جدات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

❖ پہلی جدہ قرشیہ مخزومیہ ہیں
❖ دوسری جدہ نجاریہ ہیں
❖ تیسری جدہ سلیمیہ ہیں
❖ چوتھی جدہ بھی سلیمیہ ہیں دوسری روایت میں
❖ پانچویں جدہ ازدیہ ہیں۔خزاعیہ ہیں
❖ چھٹی جدہ فہمیہ ہیں
❖ ساتویں جدہ بھی فہمیہ ہیں
❖ آٹھویں جدہ بھی فہمیہ ہیں یا فہریہ ہیں
❖ دراصل خط سے وہم ہوتا ہے کہ فہمیہ ہیں یا فہریہ ہیں۔
❖ نویں جدہ کنانیہ ہیں
❖ دسویں جدہ ھذلیہ ہیں
❖ گیارہویں جدہ جرہمیہ ہیں
❖ بارھویں قیسیہ ہیں
❖ تیرہویں جدہ مرہمیہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نانیاں

❖ ...... حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ ابن کلاب بن مرہ......
❖ ...... کلاب کی والدہ برہ بنت عبدالعزی بن قصی بن عثمان بن عبدالدار کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں۔
❖ ...... حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد وہب کی والدہ عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن ھلال ابن فالج ابن ذکوان بنی سلیم سے ہیں۔ اسے ابن قتبہ نے ذکر کیا ہے۔

ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ عاتکہ کے والد اوقص بن ابوکبشہ کے نام سے مشہور ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نسبت کئے جاتے تھے' یعنی لوگ آپ کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے۔[۳]

---

[۱] ایسا ہی ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ مصنف نے اقتصار سے وہ ذکر کیا ہے جس کو ابن قتبہ نے ''کتاب المعارف'' میں ذکر کیا ہے جیسا کہ طبری نے اسے ابن قتبہ سے حکایت کیا ہے۔

[۲] مصنف نے کنانہ سے چھوڑ دیا ہے۔ زرقانی نے سعد تک بیان کیا ہے......مگر اصل کتاب زرقانی شرح مواہب الدنیہ میں بھی نزار کی والدہ کے ذکر کی جگہ سے تفصیل متروک ہے۔ [۳] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں):

❖ ...... ام برہ، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ وہ ام حبیب ہیں۔ یہ ابن قتیبہ اور ابن اسحاق نے لکھا ہے۔
ابوسعید نے کہا ہے کہ وہ ام سفیان ہیں —— ان دونوں ناموں میں توفیق یوں ممکن ہے کہ دونوں اسموں سے ایک
اسم کنیت کے لفظ سے ہو اور دوسرا کنیت ہو۔
ام حبیب یا ام سفیان بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب۔

❖ ام حبیب کی ماں برہ بنت عوف بن عبید بن عویج ابن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔
ابن ہشام نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد آدم علیہ السلام میں حسب میں اشرف ہیں اور ماں
باپ کی طرف سے کل اولاد آدم سے افضل ہیں۔

❖ برہ بنت عوف کی والدہ کا نام قلابہ ہے۔ قلابہ بنت حارث بن طانجہ ابن صعصعہ بن عائذ بن لحیان بن ہزیل ہیں۔
محمد بن حبیب سے کتاب الروض میں یوں روایت ہے:

صعصعه ابن غاديه بن كعب بن طانجه بن لحيان بن هذيل

زبیر نے کہا ہے کہ حادثہ کی کنیت ابو قلابہ تھی —— حارث اقدام شعرائے ہذیل ہے۔ حارث کے شعر سے ان کا یہ
قول ذکر ہے:

لا تامنن وان امسيت فى الحرم

حتىٰ تلاقى مايمنى لك المانى

كالخير والشر مقردونان فى قرن

بكل ذلك ياتيه الجديدان

☆ قلابہ کی ماں ہند بنت یربوع، بنی ثقیف سے ہے۔ یہ ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے —— ابن سعد نے کہا ہے کہ ہند بنت

صفحہ گزشتہ کا حاشیہ: آپ ابوکبشہ کی طرف اس لئے نسبت کئے گئے ہیں کہ ابوکبشہ عربوں کے برعکس شعری ستارہ کی عبادت کرتے تھے۔ اہل عرب میں ان کے سوا کوئی اور شخص شعری ستارہ کی عبادت نہیں کرتا تھا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طریق کے خلاف لائے ہیں جس راہ پر اہل عرب تھے۔ یعنی وہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے......

اہل عرب نے آپ کو ابن ابی کبشہ کہا تو یہ کہنا محض مخالفت سے تھا کہ ابوکبشہ عربوں کے برعکس شعری ستارہ کی عبادت کرتے تھے...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدائے واحد کی عبادت کی تعلیم فرمائی۔ یہ بات بھی عربوں کی روش کے خلاف ہوئی۔ آپ کا نام ابن ابی کبشہ برائی کے ارادے سے نہیں تھا بلکہ برائے مخالفت تھا۔

آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بھائی وھب کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں جو کہ ابوکبشہ کے لقب سے مشہور تھے...... یہ نسبت ماموں کی طرف سے عربوں کی عداوت اور تحقیر کی وجہ سے تھی...... دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ کا لقب ابوکبشہ تھا...... حارث کی ایک بیٹی کا نام کبشہ تھا۔ آپ حارث کی طرف نسبت کئے گئے۔ دودھ پلانے والی کے شوہر کی طرف نسبت عداوتاً تھی...... ایک اور روایت ہے کہ ابوکبشہ حلیمہ کے باپ کا نام تھا...... یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبدالمطلب کے جدّ کے جد جو ماں کی طرف سے تھے، یہ نسبت ان کے ساتھ ہے۔
جیسا کہ ابن اسحاق نے کہا ہے۔

مالک ابن عثمان، بنی لحیان سے ہے۔

محمد بن حبیب نے کہا کہ قلابہ کی ماں امیہ بنت مالک بن غنم بن لحیان بن غادیہ ہے —— ان کی والدہ بنت کہف الظلم بنی ثقیف سے ہے جیسا کہ کتاب الروض میں ہے۔

حاصل کلام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی امہات سے:

☆ جدہ اولیٰ، ثانیہ اور ثالثہ قرشیات ہیں۔

☆ آپ کی والدہ کے باپ کی ماں سلیمہ ہیں۔[1]

☆ چوتھی لحیانیہ بذلیہ اور

☆ پانچویں ثقیفہ ہیں۔

عرب قبائل میں سے ہر ایک قبیلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عصبہ نسبیہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی مائیں اور آیائیں

☆ ثویبہ ☆ حلیمہ سعدیہ ☆ ام ایمن[2]

ان رضاعی ماؤں کے ساتھ ساتھ ایک خاتون ہیں، جنہوں نے آپ کو گود کھلایا ہے:

☆ شیما بنت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

ثویبہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پہلے ان کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ پلایا —— حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ثویبہ نے سات روز تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

ثویبہ ابولہب کی کنیز تھیں۔ ثویبہ نے ابولہب کو جب اس کے مرحوم بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کی پیدائش کی خبر سنائی۔ اس نے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔[3]

ثویبہ کے اسلام میں علماء نے اختلاف کیا ہے —— آپ ثویبہ کا اکرام فرماتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی تو ثویبہ آپ کے ہاں آیا کرتی تھیں —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ

---

[1] اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انا ابن العواتك من سليم

[2] خولہ بنت منذر بھی آپ کی رضاعی ماں ہیں۔

[3] حضور کے صدقے میں سب سے پہلے ثویبہ کو غلامی سے آزادی ملی --- طاہر

منورہ سے ثویبہ کو لباس اور صلہ بھیجتے تھے—— ابوعمر نے کہا ہے کہ ثویبہ نے فتح خیبر کے بعد ۷ھ میں انتقال کیا۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ان کا نام برکہ بنت ثعلبہ بن حصن بن مالک تھا۔ ان کے اصل نام کے بجائے ان کی کنیت غالب ہوگئی تھی۔ ان کے بیٹے ابن الحبشی کے نام سے ان کی کنیت تھی۔

عبید کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیاہ کیا۔ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنم دیا۔

ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن نے ام ایمن کو آپ کو دے دیا تھا—— ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو ہجرتیں کیں:

- ☆ ایک ہجرت حبشہ کی طرف'
- ☆ دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف'

ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملکیت سے متعلق یہ روایتیں بھی ہیں:

- ☆ ام ایمن حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملک میں تھیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ایمن کے وارث ہوئے۔
- ☆ ام ایمن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی ملک تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

''میری ماں کے بعد ام ایمن میری ماں ہیں۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ بنت ابی ذویب بنی ہوازن سے ہیں—— حلیمہ نے آپ کو یہاں تک دودھ پلایا کہ آپ کی رضاعت کو کامل کردیا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوم حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپ ان کے لیے کھڑے ہوگئے۔ ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر بیٹھ گئیں۔

حضرت شیما بنت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنی ماں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیا کرتی تھیں۔
غزوہ بنی ہوازن کے دوران حضرت شیما بھی جنگی قیدی بنائی گئیں۔ شیما نے مسلمان لشکریوں سے کہا:

''میں تمہارے صاحب کی بہن ہوں۔''

سواروں نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ جب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو حضرت شیما نے

آپ سے کہا:

''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کی بہن ہوں۔''

آپ نے شیما سے مرحبا فرمایا اور ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ انہیں اس پر بٹھایا۔ آپ کی چشمان مبارک میں آنسو بھر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما سے فرمایا:

''اگر تم اس بات کو دوست رکھتی ہو کہ تم میرے پاس ٹھہرو' تو میرے پاس ٹھہر جاؤ' تمہارا اکرام کیا جائے گا اور تمہیں محبت سے رکھا جائے گا ـــــ اور اگر تم اس بات کو پسند کرتی ہو کو پلٹ کے اپنی قوم کی طرف چلی جاؤ تو میں تجھے تیری قوم میں پہنچا دوں گا۔''

شیما نے کہا:

''آپ مجھے پہنچا دیجئے' میں اپنی قوم کی طرف پلٹ جاؤں گی''۔

شیما نے اسلام قبول کرلیا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما کو تین غلام' ایک کنیز اور اونٹ اور بکریاں عطا فرمائیں ـــــ اسے ابوعمر اور ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے۔

آپ کے دودھ شریک بھائی اور بہنیں

ثویبہ سے دودھ شریک بھائی یہ ہیں:

- ☆ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ ابوسلمہ بن عبدالاسد
- ☆ سروح بن ثویبہ (ابن ابولہب)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دودھ شریک بھائی بہن یہ ہیں:

- ☆ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب
- ☆ عبداللہ ابن حلیمہ سعدیہ
- ☆ آسیہ بنت حلیمہ سعدیہ
- ☆ جدامہ یعنی شیما بنت حلیمہ سعدیہ

پانچویں فصل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو لوگ خادم تھے' ان میں یہ نام ہیں:

- ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت سعد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوالسمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوذر جندب غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت نعیم بن ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید الانصاری بنوخزرج سے ہیں — آپ کی کنیت ابوحمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت نو یا دس سال تک کی — حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اللهم اكثر ماله و ولده و ادخله الجنة

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ نماز میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۹۳ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر سو برس سے زیادہ تھی — جن صحابہ کرام کا بصرہ میں وصال ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب سے آخر میں فوت ہوئے — حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور مناقب کثیر ہیں۔

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں سے ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو آپ کو وضو کراتے تھے

—— انہوں نے ۶۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طہارت کا ظرف رکھتے تھے۔ آپ کے سامنے غزوہ حنین میں شہید ہو گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شعر میں ان کا ذکر کیا ہے:

وعاشر نالاقی الحام بنفسہ　　لمامس فی اللہ لایتوجع

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود بن غافل ابن حبیب الہذل اسلام میں سابقین اولین میں سے ہیں—— حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر اور دوسرے کل مشاہد میں آپ کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں۔

ان کے ذمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تکیہ' مسواک' نعلین مبارک اور وضو کے پانی کا اہتمام تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان اشیاء کے والی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت کھڑے ہوتے تھے تو عبداللہ آپ کی نعلین مبارک آپ کو پہناتے تھے اور جس وقت تشریف فرما ہوتے تو عبداللہ آپ کی نعلین مبارک کو آپ کے اٹھنے کے وقت تک اپنی کلائیوں میں پہنے رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۳۲ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عقبہ بن عامر بن عبس بن عمرو الجہنی کے ذمہ آپ کے بغلہ کا اہتمام تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغلہ کی لگام پکڑے رہتے۔ پستی اور بلندیٔ راہ کے خیال سے یا اس سبب کے بغلہ بے راہ نہ چلے—— یا اس سبب سے کہ آپ بغلہ پر نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ عقبہ آپ کے سفروں میں آپ کو نہایت رفق سے بغلہ پر لے جاتے تھے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغلہ پر ایک راستہ میں سفر کے راستوں سے لے جا رہا تھا۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے عقبہ! سوار ہو جاؤ''

یعنی تنہا مرکب پر بیٹھ جاؤ عقبہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجلال اس امر سے کیا کہ میں آپ کے مرکب پر سوار ہوں۔ پھر میں نے یہ خوف کیا کہ آپ کے حکم کے خلاف عمل کرنے سے گناہ ہوگا—— میں تھوڑی دیر سوار ہو اور بغلہ سے اتر پڑا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہو گئے اور میں بغلہ کی باگ پکڑ کے آپ کو لے جا رہا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا:

''اے عقبہ! کیا میں تم کو دو اچھی سورتوں کی تعلیم نہ کروں۔ ان دونوں کو لوگوں نے پڑھا ہے۔''

عقبہ نے کہا:

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک آپ سکھائیں۔''

آپ نے فرمایا:

قل اعوذ برب الفلق اور **قل اعوذ برب الناس** یہ دوسورتیں ہیں۔ [1]

امام احمد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے عقبہ! کیا میں تم کو ان تین سورتوں کی بہتر سورۃ نہ سکھاؤں جو توارات' انجیل اور معنا اور قرآن مجید میں لفظ نازل کی گئی ہیں۔''

عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں نے آپ سے عرض کیا' بے شک مجھے سکھلائیں۔''

عقبہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سورہ قل ھو اللہ احد' قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھائی۔''

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب اللہ کے عالم تھے اور علم الفرائض خوب جانتے تھے۔ فصیح البیان اور شاعر تھے اور اعلیٰ درجہ کا نطق رکھتے تھے۔ ۴۴ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم ہوئے۔ پھر حضرت معاویہ نے انہیں اس حکومت سے علیحدہ کر دیا اور مسلمہ بن مخلد کو ان کی جگہ والی بنایا۔

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر میں ۵۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کی سواری کے اونٹ کی خدمت ان کے ذمہ تھی۔ اونٹ پر کجاوہ باندھتے اور کھولتے تھے۔ حضرت اسلع روایت کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کے اونٹ پر آپ کے لیے کجاوہ رکھا کرتا تھا۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''اے اسلع اٹھو اور اونٹ پر کجاوہ باندھو''

میں نے عرض کیا:

''یارسواللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں جنب ہوں۔'' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔ اسی وقت آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور صعید کی آیت لائے۔''

---

[1] اس حدیث کو امام احمد' ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

[2] قرآن شریف میں سورۂ نسا میں آیت تیمم ہے۔ اس کے شان نزول کی نسبت صحیح روایت یہ ہے کہ دوران سفر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے کا ہار گم ہوگیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ڈھونڈا۔ صبح ہوگئی لشکر میں پانی نہیں تھا کہ نماز کے لئے وضو کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بطفیل آل ابوبکر آیت تیمم نازل ہوئی —— اسلع کا واقعہ نزول آیت تیمم شاید مکرر ہو۔

یعنی جنابت کی حالت میں پاک مٹی سے تیمّم کرو اگر پانی نہ پاؤ۔ جبرئیل علیہ السلام کے آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے اسلع اٹھو اور تیمّم کرلو۔''

اسلع نے کہا:

''میں اٹھا اور میں نے تیمّم کیا۔ پھر میں نے آپ کے لیے اونٹ پر کجاوہ باندھا۔ پھر آپ چل دیئے۔ یہاں تک کہ ایک پانی پر گزر ہوا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا:

''اے اسلع اپنی جلد کو مس کرو یعنی غسل کرلو۔''

اسلع نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تیمّم کرنا سکھایا۔ ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لیے دونوں کہنیوں تک۔''

یہ طبرانی میں ربیع بن بدر بن عمرو سے روایت ہے جو کہ عمرو نے اسلع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلاواسطہ بیان کی۔

حضرت سعد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام سعد ہیں۔ دوسری روایت میں سعید نام لکھا ہے۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن ماجہ نے ایک حدیث روایت کی ہے جسے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے ان سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں سے حضرت ابوذر جندب ابن جناوۃ الغفاری ہیں۔ ان کا اسلام قدیم تھا۔ انہوں نے ربذہ میں ۳۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے چند دن بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی۔ جبکہ ابن اثیر نے ''اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ'' میں لکھا ہے کہ اسی دن وفات پائی۔

حضرت ابوحذیفہ مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کا نام مہاجر اور کنیت ابوحذیفہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور ان کی خدمت کی ہے۔ فتح مصر میں حاضر ہوئے ہیں۔ مصر سے طحا میں چلے گئے تھے۔ وہیں انتقال کیا۔

حضرت حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کے خادموں سے حضرت حنین ہیں جو عبداللہ بن حنین الہاشمی مدنی ثقہ کے والد ہیں۔ حنین حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ

کے غلام ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے — پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخش دیا۔

حضرت نعیم بن ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت نعیم بن ربیعہ بن کعب الاسلمی ہیں۔ ابن مندہ نے انہیں صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوالحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کے ان خادموں سے ابوالحمراء بھی آپ کے خادم ہیں۔

حضرت ہلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ہلال بن الحارث یا ابن ظفر نام ہے۔ یہ بھی آپ کے خادم ہیں۔ حمص میں رہے اور وہیں وفات پائی۔

حضرت ابوالسمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں سے ابوالسمح ہیں۔ ان کا نام ایاد ہے۔ ان خادموں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور بھی خادم تھے جنہیں مصنف مواہب نے ترک کر دیا ہے لیکن زرقانی شارح مواہب نے ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادم عورتیں

آپ کی خادماؤں میں یہ نام ذکر کیے گئے ہیں:

- ☆ ام ایمن حبشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ☆ خولہ اون رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ☆ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ☆ میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ☆ ام عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام ایمن حبشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

عورتوں میں سے آپ کی خادمہ برکہ ام ایمن حبشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بیس دن بعد وفات پائی۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ حضرت حفص بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دادی ہیں — حضرت حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالواسطہ اپنی دادی سے روایت کی ہے کہ آپ کے تخت کے نیچے کتے کا ایک بچہ مر گیا۔ وحی رک رہی۔ آپ نے خولہ سے فرمایا:

''کیا وجہ ہے کہ جبرئیل میرے پاس نہیں آتے''

آپ نے اپنی چادر مبارک اوڑھی اور باہر تشریف لے گئے۔ ہم نے مکان میں جھاڑو پھیری۔ کتے کا مردہ بچہ نکلا۔ پھر آپ پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے سورہ والضحیٰ و اللیل اذا سجیٰ نازل فرمائی۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ کی خادمہ سلمیٰ ام رافع زوجہ رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ کی خادمہ میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اصحاب سنن اربعہ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔

حضرت ام عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

آپ کی خادمہ ام عیاش کا نام بعض علماء نے ام عباس لکھا ہے۔ یہ حضرت رقیہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ ہیں۔ اور آپ کی خدمت کرتی رہی ہیں۔ ان سے متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں۔

مجرموں کی گردن مارنے والے صحابہ کرام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو کفار مجرموں کی گردن مارنے والے صحابہ کرام کے دس نام سامنے آئے ہیں:

- ☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابن ابی طالب
- ☆ حضرت زبیر بن عوام جواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ مقداد بن عمرو معروف بہ ابن الاسود الکندی
- ☆ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ عاصم بن ثابت بن افلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سو سواروں کے درجہ میں شمار کئے جاتے تھے۔

آپ کے دیگر خادم

- ☆ قیس ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ رباح النوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت قیس ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قیس ابن سعد بن عبادۃ الخزرجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوتوال کے درجہ میں تھے۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ مؤذن کی خدمت پر مامور تھے اور آپ کے عیال کے تعلقات پر تھے۔

حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ الدوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی پر مقرر تھے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اسلم ہے ــــ بعض علماء نے اختلاف کیا ہے اور ان کے دس نام بیان کئے ہیں۔ یہ قبطی ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متاعون پر مامور تھے۔

حضرت رباح النوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے اعتزال فرمایا تھا اور بالاخانہ پر تشریف فرما تھے ــــ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے پاس حاضر ہونے کے لیے اجازت چاہی۔ رباح النوبی نے انہیں اجازت دے دی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ

آپ کی مختلف مواقع پر حفاظت کرنے والوں کے یہ نام سامنے آتے ہیں :

☆ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
☆ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
☆ حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
☆ محمد بن مسلمۃ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
☆ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
☆ حضرت ابن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کے جارسوں سے سعد بن معاذ بن نعمان ابن امراء القیس بنی اوس کے سردار تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقبہ ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے جس وقت حضرت مصعب قرآن مجید کی تعلیم کے لیے ان کے قبیلے میں بھیجے گئے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق میں شامل ہوئے تھے۔ وہاں ان کی آنکھ میں ایک تیر لگا۔ ایک ماہ تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ کیا۔ بنی قریظہ کے بارے میں ان کی دعا قبول ہوئی۔ ان کا زخم صحت پذیر ہوگیا تھا ــــ پھر ان کا زخم کھل گیا اور خون جاری ہوگیا۔ ایک بھیڑ ان کی طرف سے گزری اس کا کھر ان کے زخم میں لگ گیا اور وہ زخم جاری ہوگیا اور انہوں نے وفات پائی۔

جس وقت رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں عریش[1] میں سوئے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ آپ کی حفاظت کی تھی۔

---

[1] کھجور کی شاخوں سے جو سائبان بنایا جاتا ہے اسے عریش کہتے ہیں۔

حضرت محمد بن مسلمۃ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہوں نے یوم احد میں جنگ کے وقت تک آپ کی حراست کی تھی۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہوں نے یوم خندق میں رسواللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کی تھی۔ یعنی جتنی مدت غزوہ حندق کی تھی اسی مدت تک آپ کی حراست کی تھی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ظالموں نے بہت دکھ دیئے۔ امیہ بن خلف انہیں تپتی ریت اور چلچلاتی دھوپ میں لٹا دیتا اور ان کے سینہ پر بھاری پتھر رکھ کر کہتا کہ:

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دو اور کفر کو اختیار کرو۔"

لیکن ان کے ہونٹوں سے یہی بات نکلتی:

"اللہ احد اللہ احد" اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ اوقیہ چاندی اور ایک حبشی غلام کے عوض خرید کر آزاد کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم دی تو وہ ٹھہر گئے —— ان کی وفات کے بعد جہاد کے ارادہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت لے کر ملک شام میں مقیم ہوگئے۔ یہ قیام عمر کے آخری حصے میں ہوا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی پس ماندہ نہ رہا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وادی القریٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حراست کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

غزوہ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عریش میں رسواللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس کے پاس اپنی برہنہ تلوار لیے کھڑے تھے تاکہ مشرکوں سے کوئی شخص آپ تک نہ پہنچ سکے۔ اس حدیث کو ابن السمان نے "موافقت" میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابن مغیرو بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یوم حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے پاس تلوار لیے کھڑے تھے۔

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حراست کیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت واللہ یعصمک من الناس نازل ہوئی تو آپ نے حراست ترک کر دی۔

ترک حراست کا حکم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حراست کی جاتی تھی۔ یہ آیت نزل ہوئی: واللہ یعصمك من الناس ۔

آپ نے اپنا سر مبارکہ قبہ سے نکالا اور صحابہ کرام سے فرمایا:

''تم لوگ پلٹ کے چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے میری نگہبانی کی ہے''

اس حدیث کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام

یوں تو تمام اہل ایمان میرے پیارے آقا کے غلام ہیں لیکن صحابہ کرام میں سے خاص طور سے جو آپ کے غلام تھے' خادم تھے۔ یہاں ان کا ذکر مقصود ہے۔ مصنف نے اٹھارہ غلاموں کا ذکر کیا ہے:

- ☆ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوکبشہ اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت یسار الراعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت رباح الاسود نوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت زید توبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت مدعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت سندرو واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت رفاعہ بن زید الخذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت مابور رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوبکرہ نقیع بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت انجشہ الحادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت شمعون بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب تھے۔ آپ نے زید کو آزاد کردیا تھا اور اپنی کنیز خادمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کردیا تھا۔ جن کا نام برکہ تھا۔ برکہ سے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم بن حرام نے اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے چار سو درہم میں خرید کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زید کو ہبہ کردیں—— حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کو ہبہ کردیا۔

ان کے قصہ کو محمد بن اسحاق نے سیرت میں ذکر کیا ہے کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور چچا مکہ میں آئے۔ انہوں نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پایا۔ ان دونوں نے یہ چاہا کہ ان کا فدیہ ادا کردیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر کے درمیان اختیار دیا کہ:

☆ آپ زید کو ان دونوں کے حوالے کردیں' —— یا

☆ زید کو اپنے پاس رکھیں۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امر کو اختیار کیا کہ حضور ان کو اپنے پاس رکھیں۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ پر کسی کو اختیار نہ کروں گا۔"

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں مسلمانوں کے لشکر پر اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا۔ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ یا وادی القریٰ میں ۵۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہمیشہ رہتے تھے۔ آپ کے بعد ملک شام میں رملہ کو چلے گئے۔ پھر ۵۴ھ میں حمص میں وفات پائی۔

حضرت ابوکبشہ اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کے بارے میں یہ بھی ہے کہ ان کا نام سلیم ہے۔ آپ مکہ میں پیدا ہوئے —— حاکم نے کہا ہے کہ سرزمین دوس میں پیدا ہوئے۔ غزوہ بدر میں حصہ لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے پہلے دن ۱۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کا نام صالح بن عدی الحبشی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ فارسی ہیں —— آپ کے بارے دو روایتیں ہیں:

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شقران کو ہدیۃً بھیجا تھا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شقران کو خرید کیا تھا۔

شقران بدر میں حاضر ہوئے تو غلام تھے۔ بدر کے بعد آزاد کردیئے گئے —— حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ شقران نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

حضرت رباح الاسود نوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت تنہا تشریف رکھتے تو رباح کسی کو آپ کے پاس داخل ہونے کے لیے اجازت دیتے۔ یہ وہی رباح ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت اذن دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالا خانہ پر تشریف رکھتے تھے۔

حضرت یسار الراعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان غلاموں میں سے یسار الراعی ہیں جن کو عرینہ کے لوگوں نے قتل کیا تھا۔ بخاری اور مسلم میں ان کا قصہ ہے۔

حضرت زید توبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ یسار الراعی کے والد ہیں۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ نہیں ہیں۔ ابن اثیر نے معرفت میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مدعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

مدعم بہ کسر میم اول و فتح عین وسکون میم ثانی ـــــ یہ حبشی غلام ہیں۔ رفاعہ بن زید الضبی کے غلام تھے۔ رفاعہ نے مدعم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہدیۃً بھیج دیا تھا۔ جیسا کہ صحیحین اور موطا میں ہے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کا نام اسلم ہے۔ یہ قبطی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔ انہوں نے ابورافع کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا تھا ـــــ ابورافع نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی جب خبر دی تو آپ نے ابورافع کو آزاد کر دیا تھا۔

ابورافع نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے تھوڑا عرصہ پہلے وفات پائی ـــــ

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے اوائل میں وفات پائی جیسا کہ ''اصابہ'' میں ہے۔

حضرت رفاعہ بن زید الخذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہی موالی سے رفاعہ بن زید الخذامی ہیں۔

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کے نام میں علماء نے اختلاف کیا ہے ـــــ اکیس نام روایت کیے گئے ہیں:

☆ طہمان	☆ کیسان	☆ مہران	☆ مروان
☆ نجران	☆ رومان	☆ ذکوان	☆ سنبہ (بہ سین)
☆ شنبہ	☆ احمر	☆ احمد	☆ ریاح
☆ مفلح	☆ عمیر	☆ نقیب	☆ عبس

☆ عبسی ☆ ایمن ☆ قیس ☆ مرقیہ

☆ صالح جیسا کہ ''اصابہ'' میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام سفینہ رکھا تھا۔ اس لیے کہ سفر میں اصحاب ان پر کثیر شے بار کرتے تھے۔۔۔ سفینہ بڑی کشتی کو کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

احمل خانما انت سفینة

حضرت مابور رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ قبطی خواجہ سرا تھے۔ ام المومنین حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قرابت داروں سے تھے۔ یہ ان جملہ سے ہیں جنہیں مقوقس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہدیۃً بھیجا تھا۔

''اصابہ'' میں ان کا نام ہابور لکھا ہے۔

حضرت سندر و واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

ان غلاموں سے سندر اور واقد ہیں۔۔۔ جسن بن سفیان اور طبرانی نے زادان کے طریق سے واقد سے روایت کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں۔ آپ نے فرمایا:

من اطاع اللہ فقد ذکر اللہ وان قلت صلوٰتہ وصیامہ و قرأت القرآن

حضرت انجشہ الحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ حبشی غلام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حدی خوانوں میں سے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سلمان بن عبداللہ فارسی کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔۔۔ عالم اور زاہد تھے۔ اپنے ہاتھ سے کسب کر کے کھاتے تھے اور اس سے عطا کرتے تھے۔۔۔ انہیں سلمان ابن الاسلام اور سلمان الخیر بھی کہتے ہیں۔

ان کا تعلق فارس کے شہر اصفہان سے ہے۔۔۔ دیگر روایتوں میں رام ہرفر سے تعلق ہے۔ ان کا اول مشاہد خندق ہے۔ یعنی انہی کے مشورہ کے پیش نظر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اور مشرکین کی مزاحمت کی گئی۔

۳۴ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ ان کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے:

☆ تین سو برس ☆ اڑھائی سو برس ☆ اسی برس

چونکہ یہ ایک غلام تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مکاتب ہو جانے کے لئے فرمایا۔ مکاتب میں کھجور کے تین سو درخت اور چالیس اوقیہ سونا ٹھہرے۔۔۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کھجور کے تین سو درخت لگائے اور اصحاب سے چالیس اوقیہ سونا کے لیے مدد چاہی۔ تب سلمان آزاد ہوئے۔

حضرت شمعون بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کے نام سے متعلق تین روایتیں ہیں:

☆ شمعون بن زید ☆ شمغون بن زید ☆ عبداللہ بن النضر

ان کی کنیت ابوریحانہ ہے اور کنیت سے ہی مشہور ہیں۔ ان کی نسبت تین آراء ہیں:

☆ انصاری ہیں ☆ قرشی ہیں ☆ ازدی ہیں

''اصابہ'' میں ہے کہ کل انصار ازدی ہیں ـــــ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ انصار کے حلیف ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں ـــــ فتح دمشق میں حاضر ہوئے اور مصر میں آئے ہیں۔ بیت المقدس میں رہائش اختیار کی ـــــ ان سے اہل مصر کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابوبکرہ نقیع بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابوبکرہ نقیع بن الحارث بن کلدہ قاضی جلیل بکار بن قتیبہ الحنفی قاضی مصر کے دادا ہیں ـــــ (ابوقاضی جلیل قرافہ مصر میں مدفون ہیں ـــــ لوگ ان کے مزار کی زیارت کرتے ہیں ـــــ امام شافعی نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ پر جو اعتراضات کئے تھے انہوں نے اس کا رد کیا ہے ـــــ عدل، عفت، نزاہت اور ورع میں ان کے اخبار مشہور ہیں۔ خلیفہ متوکل باللہ نے انہیں قاضی مقرر کیا تھا۔)

نوٹ: مصنف نے بہت سے موالی کا ذکر ترک کر دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلام خواتین

مصنف نے چھ غلام خواتین کے نام بیان کئے ہیں:

☆ حضرت ام ایمن والدہ اسامہ بن زید ☆ حضرت سلمیٰ ام رافع زوجہ ابورافع

☆ حضرت ماریہ قبطیہ والدہ حضرت ابراہیم فرزند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ حضرت ریحانہ قرظیہ یا نضریہ ☆ قیصر ہمشیرہ ماریہ

☆ حضرت سیرین ہمشیرہ ماریہ

مقوقس نے حضرت ماریہ کے ہمراہ قیصر اور سیرین کو بھیجا تھا۔ تینوں بہنیں تھیں۔ سیرین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔ قیصر کو ابی جہیم بن حذیفہ کو دے دیا۔ دوسری جگہ جہیم بن قیس لکھا ہے۔

ابن جوزی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تینتالیس (۴۳) ہیں اور گیارہ لونڈیاں ہیں ـــــ ابن جوزی کے غیر نے غلام مرد اور غلام عورت ایک منفرد تصنیف میں زیادہ کئے ہیں۔

چھٹی فصل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء کرام قاصد' کاتب اور مکتوبات شریف

خلیفہ اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان خلفائے راشدین سے ہر خیر کی سربلندی ہے جس میں اسلام اور دخول جنت ہے۔۔۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول خلیفہ ہیں۔۔۔ سالم بن ابی الجعد نے کہا ہے کہ میں نے محمد الحنیفہ سے پوچھا:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس وجہ سے سب پر امتیاز ہے؟ صحابہ کرام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی کا ذکر نہیں آتا۔''

ابن الحنیفہ نے کہا:

''تمام صحابہ میں آپ اسلام میں افضل تھے۔ جس وقت آپ مسلمان ہوئے' آپ ہمیشہ اسی صفت سے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔''

اس حدیث کو محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

شان صدیق بزبان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ آپ حلفیہ یہ فرماتے تھے:

ان اللہ انزل اسم ابی بکرم من السماء الصدیق

ابو یحییٰ نے کہا ہے کہ میں نے کتنی بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سنا ہے' میں اس کا شمار نہیں کرسکتا۔ آپ منبر پر یہ فرماتے تھے:

۱؎ اے صاحب رسول خداوند بحروبر صدیق پاک' مخزن تصدیق کے گہر
اے یار غار اس سے زیادہ میں کیا کہوں بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر
ماہنامہ نور الحبیب' بصیر پور شریف' شمارہ ستمبر ۲۰۰۱ء ص ۱۶

ان اللہ عزوجل اسمی ابابکر علی لسان محبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدیقا لے

اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

شان صدیق بزبان رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

شان صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں متعدد حدیثیں ہیں' جو درج ذیل ہیں:

☆ ابابکر ان اللہ سماك الصدیق —— (بروایت دیلمی)

☆ اماانك یا ابابکر اول من یدخل الجنة من امتی (ابوداؤد' حاکم)

☆ ماطلعت الشمس ولا غربت بعد النبیین والمرسلین علی افضل من ابی بکر —— (ابونعیم)

''انبیاء ومرسلین کے بعد ابوبکر صدیق سے افضل پر سورج طلوع یا غروب نہیں ہوا۔'' الریاض النضرة صفحہ ۱۳۶)

یعنی صدیق اکبر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ کائنات بھر میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔

☆ ثانی الملائکة ابی بکر مع النبیین و تصدیقین تزفه الی الجنة زفارف (دیلمی)

☆ ان امن الناس علی فی صحبة وماله ابوبکر ولو کنت متخذاخلیلا غیرربی لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن اخوة الاسلام ومودته لایقین فی المسجد باب الاسد الاباب ابی بکر (بخاری)

☆ احب الناس الی عائشه ومن الرجال ابوها (شیخین)

☆ لیس احد من الناس امن علی فی نفسه و ماله من ابی بکر

☆ مالا حد عندنا مدالا کا فانه علیها ماخلا ابابکر فان له عندنا یدایکا فیه اللہ بها یوم القیامة (ترمذی)

☆ ان اعظم الناس علینا منا ابوبکر زوجنی ابنته دواسانی بنفسه وان خیر المسلمین مالا ابوبکر اعتق منه بلا لاوحملنی الی دارالهجرة —— (ابن عساکر)

☆ الناس کلهم بحاسبون الاابابکر —— (خطیب)

☆ اللهم اجعل ابابکر معنی فی درجتی یوم القیامة —— (ابونعیم)

''بارالہا ابوبکر کو روز قیامت میرے ساتھ میرے مرتبے پر فائز فرما''۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی اس دعا کی قبولیت کی بشارت دی۔ (حلتیہ الاولیاء جلد نمبر ا صفحہ ۳۲)

☆ لست اناالذی قدمته وللن اللہ قدمه —— (طبرانی)

☆ ان اللہ یکره فوق سمائه ان یخطا ابوبکر —— (طبرانی)

روایات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

☆ الفق ابوبکر علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اربعین الف درهم —— (ابن حبان)

☆ لمامات ابوبکر ماترك دینار اولاد رهما —— (زبیر بن بکار)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کثیرہ ہیں۔ علماء نے اپنی تالیفات میں جمع کیا ہے ـــــ زرقانی سے یہ احادیث نقل کی گئیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق کس لیے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عہد جاہلیت میں عبدالکعبہ تھا۔ اسلام میں عبداللہ رکھا گیا ـــــ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ گھر والوں نے حضرت ابوبکر صدیق کا نام عبداللہ رکھا تھا لیکن اس پر اسم عتیق غالب ہوگیا۔

☆ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدیق رکھا گیا ـــــ اس لیے کہ سب صحابہ میں سب سے پہلے آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تھی۔

☆ آپ نے صدق کو لازم کیا تھا۔ آپ سے کوئی بے ہودہ بات واقع نہیں ہوئی۔ نہ احوال سے کسی حال میں وقفہ واقع ہوا۔

☆ آپ کے اسم صدیق کی ابتدا معراج کی صبح سے ہوئی ہے' جیسا کہ فتح الباری میں ہے

☆ ابن اسحاق نے حسن بصری اور قتادہ سے روایت کی ہے کہ صدیق پہلا نام ہے جو معراج کی صبح کو مشہور ہوا۔

☆ حاکم نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا:

''اے امیر المومنین! آپ ہمیں ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے احوال سے مطلع فرمائیں۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ ہستی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ان کا نام صدیق رکھا ہے۔ وہ نماز پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ تھے ـــــ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہمارے دین کے لیے خوشنود کیا۔ اور ہم نے انہیں اپنی دنیا کے لیے خوشنود کیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ یعنی آپ کی نسبت صدیق کے ساتھ قول و فعل میں تصدیق کی ہے۔:

نامامن اعطی واتق و صدق بالحسنیٰ

یہ آیات ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ آیات ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی ہیں کہ جب آپ نے ان سات آدمیوں کو خرید کے آزاد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کفار جنہیں عذاب دیتے تھے۔

☆ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آیت:

رب اوزعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ـــــ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ان کے ماں باپ اور تمام اولاد وغیرہ مسلمان ہوگئے۔

☆ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب عتیق ہے—— اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ عتیق آپ کا اصلی نام ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ پہلے آپ کا نام عتیق رکھا گیا' پھر عبداللہ رکھا گیا۔

☆ عتیق آپ کا لقب آپ کے جمال کے سبب ہے۔

☆ عتیق عتاقت سے ہے۔ اس کا معنی حسن و جمال ہے۔

☆ عتیق نام اس لیے ہے کہ آپ کے نسب میں وہ شے نہیں ہے جس پر عیب لگایا جائے۔

☆ یا اس لیے ہے کہ آپ خیر میں ثابت قدم تھے اور اسلام میں سب سے پہلے آپ نے سبقت کی تھی۔

☆ عتیق اس لیے کہا گیا کہ ان کی والدہ کا کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا تھا۔ جب ان کی والدہ نے انہیں جنم دیا تو کعبہ کی طرف لے آئیں اور یہ کہا کہ:

''اے میرے اللہ! یہ تیرا عتیق ت سے ہے۔''

☆ عتیق نام اس لیے ہے کہ آپ آتش دوزخ سے آزاد کیے ہوئے ہیں—— جیسا کہ ترمذی اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

انت عتیق اللہ من النار

ابویعلی اور ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے:

واللہ میں اپنے مکان میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن میں تشریف رکھتے تھے۔ میرے اور صحابہ کے درمیان پردہ تھا۔ اس دوران ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من سرہ ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ابی بکر

آپ کا دور خلافت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اڑھائی برس امیر خلافت رہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب دین کے ستون مستحکم کیے۔ منافقین کے سر جو بلند ہو گئے تھے ان کو پست کر دیا۔ آپ نے مرتدوں سے جہاد کیا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

انا سیف الاسلام و ابوبکر سیف الروۃ

مسلمانوں نے آپ کا لقب ''خلیفہ رسول اللہ'' رکھا۔ اور لوگوں نے آپ کو خلیفۃ رسول اللہ کہا۔ آپ نے فرمایا:

''میں خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔''

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

فتح الباری میں ہے کہ آپ دو برس تین ماہ اور کچھ دن خلیفہ رہے۔

مرض الموت اور وفات:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر یکساں تھی۔ یعنی ۶۳ سال۔ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔

ابن سعد نے زہری سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حارث بن کلدہ نے وہ خزیرہ کھایا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہدیۃً بھیجا گیا تھا —— حارث طبیب تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''اپنا ہاتھ خزیرہ سے اٹھا لیجیے —— اللہ تعالیٰ کی قسم! اس میں وہ زہر ہے جو آدمی کو ایک سال میں ہلاک کر دیتا ہے۔''

خزیرہ کھانے کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حارث بن کلدہ ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک برس گزرنے کے بعد دونوں نے ایک ہی د[illegible] [illegible]فات پائی۔

حاکم نے شعبی سے روایت کی ہے کہ اس دنیائے دینہ سے کیا توقع رکھی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دیا گیا۔

فتح الباری میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک یہودیہ نے خزیرہ میں زہر دیا —— یا غیر خزیرہ میں زہر دیا —— زبیر بن بکار کا کہنا ہے کہ آپ نے سل کے مرض سے وفات پائی۔

واقدی سے روایت ہے کہ آپ نے سردی کے دن غسل کیا' اس سے بخار آ گیا جو پندرہ دن رہا —— واقدی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اول مرض کی یہ ابتداء ہوئی کہ سات جمادی الآخر دوشنبہ کے دن آپ نے غسل کیا۔ سردی کا دن تھا۔ پندرہ دن تک بخار رہا۔ مکان سے کسی نماز کے لیے باہر نہیں نکلتے تھے۔ سہ شنبہ کی رات کو وفات پائی۔ جمادی الآخر کی ۲۲ بائیس تاریخ تھی ۱۳ھ کا سال تھا۔ اس وقت آپ کی عمر تیرسٹھ (۶۳) برس تھی۔

بیماری کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے حکم فرمایا۔ دیگر صحابہ کی نسبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس عیادت اور تیمارداری کے لیے زیادہ رہتے تھے۔

آپ کے مرض اور وفات کے بارے تین مختلف روایتیں آئی ہیں۔ ان میں منافات نہیں ہے۔ اس لیے کہ:

☆ زہر کا کھانا بیماری کا سبب ہوا اور بیماری منقطع نہ ہوئی۔

☆ اس بیماری سے آپ کو سل ہو گئی۔

☆ پھر وفات کے مہینے میں آپ نے غسل کیا جس سے بخار آ گیا اور بخار سے ہی وفات پائی۔

امراض میں حکمت الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ امراض زیادہ قرب اور بلندی درجات کے لیے جمع کیے۔ تیمارداروں نے بیماری کی حالت

میں آپ سے کہا:

''ہم آپ کے لیے طبیب کو بلاتے ہیں وہ آپ کو دیکھے گا۔''

آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میری طرف نظر کی ہے۔''

انہوں نے پوچھا:

''آپ سے کیا کہا گیا ہے؟''

فرمایا: انی فعال لما ارید

اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم وفات سے مماثلت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نزع کے عالم میں حاضر ہوئی۔ مجھ سے پوچھا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس دن وفات پائی؟''

میں نے کہا:

''دوشنبہ کے دن!''

آپ نے فرمایا:

''میرے اور اس رات کے درمیان جو وقت ہے اس میں وفات کی امید کی رکھتا ہوں۔''

آپ نے سہ شنبہ کی رات کو وفات پائی اور صبح سے پہلے دفن کیے گئے۔ اس حدیث کی روایت ابویعلیٰ نے صحیح بخاری کے رجال سے کی ہے۔

ایمان والدین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ یوم فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ ان کا نام عثمان ابن عامر تھا —— ابوقحافہ نے اپنے بیٹے ابوبکر صدیق کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ۱۴ھ میں وفات پائی۔ ان کی عمر ستانوے (۹۷) برس تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام خیر سلمٰی بنت صخر قدیم سے دار ارقم میں مسلمان ہوگئی تھیں۔

خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر بن خطاب بن نفیل ابن عبدالغری ابوحفص القرشی العدوی واقعہ فیل کے تیرہ برس کے بعد پیدا ہوئے۔

آپ کا لقب:

آپ کا لقب فاروق ہے۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

☆ آپ پہلے شخص ہیں جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لقب سے سرفراز فرمایا: (بروایت ابن ابی شیبہ ابوسعد)

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ لقب دیا ہے —— (بروایت بغوی)

☆ اہل کتاب نے یہ لقب دیا ہے —— (بروایت ابن سعد)

حضرت عمر کا ایمان لانا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت عمر شدید تھے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت ایمان سے سرفراز ہوگئے —— یوں آپ مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کے لیے فتح ہوئی اور تنگی و پریشانی دور ہوئی۔

شان عمر بزبان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے متعدد احادیث ارشاد فرمائی ہیں:

☆ اتقوا غضب عمر فان الله يعضب اذا غضب —— (ابوداؤد)

☆ اصاب الله بك يا ابن خطاب —— (حاکم)

☆ ان الله جعل الحق على لسان عمر و قلبه —— (ابوداؤد ترمذی)

☆ ابن الخطاب والذى نفسى بيده مالقيك الشيطان سالكا فيحا قط الاسالك فجافى غير فجك (شیخین)

☆ ان الشيطان لم يلق عمر منذاسلم الاخر على وجهه —— (طبرانی)

☆ مافى السماء ملك الادهو يوقر عمر ولا فى الارض شيطان الادهو يفر من عمر —— (ابن عدی ابونعیم)

☆ من بالغض عمر الغضبى ومن احب عمر فقداجنى وان الله جاهى عشقيه عرفة بالناس عامته وباهى بعمر خاصتة —— (ابن عساکر)

گر کوئی اور نبی ہوتا تو ......:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لو کان بعدی لبی لکان عمر

اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن حدیث کہا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بینا انا نایم رایتنی فی الجنة ناذا امراة توضا الی جانب قصر فقلت لمن هذا لقصر فقالو العمر فاروق ان ادخله فانظر الیه نذکرت غیرتك فولیت مدبرا

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیئے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں آپ سے غیرت کروں گا۔''

اس حدیث کو شیخین وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

عمرہ کے لیے خصوصی اجازت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمرہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہی تو آپ نے مجھے اجازت دے دی اور فرمایا:

لاننتنا یا اخی من دعائك

ایک اور روایت میں اس طرح ہے: **اشرکنا فی دعائك**

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کلمہ فرمایا ہے کہ مجھے یہ امر خوش نہ کرے گا۔ کہ اس کلمہ کے بدلے دنیا ہو''

یعنی آپ کا مجھ سے دعا کے لیے فرمانا وہ کلمہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دنیا ہیچ ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کثیر ہیں جو آپ کی صلابت دین اور موافقین دین میں مشہور ہیں۔

آپ کا دور خلافت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ آپ کا دور خلافت دس برس چھ ماہ چار رات پر محیط تھا۔ آپ کے دور میں بڑے بڑے شہر فتح ہوئے۔ لوگوں کو پے در پے حج کرائے۔

قاتلانہ حملہ اور شہادت:

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی:

اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک

اس دعا کی قبولیت سے ان کی شہادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

آپ نے صبح کی نماز کی نیت باندھی تھی کہ ابولولو فیروز مجوسی نے قاتلانہ حملہ کیا—— ابولولو فیروز حضرت مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا—— حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے مدینہ میں داخل ہونے کے لیے اجازت چاہی تھی اور یہ کہا تھا:

''اس کے پاس ایسے کام ہیں جن سے لوگ فائدہ پائیں گے۔ یہ لوہار ہے' نقاش ہے' ترکھان ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مدینہ آنے کے لیے اجازت دے دی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ایک سو درہم ماہانہ مقرر کیا—— اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خراج کی زیادتی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا:

''جو کام تو کرتا ہے سو درہم ان کے مقابلہ میں زیادہ نہیں ہیں۔''

یہ سن کر فیروز غضب کی حالت میں پلٹ کے چلا گیا اور کہا:

''میرے سوا تمام لوگوں کے لیے عمر کا عدل وسیع ہے۔''

اس نے دل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ ان کے قتل کے لیے ایسا خنجر بنایا جس کے دو سر تھے۔ پھر اسے زہر میں بجھایا—— حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کی نماز کا ارادہ کیا۔ فیروز نے آپ پر تین وار کیے۔ ایک وار ناف کے نیچے کیا۔ اس وار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر ڈالا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملے کے بعد وہ خنجر لہراتا ہوا دوڑا۔ یہاں تک کہ اس نے تیرہ صحابہ کو زخمی کیا۔ ان میں سے سات شہید ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے ایک نے اس پر اپنا جبہ ڈال دیا۔ اس نے جب یہ گمان کیا کہ وہ پکڑا گیا ہے تو اس نے اسی خنجر سے خودکشی کرلی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخمی ہونے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں امامت کے لیے کھڑا کر دیا۔ انہوں نے حالات کی سنگینی اور موقع کی نزاکت کے پیش نظر صبح کی نماز خفیف کی اور سورۂ کوثر اور سورۂ فتح کے ساتھ نماز پڑھائی—— حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''دیکھو مجھے کس نے قتل کیا ہے؟''

وہ ایک ساعت دوڑتے رہے۔ پھر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا:

الحمد للہ الذی لم یجعل منیتی بید رجل یدعی الاسلام

''میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے۔''

یہ واقعہ چھبیس (۲۶) ذی الحج ۲۳ھ کو ہوا۔ ذی الحج کا آخری روز تھا جب کہ آپ نے وفات پائی۔

آپ کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو غسل دیا—— جس تخت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اٹھائے گئے تھے اسی تخت پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھایا گیا —— حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ یکم محرم کو دفن کیے گئے۔ آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلسلہء نسب:

عثمان بن عفان بن العاصی بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی۔

ذی النورین لقب کیوں؟:

آپ ذی النورین اس وجہ سے ہیں کہ:

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاجزادیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یکے بعد دیگرے آپ کی شادی ہوئی —— مہلب بن صفرہ نے کہا ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جس نے کسی نبی کی دو بیٹیوں سے شادی کی۔ نبی بھی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم —— تاریخ اسلام بلکہ تاریخ انسانی میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی یہ شرف و امتیاز حاصل ہے۔

☆ آپ تمام قرآن وتر میں ختم فرماتے تھے —— قرآن نور ہے اور قیام لیل بھی نور ہے۔

اس لیے آپ کا لقب ذی النورین ہے۔ جس وقت آپ جنت میں داخل ہوں گے آپ کے لیے دو روشنیاں چمکیں گی۔

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ذاك امر يدعى في الملاء الا على ذالنورين

یعنی ''آپ وہ شخص ہیں کہ ملائکہ میں ذوالنورین مشہور ہیں۔''

شان عثمان بزبان نبی ذیشان علیہ الصلوٰۃ والسلام:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد ارشادات ہیں۔ چند ایک پیش خدمت ہیں:

☆ **لكل نبي رفيق و رفيقي في الجنة عثمان** —— (ترمذی)

☆ **من يحفر بير رومة فله الجنة** —— (بخاری)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومہ کا کنواں کھدوا دیا تو وہ جنت کے حقدار ہوئے۔

☆ **من جهز حبيش العسرة فلما لجنة** —— (بخاری)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیش عسرت کا ساز و سامان مہیا کر دیا' جنت کے سزاوار ہو گئے۔

☆ والذی نفس رسول اللہ بیدہ ان الملائکہ تستحیی من عثمان کما تستحیی من اللہ و رسولہ (مسلم' ابویعلی' طبرانی)

☆ اشد الناس حیاء عثمان —— (ابونعیم)

☆ واللہ یشفعن عثمان بن عفان فی سبعین الفاً من امتی قد استوجبوا النار حتی یدخلھم اللہ الجنۃ (ابن عساکر)

''قسم اللہ تعالیٰ کی عثمان بن عفان میری امت کے ان ستر ہزار آدمیوں کی ضرور شفاعت کریں گے جن پر دوزخ واجب ہوگئی ہے اور عثمان ان کو جنت میں داخل کریں گے۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کثیرہ ہیں۔

آپ کا دور خلافت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کثیر شہر فتح کیے—— حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت گیارہ برس گیارہ ماہ اور تیرہ دن تھی—— ابن اسحاق نے بائیس دن لکھے ہیں۔

شہادت عثمان کے عوامل و اثرات:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مربی جبریل وعندی جیل من الملائکۃ فقالو اشھید من الارمیین یقتلہ قومہ انا النستحی منہ (طبرانی' ابن عساکر)

یعنی ''میرے پاس سے جبرئیل ایسے حال میں گزرے کہ میرے پاس ایک گروہ تھا۔ ان ملائکہ نے کہا ان دمیوں میں سے ایک شہید ہے جسے اس کی قوم قتل کرے گی۔''

آپ یوم دار میں شہید کیے گئے—— یوم دار وہ زمانہ ہے جس میں لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کیا تھا۔

آپ کی شہادت کا قصہ مختصر طور پر یہ ہے کہ آپ کے قرابت دار شہروں کے امیر تھے:

☆ ملک شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکمران تھے۔

☆ بصرہ میں سعید بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ مصر میں ابن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ خراسان میں عبداللہ بن عامران رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان ملکوں کے لوگ جب حج کو آتے تو اپنے اپنے حاکم کے مظالم کی شکایت کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم طبعیت' کثیر الاحسان اور کثیر الحلم تھے—— اہل مصر نے آ کر ابن ابی سرح کی شکایت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں معزول کر کے محمد بن ابوبکر صدیق کی تولیت کے لیے لکھ دیا۔ اہل مصر راضی ہوگئے۔ یہ لوگ ابھی راستے ہی میں تھے کہ انہوں نے ایک شتر سوار کو دیکھا۔ اس اونٹ سوار نے ان لوگوں کو بتلایا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کا خط

لایا ہوں۔ اس میں لکھا ہے:

''ابن ابی سرح کو اپنی امارت پر برقرار رکھا جائے اور مصر کے جو نامور سرکردہ لوگ ہیں انہیں سزا دی جائے۔''

ان لوگوں نے وہ خط اس شترسوار سے لے لیا اور لوٹ کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلف کیا کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا اور نہ لکھنے کے لیے اجازت دی۔ انہوں نے کہا کہ:

''اپنے کاتب کو ہمارے حوالے کردیجئے۔''

کاتب آپ کا چچازاد بھائی مروان بن الحکم تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں سے یہ خوف ہوا کہ مروان کو قتل کر ڈالیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کو ان کے حوالے نہیں کیا۔

ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غضب کیا اور ان کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی حفاظت کے لیے بہت سے لوگ جمع ہوگئے۔ آپ نے انہیں قتال سے منع فرمایا۔ شریر لوگ دیوار چڑھ گئے اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف سے مکان کے اندر آ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر ڈالا۔ اس وقت آپ تلاوت قرآن پاک کر رہے تھے۔ آپ کا خون زیر مطالعہ قرآن پاک پر گرا۔

آپ کی شہادت جمعہ کے دن عصر کے وقت اٹھارہ (۱۸) ذوالحج کو ہوئی۔ مغرب وعشاء کے درمیان شنبہ میں بقیع میں دفن کئے گئے۔ ان کی عمر ۸۲ برس تھی۔

صحابہ کرام اور وہ لوگ جو اہل خیر سے تھے ان کے لیے آپ کی شہادت کا واقعہ عظیم تھا۔ آپ کے قتل سے فتنے کا دروازہ کھل گیا۔ پس جو کچھ ہوا واللہ المستعان۔ یہ قصہ بہت طویل ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عثمان ان اللہ عزوجل لقمیصلک قمیصا فان ارادک المنافقون علی خلعہ فلاتخلعہ ولا کرامۃ

(امام احمد، ابن ماجہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دو تین بار فرماتے تھے۔۔۔۔ ابن عدی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یاعثمان انک ستری الخلافۃ و سیریدک المنافقون علی خلعہا فلاتخلعہا وصم فی ذلک الیوم لقفطر عندی

ترمذی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یوم دار میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عہدالی عہد افانا صابر علیہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ عہد جاہلیت میں پاجامہ پہنا اور نہ اسلام میں، بلکہ اس دن پہنا جس دن قتل کئے

گئے۔

طبری نے اپنی کتاب ''الریاض النضرۃ'' میں جو فضائل عشرہ میں ہے' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

ان رسو اللہ لمسند ظھرالی دان جبرئیل لیوحی الیہ القرآن وانہ یقول لعثمان اکتب یا عتیم

یہ تصغیر محبت سے ہے اور ملاطفت سے۔ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ رفیع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتبان وحی سے تھے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں جانب بیٹھتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بائیں طرف بیٹھتے جبکہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سامنے بیٹھتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب سر تھے — یعنی وہ امور جن کو آپ لوگوں سے چھپانے کا ارادہ فرماتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لکھتے تھے۔ گویا آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز دار تھے۔

خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی بن ابوطالب (ابوالحسن ہاشمی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر العلم' وافر الزہد امیر المومنین خاتم خلافت نبوت ہیں — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد باری کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منطق کیا ہے:

ویعتھا اذن واعیتہ یا علی ان اللہ امرنی ان ادیك ولا اقصیك وان یعلماك و ان نغی و حق لك تعی سالت ربی ان یجعلھا اذنك — (بروایت سعید ابن منصور' ابن جریر' ابن المنذر)

شان علی بزبان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع پر شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مراتب بیان فرمائے۔ ذیل میں کچھ احادیث پیش کی جاتی ہیں:

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

☆ **اماترضین انی زوجتك اقدم امتی سما واکثرھم علماً واعظمھم حلما** — (امام احمد' طبرانی)

☆ ایک روایت میں **اول المسلمین اسلاما**

☆ **ان اللہ امرفی یحب اربعۃ واخبرفی انہ یحبھم علی و ابوذر والمقداد و سلمان۔**

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اللہ و رسولہ و جبریل عنک راضون —— (طبرانی)

☆ من اذی علیا فقد آذانی —— (امام احمد' ابویعلی)

☆ من احب علیا فقدا احبنی و من احبنی احبہ اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد البغض اللہ (طبرانی)

☆ من کنت مولاہ اللھم وال من والاہ وعادمن عادہ واحب من احبہ و ابغض من الغضبہ ۔ (ترمذی' نسائی' امام احمد)

☆ لایحبک الاءومن ولا یبغضک الامنافق —— (مسلم' ترمذی)

☆ علی من وانا منہ وعلی ولی کل مومن من بعدی —— (ابن ابی شیبہ)

☆ علی اخی فی الدنیا والآخرۃ —— (طبرانی)

☆ علی من بمنزلہ راسی من بدنی —— (ابن مردویہ' دیلمی)

☆ علی مع القرآن و القرآن مع علی لن یفترقاحتی یرداعلی الحوض —— (حاکم)

☆ انت منی وانا منک —— (امام بخاری)

☆ انہ یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ —— (امام بخاری)

زہد واجتہاد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

یا ایھالذین آمنو اذانا جیتم الرسول فقد موابین یدی نجواکم صدقۃ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''ایک دینار کو تم کیا دیکھتے ہو یعنی نجوے کے صدقہ میں ہر ایک نجوی کرنے والے سے ایک دینار لیا جائے۔ تمہاری اس میں کیا رائے ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''لوگوں کو ایک دینار دینے کی طاقت نہ ہوگی؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''نصف دینار لیا جائے۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کتنا لیا جائے؟''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''نجوی کے وقت نجوی چاہنے والے سے ایک جو کی مقدار میں لیا جائے۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انت لزھید۔ یعنی تم زاہد ہو جو اتنی مقدار کو کافی خیال کرتے ہو۔''

چنانچہ آیت کریمہ اشفقتم نازل ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اس امت سے میرے سبب تخفیف کی۔''

فضائل ومناقب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بنی امیہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کثیرہ ہیں۔ یہاں تک کہ امام احمد' اسماعیل القاضی' نسائی اور بوعلی نیشاپوری نے کہا ہے کہ جو احادیث جید الاسناد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں وارد ہوئی ہیں اس قسم کی حدیثیں صحابہ میں سے کسی کے حق میں وارد نہیں ہوئی ہیں۔

مناقب مرتضیٰ پر مبنی احادیث کی کمی کا سبب یہ تھا کہ بنی امیہ آپ کی تنقیص کرتے تھے —— صحابہ کرام میں سے ہر ایک کے نزدیک جناب امیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مناقب میں کوئی شے تھی' وہ اسے بیان کرتا تھا۔

بنی امیہ نے جس وقت آپ کی گمنامی کا ارادہ کیا تو جو لوگ آپ کے مناقب کی احادیث بیان کرتے تھے' بنی امیہ نے انہیں ڈرایا دھمکایا —— ان کا یہ ڈرانا دھمکانا انتشار کو بڑھا رہا تھا۔

آپ کا دور خلافت:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار برس نو ماہ آٹھ دن خلیفہ رہے —— آپ سے مہاجرین اور انصار نے بیعت کی۔ ہر شخص نے حاضر ہو کر بیعت کی ——

آپ کی بیعت کے لیے آفاق میں لکھا گیا تمام مسلمانوں نے بھروسہ کر لیا مگر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر شام نے اہل شام میں آپ کی بیعت کا اعتبار نہ کیا۔ ان کے درمیان جو امر ہوا وہ ہوا۔

آپ نے ایام خلافت میں خوارج اور باغیوں سے قتال کیا۔ اس عہد کی بنا پر جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے ذمہ کیا تھا —— ابو یعلی نے جید سند سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے:

عھدالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اقاتل الناکثین والقاسطین و المارقین

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان منکم من یقاتل علی تاویل القران کما قاتلت علی تنزیلہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تاویل قرآن پر جو شخص قتال کرے گا کیا وہ شخص میں ہوں؟''

آپ نے فرمایا:

''وہ تم نہیں ہو۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

''کیا وہ شخص میں ہوں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم وہ نہیں ہو بلکہ وہ شخص فاصف النعل ہے'' یعنی جوتا سینے والا شخص ہے۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تھی وہ اس کو سی رہے تھے۔ اس حدیث کو ابو یعلی نے صحیح بخاری کے رجال سے روایت کیا ہے۔

شہادت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پس منظر:

اصابہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ رائے تھی کہ ملک شام کے لوگ میری طاعت میں داخل ہو جائیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا ولی کھڑا ہو جائے اور ان کے پاس خون کا دعویٰ کرے۔ اس کے بعد آپ ان قاتلوں کے ساتھ وہ عمل کریں شرع جس کا حکم واجب کرے۔

جو لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف رکھتے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ ہم قاتلوں کا پیچھا کرتے ہیں اور انہیں قتل کرتے ہیں —— حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش نظر یہ امر تھا کہ دعویٰ اور گواہی کے بغیر قصاص نہیں ہو سکتا —— جبکہ حقیقت حال یہ تھی کہ دونوں فریق مجتہد تھے —— صحابہ کرام سے ایک فریق وہ تھا جو قتال میں داخل نہیں ہوا تھا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ صواب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا —— اس اختلاف کے بعد جو قدیم زمانہ میں تھا اہل سنت نے اس پر اتفاق کیا ہے۔

شہادت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس دن وفات پائی' اس دن روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں تھا —— اور جس شخص کے ہاتھوں آپ شہید ہوئے اس لئے بڑھ کر اشقی الآخرین کوئی نہیں تھا۔ اس کا نام عبدالرحمٰن بن ملجم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ قتل مختصراً یہ ہے کہ خوارج سے تین آدمیوں نے مکہ شریف میں ایک رات میں حضرت علیؓ حضرت معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قتل کرنے پر باہم عہد کیا۔ وہ رات سترہ رمضان یا اکیس رمضان کی تھی:

☆ ابن ملجم نے کہا کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں گا۔

☆ برک بن عبداللہ التمیمی نے کہا کہ میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں گا۔

☆ عمرو بن بکیر التیمی نے کہا کہ میں عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں گا۔

پھر ایک نے اس شہر کی طرف رخ کیا جس میں ان کا مطلوب تھا—— چنانچہ ابن ملجم کوفہ میں آیا اور چھپ رہا۔ اس نے خوارج میں قطام نامی ایک عورت سے بیاہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ اس عورت نے اپنے مہر میں تین ہزار درہم' ایک غلام ایک مغنیہ لونڈی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی شرط کی۔ یہ سترہ رمضان المبارک جمعہ کی رات تھی اور ۴۰ھ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی نماز کے لیے مسجد کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں ابن ملجم نے آپ کی پیشانی پر ایسی تلوار سے وار کیا جو زہر آلود تھی۔ اور اس زخم سے زہر آپ کے دماغ تک پہنچ گیا۔ ضرب کھا کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فزت ورب الکعبة ''رب کعبہ کی قسم! میں شہادت پر فائز ہو گیا''۔

ابوداؤد نے لکھا ہے کہ اس رات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو کہا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے آپ کی امت سے کیا دیکھا؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم ان پر بددعا کرو۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا کی:

اللھم ابدلنی بھم من ھو خیر منھم وابدلھم من ھو شر منی

''اے میرے اللہ تعالیٰ! مجھے ان لوگوں کے عوض ان لوگوں کو بدل دے جو ان سے اچھے ہیں' اور ان لوگوں کو میرے عوض ان لوگوں کو بدل دے جو مجھ سے برے ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یک شنبہ کی رات میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ نے ایسی عظیم وصیت کی جس میں نصائح تھے—— پھر آپ نے کوئی بات نہیں کی سوائے کلمہ طیبہ کے ذکر کے۔ اور اس کلمہ کی اس وقت تک کثرت کرتے رہے جب تک کہ آپ کا سفر آخرت آ گیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۳ برس تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حسنین اور عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غسل دیا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر نماز پڑھی۔

قاتل کا انجام:

حاضرین نے ابن ملجم کو پکڑ کر قید کر دیا—— حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفین و تدفین کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور حجرہ میں ڈالا گیا۔ پھر آگ سے جلا دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا تھا:

"من اشقی الاولین"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تھا کہ:

"حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا شخص تھا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

"من اشقی الآخرین ۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تھا کہ:

"اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تمہارا قاتل اشقی الناس ہے۔" [۱]

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی ستقتلك الفتنة الباغیه وانت علی الحق لمن لم لیضرك یومئید للسیں منی

امام احمد وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی ان لك یکندا فی الجنة

حضرت معاویہ اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہما پر حملے:

جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف قتل کرنے کے لیے گیا تھا اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کیا ــــ ان کا علاج کیا گیا۔ وہ صحیح ہو گئے۔" لیکن اولاد کے قابل نہ رہے۔

ان کے قاتل کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے گئے۔ وہ کوفہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے اولاد پیدا ہوئی ۔ زیاد نے کہا:

"معاویہ کے قاتل کو اولاد ہو اور معاویہ کو اولاد نہ ہو۔"

زیاد نے اسے قتل کر ڈالا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ کو اس رات پیٹ کی شکایت ہوگئی۔ انہوں نے خارجہ کو صبح کی نماز پڑھانے کے لیے مقرر فرمایا۔ عمرو کے قتل کا ارادہ کرنے والے نے خارجہ کو کونچہ دیا اور قتل کر ڈالا۔ لوگوں نے صبح کے وقت عمرو سے قصہ بیان کیا' پھر اس شخص کو قتل کر ڈالا۔

---

[۱] اس حدیث کو خطیب اور طبرانی نے جابر بن سمرہ سے ...... اور امام احمد نے عمار سے ...... اور ابو یعلیٰ نے لین سند سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ...... بزار نے جید سند سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ سے ...... اور طبرانی نے صہیب سے روایت کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد و کاتب

یہاں مصنف نے اکیس صحابہ کرام کے نام اوران کے مختصر احوال لکھے ہیں۔

☆ حضرت طلحہ بن عبداللہ التیمی
☆ حضرت زبیر بن عوام
☆ حضرت سعد بن العاصی
☆ حضرت خالد دابا
☆ حضرت عامر بن فہیرہ
☆ حضرت سعد ابن ابی وقاص
☆ حضرت ابی ابن کعب
☆ حضرت عبداللہ بن الارقم
☆ حضرت حنظلہ بن ربیع
☆ حضرت ثابت بن قیس
☆ حضرت معاویہ ابن ابوسفیان
☆ حضرت ابوسفیان بن حرب
☆ حضرت زید بن ثابت بن ضحاک
☆ حضرت یزید بن ابی سفیان
☆ حضرت علا ابن حضرمی
☆ حضرت شرجیل بن حسنہ
☆ حضرت عمرو بن العاص
☆ حضرت خالد بن ولید
☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ
☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ

حضرت حذیفہ بن ایمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ورضوعنہم۔

حضرت طلحہ بن عبداللہ التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ اللہ کے جن پیاروں نے اسلام کی طرف سبقت کی ہے' حضرت طلحہ ان میں سے ایک ہیں —— اور اصحاب شوریٰ سے جو چھ حضرات ہیں ان میں سے ایک ہیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ صعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں —— صعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ طویل عمر پائی اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد زندہ رہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا:

☆ طلحه هذا جبريل يقرأك السلام و يقول انامعك فى اهوال القيامة حتى انجيك منها (دیلمی' ابن عساکر)

☆ اللهم القح طلحه يضحك اليك تضحك اليه —— (طبرانی' ابونعیم' ضیاء)

☆ طلحہ وزبیر یہ دونوں جنت میں میرے ہمسایہ ہیں۔ (ترمذی)

☆ طلحه خير شهيد يمشى على وجه الارض —— (ابن ماجہ' حاکم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ ذی القرد میں ایک پانی پر گزرے۔ جس کا نام غسان الملح تھا۔ آپ نے فرمایا:

''وہ نعمان ہے' وہ طیب ہے۔''

آپ نے اس پانی کا نام بدل دیا۔ اس پانی کو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید کر لیا اور اس کے ساتھ تصدق کیا—— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''الت یاطلحه الفیاض''

اس سبب سے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فیاض کہا گیا—— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلحہ کا نام ''طلحہ خیر'' رکھا۔
واضح رہے کہ طلحہ جود اور طلحہ الطلحات اور ہیں اور یہ طلحہ خزاعی اور ہیں—— اس حدیث کو زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے—— طلحہ خزاعی کی تعریف میں یہ شعر کہا گیا ہے:

نضر اللہ اعظما و فنوھا　　　بسجتان طله الطلحات

حضرت طلحہ فیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کثیر ہیں۔ ۳۳ھ میں جنگ جمل میں شہید ہوگئے۔ ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن القصی القرشی اسدی—— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی صفیہ کے بیٹے ہیں—— آپ کے حواری یعنی ناصر ہیں۔ آپ سے خاص خلوص رکھنے والے ہیں' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

ان لکل نبی حواری وان حواری الزبیر (شیخین)

آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور مجلس شوریٰ کے چھ سے ایک ہیں' اور جو لوگ کہ مسلمان ہوئے ہیں ان سے ایک ہیں۔
جس وقت آپ دولت ایمان سے سرفراز ہوئے تو آپ کی عمر بارہ سال تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا چچا ایک بورے میں لپیٹ کے تکلیفیں دیتا اور ان پر آگ سے دھواں دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ ''دین اسلام کو چھوڑ دو۔''
حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ ''میں کفر اختیار نہ کروں گا''۔
جس وقت لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ:
''آپ زبیر کو خلیفہ کر دیجئے۔''
تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
اصحاب سے البتہ وہ اچھے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصحاب سے زیادہ دوست ہیں۔''
اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے—— زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کثیرہ ہیں۔

اللہ کے لیے سب سے پہلے تلوار کھینچنے والے:

عروہ اور ابن المسیب سے روایت ہے:

اول من سیفه فی الله الزبیر

یعنی ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے پہلے جس نے اپنی تلوار کھینچی ہے وہ زبیر ہیں۔''

واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے زور سے پھونکا اور یہ کہا:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پکڑے گئے۔''

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار سے لوگوں کو چیر رہے تھے۔ جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلیٰ مکہ میں تھے

آپ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور ان سے فرمایا:

''یا زبیر! تم کو کیا ہوگیا جو تم تلوار کھینچے ہوئے ہو۔''

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''مجھے یہ خبر ملی تھی کہ آپ پکڑے گئے ہیں۔''

رسول اللہ صلی [illegible] علیہ وآلہ وسلم نے ان پر درود بھیجا اور ان کے لیے دعا کی اور ان کی تلوار کے لیے دعا کی—— اس

حدیث کو زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام:

یعقوب بن سفیان نے روایت کیا ہے کہ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے۔ وہ غلام انہیں خراج کرتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تمام خراج کو خیرات کر دیتے۔ اس خراج میں سے کچھ بھی ان کے گھر میں داخل نہیں ہوتا تھا۔

انتقال:

جنگ جمل میں لڑائی کے دوران حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اے زبیر! تم علی سے قتال کرو گے اور تم علی کے حق میں ظالم ہو گے۔''

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اس وقت تک مجھے یاد نہیں آیا۔''

اس کے بعد زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ سے پلٹ کے چلے گئے۔

عمرو بن برموز نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وادی سباع میں دھوکہ سے اس وقت قتل کیا کہ وہ سو رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قرب حاصل کرنے کے لیے اس قتل کے سبب آیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو کو دوزخ کی بشارت دی—— یہ تینتیس (۳۳ھ) کا واقعہ ہے—— اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے

حضرت سعد بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت خالد دابا رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ ابواحیحہ کی اولاد ہیں۔ مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ عشرہ مبشرہ سے ایک ہیں۔ مجلس شوریٰ جو چھ اصحاب پر مشتمل تھی آپ اس کے رکن ہیں۔ چھ سابقین الاولین اور شہسواروں کے بعد آپ کا نام ساتواں ہے۔

جس وقت آپ نے اسلام قبول کیا آپ کی عمر انیس برس تھی ––– آپ مستجاب الدعوۃ تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی:

اللهم اجب لسعد اذا دعاك

سعد کوئی دعا نہیں کرتے مگر ان کے لیے اجابت دعا ہوتی تھی ––– اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر اندازی کی ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا وصال عشرہ مبشرہ کے آخر میں ہوا ––– آپ کے مناقب کثیرہ ہیں۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیمی ہیں۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ہیں۔ آپ سابقین اسلام سے ایک ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں عذاب دیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

آپ کی شہادت غزوہ بیر معونہ میں ہوئی ––– بخاری میں ہے کہ اہل مغازی کا اس پر اتفاق ہے کہ عامر بن الطفیل امیر لشکر نے پوچھا:

"تم لوگوں میں وہ کون شخص ہے جس وقت اسے شہید کیا گیا' میں نے اسے دیکھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان اٹھا گیا۔"

اہل لشکر نے جواب دیا:

"عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔"

حضرت عبداللہ بن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عبداللہ بن الارقم ابن ابی الارقم بن عبدیغوث بن عبدمناف بن زہیرہ بن کلاب القریشی الزہری ––– ان کے دادا عبدیغوث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں تھے۔

حضرت عبداللہ بن الارقم یوم فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ــــ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بادشاہوں وغیرہ کو خطوط لکھتے تھے ــــ جیسا کہ اسے بغوی نے روایت کیا ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اپنی امانت داری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اس درجہ کو پہنچے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حکم فرماتے:

''ملوک کی طرف لکھو''

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے اور اس پر مہر لگا دیتے۔ آپ کے نزدیک حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امانت کے سبب اس نامہ کو نہیں پڑھتے تھے۔

امام مالک نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خط لکھا۔ آپ نے عبداللہ بن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''ان لوگوں کو جواب لکھو''

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لے لیا اور ان لوگوں کو جواب لکھا۔ پھر اس جواب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا:

''جو تم نے لکھا ہے اس کے ساتھ اصابت ہوئی۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ بات ہمیشہ میرے دل میں تھی یہاں تک کہ میں نے انہیں بیت المال پر مقرر کیا۔ اس حدیث کو بھی ابوالقاسم بغوی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے خطوط لکھے ــــ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں انہیں بیت المال پر عامل رکھا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''اگر یہ امر نہ ہوتا کہ کہ تمہاری قوم میرا انکار کرتی تو میں عبداللہ بن الارقم کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی رہے ــــ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے استعفائے ولایت چاہا اور ولایت سے علیحدہ رہے۔ اور اسے ترک کردیا ــــ امام مالک سے روایت ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس ہزار درہم کی اجازت دی۔ انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا:

''میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کیا ہے اور میرا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔''

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بارے میں کہتے تھے:

''میں نے کسی شخص کونہیں دیکھا کہ عبداللہ بن الارقم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

جن انصار نے اسلام کی طرف سبقت کی ہے حضرت ابی ابن کعب ابن قیس الانصاری النجاری ان میں سے تھے——آپ اصحاب عقبہ ثانیہ سے تھے۔ غزوہ بدر اور دیگر مشاہد میں حاضر تھے۔

امام احمد اور مسلم نے ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قرآن مجید میں برکت میں کون سی آیت اعظم ہے؟''

ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''آیت الکرسی ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''اے ابومنذر! تمہیں علم مبارک باد دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ سورہ لم یکن الذی کفروا تمہارے سامنے پڑھوں۔''

حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے پوچھا:

''کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں تمہارا نام لیا ہے''

یہ سن کر ابی رو دیے—— اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے ابومنذر! مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن مجید پیش کروں''

حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لایا' اور آپ کے ہاتھوں پر میں مسلمان ہوا اور میں نے آپ سے تعلیم پائی۔ آپ میرے سامنے قرآن مجید پیش فرماتے ہیں۔''

آپ نے ان کی بات روکی۔ ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اس جگہ میرا ذکر کیا گیا ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارا نام اور تمہارا نسب ملاء اعلیٰ میں ہے۔''

ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اب آپ قرآن مجید پڑھیئے۔''

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے—— اس کے رجال ثقات ہیں۔

حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وحی لکھتے تھے۔ آپ ان چھ قاریوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ انصار سے وہ قراء یہ ہیں:

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس حدیث کو طبرانی' بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان فقہاء سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں فتوے دیتے تھے۔ آپ نے ۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط عمان کے دو بادشاہوں کو لکھا تھا۔ وہ بادشاہ جیفر اور عبد جلندا کے دو بیٹے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ثابت ابن قیس بن شماس ابن زہیر بن مالک الانصاری الخزرجی۔ آپ انصار کے خطیب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نعم الرجل ثابت قیس

اس حدیث کو ترمذی نے حسن اسناد سے روایت کیا ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط قطن بن حارثہ العلیمی کو لکھا تھا۔

حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت حنظلہ بن الربیع بن صیفی ابن الحارث التمیمی الاسدی ہیں۔

حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف القرشی اموی ہیں—— ان کی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زینت ہیں۔

...رت معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ملک شام کے گورنر تھے۔ حضرت عثمان ... اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کی ولایت پر برقرار رکھا تھا —— ابن اسحاق ... کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف ملک شام کے امیر اور والی ... سال تک رہے تھے —— اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبط سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلافت سے علیحدہ ...بانے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس سال تک خلیفہ و امیر المومنین رہے تھے —— حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ... ضعف اور عجز سے ترک خلافت نہیں کیا تھا بلکہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لیے ترک خلافت کیا تھا۔

امام احمد کی مسند میں عرباض کی حدیث روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اللهم علم معاوية الكتاب و الحساب و قة العذاب

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحی کی کتابت سے مشہور ہیں۔ یوم فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ۵۹ھ کے عشرہ اخیر میں ...ت پائی۔ اسی برس عمر پائی۔

...ضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دمشق پر امیر کیا تھا۔ ان کی کنیت ابوالحکم تھی۔ انہیں یزید الخیر کہتے تھے۔ ابن عبدالبر ...نے کہا ہے کہ بنی ابوسفیان میں یزید افضل ہیں —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کو بنی فراس کے صدقات پر عامل ...قرر فرمایا تھا —— یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمائے صحابہ اور ان کے سردار تھے۔ یوم فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی ...للہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت سے یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمایا تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

زید بین ثابت بن ضحاک الانصاری النجاری ہیں۔ وحی لکھنے کے ساتھ مشہور ہیں۔ ۵۰ھ میں وفات پائی۔ فقہائے صحابہ میں ...سے ایک تھے —— ان خوش نصیبوں میں سے ایک تھے جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں قرآن مجید جمع کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں مصحف میں نقل کیا۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لکھا ہے —— حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحات شام میں حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا —— حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی زمینوں سے ایک زمین پر ان کو والی کہا تھا۔ آپ نے وہیں ۱۸ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علاء بن حضرمی بن عبداللہ بن عمار ہیں۔ انہوں نے مکہ معظمہ میں رہائش اختیار کی تھی۔ حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔ حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل الشان ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بحرین پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کو برقرار رکھا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برقرار رکھا۔

آپ مستجاب الدعواۃ تھے۔ کچھ کلمات کہہ کے دریا میں اتر گئے تھے ــــ ۱۴ھ میں وفات پائی۔ صحابہ کرام میں سے حضرت سائب اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ الخزرجی ہیں۔ آپ کا لقب سیف اللہ ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہوئے ہیں ۲۱ھ میں بمقام حمص میں وفات پائی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عمرو بن العاص بن وائیل القرشی السہمی ہیں۔ عام حدیبیہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے مصر کو فتح کیا تھا ــــ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کی امارت پر دوبار والی ہوئے تھے:

☆ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں۔

☆ دوسری بار حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں۔

۵۰ھ کے بعد وفات پائی۔ عمر چالیس برس سے زائد تھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حدیبیہ سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ یکے بعد دیگرے دو جگہ کے والی ہوئے:

☆ پہلے امارات بصرہ کے والی ہوئے پھر۔

☆ کوفہ کی امارت کے والی ہوئے۔

۵۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ خزرجی الانصاری ہیں۔ سابقین اسلام میں سے ایک ہیں۔ غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے ــــ غزوہ موحۃ میں

شہادت پائی۔

حضرت خضیب ابن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ دوسی ہیں اور سابقین الاولین سے ہیں اور مشاہد میں حاضر ہوئے ہیں—— حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرصہ خلافت میں وفات پائی ہے۔

حضرت حذیفہ بن ایمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ سابقین سے ہیں۔ مسلم میں صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیامت قائم ہونے تک جو شے تھی یا جو کچھ ہونے والا تھا ان سب کا علم تعلیم فرمایا تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن پر آخر زمانہ تک امیر رہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کے اول میں ۳۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت حویطب بن عبدالغری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت حویطب بن عبدالغری القرشی العامری ہیں—— یوم فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ ایک سو بیس برس عمر پائی۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔

الحاصل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اصحاب کے سوا اور کاتب بھی ہیں—— حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کتابت خطوط رسالت کے الزم اور سب سے اخص تھے جیسا کہ حافظ شرف الدین دمیاطی وغیرہ نے کہا ہے——

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھے ہیں—— حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں سے اول ہیں جنہوں نے آپ کے خطوط مدینہ منورہ میں لکھے ہیں۔

اول ان لوگوں سے جو قریش سے ہیں اور مکہ معظمہ میں انہوں نے آپ کے خطوط لکھے ہیں—— عبداللہ بن سعد بن ابی سرح العامری ہیں۔ پھر وہ مرتد ہو گئے۔ بعد میں یوم فتح مکہ میں اسلام کی طرف عود کیا۔

جن لوگوں نے آپ کے خطوط لکھے ہیں ان سب میں اپنے غیر سے اکثر خلفائے اربعہ ہیں اور بن العاصی بن امیہ کے دونوں بیٹے ابان بن سعید اور خالد بن سعید ہیں۔

مکتوبات شریف

صدقات و زکوٰۃ کے بارے میں گرامی نامہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل اسلام کو شرائع اور احکام میں جو خط لکھے ہیں۔ ان میں سے آپ کا وہ خط ہے جو

صدقات و زکوٰۃ کے بارے میں ہے۔

یہ خط حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا۔ ان کو یہ خط اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا یا کاتب سے لکھا کے دیا۔ بخاری اور ابوداؤد میں اس خط کا متن یوں ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذہ فریضۃ الصدقۃ التی فرضھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المسلمین التی امر اللہ بھارسولہ فمس سلھا من المسلمین علی وجھھا فلیعطہ اومن سل فوقھا فلایعط

یہ فریضہ اس صدقہ کا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ وہ صدقہ یعنی زکوٰۃ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ مسلمانوں میں سے جس شخص کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے سوال کیا جائے اس وجہ پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خط میں اس کا بیان ہے۔ اس مسلمان کو چاہئے کہ وہ زکوٰۃ طلب کرنے والے کو دے دے اور جس مسلمان سے زکوٰۃ زیادہ طلب کی جائے تو وہ زکوٰۃ مفروضہ سے زیادہ نہ دے۔

اونٹوں میں زکوٰۃ مفروضہ:

☆ **فی اربعہ وعشرین من الابل فما ودنھا من الغنم فی کل خمس شاۃ** —— یعنی چوبیس (۲۴) اونٹوں میں یا ان سے کم اونٹ ہوں تو —— ہر پانچ میں غنم سے ایک شاۃ یعنی بکری زکوٰۃ دے۔

☆ **فاذا بلغت خمسا وعشرین الی خمس و ثلثین ففیھا بنت مخاض انثیٰ** ——

جس وقت اونٹ کی تعداد پچیس (۲۵) ہو اور تینتیس (۳۳) تک ہو جائیں تو —— ان کی زکوٰۃ ایک بنت مخاض انثیٰ ہے —— بنت مخاض اونٹنی کا ایک سالہ مادہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہوا ہو اور اس کی ماں حاملہ ہوگئی ہو۔

فان لم تکن بنت مخاض فابن لبون ذکر یعنی اگر بنت مخاض نہ ہو تو زکوٰۃ مذکورہ میں ابن لبون نر دے —— ابن لبون اونٹنی کا وہ بچہ جو تیسرے سال میں داخل ہوگیا ہو اور اس کی ماں وضع حمل کے سبب دودھ والی ہوگئی ہو۔

☆ **فاذا بلغت ستاد ثلثین ابی خمس و اربعین** —— جس وقت اونٹ چھتیس (۳۶) کی تعداد کو پہنچیں اور پینتالیس (۴۵) تک ان کی تعداد ہو جائے تو ان میں بنت لبون انثیٰ زکوٰۃ ہے۔

☆ جس وقت چھیالیس (۴۶) کی تعداد کو پہنچیں اور ساٹھ (۶۰) تک ہو جائیں تو ان میں **حقہ طروقۃ الجمل** زکوٰۃ ہے —— **حقہ طروقۃ الجمل** اونٹنی کا مادہ بچہ جس پر تین سال گزر کے چوتھا سال ہو اور اونٹ اس کے ساتھ جفتی کرے۔

☆ جس وقت اونٹ اکسٹھ (۶۱) کی تعداد کو پہنچیں اور پچھتر (۷۵) تک ہو جائیں تو —— ان میں زکوٰۃ ایک **جذعہ** ہے۔ جذعہ بہ فتح جیم وہ اونٹ جو پانچویں سال میں داخل ہوگیا ہو اور اپنے سامنے کے دانت گرا دیے ہوں۔ زکوٰۃ

یہ اونٹ انثیٰ ہے۔

☆ **فاذا بلغت ستاد سبعین ففیها بنتا لبون** ـــــ جس وقت اونٹ چھہتر (۷۶) کی تعداد کو پہنچیں تو ان میں زکوٰۃ دو بنت لبون ہیں۔

☆ **فاذا بلغت احدی و تسعین الی عشرین وماته ففیها حقتان طروقته الجمل** ـــــ
جس وقت اونٹ اکانوے (۹۱) کی تعداد کو پہنچیں اور ایک سو بیس تک ہو جائیں تو ان میں زکوٰۃ دو حقہ طروقۃ الجمل ہیں۔

☆ **فان ذادت من عشرین وماته ففی کل اربعین بنت لبون** جس وقت ایک سو بیس سے تعداد میں زیادہ ہو جائیں تو ہر ایک چالیس اونٹوں میں ایک ایک بنت لبون زکوٰۃ ہے۔
ـــــ **وفی کل خمسین حقه** ـــــ ہر ایک پچاس میں ایک حقہ زکوٰۃ ہے۔

☆ **ومن لم یکن معه الااربع من الابل فلیست فیها صدقة** ...... اور جس شخص کے پاس نہ ہوں مگر چار اونٹ تو ان میں صدقہ نہیں ہے۔
...... **الاان یشآء بها** ...... مگر ان چار اونٹوں کا مالک اگر تطوع کے طور پر ان کی زکوٰۃ نکالے تو اسے اختیار ہے۔

☆ **فاذا بلغت خمسامن الابل ففیها شاه** ...... جس وقت اونٹ پانچ کی تعداد کو پہنچیں تو ان میں زکوٰۃ ایک بکری ہے۔

☆ **ومن بلغت عنده من الابل صدقة الجذعة ولیست عنده جذعة وعنده حقة فانها تقبل منه الحقة ویجعل معهاشاتین** ـــــ
جس شخص کے پاس اونٹوں سے جذعہ کا صدقہ پہنچے ـــــ اور حالت یہ ہے کہ اس کے پاس جذعہ نہیں ہے اور اس کے پاس حقہ ہے تو اس کے پاس حقہ ہے تو اس شخص سے حقہ قبول کیا جائے ـــــ اور زکوٰۃ دینے والا اس حقہ کے ساتھ دو بکریاں دے دے۔ اگر اپنے مال میں بکریاں پائے یا دو بکریوں کے بدلے زکوٰۃ دینے والا دس درہم دے دے۔

☆ **ومن بلغت عنده صدقة الحقة ولیست عنده الجذعة فانها تقبل منه الجذعة وتعطیة المصدق عشرین درهما** ـــــ
جس شخص کے پاس حقہ کی زکوٰۃ پہنچے اور حالت یہ ہے کہ اس کے پاس حقہ نہیں ہے اور جذعہ ہے تو زکوٰۃ لینے والا شخص زکوٰۃ دینے والے کو بیس درہم دے دے۔ اور زکوٰۃ میں جذعہ لے لے ـــــ اور شاتین یا دو سیائی بکریاں صدقہ دے دے۔

☆ **ومن بغلت صدقة بنت لبون وعنده الحقة فیها تقبل منه الحقة ویعطیه المصدق عشرین درهما**

او شاتین

جس شخص کی زکوٰۃ بنت لبون کو پہنچے —— اور حال یہ ہے کہ اس کے پاس حقہ ہے تو اس سے حقہ قبول کیا جائے اور زکوٰۃ لینے نکالنے والے کو بیس درہم یا دو بکریاں دے۔

☆ ومن بلغت عنده صدقة بنت لبون وليست عنده بنت مخاض فانها تقبل منه بنت المخاض، و يعطى معها عشرين درهما اوشاتين

اور جس شخص کے پاس بنت لبون کی زکوٰۃ پہنچے اور حال یہ ہے کہ اس کے پاس بنت لبون نہیں ہے' اور اس کے پاس بنت مخاض ہے تو اس زکوٰۃ دینے والے سے بنت المخاض قبول کی جائے۔ اور زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ لینے والے کو اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے دے۔

☆ ومن بلغت صدقة بنت مخاض و ليست عنده و عنده بنت لبون فانها تقبل منه بنت لبون و يعطيه المصدق عشرين درهما اوشاتين فان لم يكن عنده بنت مخاض على وجهها و عنده ابن لبون فانه تقبل منه بوليس معه شئى

اور جس شخص کا صدقہ بنت مخاض کو پہنچے اور اس کے پاس بنت مخاض نہیں ہے بلکہ اس کے پاس بنت لبون ہے تو اس سے بنت لبون قبول کی جائے —— اور زکوٰۃ لینے والا اس کو بیس درہم دے یا دو بکریاں دے۔

اگر اس زکوٰۃ دینے والے کے پاس بنت مخاض اس وجہ پر نہ ہو کہ جو زکوٰۃ فرض کی گئی ہے' اور حال یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے کے پاس ابن لبون ہے تو قبول کیا جائے۔ اگر چہ قیمت میں بنت مخاض سے اقل ہو اور اس کے حاصل کرنے میں تکلیف اور اس کے ساتھ کچھ شے زیادہ نہیں ہے —— یہ وہ حکم ہے جس پر کل علماء کا اتفاق ہے۔

چرنے والی بکریوں میں زکوٰۃ مفروضہ:

چرنے والی بکریوں اور ان کے صدقہ یعنی زکوٰۃ کا یہ حکم ہے کہ:

☆ اذابلغت اربعين الىٰ عشرين ومائة شاة شاة

جس وقت چالیس بکریاں ایک سو بیس تک کی تعداد کو پہنچیں تو زکوٰۃ ایک بکری ہے۔

☆ فاذا زادت على عشرين ومائة الى مائتين شاتان

جس وقت ایک سو بیس بکریوں سے ایک یا ایک سے زیادہ ہوں اور دو سو تک پہنچ جائیں تو ان میں دو بکریاں زکوٰۃ ہیں۔

☆ فاذا زادت على مائتين الىٰ ثلث مائة ففيها ثلث شياه

جس وقت دو سو بکریوں سے زیادہ ہوں' اگر چہ ایک ہی بکری زیادہ ہو تین سو تک کی زکوٰۃ تین بکریاں ہیں۔

☆ فاذا زادت على ثلث مائة ففى كل مائة شاة

جس وقت تین سو بکریوں سے چار سو تک پہنچیں اور کم نہ ہوں تو ہر ایک سو بکریوں کی زکوٰۃ ایک بکری ہے۔

اس قول کا مقتضا یہ ہے کہ چوتھی بکری واجب نہ ہوگی مگر جس وقت بکریاں پوری چار سو تک پہنچیں گی۔ یہ جمہور کا قول ہے۔۔۔ جمہور علماء نے کہا ہے کہ تین سو کی تعداد کے ذکر سے فائدہ اس نصاب کا بیان ہے جو اس کے بعد ہے کہ اس کا ماقبل مختلف ہے۔

بعض اہل کوفہ سے روایت ہے جیسے حسن بن صالح ہیں۔۔۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ جس وقت تین سو بکریوں پر ایک بکری زیادہ ہو جائے تو چار بکریاں واجب ہوں گی۔

☆ **فاذا كانت سائمة الرجل ناقصة اربعين شاة فليس فيها صدقة الا ان يشاء بها ولا يجمع بين متفرق ولا يفرق بين مجمع خشية الصدقة**

جس شخص کی سائمہ بکریوں سے ایک بکری چالیس بکریوں سے کم ہو تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔۔۔ مگر ان بکریوں کا مالک تطوع کے طور پر زکوٰۃ نکالے تو زکوٰۃ لی جائے ورنہ زکوٰۃ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔۔۔ اور متفرق بکریوں میں صدقہ کے خوف سے نہ جمع کیا جائے اور نہ ہی مجتمع بکریوں میں صدقہ کے خوف سے تفریق کی جائے۔[1]

وما كان خليطين فانهما يترا جعان بينهما بالسويه

اور وہ بکریاں جو شریکوں کی ملکیت سے ہوں وہ دونوں اپنے درمیان بالسویہ رجوع کریں۔

ولا يوخذني الصدقة هرمة اور صدقہ میں وہ بوڑھی بکری نہ لے جائے جس کے دانت گر گئے ہوں۔۔۔

ولا ذات عوار...... اور صدقہ میں وہ بوڑھی بکری نہ لے جائے جو کانی ہو یا عیب دار ہو۔ یعنی جو شرائط قربانی میں ہیں۔ ان کے مواقف صحیح سالم ہو اور بے عیب ہو وہ بکری صدقہ میں لی جائے۔

ولا تيس الاان يشاء المصدق...... اور صدقہ میں نر بکرا نہ لیا جائے مگر صدقہ دینے والا اگر دے تو صدقہ لینے والا لے لے۔

درہموں یعنی چاندی کے سکہ روپیہ کی زکوٰۃ:

☆ **ولى مائتى درهم من الرقة ربع العشر**

---

[1] امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تین آدمیوں کا گروہ ہے ...... ہر آدمی کے حصہ کی چالیس چالیس بکریاں ہیں ...... ہر ایک چالیس میں زکوٰۃ واجب ہے ...... چنانچہ وہ تینوں ان بکریوں کو جمع کریں تاکہ ان کل پر زکوٰۃ ان بکریوں میں واجب نہ ہو مگر ایک بکری یا دو شریکوں پر تین بکریاں زکوٰۃ نکالنا واجب ہو۔ اور وہ ان بکریوں کو متفرق کر دیں۔ یہاں تک کہ ان دونوں میں سے ہر ایک پر واجب نہ ہو مگر ایک بکری۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب ایک جہت سے مال کے مالک کے ساتھ خطاب ہے۔ اور ایک جہت سے سائی یعنی صدقہ لینے والے کے ساتھ خطاب ہے ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو یہ حکم فرمایا ہے کہ صدقہ کے خوف سے جمع اور تفریق سے کوئی بات نہ پیدا کریں ...... مال کا مالک یہ خوف کرے کہ صدقہ زیادہ ہو جائے تو وہ بکریوں کو جمع کرے یا ان کو متفرق کرے تاکہ صدقہ زیادہ ہو جائے یا صدقہ کم ہو جائے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد دو حکموں کا احتمال رکھتا تھا تو ایک پر حمل کرنا دوسرے پر حمل کرنے سے اولیٰ انتہا ...... لہٰذا دونوں پر معاً حمل کیا گیا۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وہ امر جو ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا حمل مالک کے حمل کرنے سے ظاہر ہے۔

چاندی کے دوسو درہموں میں زکوٰۃ پانچ درہم ہیں —— دوسو درہموں سے جو زیادہ ہوں تو از روئے حساب زکوٰۃ دی جائے۔ یعنی عشر کا جو ربع ہے اس کے حساب سے زیادہ درہموں کی زکوٰۃ دی جائے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دوسو پر جو کچھ زیادہ ہو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے' یہاں تک کہ چالیس تک پہنچ جائیں۔ ان چالیس میں ایک درہم زکوٰۃ ہے —— اسی طرح ہر ایک چالیس میں چاندی کا ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

☆ **فان لم تکن الاتسعین و مائة فلیس فیها صدقة الا ان یشاء بها**

اگر چاندی نہ ہو مگر ایک سونو درہم ان میں صدقہ نہیں ہے کہ نصاب نہیں ہے —— مگر درہم کا مالک تو زکوٰۃ تطوعا دے۔[1]

نصابوں کے بارے میں نامہ مبارک:

انہی' صدقات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ خط ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ پاس نصابوں کے بارے میں تھا۔[2] یہ صریح اس بارے میں ہے کہ یہ خط اس خط کے علاوہ ہے جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے لکھا تھا اور یہ خط تبدیلی الفاظ کا بھی تقاضا کرتا ہے —— یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خط کے ساتھ عمل کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے —— اس لیے کہ یہ خط پہلے خط کے ساتھ اتحاد کا تقاضا نہیں کرتا۔

اس خط میں زکوٰۃ جنس ذکر کی گئی ہے نہ جمیع انواع زکوٰۃ —— جیسا کہ ابوداؤد' ترمذی' امام احمد اور حاکم وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ زہری نے سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب القرشی العدوی المدنی سے روایت کی ہے جو سات فقہا سے ایک ہیں اور اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل اور وسط تابعین سے ہیں —— سالم علیہ الرحمہ نے اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کا خط لکھا لیکن اسے اپنے عمال کی طرف نہیں بھیجا اور اپنی تلوار کے ساتھ اس خط کو نزدیک کیا۔ یعنی اپنے مرض موت میں اس خط کو اپنی تلوار کے نیام میں رکھ دیا۔ وہ خط آپ کی تلوار کے نیام میں رہا یہاں تک کہ آپ نے وصال فرمایا:

اس خط پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا —— پھر اس خط پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا' یہاں تک کہ انہوں نے رحلت فرمائی۔

اس خط میں یہ تھا:

☆ **فی خمس من الابل شاة وفی عشر شاتان وفی خمس عشر ثلث شیاه وفی عشرین اربع شیاه**

پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ ہے —— اور دس میں دو بکریاں —— پندرہ میں تین بکریاں [2]

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں جو لفظ رقہ آیا ہے' اس سے مراد درہم مسکوکہ ہے ...... رقہ میں جو حرف ھا ہے۔ وہ اس واؤ کے عوض ہے جو لفظ ورق سے محذوف ہوگئی ہے۔ جیسے لفظ عدة اور وعد میں محذوف ہے ...... یہ ابن اثیر نے جامع میں کہا ہے ......
اور فتح الباری میں کہا ہے کہ رق بہ کسر راؤ تخفیف قاف خالص چاندی برابر ہے کہ مضروبہ ہو یا غیر مضروبہ

[2] نصاب وہ قدر معتبر جو زکوٰۃ وغیرہ کے واجب ہونے میں ہو۔

☆ الی خمس وثلثین پینتیس تک فان زادت واحده ففیها بنت لبون الی خمس واربعین

اگر پینتیس پر ایک اونٹ بھی زیادہ ہوجائے تو ان میں بنت لبون زکوٰۃ ہے۔ پینتالیس اونٹوں تک۔

☆ فان زادت وحدة ففیها حقه الیٰ ستین

اگر پینتالیس سے ایک زیادہ ہو تو ان میں ساٹھ تک ایک حقہ ہے۔

☆ فان زادت وحدة ففیها جذعة الی خمس و سبعین

اگر ساٹھ سے ایک اونٹ زیادہ ہو تو ان میں پچھتر تک ایک جزعہ زکوٰۃ ہے۔

☆ فان زادت وحدة ففیها ابنتالبون الی تسعین

اگر ان میں ایک اونٹ زیادہ ہو تو نوے تک ان میں دو بنت لبون زکوٰۃ ہے۔

☆ فان ذادت وحدة ففیها خفتان الی عشرین و مائة

اگر نوے پر ایک اونٹ زیادہ ہو تو ایک سو بیس تک دو حقہ ہیں۔

☆ فان کانت الابل اکثر من ذلك ففی کل خمیس حقه وفی کل اربعین انبة لبون

اگر اونٹ اس تعداد سے اکثر ہوں تو ہر ایک پچاس میں ایک حقہ زکوٰۃ ہے —— اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون زکوٰۃ ہے۔

بکریوں کی زکوٰۃ:

☆ وفی الغنم فی کل اربعین شاة شاة الی عشرین و مائة

ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ ہے۔ ایک سو بیس تک۔

☆ فان زادت واحدة فشاتان الی مائتین

اگر ان پر ایک بکری زیادہ ہوجائے تو دو بکریاں زکوٰۃ ہیں دو سو کی تعداد تک

☆ فاذا زادت علی المائتین ففیها ثلث شیاه الی ثلث مائة

جس وقت دو سو بکریوں سے زیادہ ہوں تو ان میں تین سو تک تین بکریاں ہیں۔

☆ فان کنت الغنم اکثر من ذلك ففی کل مائة شاة شاة ثم لیس فیها شئی حتی تبلیغ بمائة

اگر بکریاں تین سو سے زیادہ ہوں تو ہر ایک سو میں ایک بکری زکوٰۃ ہے۔ ایسے ہی پانچ سو تک پہنچیں تو ان میں پانچ بکریاں زکوٰۃ ہیں۔

---

[1] چوبیس (۲۴) اونٹوں کی تعداد تک چار بکریاں ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد عالی دلیل ہے: وفی خمس وعشرین بنت مخاض اس کی طرف جمہور علماء گئے ہیں ...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پچیس (۲۵) اونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ ہے ...... جس وقت اونٹ چھبیس (۲۶) ہو جائیں تو ان میں بنت مخاض زکوٰۃ ہے۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ..... اس کی روایت موقوف اور مرفوع دونوں طریق پر آئی ہے۔ مرفوع کی اسناد ضعیف ہیں۔

☆ **ولایفرق بین مجتمع ولا تجمع بین متفرق مخافة الصدقة**

اور جو بکریاں جمع ہوں تو ان کے درمیان تفریق نہ کی جائے۔ زکوٰۃ کے خوف سے متفرق بکریاں جمع نہ کی جائیں۔

☆ **وما کان من الخلطین فانھما یترا جعان بالسویة**

وہ بکریاں جو دو شریکوں سے ہوں ان دونوں کو چاہئے کہ برابری کے ساتھ رجوع کریں۔

☆ **ولایوخذ فی الصدقة ھرمة**

اور جس بکری کے دانت بڑھاپے کے سبب گر پڑے ہوں تو صدقہ میں وہ بکری نہ لی جائے۔

☆ **ولاذات عیب**

اور جس بکری میں عیب ہو وہ نہ لی جائے ...... زہری نے کہا ہے:

☆ **واذا جاء المصدق تسم الشاء اثلا ثلث خیار وثلث اوساط وثلث شرار**

اور جس وقت صدقہ لینے والا آئے تو بکریوں کی تین اقسام کرے:

☆ ایک ثلث اچھی ☆ ایک ثلث متوسط درجہ کی

☆ اور ایک ثلث بری

واخذ من الوسط ...... اور جو بکریاں متوسط درجہ کی ہوں ان میں سے صدقہ لے کر اس مال سے نہ لے — رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ممانعت دوسری حدیث میں فرمائی ہے: **اباك و کرایم اموالھم**

یعنی صدقہ دینے والوں کے چنے ہوئے مال سے بچو...... اس حدیث حسن کو ابوداؤد' ترمذی نے روایت کیا ہے۔ [1]

خطابی نے کہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد تیرا جعان کا معنی یہ ہے کہ مثلاً دو شخصوں کے درمیان چالیس بکریاں ہیں۔ ہر ایک کی ان میں سے بیس بکریاں ہیں — ان دونوں شریکوں نے یہ پہچان لیا ہے کہ میرا عین مال یہ ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ لینے والا ایک سے ایک بکری لے — جس شخص سے مال لیا گیا ہے وہ اپنے خلیط پر رجوع کرے۔ نصف قیمت شاۃ کے لیے۔ اس خلط کا نام خلط الجوار ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک خلیط شریک ہے...... امام ممدوح پر اس طور پر اعتراض کیا گیا ہے کہ شریک اپنا عین مال نہیں پہچانتا ہے۔ [2] اور کہا ہے کہ دونوں شریک اپنے درمیان مساوی حصہ کے لیے رجوع کریں (جیسا کہ امام ممدوح نے فرمایا ہے۔) اگر ایسا نہ ہوگا تو دونوں کے رجوع کے لیے سویہ کے ساتھ اپنے درمیان کوئی معنی نہ ہوگا۔ اے میرے اللہ تعالیٰ! مگر اس

---

[1] ابن الاثیر نے ''نہایہ'' میں کہا ہے کہ خلیط مخالطہ کو کہتے ہیں۔ اس سے اس شریک کا ارادہ کرتے ہیں کہ اپنے مال کو اپنے شریک کے مال کے ساتھ شریک کردے۔ اور ان دونوں کے درمیان تراجع ہو۔ مثلاً ایک کی چالیس بکریاں ہوں اور دوسرے کی تیس گائے ہوں ...... حال یہ ہے کہ دونوں کا مال مخلط ہے...... چنانچہ ساعی یعنی زکوٰۃ لینے والا ان چالیس سے ایک سنہ زکوٰۃ لے۔ اور تیس گائیوں سے ایک تبیع لے۔ چنانچہ باذل السنہ اپنے شریک پر اس کے ثلثہ اسباع کے لئے رجوع کرے اور باذل تبیع اپنے شریک پر اربو اسباع کے لئے رجوع کرے۔ اس لئے کہ مسون سے ہر ایک شیوع پر واجب ہے۔

[2] خلیط کو اپنے شریک کے مال کے سبب اپنے مال کا تمیز نہیں ہوتا کہ جو زکوٰۃ لی گئی ہے اس کے حصہ کے لئے رجوع کرے۔

ر پر جواب دیا جائے کوتراجع بحسب حساب ہو یعنی بکریوں کی تعداد کے ساتھ تراجع ہو۔)
اور اس قسم سے کہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خلیط مستلزم نہیں ہے کہ شریک کے معنی میں ہو...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان کثیرا من الخلطاء

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے اپنے اس ارشاد سے بیان کیا ہے:

ان ھذا اخی لہ تسع و تسعون نعجۃ ولی نعجۃ واحدۃ

چنانچہ اس ارشاد باری نے یہ فائدہ دیا کہ خلطہ سے مراد مطلق اجتماع ہے نہ شرکت۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی طرف سے
ض علماء نے اس طور پر عذر کیا ہے کہ یہ حدیث ان کو نہیں پہنچی۔ وہ حدیث پاک جس میں یہ ہے:

وماکان من الخلیط

یا وہ حدیث امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو پہنچی ہو اور انہوں نے یہ دیکھا ہو کہ اصل زکوٰۃ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
لہٖ وسلم کا ارشاد موطا اور صحیحین میں امام صاحب کے طریق سے:

لیس فیما دون خمس ذو و صدقۃ

پانچ سے کم جماعت میں صدقہ نہیں ہے۔ ذود اونٹوں کی جماعت تین سے دس تک یا پندرہ تک یا بیس تک یا تیس تک۔ یہ
ظ مادینوں کی جماعت میں بولا جاتا ہے۔ اس میں واحد جمع برابر ہے۔ یہ لغوی تحقیق ہے۔
زرقانی علیہ الرحمہ شارح ''مواہب'' فرماتے ہیں کہ ذود مذکر اور مؤنث اور جمع اور مفرد پر واقع ہوتا ہے۔ اس لیے لفظ خمس
ود کی طرف اضافت کیا گیا ہے — خلط کا حکم اس اصل کے مغائر ہے۔ اس کے ساتھ علماء نے اختلاف نہیں کیا ہے۔
امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ان میں سے کسی ایک پر جس شے کا وہ مالک ہے اس میں صدقہ واجب نہیں ہے۔ مگر
س مال کی مثل ہو جس پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ اگر خلط نہ ہو۔
عبدالرزاق اور امام بخاری نے حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کے
لیے چالیس بکریاں پوری ہو جائیں جبکہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہر ایک شریک پر ایک بکری واجب ہے۔
امام شافعی امام احمد اور اصحاب حدیث نے کہا ہے کہ جس وقت دونوں شریکوں کے جانور حد نصاب کو پہنچ جائیں تو وہ دونوں
زکوٰۃ دیں — ان علماء کے نزدیک خلطہ یہ ہے کہ:

- ☆ بکریاں چرنے کی جگہ — اور
- ☆ ان کے رات میں رہنے کی جگہ
- ☆ حوض یعنی پانی پینے کی جگہ اور
- ☆ نر دینے میں جمع ہوں۔

اور شرکت خلط سے اخص ہے — خلط مال کا اشتراک بوجہ شیوع خلط اس کو اور مجاورۃ کو شامل ہے۔

اہل یمن کے نام نامہ مبارک

یہ جلیل خط ہے۔ اس میں :

☆ زکوٰۃ اور دیات اور احکام'

☆ ذکر کبائر' طلاق اور عتاق'

☆ احکام صلوٰۃ ثوب واحد میں اور

☆ ثوب واحد میں احتبا' اور

☆ مصحف مجید کا مس کرنا۔

اور ان امور کے سوا بلاغ فقہ ہے اور اس خط میں جو شے دیات کی مقدار دن سے ہے۔ کل فقہا نے اس پر احتجاج کیا ہے۔۔۔ اس حدیث کو نسائی نے متصل طور سے' یونس نے زہری سے مرسل اور نسائی کے شاگرد ابوحاتم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اہل یمن کو لکھا جس میں فرائض اور سنن اور دیات ہیں۔ اور اس خط کو عمرو بن حزم کے ہاتھ بھیجا تھا۔ عمرو بن حزم وہ خط اہل یمن کے پاس لائے۔ اس کی نقل یہ ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد النبی الی شرجیل بن عبد کلال و الحارث بن عبد کلال ونعیم بن عبد کلال

امابعد!

کے بعد حدیث پاک کو اس کے طول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ آپ کے خط میں یہ تھا:

☆ من اعتبط مومنا قتلاعن غیر نبیۃ فانہ قود
جس شخص نے کسی مومن کو بغیر بینہ کے قتل کیا' اس سے قصاص لیا جائے۔

☆ الا ان یرضی اولیاء المقتول
مگر یہ کہ بلا جنایت کے جو قتل کیا ہے اس کے وارث راضی ہو جائیں تو قصاص نہ لیا جائے۔

☆ ان الہ جل یقتل بالمرۃ
مرد عورت کے بدلے قتل کیا جائے۔
اور اس خط میں جو خطاءً ہو' یہ ہے:

☆ الدیۃ مائۃ من الابل
ایک سو اونٹ دیت ہے جس کے پاس اونٹ ہوں۔

☆ وعلی اھل الذھب الف دینار

اور مالدار شخص کے ذمہ ایک ہزار دینار ہیں۔

☆ وفی الانف اذا اعیب جدعه' الدية من الابل مائة

جس وقت کوئی پوری ناک اس طرح سے کاٹ ڈالے کہ کچھ نہ باقی ہے اس پوری ناک کی دیت جس کے پاس اونٹ ہوں ایک سو اونٹ ہیں۔

☆ وفی اللسان الدية —— وفی الشفتين الدية

اور زبان کاٹنے میں دیت ہے اور ہونٹوں کے کاٹنے میں دیت ہے۔

☆ وفی الخصيتين الدية —— وفی الذكر الدية

اور خصیتین کے کاٹنے میں دیت ہے اور عضو تناسل کے کاٹنے میں دیت ہے۔

☆ وفی الصلب الدية —— وفی لعينين الدية

اور صلب کے کاٹنے میں دیت ہے اور دونوں آنکھیں پھوڑ دینے میں دیت ہے۔

☆ وفی الرجل الواحدة نصف الدية

اور ایک پاؤں کاٹنے میں نصف دیت ہے۔

☆ وفی المامون ثلث الدية

اور دماغ کی چوٹ میں نصف دیت ہے۔

☆ وفی الجائفة ثلث الدية

اور پیٹ کے اندر جو زخم پہنچے ثلث دیت ہے۔

☆ وفی المنقلة خمس عشرة من الابل

اور اس زخم میں کہ ہڈیاں ٹوٹ کے نکلیں۔ پندرہ اونٹ دیت ہیں۔

☆ وفی كل اصبع من اصابع اليد و الرجل عشر من الابل

ہاتھ کی انگلیوں سے ایک انگلی کی دیت اور پاؤں کی انگلیوں سے ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں۔

☆ وفی السن خمس من الابل

اور دانت کی دیت پانچ اونٹ ہیں۔

اور امام مالک کی روایت میں ہے:

☆ وفی العين خمسون و فی اليدخمسون وفی الرجل خمسون

آنکھ کی دیت میں پچاس اونٹ ہیں —— ہاتھ کی دیت میں پچاس اونٹ ہیں

☆ وفی الموضحة خمس من الابل

اور موضحہ (وہ زخم جس سے سر کی یا چہرہ کی ہڈی ظاہر ہو جائے) کی دیت میں پانچ اونٹ ہیں۔

بادشاہوں کے نام مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قیصر ملک روم ہرقل کے نام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی الحجہ ۶ھ میں جب حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو روم کے بادشاہ کو خط لکھا:

اہل روم کے دستور کا احترام:

آپ کو بتایا گیا کہ:

''اہل روم کسی خط کو نہیں پڑھتے جب تک کہ وہ سربمہر نہ ہو۔''

چنانچہ آپ ... ندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں تین سطریں نقش کرائیں:

☆ پہلی سطر میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

☆ دوسری سطر میں رسول

☆ اور تیسری سطر میں اللہ

اس انگوٹھی سے خط پر مہر لگائی۔ اہل روم کا یہ دستور تھا کہ وہ کسی ایسے خط کو اہمیت نہ دیتے تھے جس پر کوئی مہر نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ:

☆ اہل روم کو اپنے راز ظاہر ہو جانے کا خوف تھا۔

☆ اور یہ کہ جو احوال ان سے بیان کیا گیا ہے وہ لائق توجہ ہے۔

☆ اور اہل روم کے علاوہ کوئی اس پر مطلع نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کتاب سلطان اور کتاب قضاۃ کی مہر وہ سنت ہے جس کا اتباع کیا گیا ہے —— اس لیے بعض علمائے کرام نے کہا ہے کہ یہ مہریں لگانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کے سبب ہے —— آپ نے قیصر ملک روم جس کا نام ھرقل تھا' کو خط تحریر فرمایا —— خط لکھنے کے بعد آپ نے یہ فرمایا:

خط لے جانے والے کے لئے جنت کی بشارت:

''میرا یہ خط لے کر ہرقل کے پاس کون جائے گا۔ اس کے لیے جنت ہے۔''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر خط لے جانے والا ہرقل تک نہ پہنچے۔''

یعنی کوئی رکاوٹ پیش آجائے یا وہ راستے میں فوت ہو جائے۔ آپ نے جواب دیا:

''اگرچہ نہ پہنچے اس کے لیے جنت ہے۔''
اس خط کو حضرت دحیہ بن الکلبی نے لیا اور اس طرف روانہ ہوگئے جہاں ہرقل تھا۔ وہ اس وقت بیت المقدس میں تھا۔

نامہ مبارک کا متن:

اس خط کا متن یہ تھا: [1]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

اسلم تسلم یؤتیک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الاریسین دیا اھل الکتاب تعالوالی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لانعبدالا اللہ و لانشرک بہ شیاً و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولو افقولوا الشھدوا بانا مسلمون

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے—— یہ خط ہرقل کی طرف ہے جو اہل روم کے نزدیک عظمت والا ہے—— جس نے ارشاد کا اتباع کیا۔ اس پر سلام ہے۔
امابعد! بعد حمد کے اے ہرقل تجھے معلوم ہو کہ میں تجھے اس کلمہ کے ساتھ دعوت دیتا ہوں' جو اسلام کی طرف بلاتا ہے وہ یہ ہے:

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

تو مسلمان ہو جا اور سلامت رہو۔ اللہ تعالیٰ تجھے تیرا اجر دوبارہ دے گا:

☆ ایک اجر یہ ہے کہ تو اپنے نبی پر ایمان لایا ہے۔
☆ دوسرا اجر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

اگر تو اسلام سے منہ پھیرے گا تو تجھ پر اریسین کا گناہ ہوگا۔ [2]
اے اہل الکتاب!......تم لوگ اس کلمہ کی طرف آؤ کہ ہم مسلمانوں اور تم اہل کتاب [3] کے درمیان برابر ہے۔ اس میں

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خط کو اپنے نفس مبارک سے شروع فرمایا۔ یہ سنت ہے۔ جمہور کا اس پر اتفاق ہے صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے۔ بخاری کی روایت میں ابتدا یوں ہے : من محمد عبداللہ ورسولہ
''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے' جو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے'—— عبداللہ لکھنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے کل رسول اکرم الخلق ہیں' مگر اس مرتبہ کے باوجود وہ تمام رسول اس بات کے مقرر ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عبید ہیں۔ اور اس کے باطل ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں جس امر کا دعویٰ کرتے ہیں——
بخاری میں من محمد بن عبداللہ رسول اللہ الی هرقل عظیم الروم—— وارد ہے۔ یعنی یہ خط ہرقل کی طرف ہے جو روم کے نزدیک معظم ہے...... ابونعیم اور ابن عساکر میں دحیہ کی حدیث سے یوں ہے: الی قیصر صاحب الروم سلام ...... اور ''کتاب استیذان'' بخاری میں السلام الف لام کے ساتھ ہے ...... علی من اتبع الھدی ......یعنی ''جس نے رشاد کا اتباع کیا' اس پر سلام ہے۔ ھدیٰ کا معنی ہے ارشاد۔
[2] خطابی نے کہا ہے کہ اریسین سے مراد ضعیفوں اور تابعین سے ہے۔ اس لئے کہ ہرقل کی تقلید کی وجہ سے وہ مسلمان نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ چھوٹے بڑوں کے تابع ہوتے ہیں...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قرآن مجید، تورات اور انجیل اختلاف نہیں کرتی ہے اور یہ کہ ہم اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں —— اسے عبادت میں ایک مانیں۔ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کریں۔ اس کی عبادت میں ہم کسی کو شریک نہ کریں اور کسی کو عبادت کا مستحق نہ ٹھہرائیں —— اور ہم سے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب نہ اختیار کرنا پڑے۔ ہم:

☆ عزیر کو ابن اللہ نہ کہیں۔

☆ نہ مسیح کو ابن اللہ کہیں۔

☆ حلال اور حرام میں یہودی علماء کی اطاعت نہ کریں کہ وہ بھی ہماری طرح بشر ہیں ——

اگر تم توحید سے منہ پھیرو تو یہ اعتراف کرو کہ ہم مسلمان ہیں —— یا یہ اعتراف کرو کو جس شے کے ساتھ کتاب ناطق ہے ہم اس کے ساتھ کافر ہیں۔''

خط ملنے پر ردِ عمل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نامہ مبارک جب قیصر کے روبرو پڑھا گیا تو قیصر کے بھتیجے نے شدید غضب کیا اور قیصر سے کہنے لگا:

''مجھے یہ خط دکھا۔''

قیصر نے اس سے پوچھا:

''تو اس خط کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟''

اس نے جواب دیا:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس خط میں اپنی ذات سے ابتداء کی ہے کہ **من محمد رسول اللہ** لکھا ہے اور تیرا نام صاحب الروم رکھا ہے۔''

اس کے چچا قیصر نے کہا:

''تو ضرور ضعیف الرائے ہے۔ تو اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ میں اس شخص کے خط کو پھینک دوں جس کے پاس ناموس اکبر یعنی جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں۔'' یا قیصر نے ایسا کلام کیا جس کا یہ معنی ہے یا قیصر نے یہ کہا کہ:

(صفحہ گزشتہ کا حاشیہ) ازہری نے کہا ہے کہ اریسین کھیتی باڑی کرنے والے لوگ ہیں۔ یہ لفظ لغات شامیہ سے ہے...... اہل السواد اہل فلاحت تھے، مجوس تھے اور اہل صناعت سے تھے...... ازہری کے غیر نے لکھا ہے کہ اریسین عبداللہ بن اریس کی طرف منسوب ہیں۔ نصاریٰ اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اس نے دین نصاریٰ میں بہت سی چیزیں بدعات کے طور پر ایجاد کی تھیں جو دین عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف تھیں...... ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ شخص اس قوم سے تھا جس کی طرف ایک نبی بھیجے گئے تھے...... اور ان لوگوں نے اس نبی کو قتل کر ڈالا تھا...... لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کے نامہ مبارک میں یوں مقدر مانا جائے کہ "اریسین کی مثل تجھ پر گناہ ہے۔"

[1] روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت شریف **یا اھل الکتاب** اس کے نزول سے پہلے لکھی تھی...... آپ کا یہ لفظ اس آیت کے موافق ہوا جبکہ یہ بعد میں نازل ہوئی۔ یہ آیت شریف نجران کے وفد کے قصہ میں نازل ہوئی ہے...... اہل نجران کا قصہ سنہ وفود میں تھا، جو کہ سنہ ۹ ہجری ہے...... ابوسفیان کا یہ قصہ اس سے پہلے سنہ ۶ ہجری میں تھا...... ایک روایت کے مطابق یہ آیت شریف یہود کے قصہ میں نازل ہوئی۔

''میں اس خط کو ڈال دوں جبکہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس خط میں کیا لکھا ہے۔ اگر آپ رسول اللہ ہیں تو آپ اس امر کے زیادہ حق دار ہیں کہ خط کی ابتداء اپنی ذات سے کریں ---- اور آپ نے سچ بات کہی ہے کہ میں صاحب الروم ہوں اور اللہ تعالیٰ میرا مالک ہے اور اہل روم کا مالک ہے۔''

مہ مبارک کا ادب و احترام:

پھر قیصر نے اس خط کو اپنے سر پر رکھا اور اس کو بوسہ دیا اور اسے دیبا اور حریر میں لپیٹا اور جامہ دان میں رکھ دیا ---- پھر صر نے دحیہ کے اتارنے اور ان کا اکرام کرنے کے لیے امر کیا۔ دحیہ نے کہا:

''قیصر نے دوسرے دن مجھے خفیہ طور پر بلایا اور ایک عظیم مکان میں مجھے داخل کیا۔ میں نے تین سو تیرہ تصویریں دیکھیں جو لہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی تھیں۔ قیصر نے مجھ سے کہا کہ ان انبیاء میں تم دیکھو کہ تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ میں نے نبی صلی للہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارک دیکھی۔ گویا آپ باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے کہا ''یہ ہیں'' قیصر نے کہا ''تم نے سچ کہا''

اس حدیث کو ابونعیم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ قیصر کے امر سے وہ تھا جسے امام بخاری نے اپنی حدیث میں ذکر کیا ہے ---- خط ملنے کے بعد قیصر حمص کو گیا۔ وہاں نصاریٰ کو جمع کر کے ان سے کہا:

''کیا تم کو رشد اور فلاح کی رغبت ہمیشہ کے لیے ہے اور یہ رغبت ہے کہ تمہارا ملک ہمیشہ قائم رہے۔ تم اس نبی سے بیعت کر لو۔''

یہ سن کر سب وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے۔ دروازے مقفل تھے۔ قیصر نے جب ان کی ایسی وحشت یکھی تو حکم دیا کہ ان کو میرے پاس بلا کر لاؤ جب وہ آئے تو ان سے کہا:

''میں تمہارے دین پر تمہاری شدت دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے تم سے وہ امر دیکھا جسے میں دوست رکھتا ہوں۔''

سب نصاریٰ نے اسے سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے۔ یہ ہرقل کا آخری احوال تھا۔ آپ کے پاس ہرقل کا جواب آیا تو آپ نے فرمایا:

''اس کا ملک ثابت رہا۔''

نسل در نسل برکات:

ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں سیف الدین فلیح المنصوری سے روایت کی ہے کہ جو دولت قلادونیہ کے امراء سے ایک شخص ہے۔ وہ بادشاہ مغرب کے پاس ملک منصور قلادون کی طرف سے ہدیہ لایا تھا۔ سیف الدین کو ملک مغرب نے ملک فرنج کے پاس کسی کی شفاعت کے بارے میں بھیجا اور ان سے شفاعت کو قبول کر لیا اور سیف الدین کا اکرام کیا۔ اور سیف الدین سے کہا:

''میں تم کو ایک تحفہ سینہ ضرور دوں گا۔''

اس نے سیف الدین کے روبرو ایک ایسا صندوق نکالا جس کے تختے سونے کے تھے۔ اس صندوق میں سے ایک قلم دان نکالا

اور قلم دان سے ایک خط نکالا جس کے اکثر حروف زائل ہوگئے تھے۔ اس پر سے حریر کا کپڑا چپک گیا تھا۔ خط نکالنے کے بعد کہا:

''یہ خط تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہ جو کہ آپ نے میرے دادا قیصر کو لکھا تھا—— ہم لوگ اب تک اس خط کو میراث پا رہے ہیں—— ہمارے باپوں کے باپ جو قیصر تک ہیں انہوں نے ہمیں یہ وصیت کی ہے کہ جب تک یہ خط ہمارے پاس رہے گا تو ملک ہمیشہ ہم لوگوں میں رہے گا—— ہم لوگ اس کی حفاظت نہایت حفظ سے کرتے ہیں اور ہم اس کی تعظیم کرتے ہیں—— اس خط کو ہم نصاریٰ سے چھپاتے ہیں تا کہ ملک ہمیشہ ہم لوگوں میں رہے۔''

کسریٰ پرویز ملک فارس کے نام نامہ مبارک:[۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ و آمن باللہ و رسولہ وشھدان الاالہ اللہ وحدہ لاشریك و شھد ان محمد عبدہ' و رسولہ' ادعوك بدعایة اللہ فانی رسول اللہ الی الناس کلھم لینذر من کان حیا و یحق القول علی الکا فرین اسلم تسلم فان تولیت فعلیك اثم المجوس .

''یہ خط محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ کسریٰ عظیم فارس کی طرف ہے—— اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان لوگوں کو سلامتی ہے جنہوں نے رشاد کا اتباع کیا ہے۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور لوگوں نے یہ شہادت دی ہے:

☆ لاالہ الا اللہ وحدہٗ لاشریك لہ —— اور

☆ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

اے کسریٰ پرویز! میں تجھے اس دعوت سے دعوت دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی دعوت ہے—— میں تمام کافة للناس کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ جو لوگ کہ زندہ ہیں یعنی عاقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے غافل نہیں ہیں ان کو عذاب آخرت سے ڈراؤں۔ عذاب کا کلمہ کافروں پر واجب ہے۔

تو مسلمان ہوجا!—— آخرت کے عذاب سے سلامتی پا—— اگر تو منہ پھیرے گا تو تجھ پر مجوس کا عذاب ہوگا۔

☆ ایک گناہ تیرے کفر کا' —— اور

☆ دوسرا گناہ تیری قوم مجوس کا۔

کہ آتش پرست ہیں اور خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔'' [۲]

---

[۱] کسریٰ اور پرویز کا معنی مظفر ہے۔ [۲] امام شافعی علیہ الرحمہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ مجوس کی ایک کتاب تھی۔ مگر ان لوگوں نے اس میں تبدیلی کردی...... اس حدیث کے بعض راوی ضعیف ہیں' اور بعض مدلس ہیں۔

خط کی بے ادبی سے بدبختی کی مہر:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مبارک کسریٰ پرویز کے سامنے جب پڑھا گیا تو اس بدبخت نے خط کو پھاڑ ڈالا۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا:

''اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔''

یہ بات اخبار کے طور پر ہے ---- اور دعا کے طور پر اس طرح سے ہے:

''اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔''

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خط شریف عبداللہ بن حذافۃ السہمی کو بھیجا کہ وہ اس خط کو عظیم البحرین منذر بن مساوی کو پہنچا دیں ---- عظیم البحرین نے وہ خط کسریٰ پرویز ابن ہرمزان ابن نوشیروان کو بھجوا دیا ---- کسریٰ نے جب وہ خط پڑھا تو اس نے اسے چاک کر ڈالا۔

ابی عبید کی کتاب الاموال میں عمر بن اسحاق کی مرسل حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کو خطوط لکھے۔ کسریٰ نے جب آپ کا خط پڑھا تو اسے پھاڑ ڈالا جبکہ قیصر نے آپ کا خط پڑھا تو اسے لپیٹا اور پھر اس کو اٹھا رکھا۔ یہ واقعہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ مجوس پھاڑ دیئے جائیں گے۔ (یعنی متفرق اور پریشان کر دیئے جائیں گے ---- اور اہل روم کو بقا ہوگی۔''

والیٔ حبشہ اصحمہ نجاشی کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملك الحبشه !...... حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تجھے اس خدا کی تحریک سناتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جو:

☆ بادشاہ ہے ☆ مقدس ہے ☆ سلامتی والا ہے ☆ جائے پناہ ہے۔
☆ نگہبان ہے

اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ جس کو اس نے مریم بتول پاکیزہ صفت دامن والی ذات میں القا کیا۔ چنانچہ وہ حاملہ ہوگئیں ---- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی روح سے پیدا کیا۔ اور نفخ روح فرمایا۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا تھا۔

میں تجھے خدائے وحدہ لاشریک لہ اور اس کی اطاعت' مودت ومحبت کی دعوت دیتا ہوں ---- اور یہ کہ تو میری پیروی کرے اور اس کلام پر ایمان لائے جو میرے پاس اللہ کی طرف سے آیا ہے ---- میں اللہ کا رسول ہوں۔ تجھے اور تیرے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دے رہا ہوں۔

چنانچہ میں نے تبلیغ اور نصیحت کر دی۔ تم سب کو چاہئے کہ میری خیر خواہی کو قبول کر لیں ---- سلامتی ہے اس پر جو ہدایت کا

متبع ہو جائے۔

میں نے اپنے چچازاد بھائی جعفر کو اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت کو تمہاری طرف روانہ کیا ہے۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خط عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ تھا۔

نجاشی سے جب یہ خط پڑھ کر دیکھا تو کہا:

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یہی وہ صاحب وہ امی نبی ہیں جن کا اہل کتاب کو انتظار تھا—— اور بے شک راکب حمار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوشخبری سنانا ایسا ہے جیسا کہ راکب جمل کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تھی—— اور عیاناً کسی چیز کا مشاہدہ کسی سنی ہوئی خبر کی واقفیت سے زیادہ تسلی بخش نہیں ہوتا لیکن میرے معاون لوگ باشندگان حبش بہت تھوڑے ہیں لہٰذا مجھے مہلت دی جائے کہ میں اپنے ہم خیال لوگ زیادہ تعداد میں تیار کرلوں اور ان کی تالیف قلب کروں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نجاشی کا جوابی خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کے نام یہ خط اصحمہ نجاشی کی طرف سے ہے—— آپ پر اللہ کا سلام اور اس کی رحمت و برکت ہو۔ یا رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) امابعد! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے مکتوب گرامی کی زیارت کا مجھے شرف حاصل ہوا۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا میں رب السماء و الارض کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ بہ لحاظ ثفروق[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت بالکل ایسی ہے جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے اور ہم نے ان باتوں کو خوب سمجھ لیا ہے۔ جو آپ نے ہم تک پہنچا ئیں۔

بس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ میں آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گیا اور آپ کے چچازاد بھائی کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے بیعت کرلی اور اسلام قبول کرلیا—— اے اللہ کے نبی! میں آپ کی خدمت میں اپنے لڑکے کو روانہ کرتا ہوں۔ اور ار آپ کا حکم ہو تو میں خود بھی حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔

''السلام علیك و رحمة اللہ و برکاته''

اہل حبشہ کی اسلام میں رغبت:

پھر اصحمہ نے اپنے لڑکے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ان لوگوں کے ساتھ بھیجا جنہیں اپنے یہاں سے آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا تھا—— یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ وسط سمندر میں پہنچے تو وہاں ڈوب گئے—— اس طرح حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت حبشہ کا جو عہد کیا تھا' اسے پورا کیا۔ اور خدمت اقدس میں

---

[1] ثفروق — نواۃ اور کھجور کے درمیان ایک علاقہ ہے۔

حاضر ہوئے۔ ان کے جسم پر اون کا لباس تھا ان کی تعداد ستر تھی۔ ان میں سے باسٹھ حبشہ کے باشندے تھے اور باقی آٹھ آدمی ملک شام سے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں کامل سورہ یاسین شریف پڑھ کر سنائی۔ جب ان لوگوں نے قرآن سنا تو بے اختیار رونے لگے اور ایمان لائے۔ ایمان لاکر کہنے لگے:

''یہ قرآن اس کلام سے بالکل مشابہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا''

اللہ تعالیٰ نے انہی مسلمانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا ......

شاہ حبش کی نماز جنازہ:

یہ وہی اصحمہ شاہ حبش ہے کہ جس کی طرف مسلمانوں نے رجب ۵ھ میں ہجرت کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے لکھ بھیجا کہ:

''وہ اسلام قبول کرلے''

یہ مکتوب عمرو بن امیہ بن ضمری کے ذریعے ۶ھ میں روانہ کیا گیا۔ وہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لایا ۹ھ میں اس نے وفات پائی۔ وفات کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے مطلع ہوئے اور مدینہ میں اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

اور وہ نجاشی (شاہ حبش) جو اس کے بعد تخت نشین ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے دعوت اسلام دی وہ کافر تھا۔ تاریخ میں اس کا اسلام معروف نہیں ہے اور نہ ہی اس کا نام — بعض مورخین نے واقعات کو مخلوط کردیا۔ ان دونوں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی وضاحت نہیں کی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجاشی بادشاہ کو خط لکھا۔ وہ نجاشی نہیں ہے جس پر آپ نے نماز جنازہ پڑھی ہے۔

مکتوب مبارک بنام مقوقس شاہ مصر واسکندریہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی کی طرف سے عظیم قبط مقوقس کے نام یہ مکتوب ارسال ہوا ہے۔

سلام علی من اتبع الھدیٰ!

امابعد! میں تجھے دین اسلام کی دعوت دیتا ہوں کہ اسلام قبول کر۔ تو مقابلہ اور لڑائی کی زحمت سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اس کا دوگنا اجر عطا فرمائے گا — اگر تو اسلام قبول نہ کرے تو قبطیوں کی گمراہی کا وبال تجھ پر عائد ہوگا — ترجمہ آیت:

''اے اہل کتاب! آؤ اس کلمے کی طرف' جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر قبول کرنے کی بات ہے۔ ہم صرف

اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کیا کریں اور اس میں کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں سے کسی اور کو اپنا رب نہ بنائیں۔

چنانچہ اگر وہ نہ مانیں تو اے مسلمانو! تم ان سے کہو کہ ہم مسلمان ہیں تم گواہ رہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خط کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے روانہ کیا۔ وہ مصر گئے اور اس سے اسکندریہ میں ملاقات کی۔

اسکندریہ پہنچے تو مقوقس کو دیکھا کہ وہ سمندر کے ساحل پر اپنے اہل مجلس کے ساتھ مشغول ہے۔ کشتی میں بیٹھ کر وہاں پہنچے۔ اس کے سامنے ہوئے اور اپنے مکتوب سے اشارہ کیا۔ مقوقس نے جب دیکھ لیا تو ان کو روبرو لانے کا حکم دیا—— حاطب جب اس کے سامنے پیش ہوئے اور کھڑے ہوئے تو اس نے خط کو کھول کر پڑھا۔ خط پڑھنے کے بعد اس نے حاطب بن ابی بلتعہ سے کہا کہ:

''اگر وہ سچے نبی ہیں تو اس بات سے کیوں باز رہے کہ وہ میرے خلاف دعا کریں اور مجھ پر اپنی قوت کے غلبے کو مسلط کریں۔''

یہ سن کر حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جواب دیا کہ:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بات سے کس چیز نے منع کیا تھا کہ وہ اپنی دعا سے کام لے کر اپنے مخالفین پر اپنا تسلط قائم کرلیں۔''

مقوقس نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس جواب کو دوبارہ کہلوایا۔ پھر لاجواب ہوگیا۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا::

''تجھ سے پہلے ایک ایسا شخص بھی گزرا ہے جو ربوبیت کا دعویٰ کرتا تھا۔ اللہ نے اسے سزا دی۔ دنیا و آخرت دونوں جگہ رسوا ہونے کے لیے اسے دریا میں غرق کردیا۔ لہٰذا اے مقوقس! اپنے غیر سے نصیحت حاصل کر کہ لوگ تیری وجہ سے عبرت نہ لیں۔''

مقوقس نے کہا:

''ہمارا ایک دین پہلے سے مقرر ہے۔ ہم اسے ہرگز نہ چھوڑیں گے مگر اس صورت میں کہ اس سے بہتر کوئی دین ہو۔''

یہ سن کر حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''تجھے ہم اللہ کے دین کی دعوت دے رہے ہیں اور وہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کفایت کو اپنے ذمے لے لیا ہے اور اس کے علاوہ جتنے بھی دین ہیں ان سب کو باطل قرار دیا ہے۔

بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب لوگوں کو اس کی دعوت دی ہے اور اس میں کامیابی اور غلبہ حاصل کیا۔ قریش اور یہود نے سب سے زیادہ اس کی مخالفت کی۔ اسلام سے قریب تر عیسائی مذہب والے ثابت ہوئے۔

میں اپنی عمر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی نسبت ایسی نہ تھی جیسی کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پیش کی ہے —— ہمارا قرآن کی طرف تجھے بلانا انجیل کی طرح اہل تورات کو دی جانے والی دعوت کے مماثل نہیں ہوسکتا۔

ہر نبی کو ایک قوم ملی اور وہ اس کی امت ہوگئی۔ اس کی اطاعت ان کے ذمہ کی گئی —— چنانچہ اے مقوقس! تو بھی انہی میں سے ایک ہے جنہوں نے نبی آخرالزماں کا زمانہ پایا ہے۔ ہم تجھے دین مسیح سے نہیں روکتے ہیں اس کا حکم سنا رہے ہیں۔''

مقوقس نے کہا:

''میں نے اس نبی کے حکم میں غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ:

☆ وہ کسی ایسی بات کا حکم نہیں فرماتے ہیں جس سے بچنا چاہئے' اور
☆ کسی ایسی چیز سے منع نہیں کرتے ہیں جس سے رغبت کی جائے'
☆ اور میں نے ان کو نہ گمراہ پایا ہے نہ وہ ساحر ہیں۔
☆ نہ وہ کاہن ہیں جھوٹی بات پیش کرنے والے۔
☆ میں نے انہیں ایسا پایا کہ آپ کے ساتھ سامان نبوت ہے۔

اخراج خباء کی وجہ سے اور راز و سرگوشی کی بات بیان کردینے کی وجہ سے —— اور ابھی میں ان امور میں نظر رکھوں گا۔''

یہ کہہ کر مقوقس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب شریف کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر اپنی کنیز کو یہ خط دیا۔ اس کے بعد کاتب کو طلب کیا۔ جو عربی لغت میں خط لکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام خط لکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مقوقس کا خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط حضرت محمد بن عبداللہ کے لیے ہے۔ مقوقس کی طرف سے جو عظیم القبط ہے۔ امابعد!

میں نے آپ کے خط کو پڑھا اور سمجھا جو کچھ آپ نے اس میں ذکر فرمایا ہے اور جس چیز کی آپ دعوت دے رہے ہیں —— میں یہ معلوم کرچکا ہوں کہ ایک نبی ہیں جن کا مبعوث ہونا باقی ہے —— میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں ظاہر ہوں گے۔

میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا —— اور آپ کی خدمت میں دو باندیاں روانہ کی ہیں جو قبط عظیم کے پاس اپنا مرتبہ حاصل کرچکی ہیں اور پارچہ روانہ کیا ہے اور آپ کی سواری کے لیے خچر روانہ کر رہا ہوں۔ والسلام''

مقوقس نے اس خط میں اس قدر مضمون سے زائد کچھ نہیں لکھا تھا اور نہ ہی وہ مسلمان ہوا تھا۔

نامہء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام والی بحرین منذر ابن ساوی:

واقدی نے اپنی سند سے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہیں یہ خط حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی وفات کے بعد آپ کی کتابوں میں ملا۔ انہوں نے اسے لکھ لیا۔ اس میں اس طرح لکھا تھا:

''رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علاء ابن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منذر ابن ساوی کی طرف بھیجا اور اسے خط لکھا۔ اس خط میں اسے اسلام کی دعوت دی تو منذر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوابی خط لکھا۔''

منذر ابن ساوی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام خط:

امابعد! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے آپ کا مکتوب پڑھا۔ بحرین کی رعایا کو سنایا۔ بعض لوگوں نے اسے پسند کیا اور انتہائے شوق سے مذہب اسلام قبول کرلیا اور بعض لوگوں نے اسے پسند نہیں کیا —— میری سرزمین حکومت میں یہود اور مجوس ہر دو قسم کے لوگ رہتے ہیں بستے ہیں اس خصوص میں آپ اپنا حکم اور مشورہ دوبارہ روانہ فرمائیں۔ میرے پاس یہ صورت مناسب ہوگی۔''

مکتوب نبوی بنام منذر ابن ساوی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ مکتوب منذر بن ساوی کے نام پر ہے ——

سلام علیك میں تجھے خدا کی تعریف بتاتا ہوں۔ جس کے سوا دوسرا معبود نہیں ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

امابعد! میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی تذکیر بیان کر رہا ہوں کہ جو کوئی کسی کے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے وہ اپنی ذات کی خیر خواہی کرتا ہے —— جو شخص میرے رسولوں کی اطاعت کرے گا اور ان کے احکام کی اتباع کرے گا...... گویا اس نے میری اطاعت کی جو شخص ان کے ساتھ نیک سلوک کرے گا تو میرے ساتھ خیر خواہی کئے جیسا ہوگا۔

مجھ سے تیرے اوصاف بیان کئے گئے ہیں تو ایک نیک اور بھلا آدمی ہے۔ میں تبلیغ اسلام کے لیے تیری قوم میں تیری شفاعت چاہتا ہوں...... تو مسلمانوں کو اس کا موقع دے کہ وہ تیری قوم میں رہیں اس وقت تک کہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور میں خطاکاروں کی غلطی معاف کروں۔ لہٰذا تو ان کے عذرات کرے۔

جب تک تو ان کے اصلاح کار میں مشغول رہے گا تیرے اس سلوک کے برخلاف ہم اور لوگوں کی قدر و منزلت ہرگز نہیں کریں گے اور جو لوگ اپنے مذہب یہودیت و مجوسیت پر قائم رہیں گے تو ان پر جزیہ لازم کیا جائے گا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط بنام بادشاہ عمان:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول الی جیفر و عبدا بنی الجلندی السلام علی من اتبع الھدیٰ......

امابعد! —— میں تم دونوں (جیفر، عبد) کو دعوت اسلام دیتا ہوں —— مسلمان ہو جاؤ تو ان مسلمانوں کی جنگ سے محفوظ

رہو گے...... میں سارے انسانوں کے لیے اللہ کا رسول مقرر ہوں تاکہ میں زندہ لوگوں کو ڈراؤں اور کافروں پر خدا کا فیصلہ صحیح ہوجائے —— تم دونوں اگر اسلام کا اقرار کرلو تو تمہیں حکومت پر قائم رہنے دیا جائے گا' اور اگر تم انکار کرو گے تو تم سے تمہاری حکومتیں چھین لی جائیں گی۔ اور میری فوج تمہاری حدود میں داخل ہوجائے گی اور میری نبوت تمہارے ملک پر غالب آجائے گی۔''

بادشاہ عمان کی اسلام کے لیے تحقیق:

اس خط کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا تھا اور خط پر مہر لگائی —— حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ خط لے کر نکلا اور عمان پہنچا۔ جب میں وہاں گیا تو عبد کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ اپنے بھائی جیفر کی نسبت عبد زیادہ حلیم المزاج اور نرم اخلاق کا آدمی تھا۔ میں نے اسے کہا:

''میں اللہ کے رسول کا بھیجا ہوا ہوں۔ جو تیرے پاس اور تیرے بھائی کے پاس بھیجا گیا ہوں۔''

اس نے کہا:

''میرا بھائی مجھ سے زیادہ عمر اور حکومت والا ہے۔ میں تمہیں اس کے پاس لیے چلتا ہوں تم اس کو اپنا خط پڑھ کر سنانا —— تم کس چیز کا پیام لائے ہو؟''

میں نے کہا:

''تجھے اس خط سے اللہ وحدہ لاشریك له کی دعوت دینے آیا ہوں اور غیر اللہ کی عبادت تجھ سے چھڑانے آیا ہوں ...... اور اس لیے آیا ہوں کہ تو کلمہ شہادت پڑھے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

عبد نے کہا:

''اے عمرو بن العاص! تم اپنی قوم کے سردار کے فرزند ہو —— آپ کے والد نے آپ کے ساتھ (اسلام لانے پر) کیا سلوک کیا تھا؟ —— اسی طرح وہ ہمارے لیے بھی ان کے عقل مندانہ فعل کا ایک نمونہ ہے۔''

میں نے کہا:

''ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وہ ایمان نہیں لائے —— میں نے ہر چند چاہا کہ وہ مسلمان ہوجائیں اور آپ کی تصدیق کریں —— بے شک (اسلام سے پہلے) میں انہی کے حسب منشاء عمل پیرا تھا۔ لیکن مجھے اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی۔''

یہ سن کر بادشاہ نے کہا:

''تم نے کب اسلام قبول کیا؟''

میں نے کہا:

''نجاشی کے پاس—— اور یہ کہ نجاشی بھی مسلمان ہو گیا ہے۔''

وہ کہنے لگا:

''اس کی حکومت میں اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

میں نے کہا:

''اسے تسلیم کیا اور اطاعت کی۔''

پھر پوچھنے لگا:

''کیا اساقفہ اور خدارس لوگوں نے بھی اطاعت کر لی؟''

میں نے کہا ''ہاں!''

اس نے غیر یقینی کیفیت سے کہا:

''دیکھو اے عمرو! تم جو کہہ رہے ہو وہ بات کسی ایسے آدمی کی نہیں ہونا چاہئے جس پر جھوٹ کی تہمت لگائی جا سکے۔''

میں نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا:

''میں نے جھوٹ بات نہیں کہی ہے اور نہ ہی اپنے مذہب میں ہم اسے جائز سمجھتے ہیں۔''

پھر بادشاہ نے استفسار کیا:

''یہ پیغمبر کس چیز کا حکم دیتے ہیں—— اور کون سی چیز ہے جس کو منع کرتے ہیں؟''

میں نے کہا:

☆ اللہ کی ہدایت کا حکم دیتے ہیں؛

☆ اس کی معصیت سے منع کرتے ہیں؛

☆ نیک کام کرنے اور رشتہ داروں کی ہمدردی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

☆ ظلم کرنے اور دشمنی کی چال چلنے سے منع فرماتے ہیں۔

☆ اس کے علاوہ زنا' شراب خمر' پتھروں کی عبادت' وثن وصلیب کی عبادت وغیرہ سے منع فرماتے ہیں۔''

بادشاہ نے کہا:

''یہ کس قدر اچھے اصول ہیں جن کی طرف بلایا جا رہا ہے—— اگر میرا بھائی بھی میرے موافق ہو جائے تو ہم دونوں مل کر اس کام کے لیے سفر کریں' حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو جائیں' اور آپ کی تصدیق کر لیں تو بہتر ہے—— لیکن میرا بھائی حکومت کی وجہ سے تنگ دل زیادہ ہے۔ بہ نسبت اس بات کے کہ وہ حکومت سے دست بردار ہو جائے' اور یہ چیز اس کے حق میں ایک گناہ ثابت ہو جائے۔''

''اگر وہ اسلام قبول کر لے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے اس کی قوم پر بادشاہ مقرر کریں گے—— وہ ان

سے صدقات وصول کرے گا۔ اور یہ صدقات انہی پر ان کے محتاجوں کے لیے تقسیم کرے گا۔"

بادشاہ نے کہا:

"یہ اخلاق تو بہت ہی اچھا ہے—— اور یہ صدقہ کیا چیز ہے؟ بیان کرو"

میں نے اس کا اصول اور قاعدہ بتا دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کے فرائض مال میں تعلیم فرمایا ہے—— یہاں تک کہ میں نے اسے اونٹ کا نصاب زکوٰۃ بھی بتایا—— اس پر والی عمان نے کہا:

"اے عمرو! کیا ہمارے چوپایوں سے زکوٰۃ لی جاتی ہے جن کی غذا درخت کے پتے ہیں' وہ جنگل کا پانی پیتے ہیں۔"

میں نے کہا کہ "ہاں!"

وہ کہنے لگا:

"خدا کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اس کو مانے گی جو دور دراز کے رہنے والے ہیں اور کثیر تعداد میں ہیں کہ وہ اس حکم کی اطاعت کرلیں۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کئی روز تک حاکم عمان کے ہاں ٹھہرا رہا—— وہ میرے تمام واقعات سے اپنے بھائی کو مطلع کرتا رہا۔ پھر ایک دن اس نے مجھے طلب کیا۔ میں اس کے پاس گیا اس کے لوگ مجھے پکڑ کر دبوچنے لگے تو اس کے کہنے پر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں بیٹھنے لگا مگر انہوں نے مجھے بیٹھنے نہیں دیا۔ میں نے حاکم کی طرف دیکھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے کہا:

"تم اپنی ضرورت کی گفتگو کرو۔"

میں نے اسے خط دیا جس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ اس نے مہر توڑ کر آخر تک خط پڑھا۔ پھر اپنے بھائی کو پڑھنے کے لیے دیا اس نے بھی پڑھ لیا مگر یہ کہ وہ خط پڑھنے سے متاثر ہوا اور کہنے لگا:

"تم مجھے یہ بتاؤ کہ قریش والوں نے اس مسئلہ میں کیا کیا؟"

میں نے انہیں بتایا کہ:

"انہوں نے اطاعت قبول کرلی ہے—— یا تو خوشی سے دین اسلام میں شریک ہوگئے ہیں یا مسلمانوں کی یلغار کی وجہ سے مغلوب ہوگئے ہیں۔"

اس نے پوچھا:

"حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ کون دے رہے ہیں؟"

میں نے کہا:

"وہ لوگ جو شوق اور رغبت سے اسلام قبول کر چکے ہیں اور دین اسلام کو دیگر ادیان پر ترجیح دے چکے ہیں—— اور اپنی عقل کی پوری قوت سے اللہ کی ہدایت کے ساتھ جو اس بات سے واقف ہو چکے ہیں کہ وہ اس سے پہلے گمراہی

میں مبتلا تھے۔
میرے علم میں نہیں ہے کہ تیرے سوا کوئی اور علاقے کا حاکم اس سلسلے میں باقی رہ گیا ہوگا۔ اگر تو آج اسلام قبول نہیں کرے گا اور اپنے آپ کو مسلمانوں کا تابع نہیں بنائے گا تو تجھ پر اسلامی فوج حملہ آور ہوگی۔ چنانچہ تو اسلام قبول کرلے تاکہ جنگ و جدل سے محفوظ رہے' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور تجھے اپنی قوم پر والی رہنے کی منظوری عطا فرمائیں' اور تجھ پر کسی کا حملہ نہ ہونے پائے۔''
والی عمان نے آپ کی تمام گفتگو بڑے تحمل سے سنی اور کہنے لگا:
''آپ مجھے ایک دن کی مہلت دیں' پھر کل تشریف لائیں تو بہتر ہے۔''
میں وہاں سے لوٹ کر اس کے بھائی ک پاس گیا۔ اس نے مجھے کہا:
''میرا بھائی اسلام قبول کرلے گا اگر اس کی حکومت کو کوئی حرج نہ ہو''۔
چنانچہ میں دوسرے دن اس کے پاس گیا لیکن اس نے مجھے ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ میں وہاں سے واپس اس کے بھائی کے پاس پہنچا اور ظاہر یہ کیا کہ اس کے بھائی سے ملنا نہ ہوسکا تو وہ مجھے اس کے پاس پہنچا دے۔ اس نوبت پر اس نے مجھے کہا:
''اس معاملے پر غور کیا تو خود کو عرب قوم کے مقابلے میں کمزور پایا۔ اگر میں اپنے مقبوضات کو کسی ایسے شخص کے حوالے کردوں جس کا لشکر میرے مقام تک نہیں پہنچتا ہے ...... اور اگر خود اس کی فوج چڑھائی کرے تو یہ ایک ایسی جنگ کا محرک ثابت ہوگا جس کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوگی۔''
حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا:
''اچھا تو پھر میں کل جا رہا ہوں''
جب اس نے میرے چلے جانے کا یقین کرلیا تو اس نے تنہائی میں اپنے بھائی سے بات کی۔ اگلے دن جب صبح ہوئی تو اس نے مجھے اسلام قبول کرنے کا جواب دیا۔ وہ اور اس کے بھائی دونوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا مان لیا اور ان دونوں نے مجھے اپنی قوم میں نیک کاموں کے لیے تعلیم کی اور ان کے نزاعی امور میں احکام نافذ کرنے کی آزادی دی—— اور میرے خلاف کام کرنے والوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے میری دست و بازو ہوگئے۔

والیٔ یمامہ ہوذہ بن علی کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی ھوذۃ بن علی ...... سلام علی من اتبع الھدیٰ

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ میرا دین کچھ عرصے میں تمام روئے زمین پر پھیل جائے گا تو اس سے مشرف ہوجا—— تو جنگ و جدل کی زحمت سے محفوظ رہ سکتا ہے اور میں تیرے مقبوضات کو تیرے ہی تابع کردوں گا۔''

حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ مہر شدہ خط لے کر ہوذہ کے پاس پہنچے تو وہ انتہائی خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ خط پڑھا اور اس انداز میں جواب دیا کہ رد کئے جیسا نہ معلوم ہو۔

خط کا جواب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب لکھا کہ:

''بہت ہی بہتر تحریک ہے جس کی آپ نے دعوت دی اور بہت ہی قابل قدر ہے..... عرب قوم پر میرے وقار کی ہیبت چھائی ہوئی ہے۔

آپ میرے لیے بعض احکام مقرر فرما دیجئے تاکہ میرا اتباع ہو جائے۔''

اس نے حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا' آپ کو فاخرہ لباس پہنایا۔

چنانچہ حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رد عمل:

رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مکتوب پڑھ کر ارشاد فرمایا:

''اگر وہ مجھ سے زمین کی شادابی و سرسبزی مانگتا تو میں منظور نہ کرتا—— تباہ ہو جائے اور جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے' خدا کرے کہ برباد ہو جائے۔''

مقام غوطہ کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کے نام خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی حارث بن ابی شمر ۔ سلام علی من اتبع الھدیٰ و امن باللہ و صدق

میں تجھے اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں—— تیری حکومت تیرے حق میں باقی رہے گی۔''

یہ مکتوب شریف حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے روانہ کیا گیا۔

بنی تمیم کا قبول اسلام:

صاحب ''باعث النفوس'' ابوہندداری کی روایت ہے کہ ہم چھ آدمی تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے:

- ☆ تمیم بن اوس داری
- ☆ نعیم بن اوس داری
- ☆ یزید بن قلیس
- ☆ ابوعبداللہ بن عبداللہ
- ☆ طیب بن عبداللہ
- ☆ ابوہندداری

ہم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوہندداری کا نام عبدالرحمٰن تجویز فرمایا..... اسلام قبول

کر لینے کے بعد ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حاجت طلب کی کہ شام کے علاقے کی زمین کا کوئی حصہ ہمیں عنایت ہو۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''طلب کرو کہ تمہیں کون سے مقام کی زمین چاہیے؟''

ابوہند کہتے ہیں کہ ہم مشورے کے لیے آپ کے پاس سے اٹھ کر ایک اور جگہ جا بیٹھے۔ کہ کس جگہ کی درخواست پیش کی جائے ـــــ تمیم فرمانے لگے:

''بیت المقدس کی زمین کا ایک علاقہ حاصل کرنا چاہیے۔''

ابوہند نے فرمایا:

''عجم کا بادشاہ اس زمانے میں کیا بیت المقدس کا بادشاہ نہیں ہے؟''

تمیم نے کہا کہ ''ضرور'' ـــــ ابوہند نے فرمایا:

''اسی طرح سے ان میں عرب کا بادشاہ ہونا ممکن ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ یہ صورت ہمارے لیے ناتمام رہے گی۔''

تمیم نے کہا:

''بیت جبرون کا وسیع علاقہ طلب کیا جائے۔''

ابوہند نے کہا:

''نہیں' بڑا اور اس سے بھی بڑا''

تمیم نے پوچھا:

''پھر آپ کے خیال میں کون سی جگہ ہے کہ سرکار سے مانگیں۔''

ابوہند نے رائے دی:

''میری رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم اس بستی میں جگہ مانگ لیں کہ ہم اس میں قلعہ تعمیر کر سکیں ـــــ اس کے ساتھ اس میں آثار ابراہیمی بھی موجود ہوں۔''

تمیم نے اتفاق کرتے ہوئے کہا:

''بہت ٹھیک! ـــــ اللہ کی طرف سے تم کو اس کی توفیق ہوئی ہے۔''

ابوہند نے کہا کہ ''یہ قرارداد بہتر ہے۔''

چنانچہ اس اتفاق رائے کے بعد ہم اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حاضر و ناظر و عالم الغیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے تمیم! تمہیں تمہارے مشورے کا سوال کرنا محبوب ہے ـــــ یا میں تمہیں سنا دوں جو تمہاری خواہش ہے۔''

تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''آقا بلکہ آپ فرما دیں تا کہ ہماری ایمانی ترقی اور زیادہ ہو جائے۔''

پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمیم تم کو کچھ چاہتے تھے جبکہ ابوہند کی رائے اس کے برعکس تھی اور بہت بہتر رائے ابوہند کی ہوئی جو طے کی گئی ہے۔''

عطائے رسول کی تحریر وسند:

آپ نے چمڑے کی ایک تختی منگوائی۔ اس پر آپ نے ان دونوں کے لیے وثیقہ تحریر کرا دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ تحریر اس امر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوہند اور تمیم کے لیے یہ عطا کیا ہے۔ یہ دونوں داری قبیلے کے ہیں —— اس وقت کہ اللہ زمین عطا کرے رسول کریم نے انہیں:

☆ بیت عینوں ☆ بیت جیرون اور مرطوم

☆ بیت ابراہیم اور وہ لوگ جو اس میں رہتے بستے ہیں ابدالآباد تک کے لیے ہبہ فرما دیا۔''

اس تحریر کے تین گواہ تھے:

☆ حضرت عباس بن عبدالمطلب ☆ حضرت خزیمہ بن قلیس

☆ شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پھر آپ یہ تحریر لے کر اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ اس رقعے کی تحریر میں کسی ایسی چیز سے کچھ ترمیم کی جو ہمیں نہ معلوم ہو سکی اور رقعے کے بیرونی حصے پر ہلکے سے دو گٹھیاں دے دیں —— اسے لپیٹا ہوا لے کر ہمارے سامنے باہر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے:

ان الولی الناس بابراھم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المؤمنین

پھر فرمایا:

''چلے جاؤ حتیٰ کہ تم سن لو کہ میں ہجرت کر چکا ہوں۔''

ہجرت کے بعد تجدید تحریر وسند:

ابوہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چلے گئے جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے ایک دوسرا وثیقہ تجدید فرمائیں تو مناسب ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا وثیقہ عنایت فرما دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ تحریر وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمیم داری اور ان کے اصحاب کو عطا کیا..... میں نے تمہیں بیت عینون و جبرون والمرطوم اور بیت ابراہیم عطا کیا ہے تمام کا تمام جملہ امور کے ساتھ۔

اس کے محاصل کو سابقہ تعلق منقطع ہو کر اور میں نے یہ جائیداد ان کے سپرد کر دی ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں ہمیشہ کے لیے۔ چنانچہ جو لوگ اس سلسلے میں انہیں تکلیف پہنچائیں گے انہیں اللہ تکلیف پہنچائے گا۔''

اس دستاویز پر پانچ گواہوں نے دستخط ثبت کئے:

☆ حضرت ابوبکر صدیق بن قحافہ ☆ حضرت عمر بن الخطاب

☆ حضرت عثمان بن عفان ☆ حضرت علی بن ابی طالب

☆ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توثیق:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے جب آپ نے شام کی طرف فوج کو روانہ کیا تو ہمارے نام ایک مکتوب روانہ فرمایا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ابوبکر صدیق کی طرف سے عبیدہ بن الجراح کے نام یہ خط لکھا ہے..... سلام و علیك ! میں خدا کا شکر گزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امابعد!

میں ان تمام لوگوں کو فساد سے منع کرتا ہوں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں — داریوں کی آبادی میں حکم عدولی نہ کرو' اگر اس بستی کے رہنے والے تخلیہ کریں' اور ابوہند وتمیم داری کے خاندان والے وہاں زراعت کرنا چاہیں تو انہیں زراعت کرنے دی جائے۔ اگر اس مقام کے اہل وطن اپنی جگہ واپس ہوں تو وہ انہی کی جگہ ہے وہ اس کا حق رکھتے ہیں۔

''والسلام علیک''

حاکم ایلہ یحنہ بن روبہ کے نام تحریر وسند:

کتاب ''اسعاف الاخصی بفضائل المسجد الاقصیٰ'' میں ہے کہ تبوک کے مقام پر ایلہ کا حاکم یحنہ بن روبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ کی خدمت میں مصالحت چاہی اور جزیہ داخل کیا — آپ نے اس کے نام ایک تحریر وسند لکھوا کر پیش فرمائی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اللہ اور محمد نبی رسول اللہ کی جانب سے یہ تحریر منظوری امن و حق شہریت کی قرار داد ہے ——— یحنہ بن رو بہ اور ایلہ کے باشندوں کا وثیقہ اس کی سربرآوردہ جماعت اور عام رعایا ——— سمندری حصے کے وطن دار ہوں یا غیر سمندری حدود کے باشندے ...... اللہ اور اللہ کے نبی کی ذمہ داری کا حق انہیں دیا گیا۔

جو لوگ شام یمن اور بحرین کی وطنیت والے یہاں مقیم ہیں ان میں سے کوئی بھی شخص ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی ذاتی ضروریات کے علاوہ کسی قسم کے مال و متاع کے تصرف سے باز رہے ——— یہ نہایت بہتر ضابطہ ہے رعایا اس کی پابند رہے۔

پانی لینے کے مقامات میں مانع نہ ہوں نہ کسی راستہ کے لیے خواہ سمندر کا راستہ ہو یا خشکی کا۔''

یہ تحریر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے حضرت جہیم بن الصلت اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تحریر فرمائی۔

جرباد اذرح کے نام امان نامہ:

جیر باد اذرح کے وطن داروں کے لیے بھی جب وہ تبوک کو آئے اور جزیہ ادا کیا' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی امان نامہ مرحمت فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''محمد نبی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مکتوب اہل اذراح کے لیے ہے ——— وہ اللہ کی امان حاصل کر چکے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امان میں ہیں ——— ان پر ہر سال رجب کے مہینے میں سو دینار ادا کرنا واجب ہے ——— مکمل اور جائزہ آمدنی کی رقم کا اور ان کا اللہ کفیل ہے ——— کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور احسان مندی کا معاملہ رکھیں ——— اور ان کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آئیں جو ان میں سے مسلمان ہوں یا کسی خوف زدہ وجہ کی بنا پر جرجاد اذرح والوں کے پاس رجوع رجوع ہوئے ہوں۔''

حضرت ابوضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پروانۂ آزادی:

حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ کی ان کے والد اور دادا ضمیرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ضمیرہ کے یہاں سے گزر رہے تھے۔ وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا:

''کیوں روتی ہو؟ ——— کیا اس کا سبب بھوک ہے یا تجھے لباس کی حاجت ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا میرے اور میرے بیٹے میں جدائی قائم کرنا جائز ہے؟''

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ایک ماں کو اس کے بیٹے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔''

پھر آپ نے ایک آدمی کو بھیج کر اس شخص کو بلوایا جس کے یہاں ضمیرہ تھے۔ اور —— ذایتاعه منه ببکر' ایک جوان اونٹ کے بدلے اس شخص سے آپ نے ضمیرہ کو خرید لیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط حسین بن عبداللہ نے ابن ابی ذویب سے پڑھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے یہ تحریر ابوضمیرہ کے بارے میں ہے کہ میں نے ضمیرہ کو اور ان کے گھر والوں کو آزاد کر دیا ہے۔ وہ عرب خاندان سے ہیں —— اگر وہ میرے یہاں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں) رہنا پسند کریں تو وہ رہ سکتے ہیں اور اگر وہ چاہیں تو اپنے قبیلے اور خاندان کو واپس جاسکتے ہیں۔ ان کے ارادے میں کوئی امر مانع نہ ہوگا' سوائے کسی شرعی حکم کے۔

جس کسی مسلمان کی ان سے ملاقات ہو وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا انتظام رکھے۔''

یہ خط حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا تھا۔

اکیدر اور اہل دومہ کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے یہ تحریر اکیدر اور اہل دومتہ الجندل کے لیے ہے جبکہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں اور بت پرستی کو چھوڑ دیا ہے ——

دومہ کے تالابوں کی آمدنی —— بنجر زمین' غیر مملوکہ زمین —— نزول کی زمین' زرہ' اسلحہ' گھوڑے اور قلعہ سرکاری ہیں —— تمام درخت' چشمے' دریا اور پیداواری زمینیں وغیرہ سب تمہاری ملکیت ہیں۔

چراگاہوں میں چرنے والے جانوروں کے علاوہ کسی جانور پر زکوٰۃ نہ لی جائے گی —— اور حساب سے الگ کسی جانور کو شامل زکوٰۃ نہ کیا جائے گا۔

وقت پر نماز ادا کیا کرو —— زکوٰۃ سچائی کے ساتھ ادا کرو —— تم پر یہ اللہ کا عہد و میثاق ہے جسے پورا کرنا ضروری ہے —— اگر تم یہ عہد پورا کرو گے تو ہماری طرف سے صدق و وفا کی ضمانت ہے اور ہم اللہ اور اس کے موجودہ مسلمانوں کو گواہ بناتے ہیں۔''

غلام فروخت کرنے پر تحریر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک غلام کو عداء بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یہ تحریر لکھ دی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ وہ بیع نامہ ہے جو عداء بن خالد بن ہوذہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک غلام خریدا۔

مبیع کے اندر نہ کوئی بیماری ہے، اور نہ سرقہ اور زنا کی قسم کا کوئی نقص وعیب ہے —— اور نہ کوئی خباثت نفسی (نفسانی) —— مسلمان نے مسلمان سے بیع کی ہے۔'' [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم مقرر فرمائے

اس قسم کے حاکموں میں سے مصنف نے گیارہ اصحاب کے نام ذکر کئے ہیں:

☆ حضرت باذان بن ساسان
☆ حضرت خالد بن سعید
☆ حضرت زید ابن لبید انصاری
☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری
☆ حضرت معاذ بن جبل
☆ حضرت ابوسفیان بن حرب
☆ حضرت یزید بن ابوسفیان
☆ حضرت عتاب بن اسید
☆ حضرت علی ابن ابی طالب
☆ حضرت عمرو بن العاص
☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت باذان بن ساسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ بہرام کی اولاد سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت باذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن پر امیر مقرر فرمایا۔

اسلامی زمانے میں حضرت باذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے سب سے پہلے امیر ہیں۔ عجمی بادشاہوں کی جماعت میں سے آپ سب سے پہلے ایمان لائے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صنعا پر خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امیر مقرر ہونے کی منظوری فرمائی۔

حضرت زید ابن لبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرموت پر حضرت زید بن لبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والی مقرر فرمایا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کا تقرر زبید اور عدن کے والی کی حیثیت سے ہوا۔

---

[1] ابوداؤد اور دارقطنی نے اسے روایت کیا ہے..... ابن ابی عروبہ نے کہا کہ مذکورہ بیع غیر اہل سلم کی ہے۔ عداء بن خالد فتح خیبر کے بعد ایمان لائے ..... یہ چیز معاملات میں گواہی کی شروعیت پر دلالت کرتی ہے۔ ارشاد باری ہے: اشهد و اذا تبايعتم —— اس جگہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع کی اور گواہ نہیں رکھے اور بغیر گواہوں کے خریداری/فروخت کی ہے..... یہودی کے پاس اپنی زرہ بغیر گواہ کے رکھی ..... اگر مذکورہ آیت میں اس امر فی الاشہاد وجوب کے لئے ہوتا تو رہن کے ساتھ گواہی واجب ہوتی۔ بنظر اندیشہ ونزاع۔ واللہ اعلم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجد پر حاکم کیا۔ آپ کو ماہ ربیع الاول ۱۰ھ میں یمن بھی بھیجا گیا تھا۔

حضرت ابوسفیان ابن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کی عملداری ان کے سپرد فرمائی۔

حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہیں کو۔تما کا حاکم مقرر کیا گیا۔

حضرت عتاب ابن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو مکہ اور پھر ۸ھ میں اقامتہ ایام حج اور حج بالمسلمین کا والی مقرر کیا گیا۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن میں خدمت قضا وعدل پر مامور کیا گیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو عمان کا والی مقرر کیا گیا۔ جیسا کہ آپ سابق والی عمان جیفر وعبد کے نام مکتوب نبوی لے کر وہاں شریف فرما ہوئے تھے۔ عمان کے علاوہ آپ کو وہاں کے عمال پر بھی والی مقرر کیا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۹ھ میں اقامتہ زمانہ حج کا امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا تھا —— اور آپ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا گیا کہ وہ لوگوں کو سورہ توبہ پڑھ کر سنائیں —— اس خصوص میں کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر حج کے بعد جو نزول قرآن ہوا ہے وہ سورہ توبہ کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعد میں روانہ کیا گیا تھا —— ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ فرمایا تھا۔ اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تھا: **امیر اوماء مور**

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ: **بل مامور**

لیکن شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول فرمایا تھا —— ایسا کہنا روافض

کے بہتان اٹھانے اور افترا پردازی کے لحاظ سے کوئی بعید ثابت نہیں۔

دیگر امراء برائے وصولی زکوٰۃ وصدقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کے اموال وصول کرنے پر ایک کثیر جماعت کو والی مقرر کیا تھا۔ جنہیں یکم محرم ۹ھ کو روانہ کیا گیا:

- ☆ حضرت عینیہ ابن حصن فزاری
- ☆ حضرت بریدہ کعب ابن مالک
- ☆ حضرت عباد ابن بشیر
- ☆ حضرت رافع ابن مکیث
- ☆ حضرت عمرو بن العاص
- ☆ حضرت ضحاک بن ابوسفیان
- ☆ حضرت بشر ابن سفیان
- ☆ حضرت عبداللہ ابن اللبیتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عینیہ ابن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو بنی تمیم کی جانب صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

جنہیں کعب ابن مالک کہا جاتا ہے کو قبیلہ اسلم وغفار سے وصولی صدقات کے لیے روانہ کیا۔

حضرت عباد ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو قبیلہ سلیم اور قبیلہ مزینہ کی طرف زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بھیجا گیا۔

حضرت رافع ابن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو اہل جہینہ کی طرف بھیجا گیا۔

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو صدقات اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے فزارہ کی طرف بھیجا گیا۔

حضرت ضحاک ابن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کے ذمہ بنی کلاب سے محاصل کی وصولیابی لگائی گئی۔

حضرت بشر ابن سفیان کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

بنی کعب جن کو تمام عدوی کہا جاتا تھا۔ ان سے زکوٰۃ وصدقات وصول کرنا اور ان کے سپرد کیا گیا۔

حضرت عبداللہ ابن للبیتۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو اہل دیبان کی طرف روانہ کیا گیا تاکہ محاصل زکوٰۃ وصدقات وصول کرسکیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز میں چھ صحابہ کرام کو اپنا نمائندہ اور قاصد مقرر فرمایا —— قاضی عیاض نے واقدی کے حوالے سے ''شفا شریف'' میں لکھا ہے کہ جس جس قوم میں قاصد روانہ کئے گئے وہ اس قوم کی زبان اور لغت میں بات کرنے لگے تھے جس قوم میں انہیں بھیجا گیا تھا۔

مصنف نے یہ نام ذکر کئے ہیں:

- ☆ حضرت عمرو بن امیہ ضمری
- ☆ حضرت دحیہ بن کلبی
- ☆ حضرت عبداللہ السہمی
- ☆ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ
- ☆ حضرت شجاع بن وہب الاسدی
- ☆ حضرت سلیط بن عمرو العامری
- ☆ حضرت عمرو بن العاص
- ☆ حضرت علاء الدین ابن حضرمی
- ☆ حضرت مہاجر ابن امیہ المخزومی
- ☆ حضرت جریر ابن عبداللہ بجلی

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہیں نجاشی اصحمہ حبشہ کے والی کے پاس بھیجا گیا —— اور دو خط ارسال کئے گئے:

☆ ایک خط میں شاہ حبش کو دعوت اسلام دی گئی۔ قرآن پاک سنایا گیا —— اس خط کو نجاشی نے اپنے ہاتھ میں لیا' آنکھوں پر رکھا —— پھر تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور حق بات قبول کرنے کا گواہ بن گیا —— کہنے لگا کہ ''مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ممکن ہوتا تو حاضر ہو جاتا۔''

☆ دوسرے خط میں لکھا تھا کہ شاہ حبش ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کا انتظام کر دے —— شاہ حبش اصحمہ نے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور اس نے ان لوگوں کے لیے دعا کی جن کے دل ٹیڑھے ہیں کہ اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مکتوبات شریف کے واسطہ اور وسیلہ سے دعا کی اور کہا:

''جب تک یہ دونوں مکتوب گرامی ملک حبش پر سایہ فگن رہیں گے' اہل ملک حبشہ ہمیشہ ہمیشہ خیر و برکت کی خوشحالی میں رہیں گے۔''

اس کا جنازہ حبشہ میں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

علاوہ ازیں حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکتوب گرامی کے ساتھ مسلیمہ کذاب کے ہاں بھی روانہ فرمایا گیا۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ملک روم قیصر کے پاس روانہ فرمایا۔ اس وقت ہرقل قیصر روم تھا۔ حضرت دحیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ پیش فرمایا۔ اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔
ہرقل نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرلیا لیکن اہل روم نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اس نے اپنی سلطنت کے خیال سے ان لوگوں کا اندیشہ کیا اور اسلام قبول کرنے سے محروم رہا۔

حضرت عبداللہ السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ملک کسریٰ ایران کے پاس پیام رساں کی حیثیت سے روانہ فرمایا:

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقوقس شاہ مصر کی طرف روانہ کیا۔ وہ آپ کے ساتھ بہت اکرام سے پیش آیا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو کنیزیں' کپڑے اور سواری کے لیے خچر روانہ کیے لیکن ایمان کی دولت سے محروم رہا۔

حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

انہیں ملک بلقاء حارث بن ابی شمر الغسانی کے پاس روانہ فرمایا۔

حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کو ہوذہ والی یمامہ کی طرف روانہ فرمایا۔ ثمامہ بن اثال الحنفی کی طرف ثمامہ مسلمان ہوگئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ملک عمان کے دو بادشاہ جیفر اور عبد جو جلندی کے بیٹے تھے' ان کے پاس ماہ ذیقعد میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ فرمایا۔ وہ دونوں اسلام میں داخل ہوئے اور تصدیق کی۔

ساتویں فصل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذن' خطباء شعراء

رسول پاک کے موذنین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذن چار تھے جوکہ مدینہ منورہ کے ہیں:

☆ حضرت بلال ابن رباح ☆ حضرت عمرو ابن ام مکتوم

☆ حضرت سعد ابن عابد ☆ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت بلال ابن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام حمامتہ ہے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ہیں۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اذان کہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو بھی اذان نہیں سنائی۔ خلفائے راشدین میں سے سوائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام فتح کرکے واپس آئے تو ان کی خواہش کے احترام میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرنے لگے— حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام اسلم نے کہا ہے کہ اس روز سے زیادہ میں نے کسی کو روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات داری کے علاقے باب کیسان میں ۱۷ھ یا ۱۸ھ یا ۲۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی تدفین حلب میں ہوئی اور ایک روایت کے مطابق آپ دمشق میں مدفون ہیں۔

حضرت عمرو ابن مکتوم قریشی اعمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں دوسرے موذن حضرت عمرو ابن مکتوم قریشی اعمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں— جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہجرت کرکے مدینہ چلے گئے تھے۔

حضرت سعد ابن عابد رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہاں نام پر اختلاف ہے کہ تیسرے موذن سعد بن عابد ہیں یا ابن عبدالرحمٰن ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سعد، حجاج کی حکومت علی الحجاز تک بقید حیات رہے۔ یہ زمانہ چوہتر (۷۴) ہجری کا ہے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں اذان سنانے والے موذن جو بہ لحاظ تعداد چوتھے موذن ہیں' ابومحذورہ کا نام اوس الجمحی ہے۔ان کے والد کا نام مغیر ہے۔ انہوں نے ۵۹ھ میں مکہ میں وفات پائی۔

ان موذنین کی تقلید:

ایک قول کے مطابق اس کے بعد ان موذنین میں سے بعض وہ ہیں جو اذان میں ترجیع (پھیرنا' دوہرانا) کرتے اور اقامت کو مثنیٰ ادا فرماتے —— حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کی ترجیع نہیں کرتے تھے اقامت میں افراد اختیار کیا تھا۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقامت سے اخذ کیا۔

اہل مکہ نے ابومحذورہ کی اذان کو اختیار کیا اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقامت کو——

حضرت اما ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل عراق کا مسلک بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان اور ابومحذورہ کی اقامت ہے۔

امام احمد علیہ الرحمہ اور اہل مدینہ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان اور آپ کی اقامت پر عمل ہوا۔

امام مالک نے ان لوگوں سے دو جگہ اختلاف کیا ہے۔تکبیر کے اعادہ اور لفظ اقامت کی تکرار میں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعراء

وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام پر اعتراضات کے دفع ہونے کے لیے اشعار لکھے۔ وہ لوگ جنہوں نے مخالفین کے اعتراضات کو اشعار کے ذریعے دین اسلام کی طرف سے رفع کیا ان میں سے حسب ذیل صحابہ کبار ہیں:

☆ حضرت کعب ابن مالک

☆ حضرت عبداللہ ابن رواحۃ خزرجی انصاری

☆ حضرت حسان بن ثابت

☆ حضرت زبرقان بن بدر

☆ حضرت مالک بن النمط

☆ حضرت ثابت بن قیس

☆ حضرت عامر بن الاکوع

☆ حضرت انجشۃ السعید الاسود

☆ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

مصنف نے حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔صرف اس قدر لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعراء میں حضرت حسان اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کفار پر اشد تھے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ثناء خوان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت حسان ابن ثابت ابن منذر ابن عمرو ابن حرام انصاری سب سے نمایاں ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا دی:

اللھم ایدہ بروح القدس

حدیث شریف میں ہے کہ:

''حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ہیں۔
جب تک حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری طرف سے خصومت کو دفع کر رہے ہوں۔''

اس سے مراد حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار میں مشرکین کی ہجو اور ان کا جواب ہے۔ روایت ہے کہ آپ کو ستر اشعار میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اعانت حاصل ہوئی۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سو بیس برس زندہ رہے — ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام کے دور میں۔ اسی طرح بقید حیات رہے — آپ کے والد ثابت اور آپ کے دادا منذر نے بھی یہی عمر پائی۔ اور اتفاق سے آپ کے جداعلیٰ حرام انصاری نے بھی ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔

شاعر بنو تمیم کا تعاقب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بنو تمیم کے ہاں تشریف لائے تو بنو تمیم کے شاعر اقرع ابن حابس نے کہا:

''یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر آیئے کہ ہم آپ کا فخر کریں گے اور آپ کی مدح میں اشعار سنائیں گے — کیونکہ ہماری مدح ممدوح کے لیے زین ہوتی ہے اور ہماری مذمت ہمارے عدو کا شین ہوتی ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا:

ذالک اللہ ...... اذا مدح زان و اذم شان انی لم ابعث بالشعر ولم اومر بالفخر و لکن ھاتو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ بنو تمیم کے خطیب کا جواب دیں۔
حضرت ثابت نے خطبہ دیا اور غالب ہوئے۔

ان کا شاعر اقرع ابن حابس اٹھا اور کہنے لگا:

ایتناک کیما یعرف الناس فضلنا — اذا خلفونا عند ذکر المکارم

''ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تاکہ لوگ ہماری بزرگی کو پہچانیں جس وقت ہمارے بعد جو لوگ آئیں اور مکارم کا ذکر کیا جائے تو سب پر ہماری بزرگی اور مکارم ظاہر ہوں۔

وانا رؤس الناس من کل معشر — وان لیس فی ارض الحجاز کدارم

''ہم لوگ ہر ایک گروہ میں سردار ہیں یا اصل ہیں۔ سرزمین حجاز میں دارم کی مثل فضل اور مکارم میں کوئی نہیں ہے۔''

—— دارم بنی تمیم کا بطن ہے۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بنی تمیم کو جواب دیں۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور یہ اشعار پڑھے:

بنی دارم لاتفحزوا ان فخر کم　　　یعود وبالا غد ذکر المکارم

''اے بنی دارم! تم لوگ فخر نہ کرو کہ تحقیق تمہارا فخر مکارم کے ذکر کے وقت از روئے وبال عود کرے گا۔''

ھبلتم علینا تفخرون وانتم　　　لنا خول ما بین قن و خادم

''تم لوگوں نے ہم پر اپنی عظمت ظاہر کی ہے اور تم ہمارے اوپر فخر کرتے ہو جبکہ حال یہ ہے کہ تم لوگ خانہ زاد غلاموں اور خادموں کے درمیان ہمارے غلام اور لونڈی ہو۔''[1]

حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

بنوتمیم میں سے سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ ان شاعر حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں —— وہ ان لوگوں سے پہلے آئے تھے اور مسلمان ہوگئے تھے اور فتح مکہ میں حاضر ہوئے تھے۔

حضرت مالک بن النمط رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں ہمدان کا ایک وفد حاضر ہوا۔ وہ لوگ یمن کی چھوٹی چھوٹی چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ یا وہ قطع کیا ہوا سیا ہوا لباس پہنے ہوئے تھے۔ جیسے قمیص وغیرہ ہوتی ہے اور ان کے سروں پر عدن کے عمامے تھے۔

مالک بن النمط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو خبر پڑھنے لگے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب حضرت ثابت بن قیس ابن شماس خزرجی تھے —— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے اور انصار کے خطیب تھے۔ آپ یوم الیمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سفر میں حدا کہتے تھے۔ شمائل ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں عمرۃ القضیہ میں جب داخل ہوئے تو

---

[1] خول' اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت اور غلام اور کنیز —— قن' وہ غلام جس کے ماں باپ غلام ہوں ان سے وہ پیدا ہوا ہو یا وہ غلام جو اپنے آپ کو آزاد نہ کر سکے۔

ابن رواحہ آپ کے سامنے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خلوابنی الکفار عن سبیله　　　اليوم نضربكم على تنزيله

ضربا فیزیل الهام عن مقلیه　　　ویذهل الخلیل عن قلیله

اس کی تفصیل عمرۃ القضیہ میں گزشتہ صفحات پر بیان ہوچکی ہے۔

حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا ہیں—— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حدا خوانوں سے تھے۔ یوم خیبر میں شہید ہوئے ہیں۔ان کا تفصیلی ذکر غزوہ خیبر میں آچکا ہے۔

حضرت انجشہ السعید الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ خوب حدا کہتے تھے—— حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ انجشہ عورتوں کے ساتھ حداخوانی کرتے تھے اور شعر اور رجز پڑھتے تھے۔

انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''اے عبد! تو نرمی کر اور خواریر کے ساتھ رفق کر۔''

یعنی عورتوں کے ساتھ نرمی کر—— آپ نے عورتوں کو شیشوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کانچ سے بنے ہوتے ہیں اور ان کی طرف شکست سرعت کرتی ہے۔یعنی جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے بے خوف نہیں ہوئے کہ عورتوں کو صدمہ پہنچے یا ان کے دلوں میں اس کا حدا واقع ہو۔یعنی اس کے حدا پر فریفتہ ہوجائیں' اس سے آپ مطمئن نہیں ہوئے—— چنانچہ آپ نے حضرت انجشہ کہ حدا پڑھنے سے باز رکھا۔

مثل میں یہ ہے: الغنا رقیة الزنا

یعنی نغمہ زنا کے لیے منتر ہے۔یعنی زنا کی طرف لے جانے والا راستہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کا ارادہ فرمایا کہ اونٹ جس وقت حدا سنتا ہے' چلنے میں تیزی اور شدت کرتا ہے اور سوار کو بے چین کردیتا ہے۔اور دکھ پہنچاتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے چلانے سے اس لیے منع فرمایا کہ عورتیں حرکت کی شدت سے کمزور ہوجاتی ہیں۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردوں کے ساتھ حدا کہتے تھے۔

آٹھویں فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آلاتِ حرب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلواریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو تلواریں تھیں:

☆ ماثور ☆ عضب ☆ ذوالفقار ☆ قلعی ☆ بتار ☆ حتف
☆ مخذمہ ☆ رسوب ☆ قضیب

ماثور:

یہ پہلی تلوار ہے جس کے مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پدری میراث سے ہوئے تھیں—— یہ وہ تلوار ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ اسے لے کر مدینہ میں ہجرت کے وقت آئے تھے۔

عضب:

یہ وہ تلوار ہے جو سعد بن عبادہ نے آپ کو اس وقت بھیجی تھی جب آپ بدر کو تشریف لے گئے تھے۔

ذوالفقار:

اس کے وسط میں پٹیہ کے مہروں کی مانند مہرے تھے—— لفظ ذوالفقار کی فا میں فتح اور کسرہ جائزہ ہے۔

ذوالفقار عاصی بن منبہ کی تلوار تھی۔ جو یوم بدر کے مال غنیمت میں آپ کی طرف آئی تھی—— ہر ایک لڑائی میں جب آپ جاتے' آپ کے ساتھ رہتی تھی۔

ذوالفقار کا قائمہ اور قبیعہ اور اس کا حلقہ اور ذوابہ اس کے بکرات' اس کا نعل یہ سب چاندی کے تھے—— تلوار کی نعل لوہے کی تھی۔[1]

قلعی:

وہ تلوار ہے جو موضع قلع سے آپ کو پہنچی—— قلع بادیہ میں نہی ایک موضع ہے یا قلعہ ہے—— اس کا نام مرج ہے جو ہمدان کے راستہ پر حلوان سے قریب ہے۔

---

[1] قائمہ کا معنی ہے قبضہ ..... قبیعہ وہ شے جو قبضہ کی طرف ہوتی ہے ..... حلقہ کا معنی جس میں علاقہ ڈالا جائے ذوائب کا معنی علاقہ بکرات کا معنی ہے وہ حلقہ جو میان کے وسط میں ہوں۔

بتارہ:

یعنی قاطع —— کاٹنے والی۔

حتف:

اس کا معنی ہے موت۔

مخذمہ:

اس کا معنی بھی قاطع ہے —— یہ تلوار بنی طے کے بت فلس سے پہنچی تھی۔

رسوب:

ضرب میں گزر جاتی تھی یعنی رکتی نہیں تھی بلکہ مقام ضرب میں غائب ہو جاتی تھی —— رسوب سے مشتق ہے' اس کا معنی ہے نیچے جانا۔ یہ تلوار جس جگہ لگتی بیٹھ جاتی اور قائم رہتی۔

یہ تلوار بھی بنی طے کے بت فلس سے پہنچی تھی —— آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی طے کی طرف بھیجا تھا۔ انہوں نے فلس بت کو منہدم کر دیا۔ حارث نے یہ دونوں تلواریں اس بت پر چڑھائی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال غنیمت میں بکریاں' اونٹ' غلام اور چاندی لی تھی۔ یہ دونوں تلواریں سہم صفی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علیحدہ کر لی تھیں[1]

ابوالحسن المدائنی نے کہا ہے کہ زید انجیل نے یہ دونوں تلواریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیتاً دی تھیں جب وہ آپ کے پاس وفد کے طور پر حاضر ہوئے تھے۔

قضیب:

اس کا معنی لطیف قاطع تلوار ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آپ کی تلوار نہیں ہے بلکہ مشوق آپ کی تلوار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سات زرہیں تھیں:

☆ ذوالفضول ☆ ذات الوشاح ☆ ذات الحواشی ☆ سعدیہ
☆ فضہ ☆ بترا ☆ خرنق

ذوالفضول:

یہ طویل زرہ تھی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ زرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت بھیجی تھی جبکہ آپ جنگ بدر کو تشریف لے گئے تھے۔ یہ زرہ لوہے کی تھی۔

---

[1] سہم صفی۔ وہ حصہ جو امام وقت کے لئے غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے جدا کر لیا جائے۔ [2] فضول' فضل سے ہے جس کے معنی ہیں کثرت' زیادتی

یہ وہی زرہ ہے جسے آپ نے ابوالشحم یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض اپنے گھر والوں کے لیے رہن فرمایا تھا — یہ رہن ایک سال تک رہا تھا۔

ذات الوشاح/ذات الحواشی:

مصنف نے ان کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ فقط نام لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔

سغدیہ:

اس کا تلفظ غین معجمہ سے ہے — کہا جاتا ہے کہ یہ زرہ عکمر القلید قائی کی تھی۔
ایک روایت میں ہے کہ یہ زرہ حضرت داؤد علیہ السلام کی وہ زرہ تھی جسے آپ نے جالوت کے قتل کے وقت پہنا تھا۔

فضہ:

یہ زرہ بھی آپ کو بنی قینقاع سے پہنچی تھی۔

بترا:

یہ تعیر زرہ تھی۔

خرنق:

خرگوش کے جوان بچے کے نام پر اس کا نام تھا۔

زرہوں کا استعمال:

یوم احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں:

☆ ایک ذات الفضول ☆ اور دوسری فضہ

یوم حنین میں آپ کے جسم پر دو زرہیں تھیں:

☆ ایک ذات الفضول ☆ دوسری سغدیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمانیں

☆ زوار ☆ روحا ☆ صفرا
☆ بیضا ☆ کتوم ☆ سداء

اس کمان کا صرف نام ذکر کیا گیا ہے۔

بنی قینقاع سے ملنے والی کمانیں:

تین کمانیں بنی قینقاع کے اسلحہ سے تھیں:

☆ ایک کمان کا نام روحا تھا ☆ دوسری کا نام صفرا

تیسری کا نام بیضا جسے شوحط کہتے ہیں۔

کتوم:

یہ کمان یوم احد میں ٹوٹ گئی' اسے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا۔ پھر آپ کے دست مبارک میں پلٹنے کے بعد پہلے سے زیادہ اچھی ہوگئی۔

سداد:

اس کے نام کے علاوہ اور کچھ نہیں ذکر کیا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منطقہ:

اس کا مطلب ہے کمر میں باندھنے کا پٹکا جو کہ چمڑے کا تھا ـــــ اس میں چاندی کے تین حلقے تھے' اور دو طرفیں تھیں جو ابزیم میں داخل ہوتی ہیں' چاندی کی تھیں۔

آپ کا تیر دان:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکش کا نام کافور تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈھالیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین ڈھالوں کا ذکر ملتا ہے:

☆ ذلوق ☆ فتق ☆ تصویر والی ڈھال

ذلوق:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ڈھال' جس کا نام ذلوق تھا۔ اس پر سے ہتھیار پھسل جاتا تھا۔

فتق:

اس کا فقط نام لکھا ہے۔ مصنف نے مزید کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔

تصویر والی ڈھال:

آپ کی یہ ڈھال آپ کے پاس ہدیئے کے طور پر بھیجی گئی تھی۔ اس میں عقاب کی تصویر تھی یا مینڈھے کی تصویر تھی۔ آپ کو وہ صورت مکروہ معلوم ہوئی۔ آپ نے اس پر دست مبارک رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیزے

مغلطائی نے آپ کے چار نیزے شمار کیے ہیں ـــــ

---

[1] طرف کا معنی ہے بلد کا وہ حصہ جو ابزم میں داخل ہوتا ہے۔

☆ مثوی ☆ ثنی ☆ بیضا ☆ عنزہ

جبکہ صاحب العیون، صاحب الہدیٰ، صاحب السبل اور عراقی نے پانچ نیزے ان اشعار میں گنتی کئے ہیں۔

كان له من الرماح خمسة من قينقاع جاء ه ثلاثة
و رابع له يسمى مثويا والخامس المثنى بذاك سميا

مثوی:

ایک نیزہ کا نام مثوی تھا یعنی قاتل —— ابن اثیر نے کہا ہے کہ مثوی نام اس لئے رکھا گیا تھا کہ جس کو اس کی طعن لگتی، وہ ثابت رہتا تھا —— یہ لفظ "ثوا" سے ہے۔ اس کے اور لغوی معنی کے درمیان مناسبت ہے۔ اس کا معنی ہے اقامت۔

ثنی:

اس کا معنی منعطف ہونے والا۔ اس میں شاید لچک تھی۔

بیضا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بڑا حربہ تھا، جس کا نام بیضا تھا۔

عنزہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا حربہ چھوٹا سا تھا اور نیزہ سے نصف۔ اس کے نیچے چوڑا پھل بوری کا تھا، عکاز یعنی عصا کے مشابہ۔ اس کا نام عنزہ تھا —— اسے آپ اپنے سامنے گاڑ دیتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خود:

آپ کے دو مغفر تھے ...... ☆ سبوغ ☆ موشح

سبوغ:

یہ مغفر لوہے کا تھا۔ اس کا نام سبوغ یا ذوالسبوغ تھا یعنی صاحب طول۔

موشح:

دوسرے مغفر کا نام موشح تھا۔

دیگر اشیائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ ڈیرہ ☆ مجن ☆ محضر ☆ لکڑی

☆ قدح ☆ طشت ☆ تخسیل ☆ [illegible]

☆ غزا ☆ پیمانے ☆ قطیفہ ☆ تخت

☆ بستر ☆ انگوٹھیاں ☆ موزے ☆ جبے

☆ عمامے ☆ چادر شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ڈیرہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ڈیرہ تھا۔ جس کا نام کن تھا...... گرمی اور سردی وغیرہ میں اس سے پناہ ہوتی تھی۔

آپ کا مجن:

آپ کا ایک مجن تھا یعنی آنکڑ د۔ جس کا سر ٹیڑھا تھا۔ اور ایک وزاع کی مقدار میں تھا یا ایک وزاع سے اکثر تھا—— آپ چلتے وقت اور سوار ہوتے وقت اس کو ساتھ رکھتے تھے اور اپنے سامنے اپنے اونٹ پر اس کو لٹکا دیتے تھے۔

آپ کا مخصر:

آپ کا ایک مخصر تھا جس کا نام مرجون تھا۔

آپ کی لکڑی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک لکڑی شوحط کی تھی جس کا نام ممشوق تھا—— شوحط ایک قسم کا درخت ہے جو پہاڑوں میں اگتا ہے۔

آپ کے قدح:

آپ کے پانچ مختلف قدح تھے:

☆ آپ کے ایک قدح کا نام ریان تھا۔

☆ دوسرے قدح کا نام مغیث تھا۔

☆ ایک اور قدح تھا جو کہ تین جگہ سے شق ہو گیا تھا—— چاندی کی زنجیر سے ٹانکے دیئے ہوئے تھے۔ یہ ٹانکے حضرات انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگائے تھے۔

☆ ایک قدح لکڑی کا تھا۔

☆ ایک قدح کانچ کا تھا۔

آپ کے طشت:

آپ کے پانچ مختلف طشت وظرف تھے:

☆ آپ کا ایک تور یعنی طشت پتھر کا تھا —— جس میں آپ وضو کرتے تھے۔ اور اس کا نام مخضب تھا۔

☆ ایک رکوہ تھا' جس کا نام صاورہ تھا۔

☆ ایک طشت تانبے کا تھا۔

☆ ایک پیتل کا ظرف غسل کرنے کے لئے تھا۔

☆ ایک ظرف سر میں تیل ڈالنے کے لئے تھا۔

آپ کی تھیلی :

آپ کی تھیلی چمڑے کی تھی —— اس ربعہ یعنی تھیلی کو صاحب اسکندریہ مقوقس نے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ (جو ام ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرزند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں) آپ کے لئے ہدیہ بھیجا تھا۔

اس تھیلی میں آپ منہ دیکھنے کا آئینہ' —— عاج کی کنگھی (عاج ذیل کو کہتے ہیں) —— وہ سرمہ دان جس سے شب میں آرام فرماتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں لگاتے تھے...... اس تھیلی میں قینچی اور مسواک رہتی تھی۔

آپ کا کٹھلا :

آپ کا ایک بڑا کٹھلا تھا۔ جس میں چار حلقے پڑے تھے اور چار آدمی اسے اٹھاتے تھے اور اس کا نام غرا تھا۔ یہ کٹھلا لوگوں کو کھانا کھلانے کے لئے تھا۔

آپ کے پیمانے :

اشیاء ناپنے کے لئے آپ کے پاس دو پیمانے تھے: ایک صاع اور ایک مد

آپ کا قطیفہ :

آپ کا ایک قطیفہ یعنی روئی دار کمبل تھا جس میں مختلف خطوط تھے۔

آپ کا تخت :

آپ کا ایک تخت تھا جس کے پائے ساج کے تھے —— یہ تخت اسعد بن زارہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔ اس پر آپ آرام فرماتے تھے۔ وفات کے بعد آپ کا جنازہ اس پر اٹھایا گیا —— آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جنازہ اس پر اٹھایا گیا —— پھر صحابہ کرام اپنے موتی کو تبرکاً اس پر اٹھاتے تھے۔

بنو امیہ کے عہد میں اس کے تختے فروخت ہوئے۔ عبداللہ ابن اسحاق نے چار ہزار درہم میں خرید کئے۔

آپ کا بستر :

آپ کا بستر چمڑے کا تھا۔ اس میں خرما کا پوست بھرا تھا۔

آپ کی انگوٹھیاں :

آپ کی مختلف انگوٹھیاں تھیں :

☆ آپ کی ایک انگوٹھی لوہے کی تھی۔ اس پر چاندی چڑھی ہوئی تھی۔

☆ آپ کی ایک انگوٹھی سونے کی تھی۔ آپ نے اسے پہنا' پھر ڈال دیا۔ اس کے نگینہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے' حبشی یا جزع یا عقیق۔

☆ آپ کی ایک انگوٹھی چاندی کی تھی۔ جس کا نگینہ چاندی کا تھا۔ اسے آپ اپنے دست مبارک میں رکھتے تھے —— پہلے یہ انگوٹھی آپ کے دائیں ہاتھ میں رہتی تھی' پھر آپ نے اسے بائیں ہاتھ میں پہن لیا —— اس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

آپ کے موزے :

شاہ حبش نجاشی اصحمہ نے آپ کو دو خف سادھے یعنی موزے ہدیہ بھیجے تھے۔ آپ نے وہ پہنے۔

آپ کے جبے :

آپ کے تین جبے تھے۔ ان کو آپ جنگ میں پہنتے تھے :

☆ ایک سندس اخضر کا تھا۔

☆ ایک جبہ طیالسہ کا تھا۔

☆ تیسرے جبہ کا ذکر نہیں کیا گیا کہ کیسا تھا۔

آپ کے عمامے شریف :

آپ کے دو عمامہ شریف تھے۔

☆ ایک عمامہ کا نام سحاب تھا' وہ عمامہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عنایت فرما دیا تھا۔

☆ دوسرا عمامہ سیاہ تھا —— یوم فتح مکہ میں آپ کے سر مبارک پر خود کے نیچے تھا تا کہ میل سر پر نہ لگے —— یا مغفر کے اوپر تھا۔

آپ کی چادر مبارک :

آپ کی ایک چادر تھی۔ جس کا طول چار ذراع اور عرض ایک ذراع تھا اور ایک شبر یعنی ایک بالشت —— دوسری روایت میں عرض دو ذراع بیان ہوا ہے۔ صلوٰت اللہ و سلامہٗ علیہ ۔

نویں فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پالتو چوپائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیس گھوڑوں کا نام ذکر کیا گیا ہے:

☆ سکب	☆ مرتجز	☆ ظرب تمما	☆ لحیف
☆ الزاز	☆ ورد	☆ مسیحد	☆ بحر
☆ سج	☆ ذواللمہ	☆ ذوالعقال	☆ سرحان
☆ طرف	☆ مرتجل	☆ مرواح	☆ ملاوح
☆ مندوب	☆ نجیب	☆ یعبوب	☆ یعسوب

سکب :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں میں ایک گھوڑے کا نام سکب تھا۔ عرب لوگ کہتے ہیں۔ فرس سکب یعنی کثیر الجری —— گویا اس کی رفتار پانی کے بہنے کے طور پر ہے۔ اس کی اصل سکب الماء یسکب سے ہے۔

سکب اول وہ گھوڑا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے مالک ہوئے ہیں۔ اسے آپ نے دس اوقیہ میں خریدا تھا۔ (ایک اوقیہ برابر ہے چالیس درہم کے) ——

☆ سکب اغر تھا —— یعنی اس کی پیشانی پر درہم سے زیادہ سفید داغ تھا۔

☆ سکب محجل تھا —— یعنی گھٹنے سے گاچی تک سفیدی تھی۔

☆ سکب طلق الیمین اور کمیت تھا —— یعنی اس کے رنگ میں سرخی اور سیاہی ملی ہوئی تھی' کوئی خالص رنگ نہیں تھا۔

ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس کا رنگ ادہم تھا —— طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھوڑا سیاہ رنگ کا تھا جس کا نام سکب تھا۔

مرتجز :

دوسرا گھوڑا مرتجز تھا —— اس کا یہ نام اس لئے تھا کہ اس کی آواز اچھی تھی۔ گویا رجز پڑھتا رہتا تھا۔ رجز شعر کی قسم ہے۔ مرتجز اسی سے لیا گیا ہے۔ اس کا رنگ نقرئی تھا۔

مرتجز وہ گھوڑا ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی تھی۔ آپ نے خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت گردانا —— اس واقعہ کو ابن ابی شیبہ ابویعلیٰ ابن خزیمہ اور طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواء بن الحارث سے ایک گھوڑا خرید کیا۔ اس نے انکار کیا کہ میں نے فروخت نہیں کیا —— آپ کی شہادت خزیمہ نے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تمہیں کس چیز نے شہادت پر آمادہ کیا' تم اس کے ساتھ حاضر نہیں تھے"۔

خزیمہ نے کہا:

"جو شے آپ لائے ہیں' میں نے اس کی تصدیق کی ہے —— اور مجھے علم ہے کہ آپ حق سچ کے سوا نہیں فرماتے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من شهد له خزيمه —— یا یہ فرمایا: شهد عليه الخسبه ۔

ظرب تما:

تیسرے گھوڑے کا نام ظرب تما تھا —— یہ ظراب کا واحد ہے۔[1] ظرب نام اس لئے تھا کہ یہ بہت بڑا اور فربہ تھا —— دوسری روایت کے مطابق ظرب نام اس کی قوت اور سمعون کی سلابت کی وجہ سے تھا۔

ظرب' فردہ بن عمرو الجذامی نے آپ کو ہدیۃً بھیجا تھا —— عرب سے جو ملک ملا تھا ہوا تھا' اس کا عامل قیصر کی طرف سے تھا' وہ مسلمان ہو گیا' اہل روم نے اسلام کے سبب اسے قتل کر ڈالا۔

لحیف:

چوتھے گھوڑے کا نام لحیف تھا —— ربیعہ بن ابی البراء نے آپ کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا۔ لحیف نام اس لئے رکھا تھا کہ بہت بڑا اور فربہ تھا —— ہروی نے لکھا ہے کہ اس کی دم طویل ہونے کی وجہ سے اس کا نام لحیف تھا —— اور یہ انسب اس لئے ہے کہ مصنف نے اس کی دم کی تعریف یوں کی ہے۔ گویا وہ اپنی دم سے زمین کو لحاف اوڑھاتا تھا' یعنی دم سے زمین کو ڈھانپ لیتا تھا —— فعیل بمعنی فاعل ہے جیسے عرب کہتے ہیں:

لحفت الرجل باللحاف —— میں نے مرد کو لحاف سے ڈھانپ دیا۔

یعنی اس پر لحاف ڈال دیا —— اور جیم اور فا معجمہ سے روایت کیا گیا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور بخاری کو متحقق نہیں ہوا کہ اصل میں کیا ہے —— اور معروف حاء مہملہ سے ہے۔ یہ نہایہ میں ہے۔

الزاز:

پانچواں گھوڑا الزاز تھا —— اس کا یہ نام شدت تلزز سے تھا یعنی گٹھیلا تھا۔ اس کے کل اعضاء خلقت میں مجتمع تھے ——

[1] ظراب چھوٹے پہاڑوں کو کہتے ہیں۔

عرب لوگ کہتے ہیں:

لزبه الشی ای لزق به ——"وہ چیز اس کو چمٹ گئی"۔

گویا وہ اپنی سرعت سے مطلوب کو چمٹ جاتا تھا —— یہ گھوڑا مقوقس جریج بن مینا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ بھیجا تھا۔

ورد :

ورد کمیت اور اشقر کے درمیان ایک رنگ ہے —— ابن سعد نے کہا ہے کہ تمیم الداری نے یہ گھوڑا آپ کو ہدیہ بھیجا تھا —— آپ نے وہ گھوڑا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کو عطا فرما دیا تھا —— حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سوار ہوئے —— پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ایسے حال میں پایا کہ وہ سستا بکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خریدنے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خریدنے سے منع فرما دیا۔ کہ ایک درہم کے بدلے ملے' اس لئے کہ جو شخص اپنے صدقہ میں عود کرے' وہ ایسا ہے جیسے کتا قے کرے اور اس کو پھر کھاوے۔

مسجد :

ساتویں گھوڑے کا نام مسجد تھا۔ عرب کہتے ہیں: فرس سانح یعنی جس وقت گھوڑا اپنی دوڑ میں خوبی سے' ہاتھوں کو بڑھا کر رکھے —— ابن سیرین نے کہا ہے کہ یہ گھوڑا اشقر تھا —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے مول لیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ سات گھوڑے تھے۔ ان پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ ان سب پر علماء کا اتفاق ہے۔ ان سب گھوڑوں کو بدر میں جماعہ نے ایک بیت میں جمع کیا ہے۔ وہ بیت یہ ہے:

والخيل سكب لحيف سجة ظرب لزاز مرتجز درد لها اسرار

بحر:

مصری محدث عبدالغنی بن سلیمان بن بیلن نے اس شے میں جسے حافظ الامیاطی نے حکایت کیا ہے' ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں میں ایک گھوڑا بحر تھا —— رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ان تاجروں سے خرید فرمایا تھا جو اسے یمن سے لائے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھوڑے سے گھڑ دوڑ میں بارہا سبقت کی ہے یعنی سب گھوڑوں سے آگے آپ کا گھوڑا نکل گیا —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھے اور اپنا دست مبارک بحر کے منہ پر پھیرا اور فرمایا:

"تو نہیں ہے مگر بحر" یعنی تو بحر ہے۔

چنانچہ اس کا نام بحر رکھا گیا —— اس لئے کہ دوڑ میں اس دریا کی مثل جاتا تھا جس کا پانی منقطع نہ ہو —— ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ گھوڑا کمیت تھا۔ آپ کے گھوڑے کی زین دو پٹھوں کے طور پر درخت خرما کے پوست سے تھی۔

سج :

آپ کا گھوڑا سج بکسر سین وسکون جیم تھا ـــــ اسے علی بن محمد بن الحسین بن عبدوس الکوفی نے روایت کیا ہے۔شاید یہ اسم اس قول سے ماخوذ ہے:

سجلت الماء فانسجل یعنی میں نے پانی بٹویا وہ بٹ گیا۔

ذواللمہ :

آپ کا ایک گھوڑا ذواللمہ تھا۔بکسر لام وتشدید میم ـــــ اسے ابن حبیب اخباری نے ذکر کیا ہے۔

ذوالعقال :

آپ کا گھوڑا ذوالعقال تھا' بہ ضم عین اور تشدید قاف کے ـــــ بعض علماء نے تخفیف قاف سے کہا ہے۔

سرحان :

آپ کا ایک گھوڑا سرحان تھا۔بہ کسر سین وسکون رائے مہملہ ـــــ اسے ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے ـــــ سرحان بھیڑیے کو کہتے ہیں ـــــ لغت ہذیل میں شیر کو سرحان کہتے ہیں۔

طرف :

آپ کا ایک گھوڑا طرف تھا۔بہ کسر طا' وسکون را ـــــ اس کے بعد فا ہے۔

اسے ابن قتیبہ نے معارف میں ذکر کیا ہے ـــــ ماں باپ کی طرف سے نجیب تھا ـــــ ایک روایت میں ہے کہ طرف وہ گھوڑا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے خرید کیا تھا اور آپ کی شہادت اس کے ساتھ خزیمہ بن ثابت نے دی تھی۔

مرتجل :

آپ کے ایک گھوڑے کا نام مرتجل تھا۔بکسر میم' اسے ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے۔یہ لفظ عرب کے اس قول سے لیا گیا ہے:

ارتجل الفرس او متجالا

کبھی پوئی اور کبھی قدم سے چلتا تھا۔

مرواح :

آپ کا ایک گھوڑا مرواح تھا۔بکسر میم' مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے مطعام ہے۔یہ لفظ ریح سے مشتق ہے۔بمعنی ہوا ـــــ یا رواح سے مشتق ہے۔بمعنی ہوا ـــــ یا رواح سے مشتق ہے۔ریح سے مشتق ہونے کی صورت میں اس کی سرعت مراد ہے۔یعنی

جیسے ہوا تیز چلتی ہے ویسے ہی وہ تیز چلتا تھا —— رواح سے مشتق ہونے کی حالت میں اس کی رفتار کی وسعت مراد ہے۔

اس گھوڑے کو قوم مذجح نے آپ کو ہدیہ کیا تھا —— اسے ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔

ملاوح:

یہ ضم میم اور کسرہ وٗ سے اس کا نام ملاوح ہے۔ اسے ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے۔

مندوب:

اسے ابن عسا کر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے گھوڑوں سے تھا۔

نجیب:

اسے ابن قیتبہ نے ذکر کیا ہے —— ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ گھوڑا ہے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی سے خرید کیا تھا اور اس کے ساتھ آپ کی شہادت خزیمہ بن ثابت نے دی تھی۔[1]

یعبوب اور یعسوب:

ان دونوں کو قاسم بن ثابت نے کتاب الدلائل میں ذکر کیا ہے۔

آپ کے سوار ہونے کی زین کی دوظرفیں درخت خرما کے پوست سے تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر

آپ کے چھ خچر تھے، جنہیں مصنف نے ذکر کیا ہے:

☆ دلدل ☆ فضہ ☆ عطاء کے بیٹے کا ہدیہ

☆ اکیدر نصرانی کا ہدیہ ☆ نجاشی کا ہدیہ ☆ کسریٰ کا ہدیہ

دلدل:

آپ کے خچروں سے دلدل تھا۔ اس کے رنگ کو شہبا کہتے تھے —— شہبا وہ ہے جس کے بالوں کی سپیدی سیاہی پر غالب ہو......بعض نے کہا ہے بیضا تھا۔

یہ خچر مقوقس نے آپ کے پاس ہدیہ بھیجا تھا —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سفر میں سوار ہوئے تھے —— آپ کے بعد زندہ رہا۔ دانت گر گئے اور ماندھا ہو گیا اور مقام ینبع میں مر گیا۔

---

[1] یہ تیسرا گھوڑا ہے جس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی خرید کے بارے میں خزیمہ بن ثابت نے آپ کی شہادت دی تھی ...... اس سے پہلے مرتجز اور طرف نامی گھوڑوں کے بارے میں خزیمہ بن ثابت کی شہادت کا ذکر کیا گیا ہے۔

قضہ :

یہ خچر فردہ بن عمرو الجذامی نے آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔

علاء کے بیٹے کا ہدیہ :

یہ آپ کے لئے علاء کے بیٹے نے ہدیہ بھیجا تھا جو صاحب ایلہ تھا — علا الفتح عین وسکون لامِ اعلیٰ کی تانیث ہے — اس کو کہتے ہیں کہ جس کا اوپر کا ہونٹ چرا ہوا ہو — یہ قرطبی کی روایت ہے۔

اکیدر نصرانی کا ہدیہ :

یہ خچر دومتہ الجندل سے آپ کے پاس آیا تھا — یہ خچر اکیدر بن عبدالملک نصرانی نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔ اکیدر مسلمان نہیں ہوا۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اکیدر کو قتل کیا۔

نجاشی کا ہدیہ :

ایک خچر شاہ حبش نجاشی نے ہدیہ بھیجا تھا — حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ اس پر سوار ہوتے تھے۔

کسریٰ کا ہدیہ :

شاہ کسریٰ نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا — یہ بات محل نظر ہے اس لئے کہ کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط چاک کر ڈالا تھا — اس کا جواب اس طور پر دیا گیا ہے کہ جس کسریٰ نے آپ کو خچر بھیجا تھا وہ شیرویہ بن ہرمز تھا۔ یا اس کے چچا زاد بھائی کسریٰ بن قباد نے اردشیر بن شیرویہ نے بھیجا تھا یا جرہان نے بھیجا تھا۔ یہ تمام لوگ قتل پرویز کے بعد بادشاہ ہوئے۔ پھر ان کے بعد بوران بنت کسریٰ ملکہ ہوئی۔ جیسا کہ ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے۔

شارح کہتے ہیں کہ پرویز نے ملک کے غلبہ اور شقاوت سے آپ کا خط چاک کر ڈالا۔ بعد میں اس نے اپنے نفس میں گور کیا ہو اور آپ کی نبوت کا یقین کرنے سے ڈر گیا ہو اور خچر آپ کو ہدیہ بھیجا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم ۔**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گدھے :

آپ کے تین گدھوں کا ذکر کیا گیا ہے:

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گدھوں سے **عفیر تھا جو مقوقس نے آپ کو ہدیۃً بھیجا تھا۔**

☆ **ایک گدھا یعفور تھا جو فردہ بن عمرو الجذامی نے آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔**

کہا جاتا ہے کہ **عفیر اور یعفور دونوں ایک ہی ہیں۔**

☆ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک گدھا دیا تھا' آپ اس پر سوار ہوتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں

☆ قصوا ☆ عضبا ☆ جدعا ☆ مکتسب
☆ مہرہ ☆ اطلال ☆ اطراف ☆ بردہ
☆ یغوم ☆ برکہ ☆ حنانہ ☆ زمزم
☆ ریا ☆ سعدیہ ☆ سقیا ☆ سمرا
☆ شقرا ☆ عجزہ ☆ عریس ☆ غوثہ
☆ قمریہ ☆ مروہ ☆ مہرہ ☆ درشہ
☆ یسیریہ

قصوا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیوں سے قصوا اونٹنی تھی۔ یہ وہ اونٹنی ہے جس پر آپ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں ہجرت کی تھی۔

عضبا اور جدعا:

ایک اونٹنی عضبا تھی اور ایک جدعا تھی۔ ان دونوں میں عضب تھا نہ جدع —— نہ اس کے کان کٹے ہوئے تھے اور نہ چرے ہوئے تھے اور نہ ناک کٹی ہوئی تھی اور نہ ہونٹ چرے ہوئے تھے۔

زمخشری نے کہا ہے کہ ناقہ عضبا یعنی قصیر القد —— عضبا اور جدعا ان کے نام تھے —— ایک روایت ہے کہ اس کے کان میں عضب تھا یعنی چرا ہوا تھا —— دوسری روایت میں ہے کہ عضبا اور جدعا ایک ہی اونٹنی ہے —— یہ وہ اونٹنی ہے کہ کوئی اونٹ یا اونٹنی اس سے آگے نہیں نکلتی تھی۔ ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا' وہ اس سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں پر یہ امر شاق ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ دنیا کی چیزوں سے کسی چیز کو رفعت نہیں دیتا ہے مگر اسے پست کر دیتا ہے''۔

مکتسب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوم بدر میں ابوجہل کا اونٹ مال غنیمت میں ملا۔ اس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا۔ اس کا نام مکتسب تھا۔

یوم حدیبیہ میں آپ نے اسے قربانی کے اونٹوں کے ساتھ بھیج دیا تا کہ مشرکین اس سے غیظ میں آئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پینتالیس اونٹنیاں دودھ دینے والی تھیں۔

مہرہ :

یہ اونٹنی آپ کی خدمت میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجی تھی۔

اطلال اور اطراف :

ان دونوں اونٹنیوں کو عراقی نے بکریوں کے باب میں ذکر کیا ہے۔

بردہ :

یہ اونٹنی ضحاک بن سفیان نے آپ کو ہدیہ بھیجی تھی' یہ دو اونٹنیوں کے برابر دودھ دیتی تھی۔ اسے یعمری نے ذکر کیا ہے۔

یغوم :

وہ اونٹنی جس کی آواز فصیح نہ ہو۔

برکہ :

اسے عراقی نے ذکر کیا ہے — بکری کا بھی نام ہے۔

حنانہ :

وہ اونٹنی ہے جسے غر سینین نے ذبح کر ڈالا تھا۔

زمزم :

اس کو عراقی نے ذکر کیا ہے — بکری کا بھی نام ہے۔

ریا' سعدیہ اور سقیا :

الفیہ میں بکری کا نام ہے۔

سمرا :

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اونٹنی تھی۔

شقرا' عجزہ' عریس :

انہیں عراقی نے الفیہ میں ذکر کیا ہے — بکری کا بھی نام ہے۔

غوشہ' قمریہ :

غیثہ نام ہے — ان سے پہلے جو ہیں ان کو عراقی نے اور یعمری نے ذکر کیا ہے — یہ بکریوں کے بھی نام ہیں —

مروہ مہرہ:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی عقیل کے اونٹوں سے آپ کے پاس ہدیہ بھیجا تھا۔

درشہ یسیرہ:

اونٹنیوں کے ذیل میں یہ نام بھی آتے ہیں ــــ مصنف کے بعض نسخوں سے اسماء ساقط ہو گئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریاں:

ان میں سے کثیر اونٹنیوں کو عراقی نے بکریوں کے نام سے ذکر کیا ہے ــــ عراقی کی موافقت یعمری نے کی ہے۔ بعض اسماء پر اور باقی کے اسماء پر کلام نہیں کیا ــــ جو نام مصنف نے ذکر کئے ہیں۔ اگر اس بناء پر صحیح ہوں کہ ثبوت اس کا مصنف سے ہے تو وہ اسماء جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں اور بکریاں موسوم ہیں۔ دونوں کے نام ہوں گے ــــ واللہ اعلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سو بکریاں تھیں اور چھ بھیڑیں تھیں جو دودھ دیتی تھیں۔ ان کو ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چراتی تھیں۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بکری کا نام قمر تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گائے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی گائے نہ تھی ــــ اس پر یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے حجتہ الوداع میں قربانی کی ــــ برہان نے اسے اس طور پر رد کیا ہے کہ مسند امام احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ کوئی آدمی ہمارے پاس گائے کا گوشت لے کر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ــــ اس نے کہا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے ذبح کی تھی"۔

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے:

"باب ذبح الرجل البقرعن نساء من غیر امرھن"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرغ:

عراقی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سفید مرغ تھا ــــ

و سمان دیك عندہ ابیض لہ بدکذالمحب الطبری لقلہ بعض نے مرغ کی حدیث کو موضوع کہا ہے اور بعض نے ضعیف کہا ہے۔

دسویں فصل

بارگاہ نبوی میں آنے والے وفد

وفد کیا ہے؟:

امام نووی نے کہا ہے کہ وفد اس جماعت مختار کو کہتے ہیں جو عظما کی ملاقات کے لئے متقدم کی جائے یعنی آگے کی جائے —— وفد کا واحد وافد ہے —— ایسے لوگ فصیح اور شائستہ ہوتے ہیں' اس لئے وہ مقدم کئے جاتے ہیں۔

وفود کا آغاز:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان وفود کے آنے کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جبکہ آپ جعرانہ سے واپس تشریف لائے تھے۔ یہ ۸ھ کا آخر تھا۔ ۸ھ سے ۹ تا ۱۰ھ میں آپ کی وفات تک وفود آتے رہے ——

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وفود کی آمد غزوہ تبوک کے بعد سے ہوئی ہے —— آپ غزوہ تبوک سے شعبان یا رمضان ۹ھ میں واپس تشریف لائے تھے —— ابن ہشام نے ۹ھ لکھا ہے اور سنۃ الوفود لکھا ہے —— محمد بن سعد نے وفود کو ''طبقات'' میں پے در پے نقل کیا ہے —— دمیاطی نے اپنی سیرت میں محمد بن سعد کا اتباع کیا ہے —— ابن سعد کے شاگرد ابن سید الناس' مغلطائی اور حافظ زین الدین عراقی نے اپنی منظومہ میں ذکر کیا ہے۔

علماء نے ان وفود کا مجموع ساٹھ سے زیادہ نقل کیا ہے —— شامی نے ایک سو سے زیادہ وفود کا ذکر کیا ہے —— جبکہ مصنف نے اختصار کے ارادے سے پینتس (۳۵) وفود ذکر کئے ہیں:

- ☆ بنی ہوازن سے وفد
- ☆ بنی ثقیف سے وفد
- ☆ بنی عامر سے وفد
- ☆ عبدالقیس کا وفد
- ☆ بنی حنیفہ سے وفد
- ☆ بنی طے سے وفد
- ☆ بنی کندہ سے وفد
- ☆ اہل یمن سے وفد
- ☆ ازد سے وفد
- ☆ بنی حارث سے وفد
- ☆ بنی ہمدان سے وفد
- ☆ مزینہ کے وفد
- ☆ بنی دوس سے وفد
- ☆ نجران کے وفد
- ☆ فردہ بن عمرو الجذامی کا وفد
- ☆ بنی سعد بن بکر سے وفد
- ☆ بنی محارب سے وفد
- ☆ بنی تجیب سے وفد

☆ بنی سعید ہذیم سے وفد
☆ بنی اسد سے وفد
☆ بنی عذرہ سے وفد
☆ بنی مرہ سے وفد
☆ بنی محارب سے وفد
☆ بنی غسان سے وفد
☆ بنی عبس سے وفد
☆ ازد سے وفد
☆ بنی نخع سے وفد
☆ بنی فزارہ سے وفد
☆ قبیلہ بھرا سے وفد
☆ بلیٰ سے وفد
☆ قبیلہ خولان سے وفد
☆ بنی صدا سے وفد
☆ سلامان سے وفد
☆ بنی غامد سے وفد
☆ بنی المنتفق سے وفد

بنی ہوازن سے وفد:

امام بخاری اور موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ ماہ شوال میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے پلٹ کر جعرانہ کی طرف آئے۔ وہاں بنی ہوازن کے قیدی تھے—— آپ کی خدمت میں بنی ہوازن سے وفد حاضر ہوا۔ وفد کے ارکان مسلمان ہو گئے تھے۔ ان میں نو آدمی ان کے اشراف سے تھے۔ وہ مسلمان ہوئے اور آپ سے بیعت کی۔ پھر انھوں نے بات چیت شروع کی اور کہنے لگے:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جن لوگوں کو آپ نے پایا ہے۔ ان میں آپ کی مائیں' آپ کی بہنیں' پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔''

آپ نے یہ سن کر فرمایا:

''میں لوگوں کو تمہارے لیے بلاتا ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ مال غنیمت تقسیم ہو کر متفرق ہو گیا ہے۔ دونوں باتوں میں سے کون سی بات تمہیں زیادہ دوست ہے۔ بردے یا مال؟''

انہوں نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے ہمیں حسب اور مال کے درمیان اختیار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک مال سے زیادہ حسب دوست ہے۔ ہم لوگ بکریوں اور اونٹوں کے بارے میں کلام نہ کریں گے۔''

آپ نے ان سے فرمایا:

''وہ شے جو بنی ہاشم کے لیے ہے وہ تمہاری ہے۔ میں تمہارے لیے مسلمانوں سے بات کروں گا۔ تم لوگ مسلمانوں

سے باتیں کرو اور ان سے اپنا اسلام ظاہر کرو تا کہ وہ تم پر مہربانی کریں۔''

آپ نے اس ارشاد سے یہ ارادہ فرمایا کہ پہلے میں امر نہ کروں کہ بردوں وغیرہ کے رد کرنے سے بعض کے نفوس میں کچھ بات پیدا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی تو ان لوگوں نے بات کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی ـــــ ان کے خطیبوں نے کلام کیا۔ نہایت مبالغہ کیا۔ یا زیادہ بلیغ باتیں کیں' اور دورانِ خطاب صحابہ کرام کو قیدیوں کے رد کرنے کے بارے میں رغبت دلائی ـــــ جبکہ اذکار نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ یا جبکہ ہوازن کا خطیب خطبہ سے فارغ ہوا تو آپ کھڑے ہو گئے ـــــ مسلمانوں سے ان کی شفاعت فرمائی اور قیدیوں کو رد کرنے پر مسلمانوں کو تحریک دلائی اور فرمایا:

''جو غنیمت بنی ہاشم کے لیے ہے وہ میں نے ہوازن کو پھیر دی۔''

ابن اسحاق کی روایت میں جو ان کے شیخ عمر بن شعیب سے ہے۔ شعیب نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ یہ ہے کہ ہوازن کے وفد نے آپ کو جعرانہ میں پایا۔ جبکہ وہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اہل اور عشیرہ ہیں اور ہم لوگوں پر وہ بلا پہنچی ہے جو آپ سے مخفی نہیں ہے۔ آپ ہم لوگوں پر احسان کیجئے' اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔''

پھر ہوازن کا خطیب زہیر بن صرد کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ عورتیں جو قیدیوں سے خطائر میں ہیں' آپ کی رضاعی خالائیں اور پھوپھیاں ہیں ـــــ اور آپ کو گود میں لینے والی عورتیں ہیں جو آپ کا تکفل کرتی تھیں۔ آپ ایسے ہیں کہ ہر ایک مکفول پر فضل اور شرف میں زیادہ ہیں۔''

واقدی کی روایت میں ہے کہ:

''جو عورتیں قیدی بنائی گئی ہیں' ان میں قرابت میں جو آپ سے دور ہیں' وہ اس وجہ سے آپ سے قریب ہیں کہ:

☆ انہوں نے آپ کو گود میں لیا ہے'

☆ اپنی چھاتیوں سے آپ کو دودھ پلایا ہے'

☆ اور اپنے کولہوں پر سوار کرایا ہے'

حقیقت حال یہ ہے کہ آپ خیر المکفولین ہیں۔''

ابن اسحاق کے نزدیک ایک روایت میں یہ ہے کہ زہیر بن صرد نے کہا:

''اگر ہم لوگ حارث بن تمر کو یا نعمان بن المنذر کو دودھ پلاتے' پھر ہم لوگوں پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے' اس کی مثل اگر نازل ہوتی تو ہم حارث اور نعمان سے اس کے لطف و کرم اور اس کے احسانوں کی امید رکھتے کہ وہ ہم پر

بذل کرتے۔"

پھر زہیر نے آپ کو مخاطب کر کے یہ اشعار پڑھے:

امنن علینا رسول الله فی کرم   فانك المرء نرجوه و مذخر

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اس صفت جمیلہ سے جو آپ کا کرم ہے' ہم لوگوں پر احسان فرمائیں .... یا کرم بمعنی اکرام' یعنی آپ اس اکرام کے سبب ہم لوگوں پر احسان فرمائیں جو ہمارے اور آپ کے درمیان وصلہ ہے۔ اس لیے کہ وہ صفات محمودہ جو لوگوں میں متفرق طور پر ہوتے ہیں وہ کلی صفات آپ کی ذات واحد میں جمع ہیں۔ ہم اپنی مہمات کے لیے آپ کی امید کرتے ہیں۔ اور آپ کو اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ جو مصیبتیں ہمیں آئندہ درپیش ہوں' آپ کی برکت سے وہ دفع ہوں۔"

طبرانی کی ثلاثیات میں سے ہے کہ اس شخص اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان جو باتیں ہوئیں وہ تین آدمی ہیں ---- زہیر بن صرد سے یہ روایت ہے کہ جب ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیر کر لیا وہ دن یوم حنین اور یوم ہوازن تھا۔ یعنی ہماری عورتیں اور ہمارے بچے قید کر لیے گئے ---- اولاد اور عورتوں سمیت چھ ہزار تھے۔ آپ قیدیوں اور بکریوں کو تقسیم فرما رہے تھے کہ میں آپ کے پاس آیا اور یہ اشعار پڑھے:

امنن علینا رسول الله فی کرم   فانك المرء نرجوه و مذخر

امنن علی بیضة قدعا قها قدر   مشتت شلمها فی دهرها غیر

"بیضہ سے مراد اہل اور عشیرہ ہیں۔ آپ اہل اور عشیرہ کے ساتھ احسان فرمائیں۔ ہمارے اس اہل اور عشیرہ کو قدر عائق ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کی جمعیت بکھری ہوئی ہے اور اس کے زمانہ میں تبدیلی ہے ---- یعنی احوال متغیر ہو گیا ہے۔

البقت لنا الدهر هتا فاعلی حزن   علی قلوبهم الغماء والغمر

"ہمیں زمانے نے اس آواز کے ساتھ باقی رکھا ہے جو غم پر شامل ہے۔ ہمارے عشیر کے دلوں میں وہ دکھ ہے جو سرور کو چھپا دیتا ہے۔ اور ان کے دلوں میں کینہ ہے۔"

ان لم تدارکم نعما تنشرها   یاارحج الناس حلما حین تختبر

"اگر آپ ان لوگوں کا تدارک اس نعمت سے نہ کریں گے جسے آپ مخلوق میں پھیلاتے ہیں تو وہ ہلاک ہو جائیں گے ---- آپ جس وقت آزمائش کیے جائیں تو عقل میں سب لوگوں سے زیادہ راجح ہیں۔"

امنن علی نسوة قد کنت ترضعها   اوفوك نملوة من محضا الدرر

"محض خالص الدرر دودھ کی کثرت اور اس کا سیلان ---- یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان عورتوں پر احسان کیجیے جن کا آپ دودھ پیتے تھے۔ ان کے خالص دودھ کی کثرت آپ کے دہان مبارک کو پر کر دیتی تھی۔ یعنی آپ نے ان

عورتوں کا دودھ کثرت سے پیا ہے"۔

اذ انت طفل صغير كنت ترضعها ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ واذ يز نيك ماتاتى دما تذر

"اس وقت آپ ننھے منے بچے تھے اوران کا دودھ پیتے تھے۔ اس وقت آپ کو وہ شے جو آپ لاتے' اور وہ شے جسے آپ چھوڑ دیتے آپ کو زینت دیتی تھی —— یعنی بچپنے میں آپ کا ہر فعل اچھا معلوم ہوتا تھا۔"

لا تجعلنا كمن شالت نعامة ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ واسبتق منا ذانا معشر زهر

"شالت بلند ہوا۔ نعامہ' باطن قدم' شالت نعامہ سے مراد ہلاک ہوا —— آپ ہم لوگوں کو ان لوگوں کی مثل نہ کیجیے جو ہلاک ہو گئے۔ آپ ہم سے اپنی ثناء ہمیشہ کے لیے باقی رکھیے۔ اس لیے کہ ہم اچھا گروہ ہیں۔"

انا لنشكر للنعماء اذ كفرت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وعندنا بعد هذا ليوم مدخير

"ہم لوگ نعمت کا شکر کرتے ہیں۔ جس وقت اس نعمت کا کفران کیا جائے یعنی دوسرے لوگ۔ اس نعمت کا کفران کریں —— ہمارے نزدیک آج کے دن کے بعد شکر کا ذخیرہ ہے یعنی ہم لوگ ہمیشہ آپ کے شکرگزار رہیں گے۔

فاليس العفومن فذكنت ترضعه ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ من امهاتلك ان العفو مشتهر

"عفو کا لباس ان لوگوں کو اپنائیں جن کا آپ دودھ پیتے تھے۔ اور وہ لوگ آپ کی رضائی ماؤں سے ہیں —— عفو کی خوبی زمانہ میں مشہور ہے کہ وہ وصف بسی ہے۔

ياخير من مرحت كمت الجياوبه ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ عندالهياج اذا ما استو قدالشرر

"اے ان لوگوں کے اچھے! جن کے سبب تیز رفتار گھوڑے ناز سے اترا کر چلتے ہیں' جس وقت لڑائی کے شرارے بھڑکائے جاتے ہیں۔"

انا نومل عفوامنك تلبه ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ هادى البرية اذ تعفود تنتصر

"ہم لوگ آپ سے عفو کی اُمید رکھتے ہیں کہ آپ عفو کو ہمارا لباس فرما دیں —— اے مخلوق کو ہدایت کرنے والے! اس لیے کہ آپ عفو کرتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔"

فاعفو عفاالله عما انت راهبه ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ يوم القيامة اذ يهدى لك الظفر

"آپ عفو فرما دیں' اللہ تعالیٰ آپ کو اس شے سے عفو کرے جس سے آپ ڈرانے والے ہیں۔ قیامت کے دن آپ کو ظفر ہدیہ کی جائے یعنی آپ کو قیامت کے دن اپنے مقاصد پر فوز ہوگا۔ جو آپ کے مقاصد ہیں آپ ان کو پائیں گے۔"

راوی نے کہا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اشعار سنے تو فرمایا:

"جو شے میرے لیے اور آل عبدالمطلب کے لیے ہے وہ بلا ذرا تمہارے لیے ہے۔"

اور قریش نے یہ کہا:

''جو شے ہمارے لیے ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔''

اور انصار نے یہ کہا:

''جو شے ہمارے لیے ہے' وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔''

وہ حدیث جو عمرو ابن شعیب سے ہے' ابن اسحاق نے اس پر یہ زیادہ کیا ہے کہ اقرع بن حابس نے کہا:

''میں اور بنی تمیم قیدی واپس نہ کریں گے۔''

عینیہ بن الحصن نے کہا:

''میں اور بنی فزارہ نہیں دیں گے۔''

عباس بن مرداس نے کہا:

''میں اور بنی سلیم نہیں دیں گے۔''

بنی سلیم نے کہا:

''بے شک جو شے ہماری ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے لیے ہے۔''

بنی سلیم نے کہا:

''تم لوگوں نے میری توہین کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے جو شخص اپنے حق کے سبب ان قیدیوں سے روک کر رکھتا ہے اس کے لیے ہر ایک انسان کے بدلے چھ فرائض اول ان قیدیوں سے ہیں' جنہیں میں پاؤں گا۔''

چنانچہ سب نے اپنے قیدیوں سے ہوازن کے بچے اور عورتیں لوٹا دیں۔ مگر عینیہ بن الحصن نے اس گمان سے ایک بڑھیا کو رکھ لیا کہ قبیلہ میں اس کا نسب ہوگا' اس کا فدیہ زیادہ ہوگا۔ لیکن اس کے عیب پیری (زیادہ عمر) کی وجہ سے چھ فرائض کے بدلے لوٹا دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قیدیوں میں سے ہر ایک کو قبطیہ لباس پہنایا —— ابن عقبہ نے کہا کہ مقام ہجر کی ایک قسم کی چادریں ہر ایک کو اوڑھائیں۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ہوازن کے وفد چوبیس (۲۴) گھرانوں کے تھے۔ ان میں ابو برقان السعدی تھے۔ انہوں نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ خطائر آپ کی رضاعی ماؤں اور خالاؤں' اور آپ کو گود میں لینے والیوں اور دودھ پلانے والیوں کے لیے ہیں۔ (یعنی جیسے اونٹ احاطہ میں بھر دیئے جاتے ہیں' ویسے ہی یہ عورتیں احاطوں میں بھر دی گئی ہیں) آپ ہم لوگوں پر احسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کیا ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے تمہارا انتظار کیا اور یہاں تک تاخیر کی کہ میں نے یہ گمان کیا کہ تم نہ آؤ گے۔اب صورت حال یہ ہے کہ میں نے قیدی تقسیم کر دیے ہیں۔''

بنی ثقیف کا وفد:

تبوک سے آنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ثقیف کے وفد آئے۔ثقیف کے امر سے یہ تھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ طائف سے واپس تشریف لائے اور ان کا محاصرہ ترک کر دیا' پھر سفر کا عزم فرمایا۔لوگوں نے آپ سے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ثقیف پر بددعا کیجیے۔ان کے تیروں نے ہم کو جلا دیا ہے۔'' آپ نے یوں دُعا فرمائی:

اللهم اهد ثقيفا وايت بهم

''اے اللہ! ثقیف کو اسلام کی ہدایت کر اور ان کو مسلمان بنا کے لا۔''

جب آپ ان کی طرف پلٹے تو آپ کے پیچھے عروہ بن مسعود آیا۔ یہاں تک کہ آپ کو اس سے پہلے پالیا کہ آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوں اور مسلمان ہو گیا۔اور آپ سے عرض گزار ہوا:

''وہ اپنی قوم کی طرف اظہارِ اسلام اور ان سے اسلام طلب کرنے کے لیے پلٹ جائے۔'' آپ نے فرمایا:

''لوگ تجھے قتل کر ڈالیں گے۔''

عروہ نے کہا:

''میری قوم مجھے اپنی نگاہوں کی مثل چاہتی ہے۔''

آپ نے اجازت دے دی لیکن ہوا وہی جو پیارے آقا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا تھا۔عروہ پلٹ کے طائف کو آئے اور غرفہ کے مقام پر اپنی قوم میں جا پہنچے۔انہیں اسلام کی طرف بلایا اور ان سے اپنا دین ظاہر کیا——قوم کے لوگوں نے عروہ کو ہر طرف سے تیروں سے مارا۔عروہ کو ایک ایسا تیر لگا جس نے انہیں قتل کر ڈالا—— ابن عقبہ کی روایات میں ہے کہ عروہ پلٹ کر چلے گئے اور ان کو پھر دین کی طرف بلایا اور نصیحت کی۔ بنی ثقیف نے ان سے بدسلوکی کی اور ان کو الٹی سیدھی سنائیں۔سحر کے وقت عروہ نے اپنے غرفہ میں اذان دی۔ بنی ثقیف نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ایک تیر جان لیوا ثابت ہوا جس نے انہیں قتل کر ڈالا۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت و ہلاکت کے بعد بنی ثقیف کچھ ماہ ٹھہرے رہے' غالباً آٹھ ماہ۔ پھر بنی ثقیف نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ دیکھا کہ ان کے اطراف جو عرب لوگ ہیں ان کے ساتھ ہمیں جنگ کی طاقت نہیں۔ ان لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی ہے اور مسلمان ہو گئے ہیں۔ بنی ثقیف نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پاس کسی کو بھیجیں۔ چنانچہ انہوں نے عبد یالیل بن عمرو بن عمیر کو بھیجا۔

عبد یالیل کے ساتھ دو مرد ان کے حلیفوں سے تھے:

☆ ایک حکم بن عمرو بن وہب بن معتب ابن مالک۔ ☆ دوسرا شرجیل بن غیلان۔

اور تین شخص بنی مالک سے ہمراہ ہوئے:

☆ عثمان بن ابی العاصی ☆ اوس بن عوف ☆ عمیر بن خرشہ

جبکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے ان کے قیام کے لیے مسجد کے ناحیہ میں ایک وطیرہ کھڑا کر دیا تاکہ وہ قرآن شریف سنیں اور صحابہ کرام کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھیں۔

بنی ثقیف سے خالد بن سعید بن العاصی وہ شخص تھے جو بنی ثقیف کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان آتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے ایک تحریر لکھ دی۔ خالد نے اس کو لکھا' جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کیا تھا کہ:

''طاغیہ یعنی لات بت کو تین سال تک چھوڑ دیں' منہدم نہ کریں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار فرمایا بلکہ یہ ارادہ فرمایا کہ حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو طائف کی طرف بھیجیں کہ یہ دونوں لات کو منہدم کر دیں—— ان لوگوں نے اس بت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال کیا تھا کہ:

''آپ ان کو نماز معاف فرما دیں' اور ان کے بت کو اور لوگ نہ توڑیں مگر وہی لوگ اپنے ہاتھوں سے توڑیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''تم لوگ اپنے بت اپنے ہاتھوں سے توڑ ڈالو—— لیکن تم لوگ جو نماز کی معافی چاہتے ہو تو سن لو کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس دین میں نماز نہیں ہے۔''

جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو آپ نے ان کے لیے خط لکھ دیا اور ان پر عثمان بن ابی العاصی کو امیر کر دیا—— حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں سے اگرچہ عمر میں چھوٹے تھے لیکن تفقہ دین اور قرآن سیکھنے میں ان سب سے زیادہ حریص تھے۔

بنی ثقیف کے وہ وفد اپنے ملکوں کی طرف جب پلٹے تو ان کے ساتھ حضرت سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے جو کہ طاغیہ کو منہدم کرنے گئے تھے—— حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب طاغیہ کے پاس داخل ہوئے' اس پر غلبہ کیا۔ وہ اس پر پتھر توڑنے کے لیے اس پر ہتھوڑا مار رہے تھے کہ ثقیف کی عورتیں برہنہ نکل آئیں۔ وہ اس پر رو رہی تھیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طاغیہ کو توڑ ڈالا۔ اس کا مال اور زیور جو اس پر چڑھایا گیا تھا' لے لیا۔

بنی ثقیف کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی المؤمنین ان اعضاہ وج وصیدہ حرام لا یعضد من وجد یفعل شیاء امن ذلک فانہ یجلد وتنزع ثیابہ فان تعدی ذلک فیوخذ فیبلغ النبی محمد او ان ھذا امر النبی محمد رسول اللہ وکتب خالد ابن سعید بامرالرسول محمد بن عبداللہ فلا یتعداہ احد فیظلم نفسہ فیما امربہ محمد رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے یہ خط مومنین کی طرف ہے—— مقام وج کے عضاہ یعنی خاردار درخت اور اس کا شکار حرام ہے۔ اس کا درخت نہ کاٹا جائے۔ جو شخص درخت کاٹتا یا شکار کرتا ہوا پایا جائے تو اسے درے مارے جائیں اور اس کے کپڑے اتار لیے جائیں—— اگر درخت کاٹنے والا سرکشی کرے اور جس نے اسے پایا ہے اپنے کپڑے اس کے حوالے نہ کرے تو اسے گرفتار کر لیا جائے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بھیجا جائے تاکہ آپ اس کے معاملہ میں غور فرمائیں—— یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم ہے۔ یہ خط خالد بن سعید نے محمد بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے لکھا ہے۔

کوئی شخص اس حکم سے تجاوز اور سرکشی نہ کرے۔ اگر تجاوز کرے گا تو جس شے کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امر فرمایا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔''

وج میں شکار کی ممانعت کس لیے؟:

وج طائف میں ایک جنگل ہے۔ وج کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے:

''کیا وہ ایسی حرم ہے جس کا شکار حرام ہے اور درخت کاٹنا حرام ہے۔''

جمہور نے کہا ہے کہ وج بقاع میں حرم نہیں ہے۔ اس کا درخت کاٹنا اور شکار حرام نہیں ہے مگر حرم مکہ معظمہ اور حرم مدینہ منورہ میں ممنوع ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے حرم مدینہ منورہ کے بارے میں ان علماء سے خلاف کیا ہے اور اس کا شکار اور درخت کاٹنا احادیث صحیحہ کے سبب مباح کہا ہے۔ وہ احادیث بخاری وغیرہ میں ہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک قول میں کہا ہے کہ وج ہے کہ جس کا شکار اور درخت حرام ہے—— امام شافعی کے اس قول کے لیے دو حدیثوں سے احتجاج کیا گیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں سے ایک وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کے بارے میں ہے کہ وج کا شکار اور درخت حرام ہے۔

جمہور نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ ابن اسحاق نے اس حدیث کو بلا اسناد ذکر کیا ہے——

دوسری حدیث عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ انہوں نے اپنے باپ زبیر بن عوام سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وج کا شکار اور اس کے خاردار درخت حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حرام کیے گئے ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ لیکن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے باپ سے حدیث سننے میں نظر ہے۔ اس لیے کہ اصحاب حدیث نے اس بات کی نفی کی ہے یعنی عروہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا—— پس یہ وہ علت ہے جو حدیث کی صحت میں عیب لگاتی ہے۔

معمر بن سلیمان کے مغازی میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن الطائفی سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنے چچا عمرو بن اوس سے انہوں نے عثمان بن ابی العاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایسے حال میں عامل مقرر فرمایا کہ بنی ثقیف کے چھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ میں ان سے کم سن تھا اور یہ امر اس لیے تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سورۂ بقرہ پڑھتا تھا۔ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ سے قرآن شریف فوت ہو جاتا ہے۔ یعنی میں بھول جاتا ہوں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا اور فرمایا:

''اے شیطان! عثمان کے سینے سے نکل جا۔''

میں جس شے کو یاد کرنے کا ارادہ کرتا اس کے بعد میں اسے نہیں بھولتا—— صحیح مسلم میں عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے اور میری نماز کے درمیان شیطان حائل ہوگیا ہے۔''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''وہ ایک شیطان ہے جس کا نام خنذب ہے جس وقت تم اس کا احساس کرؤ اس کے دفع کے لیے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو اور تین بار اپنی بائیں جانب تھوک دو۔''

عثمان نے کہا۔ میں نے یہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مجھ سے دفع کر دیا۔

بنی عامر سے وفد:

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے فارغ ہوئے یعنی واپس تشریف لائے تو بنی ثقیف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے بیعت کی۔ ہر طرف سے عرب کے وفود آئے اور اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے۔ یہ وفود ہر ایک جانب سے آپ کے پاس آتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنی عامر بن صعصعہ آئے۔ ان میں عامر بن طفیل' اربد بن قیس بن حزین' خالد بن جعفر اور حبان بن اسلم بن مالک تھے—— یہ شخص سرکردہ مگر شیاطین قوم تھے یعنی سرکش تھے۔[1] اللہ تعالیٰ کا دشمن عامر بن

[1] جن وانس یا دواب سے جو کوئی متمرد ہو اسے شیطان کہتے ہیں۔

الطفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس انداز میں آیا کہ وہ آپ کے ساتھ بے وفائی کا ارادہ رکھتا تھا یعنی برا خیال رکھتا تھا۔ عامر ملعون نے اربد بن قیس سے کہا کہ:

''جس وقت ہم اس مرد کے پاس آئیں میں تیری طرف سے اس کا منہ پھیر دوں گا۔ جب میں ایسا کروں تو تو اس مرد کی گردن پر تلوار مار دینا۔''

عامر ملعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرنے لگا اور کہا کہ:

''واللہ میں مدینہ منورہ کو سواروں اور پیادوں سے آپ پر بھر دوں گا۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تجھے اس کام سے باز رکھے گا۔''

جب عامر ملعون پیٹھ پھیر کے گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دُعا کی:

اللھم اکفنی عامر بن الطفیل

ایک اور روایت میں یہ زیادہ کیا ہے:

بما شئت وابعث له داء الیقتله واهد قومه

جب یہ لوگ آپ کے پاس سے نکل کے گئے تو عامر ملعون نے اربد بن قیس سے کہا:

''تیرا برا ہو جس کام کے لیے میں نے تجھے کہا تھا' تو کہاں تھا؟ —— میں سمجھا روئے زمین میرے نفس پر تجھ سے زیادہ خوف کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی' میں تجھ سے ہمیشہ خوف کروں گا۔''

اربد بن قیس نے کہا:

''واللہ جس کام کے لیے تو نے مجھے کہا تھا' میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا مگر تو میرے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان حائل ہو گیا حتیٰ کہ تیرے سوا مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کیا میں تلوار سے تجھ پر وار کرتا۔''

جبکہ یہ لوگ ابھی مقام رقم تک ہی پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر بن الطفیل پر طاعون کو بھیج دیا۔ اس کی گردن میں ایک غدود نکل آیا جس سے اس کی ہلاکت واقع ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عامر بن الطفیل ملعون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے آپ سے کہا:

''میں تین شرائط کے درمیان آپ کو اختیار دیتا ہوں:

☆ اہل سہل یعنی بادلہ کے رہنے والے آپ کے تابع رہیں اور اہل بدر یعنی بلاد کے رہنے والے میرے تابع رہیں —— یا

☆ آپ کے بعد میں آپ کا خلیفہ ہوں —— یا

☆ غطفان کے ہمراہ ایک ہزار اشقر اور ایک ہزار شقرا گھوڑوں پر آپ سے جنگ کروں۔''

مدینہ منورہ میں ایک عورت کے مکان میں اسے طاعون ہوگیا۔ اس نے دیکھ کر لوگوں سے پوچھا:
"کیا یہ غدود اونٹ کے غدود کے مثل ہے جو اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ گویا اس کا طاعون ہے۔"
یہ غدود فلاں عورت کے مکان میں جو بنی فلاں سے ہے' نکلا...... وہ عورت آل سلول سے تھی۔ ذہل ابن شیبان کی بیٹی تھی۔ اس کا شوہر مرہ بن صعصعہ' عامر بن صعصعہ کا بھائی تھا—— اس کے بیٹے اس کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں—— میرا گھوڑا آیا۔ اس پر وہ سوار ہوا اور گھوڑے کی پیٹھ پر ایسے حال میں مرگیا کہ کافر تھا—— یہ عامر صحابی نہیں ہے۔ عامر بن الطفیل عامری کافر تھا اور عامر بن الطفیل اسلمی صحابی تھے۔

قبیلہ عبدالقیس کا وفد:

عبدالقیس بڑا قبیلہ ہے۔ یہ لوگ بحرین میں رہتے ہیں—— عبدالقیس بن افصی کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں' ابن دعمی ابن جدیلہ ابن اسد بن ربیعہ بن نزار۔
صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عبدالقیس سے وفد آیا۔ آپ نے پوچھا:
"یہ قوم کن لوگوں سے ہے؟"
ان لوگوں نے کہا...... "ربیعہ سے ہے۔"
آپ نے فرمایا:

مرحبا بالوفد غیر خزایا ولا ندامی

عبدالقیس کے لوگوں نے کہا:
"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہمارے اور آپ کے درمیان یہ قبیلہ کفار مضر کا ہے—— اور ہم لوگ آپ کے پاس اس مہینہ میں نہیں پہنچتے ہیں جس میں قتال حرام ہے۔[1]
آپ ہمیں اس امر کے ساتھ حکم دیجیے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے اور ہمارے ساتھ قبیلے کے جو دوسرے لوگ رہتے ہیں ہم ان کو بھی یہ بتائیں اور اس کے بدلے ہم جنت میں داخل ہوں۔"
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:
"میں تمہیں چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں ان کا حکم دیتا ہوں کہ:
☆ اللہ تعالیٰ واحد کے ساتھ ایمان رکھو۔ کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا چیز ہے؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ایمان ہے۔

---

[1] وہ ماہ رجب ہے...... رجب کے علاوہ جن مہینوں میں قتال حرام تھا' کفار مضر ان مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

☆ فرض نماز قائم رکھنا —— اور

☆ زکوٰۃ معہودہ کا ادا کرنا اور فرض نماز قائم رکھنا۔

☆ اور رمضان کے روزے رکھنا۔

☆ اور یہ امر ہے کہ غنیمت سے خمس ادا کرو

اور چار چیزوں سے تمہیں منع کرتا ہوں:

☆ خشک کدو اور سبز رنگ کا گھڑا[1]

☆ اور کھجور کی درخت کی جڑ سے جو ظرف بنایا جاتا ہے[2] اور مزفت کا استعمال نہ کرو۔[3]

☆ مشکوں کا استعمال نہ کرو اور ان سب ظروف کا استعمال کرو۔

☆ جو شے نشہ آور ہو وہ استعمال نہ کرو۔

تم لوگ ان آٹھ باتوں کو یاد رکھو اور جو لوگ تمہارے اس طرف ہیں' انہیں ان امور کی طرف بلاؤ (کہ وہ ان پر عمل کریں)۔"

ابن القیم نے کہا کہ اس قصہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان رکھنا ان خصائل کا مجموعہ قول اور عمل سے ہے جیسا کہ اس طریق پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تابعین اور سب تبع تابعین تھے۔

امام شافعی نے اسے "مبسوط" میں ذکر کیا ہے۔ اس پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک سو کے قریب دلائل ہیں —— آپ نے ان خصائل سے حج کو شمار نہیں فرمایا —— ان وفود کی آمد کا سلسلہ ۹ھ میں ہوا۔ جبکہ حج ۹ھ کو فرض نہیں ہوا تھا —— اس پر جو دلائل ہیں ان میں سے ایک یہ دلیل ہے جس کے ساتھ احتجاج کیا جاتا ہے کہ حج فرض نہیں ہوا تھا۔ وہ ۱۰ھ میں فرض ہوا۔ اگر حج ۹ھ میں فرض ہوتا تو یقیناً آپ اسے ایمان سے شمار فرماتے جیسا کہ روزے اور زکوٰۃ کو شمار کیا۔

عبدالقیس کے دو وفد آئے تھے —— ان میں سے ایک فتح مکہ سے پہلے آیا تھا اس لیے کہ ان لوگوں نے آپ سے کہا تھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہو گئے ہیں۔ یہ امر قدیم سے تھا یا ہجرت کے ۵ھ میں۔ یا اس سے پہلے۔ ان کا قریہ بحرین میں تھا۔[4] وفد کی تعداد چودہ شتر سوار تھے —— اور اسی سنہ میں ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

---

[1] یہ گھڑا مٹی' بالوں اور چمڑے سے بنایا جاتا تھا۔ اسے ضتم کہتے تھے۔

[2] اسے نقیر کہتے تھے...... بخاری میں نقیر کی جگہ مقیر ہے' جس پر قیر لگایا جائے۔

[3] جس برتن میں رال ٹپکائی جاتی ہے وہ مزفت ہے۔ ابوداؤد طیالسی کی سند میں ابوبکرہ سے روایت ہے کہ اہل طائف کدو خشک کرتے اور اس میں انگور ڈال دیتے اور زمین میں دفن کر دیتے تھے —— جب اس سے شراب بننے لگتی تو نکالتے تھے۔

اہل یمامہ کھجور کی جڑ کو خالی کر کے رطب اور بسر اس میں ڈالتے، شراب ہو جاتی تھی اور سبز رنگ کے گھڑوں میں شراب لائی جاتی تھی —— ایسا ہی مزفت تھا۔ آپ نے سرعت سکر کی وجہ سے ان ظروف کے استعمال سے ممانعت فرمائی۔

[4] مدینہ منورہ کے بعد اس مقام پر جمعہ قائم کیا گیا ہے۔

ایمان کے بارے میں استفسار کیا اور ان ظروف کے بارے میں پوچھا جن میں پینے کی چیزیں ہوتی ہیں——اس وفد میں اشج تھے جوان میں کبیر تھے یعنی عمر میں چھوٹے مگر مرتبہ میں بڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشج سے فرمایا:

''تجھ میں البتہ وہ خصلتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے:

☆ ایک حلم ☆ اور دوسری عدم عجلت۔''

اس حدیث کو مسلم نے ابوسعید کی حدیث سے روایت کیا ہے——بیہقی' ابویعلی اور طبرانی نے جید سند سے مزیدہ بن مالک العصر سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام سے گفتگو فرمارہے تھے' دوران کلام آپ نے فرمایا:

''اس جگہ سے تم پر ایک جماعت ظاہر ہوگی' وہ لوگ خیر اہل مشرق ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں کے آنے کی طرف گئے اور تیرہ شتر سواروں سے ملاقات کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ان کے بارے میں فرمایا تھا' اس سے ان کو بشارت دی۔ پھر ان کے ہمراہ ہو لیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ لوگ اکٹھے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنے اونٹوں سے کود پڑے۔ کوئی چل کر اور کوئی دوڑ کر آیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک پکڑا اور اسے بوسہ دیا۔ [۱]

ان دونوں وفود کا دوسرا وفد اس سنہ میں آیا تھا جس سنہ میں اور وفود بھی آئے تھے——اس وقت ان کی تعداد چالیس مرد تھے جیسا کہ نوخبرۃ الصباحی کی حدیث میں ہے۔[۲]——ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا:

''مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے چہروں کے رنگ بدل گئے ہیں۔''

اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس تبدیلی سے پہلے آپ نے ان لوگوں کو اچھی حالت میں دیکھا تھا اور ان لوگوں کے قول میں لفظ یارسول اللہ اس بات پر دلیل ہے کہ وہ لوگ گفتگو کے وقت مسلمان تھے۔ اور ان کی اس گفتگو میں کفار مضر ہمارے اور آپ کے درمیان حائل ہیں۔ ان کی اسلام پر دلیل ہے——اور ان کا یہ کہنا اللہ و رسولہ اعلم بھی ان کے اسلام پر دلیل ہے۔

اور وہ حدیث جو بخاری میں ہے' ان کی اسلام میں سبقت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمعہ کے بعد پہلا جمعہ وہ ہے جو قریہ جواثی بحرین میں عبدالقیس کی جامع مسجد مصلین میں ہوا ہے۔ اور وہ لوگ جمعہ میں جمع نہیں ہوئے۔ اگرچہ اس کے بعد ان کے وفد ان کی طرف پلٹ کے گئے تھے۔

فتح الباری میں ہے کہ ان کے جمعہ کی صلوٰۃ جامعہ نے اس امر پر دلالت کی ہے کہ جمیع قریوں سے انہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی ہے۔ اور جس چیز کے ساتھ ابن القیم نے بکوم کیا ہے کہ حدیث میں حج ذکر نہیں کیا گیا یہ اس لیے ہے کہ حج فرض نہیں تھا۔ یہی قول معتمد ہے اور ان کے قدم اسلام پر مبنی دلیل گزشتہ سطور میں بیان ہوئی ہے——لیکن ابن القیم کا قطعی طور

---

[۱] امام بخاری نے اس حدیث کی روایت ادب مفرد میں کی ہے۔ ممکن ہے کہ جو شتر سوار مذکور ہیں، ان میں سے ایک پیادہ پا ہو یا دوسرے کا ردیف ہو——اس طریق سے تیرہ چودہ مرد ہو گئے۔ [۲] صباح عبدالقیس کا ایک بطن ہے۔

پر یہ کہنا امام واقدی کے اتباع سے ہے کہ ان کا آنا ہجرت کے ۹ھ میں تھا' فتح مکہ سے پہلے یہ قول جید نہیں ہے—— اس لیے کہ حج ۶ھ میں فرض ہوا ہے۔ یہ ارجح قول پر ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ لوگ دوبار آئے تھے:

☆ ایک بار ۶ھ سے پہلے' اس لیے حج کا ذکر نہیں کیا گیا اور

☆ ۶ھ کے بعد ۸ھ یا ۹ھ میں آئے۔

لیکن ابن القیم نے اپنے غیر کی مثل اس امر کو اختیار کیا ہے کہ حج ۱۰ھ میں فرض ہوا ہے تاکہ ان کے مذہب پر وارد نہ ہو جائے کہ حج کا فرض فوری شے ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے حج کے تراخی پر ہونے کے ساتھ احتجاج کیا ہے۔ اس طور پر کہ حج ہجرت کے بعد فرض ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۸ھ'۹ھ میں حج پر قادر تھے لیکن آپ نے حج نہیں کیا بلکہ ۱۰ھ میں حج کیا—— چنانچہ ۸ھ جو فتح مکہ کا سنہ ہے' آپ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج پر والی کیا تھا—— اور ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج پر امیر مقرر فرمایا تھا۔ دو سال بعد جو آپ نے حج کیا تو اس نے تراخی پر دلالت کی ہے—— اور جو لوگ حج کے فوری ہونے کے قائل ہیں انہوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غدرات کی وجہ سے دو سال حج نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان لوگوں سے کیونکر فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کے لیے امر کرتا ہوں جبکہ آپ نے ان سے پانچ چیزیں بیان فرمائیں—— قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اس کا جواب ابن بطال کے اتباع سے یوں دیا ہے کہ چار چیزیں پانچویں چیز کی ادا کے سوا ہیں—— گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارادہ فرمایا ہے کہ قواعد ایمان اور فروض اعیان پر ان کو مطلع فرمائیں۔ پھر ان کو اس شے سے آگاہ کیا کہ جس وقت ان کو کفار کے ساتھ جہاد واقع ہو'ان کو اس شے کا نکالنا لازم ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگ کفار مضر سے جہاد کے درپے تھے۔ آپ نے بعینہٖ پانچویں چیز کے ذکر کا ارادہ نہیں فرمایا کہ وہ پانچویں بات جو اخراج خمس غنیمت سے ہے—— جہاد سے سبب کی گئی ہے اور اس وقت جہاد فرض عین نہیں تھا—— اور ایسا ہی آپ نے حج کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ اس وقت فرض نہیں تھا اور قاضی صاحب نے یہ کہا ہے کہ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج کا ذکر نہیں فرمایا اس لیے کہ اس وقت حج فرض نہیں تھا۔ جبکہ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ان تطعوا آپ کے ارشاد با اربع پر معطوف ہے' یعنی میں تمہیں چار چیزوں سے امر کرتا ہوں کہ غنیمت سے خمس دو۔ اس پر سیاق اربع سے عدول اور حرف ان اور فعل تعطوا ان کی طرف توجہ خطاب کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو ایک شمار فرمایا ہے۔ اس لیے کہ کتاب اللہ میں زکوٰۃ نماز کے ساتھ ذکر کی گئی ہے—— اور چوتھی چیز جس کے لیے آپ نے ان

ان کو امر کیا ہے وہ ادائے خمس غنیمت ہو یا یہ احتمال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس کو شمار نہیں کیا۔ اس لیے کہ خمس عموم زکوٰۃ دینے میں داخل ہے —— ان دونوں کے درمیان امر جامع یہ ہے کہ مال معین کا خارج کرنا قاضی بیضاوی نے شرح مصابح'' میں کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امور خمسہ اس جگہ ایمان کی تفسیر ہیں۔ اور وہ ان چار کا ایک ہے جن کے ذکر کا وعدہ کیا گیا ہے اور دوسرے تیسرے کو راوی نے ازروئے اختصار حذف کر دیا ہے یا نسیان سے حذف کر دیا ہے۔

قاضی بیضاوی کا تعاقب اس طور پر کیا گیا ہے کہ صحیح بخاری میں ایک روایت میں جو مغازی میں ہے' یوں واقع ہوا ہے کہ میں تم لوگوں کو چار چیزوں کے ساتھ امر کرتا ہوں —— لاالٰہ الااللہ کی شہادت کو ایک شمار کیا۔ چنانچہ اس نے اس امر پر دلالت کی ہے کہ شہادت چار چیزوں کی ایک چیز ہے۔

امام قرطبی نے کہا ہے کہ چار کی اول شے جو مامور بہا ہیں' وہ نماز کا قائم کرنا ہے۔ شہادتوں کا ذکر تبرکاً ہے —— طیبی نے کہا ہے کہ بلغاء کی یہ عادت ہے کہ جس وقت کلام کا سیاق کسی غرض کے لیے کیا جائے تو کلام کا سیاق اس غرض کے لیے ہوتا ہے اور اس غرض کے سوا جو شے ہوتی ہے' اس کو ایک طرف ڈال دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کو ذکر کریں اور اس جگہ شہادتوں کا ذکر لانے سے غرض نہیں تھی۔ اس لیے کہ قوم کے لوگ مومنین تھے اور شہادت کے دونوں کلموں کے ساتھ وہ اقرار کرنے والے تھے۔ لیکن اکثر وہ یہ گمان کرتے تھے کہ ایمان شہادتوں پر مقصود ہے جیسا کہ ابتدائے اسلام میں امر تھا — طیبی نے کہا ہے کہ اس لیے شہادتوں کو اوامر میں شمار نہیں کیا۔

یہ جمیع دلائل فتح الباری سے کتاب ایمان اور مغازی میں ملخص ہیں' مگر ابن القیم کا بیان فتح الباری میں نہیں۔

بنی حنیفہ سے وفد:

اس وفد کے اترنے کی جگہ انصار بنی النجار کی ایک عورت کا مکان تھا۔ وہ وفد مسیلمہ کذاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا۔ مسیلمہ اپنے آپ کو کپڑوں سے چھپا رہا تھا۔ (یا وہ لوگ تعظیم واکرام کے سبب کپڑوں سے چھپا رہے تھے) —— شاید ان لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جس کی تعظیم کرتے اسے کپڑوں میں چھپاتے تھے —— لوگوں کے لیے مسیلمہ کا امر عظیم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے پہلے اسے رحمٰن الیمامہ کہا جاتا تھا۔ قریش نے جب بسم اللہ سنی تو مسیلمہ کے قائل نے کہا:

دق فوك مسیلمه یعنی یمامہ کا رحمٰن ذکر کیا کرتا ہے۔

قتل کے وقت مسیلمہ کذاب کی عمر ڈیڑھ سو برس تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ کے دست مبارک میں پتوں والی کھجور کی ایک شاخ تھی۔ مسیلمہ جب بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا تو لوگ اسے کپڑوں سے چھپا رہے تھے۔ اس نے آپ سے باتیں کیں اور آپ سے یہ چاہا کہ آپ کے بعد امر نبوت اس کے لیے ہو۔ اور وہ آپ کے ساتھ شریک نبوت رہے ——

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''اگر تو مجھ سے کھجور کی یہ شاخ مانگتا جو میرے ہاتھ میں ہے' وہ بھی نہ تجھے دیتا۔''

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے مسیلمہ سے متعلق حدیث اس کے غیر طریق پر ذکر کی ہے کہ مجھ سے ایک شیخ نے جو اہل یمامہ اور بنی حنیفہ سے تھا' یہ حدیث بیان کی ہے کہ بنی حنیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور مسیلمہ کو اپنے کجاووں میں چھوڑ دیا۔ جبکہ وفد کے لوگ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسیلمہ کے بارے میں ذکر کیا اور کہنے لگے:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے اپنے صاحب کو اپنے کجاووں اور اونٹوں میں چھوڑا ہے—— وہ ہمارے کجاووں اور اونٹوں کی حفاظت کرتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفد کے لوگوں میں سے ہر ایک کو پانچ اوقیے عطا فرمائے' مسیلمہ کے لیے بھی پانچ اوقیہ کے لیے حکم فرمایا اور ان لوگوں سے کہا:

''تمہارا وہ بشر کوئی درجہ نہیں رکھتا—— اس نے تمہارے ساتھ آ کر احسان کا ارادہ کیا ہے۔ (یعنی اس کے ساتھ سلوک کیا جائے' وہ نفع اٹھائے) تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ تمہاری ضرورتوں میں کام آتا ہے۔''

پھر بنی حنیفہ پلٹ کے چلے گئے۔ جبکہ یہ لوگ یمامہ پہنچے تو مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا دشمن مرتد ہو گیا۔ اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے کہا کہ:

''میں امر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو گیا ہوں۔''

مسیلمہ کی خرافات: [1]

پھر وہ مسجع عبارتیں بنانے لگا۔ لوگوں سے وہ جس چیز کے بارے بات کرتا' قرآن مجید کے مشابہ کہتا تھا:

لقد انعم اله علی الحبلی اخرج منها نستهه تسعی من صفاق وحشی

''حاملہ پر اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان ہے کہ حاملہ عورت نے نسمہ کو نکالا' وہ نسمہ چلتا ہے' اس نسمہ (روح) کو پیٹ کی جھلی اور حشی سے نکالا ہے۔''

اس لعین نے سورۂ کوثر پر سجع کیا:

انا اعطیناك الجواهر فصل لربك وهاجر ان مبغضك رجل فاجر

ایک اور روایت میں یہ ہے:

انا اعطینا الجماهر فتخد لنفسك وباور واحذر ان تحرص اوتكاثر

---

[1] نقل کفر، کفر نباشد

اور ایک روایت میں یہ ہے:

انا اعطیناك الکوثر فصل لربك وباور فی اللیالی الفو اور

اس مخذول نے یہ نہیں پہچانا کہ وہ مطلوب سے محروم ہے۔

روایت ہے کہ مسیلمہ نے ایک انڈے کو شیشہ میں داخل کیا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ انڈا شیشہ میں اس کا معجزہ ہے۔ چنانچہ اس طریق پر وہ فضیحت ہوا۔

نوشادر جس وقت شراب کے سرکہ میں اچھی طرح ملایا جائے اور جس دن مرغی وغیرہ نے پہلا انڈا دیا ہو وہ انڈا ایک دن اور ایک رات اس سرکہ میں رکھا جائے۔ وہ ایک ڈورے کی مثل لمبا ہو جائے گا۔ پھر وہ انڈا ایک شیشہ میں اتار دیا جائے اور اس پر سرد پانی ڈالا جائے وہ انڈا جم جائے گا۔

جب اس لعین نے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھا کہ اس سر میں کوئی بیماری تھی وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔ اور جب مسیلمہ لعین نے یہ سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کنوئیں میں کلی ڈالی تو اس کا پانی کثیر ہو گیا۔

اس خبیث نے یہ بھی سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا۔ ان کی آنکھوں کا آشوب لعاب دہن مبارک کی برکت سے اچھا ہو گیا۔

اس بدبخت نے ایک کنوئیں میں تھوک دیا' اس کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا—— اس نے ایک بینا کی آنکھ میں لعاب دہن ڈالا وہ اندھا ہو گیا—— اس نے اپنے ہاتھ سے ایک دودھ والی بکری کے تھن کو چھوا تو اس کا دودھ جاتا رہا اور تھن خشک ہو گیا۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس لعنتی کا موازنہ:

شقراطیسی شاعر کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جس مقام پر وہ شان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اعجزت ھالوحی ارباب البلاغة فی عصر البیان فضلّت اوجه الحیل

''وحی سے مراد قرآنِ مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو وحی فرمایا ہے: ان ھو وحی الایوحیٰ

ارباب' جمع رب بمعنی ملوک۔ بیان' بلاغت اور فصاحت قریب المعنی ہیں۔ ضلت بمعنی ضائع ہوا' ہلاک ہوا۔ حیل' حیلہ کی جمع ہے۔

معنی یہ ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے قرآن شریف سے ان لوگوں کو عاجز فرما دیا جو بلاغت کے بادشاہ تھے۔ یعنی ملک بلاغت میں حکمرانی کرتے تھے۔ ان کو ایسے زمانہ میں عاجز کیا جو بیان کا زمانہ تھا—— لہٰذا حیلوں کی جتنی وجہیں تھیں وہ ضائع ہو گئیں اور وہ ملوک بلاغت کوئی حیلہ نہ کر سکے۔

سالتهم سورة فی مثل حکمة　　　فتلهم عنه حین العجز حین تل

"تلهم بمعنی صرعهم' صرع کا معنی پچھاڑنا۔ حین' بالفتح وسکون بمعنی ہلاکت۔ معنی یہ ہے کہ ملوک بلاغت سے آپ نے ایک سورة کے بارے میں فرمایا کہ قرآن شریف کی حکمت کی مثل وہ ایک سورة لائیں تو عاجز رہنے کی ہلاکت نے انہیں پچھاڑ دیا جس وقت قرآن شریف پڑھا گیا۔

فرام رجس کذوب ان یعارضه　　　بعی غی فلم یجس ولم یطل

"رجس' پلیدی...... کذوب' جھوٹا۔ عی ضعف نطق اور انقطاع نطق۔ یطل' طال' یطول سے بمعنی دراز ہونا۔

مسیلمہ کذاب لعین جو محض پلیدی تھا یا پلیدی رکھتا تھا۔ اس نے اس ضعف نطق سے قرآن شریف کے معارضہ کا ارادہ کیا جو ضلالت سے تھا۔ لہٰذا وہ معارضہ نہ کر سکا۔ حقیقت حال یہ تھی کہ اس نے کلام کو گم کر دیا تھا اور کلام اس کے ضعف نطق اور گمراہی سے دراز نہ ہو سکا۔

مبثج برکیك الافك ملتبس　　　ملجلج بزری الزور والحظل

"مبثج' مبہم بات جو ظاہر نہ ہو یا مضطرب' فاسد المعانی برکیك ' ضعیف۔ افك' کذب۔ ملتبس' مخلط اور مشتبہ کلام۔ ملجلج' غیر مفصح کلام۔ بزری' حقیر۔ زور' کذب۔ حظل' فاحش کلام۔

مسیلمہ کذاب مبہم اور مضطرب فاسد المعانی کلام کرتا تھا۔ اس کا کلام رکیک جھوٹ سے مخلط تھا اور غیر مفصح کلام جو حقیر تھا۔

یمج اول حرف سمع سامعه　　　وبقریه کلال العجز والملل

"یمج' ڈال دیتا ہے' پھینک دیتا ہے۔ کلال' تعب۔ یعنی مسیلمہ کذاب ایسا فضول گفتار تھا کہ اس کے کلام کا پہلا حرف سننے والے کی سماعت اسے پھینک دیتی تھی' اور سننے والے کو اس سے تعصب اور ملالت پہنچتی تھی۔

کانه منطق الورها' وشذبه　　　لیس من الخبل اومس من الخبل

ورھا' احمق عورت۔ شذب' غلط۔ لیس' خلط۔ خبل' فساد بمعنی جنون ـــــ گویا مسیلمہ کذاب کا وہ کلام احمق عورت کی گفتگو ہے جس میں فساد سے خلط ہے یا جنون نے اس کی باتوں کو مس کیا ہے ـــــ مقصود یہ ہے کہ احمق عورت جو باتیں کرتی تھی وہ سمجھی نہیں جاتی تھیں ـــــ مسیلمہ کذاب کی باتیں حمق میں اس سے بڑھ کر ہیں۔ یا مجنوں شخص کا کلام ہے۔ جس میں فساد ہے' یعنی دیوانے کی بڑ ہے۔

امرت البیر واغودت لمحة　　　فیها واعمی بصیر العین بالتفل

"کنواں کڑوا ہو گیا اور اس کا پانی نیچے چلا گیا۔ اس لیے کہ مسیلمہ کذاب نے اس میں پانی کی کلی ڈالی تھی۔ اور بینا شخص جس کی آنکھ میں مسیلمہ نے اپنے دہن کا لعاب ڈالا تھا وہ اندھا ہو گیا۔

والیس الضرع منه شوم راحة　　　من بعد ارسال رسل منه منهل

"مسیلمہ لعین کے شوم ہاتھ کی نحوست نے بکری کے تھن کو خشک کر دیا اس کے بعد کہ کثیر دودھ بہاتا تھا ـــــ خلاصہ یہ کہ

بکری کثرت سے دودھ دیتی تھی۔ مسیلمہ کے ہاتھ کی نحوست سے اس کا تھن سوکھ گیا اور اس کا دودھ منقطع ہو گیا۔

ضرع' پستان۔ شوم'منحوس۔ راحۃ'کف۔ رسل' دودھ۔ منھل'انہال سے پانی وغیرہ کا بہانا۔

شاعر نے مسیلمہ کے اس کلام کو جس کے ساتھ اس نے کلام اللہ شریف کا معارضہ کیا' اس عورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو احمق عورت ہو اور اپنے حمق کی وجہ سے ان الفاظ سے گفتگو کرے کہ سمجھ نہ جائیں۔ وہ عورت ایسے مختلط کلام سے بے ہودہ باتیں کرے کہ بعض کلام بعض کے ساتھ مقترن نہ ہو —— اور بعض کلام بعض کلام کے ساتھ مشابہ نہ ہو —— وہ کلام اس شخص کے کلام کی مثل تھا کہ مجنوں ہو —— یا اس کے کلام میں فساد ہو۔ لفظ خبل کے دو معنی ہیں ایک جنون دوسرا فساد۔ دونوں معنوں سے بے ہودگی مراد ہے۔

پھر مسیلمہ لعین نے اپنی قوم سے نماز معاف کر دی۔ شراب اور زنا کو اس لیے حلال کر دیا' تاکہ قوم کے لوگ اس کی اتباع کریں —— ان قبیح امور کے باوجود مسیلمہ لعین اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مسیلمہ کذاب کا خط:

مسیلمہ کذاب نے ۱۰ھ میں جب نبوت کا دعویٰ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خط لکھا تھا:

من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ —— امابعد! فانی قد ا شرکت معک فی الامر و ان لنا نصف الامر والقریش نصف الامر

''اللہ تعالیٰ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ خط ہے۔ حمد کے بعد واضح ہو کہ میں تحقیق آپ کے ساتھ امر نبوت میں شریک کیا گیا ہوں۔ اور ہمارے لیے نصف امر ہے اور قریش کے لیے نصف امر ہے۔''

لفظ امر کی جگہ لفظ ارض بھی آیا ہے کہ زمین کو کہتے ہیں۔ مسیلمہ کذاب کا قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ خط لایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیلمہ کو خط کا جواب یوں تحریر فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مسیلمہ کذاب کے نام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب سلام علی من اتبع الھدیٰ.

امابعد! فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ و العاقبۃ للمتقین.

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو یہ خط ہے —— سلام اس شخص پر جس نے ارشاد کا اتباع کیا —— حمد کے بعد واضح ہو کہ تحقیق زمین اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو اپنے بندوں سے چاہتا ہے' اپنی زمین کا وارث کرتا ہے۔ آخرت کی نیکی متقی بندوں کے لیے ہے۔''

مسیلمہ کذاب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات:

صحیحین میں نافع بن جبیر کی خدمت سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور یہ کہنے لگا کہ:

''اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر نبوت کو اپنے بعد میرے لیے ٹھہرائیں گے تو میں آپ کا اتباع کروں گا۔''

مسیلمہ اپنی قوم بنی حنیفہ کے کثیر آدمیوں میں مدینہ منورہ میں آیا تھا ــــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی اور اس کی قوم کی تالیف قلبی کے لیے اس لیے تشریف لائے کہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور جو کچھ نازل ہوا ہے آپ وہ ان کو پہنچا دیں ــــ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں کھجور کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا۔ یہاں تک کہ آپ مسیلمہ کے پاس اس کی قوم میں کھڑے ہوئے۔ آپ نے مسیلمہ سے اسلام کے بارے میں کلام کیا۔ اس نے طلب کیا کہ امر نبوت سے کچھ اس کے لیے ہونا چاہیے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

''اگر تو مجھ سے کھجور کی شاخ کا یہ ٹکڑا طلب کرتا تو میں تجھ کو یہ نہ دیتا ــــ تجھ میں اللہ تعالیٰ کا حکم تجاوز نہ کرے گا اور اگر تو امر حق سے مخالفت کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا ــــ میں تجھے وہی آدمی گمان کرتا ہوں جس کے بارے میں مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے جو کچھ مجھے دکھایا گیا ہے۔ یہ ثابت بن قیس موجود ہیں جو میری طرف سے تجھے جواب دیں گے۔''

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب تھے۔ آپ نے ان کے ذمہ جواب دینا اس لیے فرمایا کہ آپ کو جوامع الکلم عطا ہوئے تھے۔ آپ نے مختصر مفید جامع کلام سے مسیلمہ کو جواب دے دیا۔ اگر اس کو زیادتی بیان مقصود ہوگی تو ثابت اسے تفصیل سے جواب دیں گے۔ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام اہل عناد کے جواب میں اہل بلاغت سے استعانت کر سکتا ہے۔ پھر آپ مسیلمہ اور اس کی قوم کے پاس سے پلٹ گئے۔

جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں خواب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا کہ:

''تو وہی شخص ہے جس کے بارے میں مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے جو کچھ کہ مجھے دکھایا گیا ہے۔''

مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس درمیان کہ میں سو رہا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ ان دونوں کنگنوں کی شان نے مجھے غمگین کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں وحی بھیجی کہ میں ان دونوں کنگنوں پر پھونک ماروں۔ میں نے ان پر پھونک ماری۔ وہ دونوں

اڑ گئے۔ میں نے ان دونوں کنگنوں کی یہ تاویل کی کہ دو کذاب میرے بعد خروج کریں گے۔ سو یہ دونوں وہی کذاب ہیں۔ ان میں سے ایک عنسی صاحب صنعا ہے۔"

عنسی اسود کذاب:

عنسی اسود بنی عنس سے تھا —— صنعا میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں خروج کیا تھا۔ اس کے باپ کا نام کعب تھا۔ اور اس کا نام عبہا اور ذوالخمار تھا۔ اسے ذوالحار بھی کہتے ہیں۔ خمار سے منہ چھپائے پھرتا تھا۔
اسے دو شیطان خبر دیا کرتے تھے۔ ایک کا نام تحیق اور دوسرے کا نام شقیق تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عامل باذان جب مرگیا تو اس کی عورت مرزبانہ کو اسود عنسی اپنے تصرف میں لایا —— مرزبانہ نے فیروز سے اسود کے قتل کا وعدہ کیا۔ اسے شراب پلائی —— ایک ہزار آدمی اسود کی حراست کرتے تھے۔ فیروز نے نقب لگائی اور اسود کو قتل کر کے مرزبانہ اور اسود کا مال لے لیا —— ان لوگوں نے مدینہ کو خبر بھیجی۔ خبر اس وقت آئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تھا —— ایک رات اور ایک دن پہلے آپ کے پاس وحی آ گئی تھی۔ آپ نے صحابہ کرام کو اسود کے قتل کی خبر دے دی تھی۔ اور جس صبح کو آپ دفن ہوئے اسود کی خبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی۔

مسیلمہ کذاب کا انجام:

حدیث شریف میں یہ لفظ آیا ہے کہ "میرے بعد دو کذاب خروج کریں گے"۔ مسیلمہ اور اسود عنسی دونوں آپ کے زمانہ میں موجود تھے۔ بعد سے مراد بعد نبوت ہے یا تغلیب پر حمل کیا جائے کہ مسیلمہ آپ کے بعد قتل کیا گیا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت تھا —— حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا —— مسیلمہ کو حضرت عبداللہ بن زید الانصاری المازنی نے قتل کیا۔

بنی طی سے وفد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی طی کے سامنے اسلام پیش کیا۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ ان کا اسلام اچھا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> "عرب سے کوئی شخص فضل میں مجھ سے ذکر نہیں کیا گیا —— پھر وہ شخص میرے پاس آیا۔ اس کے بارے میں جو صفات بیان کی جاتی تھیں، میں نے اسے ان صفات سے کم دیکھا (یعنی لوگ توصیف میں حد سے تجاوز کرتے تھے درحقیقت اتنے اوصاف اس شخص میں ہوتے نہیں تھے) مگر میں نے زید الخیل کو دیکھا کہ جو صفات اس میں ہیں، وہ تمام نہیں پہنچائی گئیں۔"

یعنی کسی نے میرے سامنے زید الخیل کا پورا وصف بیان نہیں کیا —— رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید الخیل کا نام زید الخیر رکھا —— زید الخیل کے پانچ گھوڑے تھے۔ اس لیے ان کا نام زید الخیل رکھا گیا تھا۔ گھوڑوں کے نام بیان نہیں

کیے ــــ زید الخیر اپنی قوم میں واپس جانے کے لیے لوٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''زید مدینہ کے بخار سے نجات نہ پائیں گے۔''

زید جب نجد کے پانیوں میں سے ایک پانی فردہ تک پہنچے تو انہیں بخار آ گیا اور اس بخار سے انہوں نے وفات پائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ زید الخیر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری خلافت میں وفات پائی ہے۔

حضرت زید الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے تھے: مکنف اور حریث۔ دونوں مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اہل روت کے قتال میں حاضر ہوئے۔

بنی کندہ سے وفد:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنی کندہ کے وفد کے اسی یا ساٹھ شتر سواروں میں آئے۔ یہ وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ کی مسجد میں حاضر ہوا۔

ان کا حلیہ عجب تھا۔ پیشانیوں کے بال شانوں تک چھوڑے ہوئے اور سرمہ لگائے ہوئے اور مسلح تھے ــــ اور ایسے جبے پہنے ہوئے تھے کہ مخطط اور منقش چادروں سے بنائے گئے تھے۔ ان پر منجاف لگی ہوئی تھی۔

جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:

''کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہوئے ہو؟''

انہوں نے کہا:

''بے شک ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔''

آپ نے ان سے پوچھا:

''تمہاری گردنوں میں جو یہ حریر ہے اس کا کیا حال ہے؟''

انہوں نے اپنی گردنوں میں حریر کے کپڑے لپیٹ رکھے تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا:

''اسے چاک کر ڈالو۔''

انہوں نے ان کپڑوں کو چاک کر دیا اور گردنوں سے نکال کر ایک طرف ڈال دیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ہر شخص کو دس دس اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی جبکہ اشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہ اوقیہ عنایت ہوئے۔ اشعث بنی کندہ کے سرداروں سے تھے اور ان کی زمین حضر موت میں تھی۔

اہل یمن سے وفد:

اہل یمن کو اشعریین کے بعد ذکر کیا گیا ہے ــــ ابن حجر نے کہا ہے کہ اہل یمن سے مراد بعض اہل یمن ہیں اور یہ لوگ

حمیر کے وفد ہیں ——— یہ لوگ وفد کی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا:

''ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم دین میں تفقہ حاصل کریں۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ دو گروہ پر مشتمل ہے: اشعریین اور حمیریین۔

ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ اشعریین کا آنا ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت ہوا ——— جبکہ حمیریین جو یمن سے تھے' ان کی آمد ۹ھ میں ہوئی۔ ۹ھ عام وفود کے آنے کا سال ہے اس لیے حمیری تمیم کے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔ یزید بن ہارون نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے پاس وہ لوگ آئیں گے کہ وہ تم سے زیادہ رقیق القلب ہیں۔''

چنانچہ اشعریین آئے۔ وہ یہ رجز پڑھتے:

غدا نلقی الاحبہ　　　　محمداً وحزبہ

''کل کے دن ہم دوستوں سے ملاقات کریں گے' محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملیں گے۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا فرمان عالی سے ان لوگوں کی صحابہ کرام پر فضیلت نہیں ثابت ہوتی اس لیے کہ صحابہ کرام میں ان سے افضل لوگ تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ:

''اہل یمن آئے۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے غشاء قلوب زیادہ اور رقیق اور ان کے دل زیادہ نرم ہیں۔[1] ایمان اہل ایمان کی طرف منسوب ہے اور حکمت یمانیہ ہے۔[2] اور وقار اور تواضع ان لوگوں میں ہے جو بکریاں پالتے ہیں' اور بڑے ہونے اور عظمت اور شرف کا دعویٰ۔ اور کبر اور غرور کو حقیر سمجھنا فدادین میں ہے۔[3]

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ بخاری شریف میں عمران بن الحصین کی حدیث سے یہ ہے کہ بنی تمیم کے چند لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا:

''اے بنی تمیم کے لوگو! تمہیں بشارت ہو تم لوگ جنت میں داخل ہو گئے۔''

انہوں نے عرض کیا:

---

[1] یعنی جو بات ان کے غشاء قلوب سے دلوں کی طرف جاتی ہے، ان کے دل قبول کر لیتے ہیں۔

[2] اہل یمن کے قلوب ایمان کے معادن اور حکمت کے سرچشمے ہیں۔

[3] فداد وہ شخص جو اونٹوں میں، گھوڑوں میں اور کھیتی میں زور سے پکارے ——— فدید، شدید آواز کو کہتے ہیں ——— فدادین وہ لوگ ہیں جو دو سو اونٹوں سے ہزار تک کثرت چاہیں۔ فدادین جمال اور بقارین اور حمارین اور راعی ہیں فدادین وہ لوگ ہیں جو صحرا میں رہتے ہیں۔ فدادین اہل مدن سے نہیں بلکہ اہل بدو سے ہیں۔ آفتاب طلوع ہونے کی جانب سے ان لوگوں کی برائی اس وجہ سے ہے کہ اپنے جانوروں میں مشغول رہتے ہیں اور دین کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

''آپ نے ہمیں بشارت دی ہے' مال عطا فرمائیں۔''

یہ سوال اقرع بن حابس نے کیا تھا' ان میں بادیہ کے اخلاق تھے—— یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔ چہرۂ مبارک کے تغیر کے دو سبب ہوئے:

☆ ایک ان کے احوال پر افسوس کی حیثیت سے کہ انہوں نے دنیا کو کیوں کر اختیار کیا۔

☆ دوسرا سبب یہ کہ اس وقت آپ کے پاس کوئی شے حاضر نہیں تھی کہ انہیں عطا فرماتے اور اس سے ان کی قلبی تالیف کرتے۔

اور ایک گروہ اہل یمن سے آیا۔ آپ نے ان سے فرمایا:

''تم لوگ بشارت کو قبول کرو۔ بنی تمیم نے جنت کی بشارت کو قبول نہیں کیا۔ دنیا کو چاہا۔'' [۱]

اہل یمن نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے جنت کی بشارت کو قبول کیا۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور آپ سے اس عالم کا احوال پوچھتے ہیں۔''

اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ پوچھا کہ مخلوقات میں اول کون جنس پیدا ہوئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ازل میں منفرد اور واحد تھا—— اور اس کے سوا کوئی شے نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔''

یعنی پہلے پانی پیدا کیا' پھر عرش اور کائنات سے ہر ایک شے ذکر میں لکھی یعنی لوح محفوظ میں ہر ایک چیز کا اندازہ فرمایا—— صاحب فتح الباری کا یہ کہنا کہ ایک گروہ اہل یمن سے آیا' وہ اشعریین' ابوموسیٰ اشعری کی قوم سے ہیں—— یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اہل یمن سے مراد اہل حمیر ہیں۔

ازد سے وفد:

ازد کے وفود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرد بن عبداللہ ازدی آئے اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قوم سے جو لوگ مسلمان ہوئے' ان پر حضرت صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یمن کے جو قبائل اہل شرک سے ہیں' اپنے مسلمان ساتھیوں کے ہمراہ ان سے جہاد کیا جائے۔

حضرت صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ جرش میں جا کر پڑاؤ کیا۔ جرش میں عربوں کے بہت سے قبیلے تھے۔ حضرت صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان قبیلے والوں کا ایک ماہ قلعہ میں محاصرہ کیا لیکن اس قلعہ میں داخل نہ ہو سکے۔ قلعہ ایک شہر تھا۔

---

[۱] یعنی جس شے کی تمہیں بشارت دی جاتی ہے، جس وقت اس کے ساتھ عمل کرو گے تو تمہیں جنت ملے گی۔

حضرت صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان محصورین یعنی قلعے والوں کو چھوڑ کر اس طرح سے پلٹے گویا اپنی سرزمین کو واپس جا رہے ہیں۔ آپ قلعہ کے محاصرہ چھوڑ کر شکر نامی ایک پہاڑ کے پاس جا ٹھہرے۔ قلعہ والوں نے یہ گمان کیا کہ صرد نے ہزیمت کی حالت میں پیٹھ پھیری ہے۔ وہ لوگ اپنے قلعہ سے صرد کی تلاش میں نکلے۔ انہوں نے ساتھیوں سمیت انہیں پہاڑ کے دامن میں پا لیا۔ حضرت صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پلٹے اور انہیں کثرت سے قتل کیا۔

اس واقعہ سے پہلے اہل جرش نے دو آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس خبر معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ دونوں عشاء کے وقت حاضر ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی کس زمین میں شکر ہے؟''

دونوں جرشی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے علاقے میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام کشر ہے۔''

کشر۔ اہل جرش کا تلفظ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''وہ پہاڑ کشر نہیں ہے بلکہ وہ شکر ہے۔''

انہوں نے پوچھا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس پہاڑ کا کیا واقعہ ہے؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ کی قربانی کے اونٹ شکر کے پاس ذبح کیے جاتے ہیں۔''

شکر دراصل وہ جگہ ہے جہاں ان کی قوم کے لوگ قتل کیے گئے تھے ——— راوی نے کہا کہ وہ دونوں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جو ارشاد فرمایا تھا' بیان کیا۔

دونوں حضرات نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم دونوں کو تمہاری قوم کے لوگوں کے مرنے کی خبر دی ہے۔ تم حضور کے پاس جا کر آپ سے یہ عرض کرو کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری قوم سے اپنا عذاب اٹھا لے۔'' ان دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ چاہا۔ آپ نے یوں دعا فرمائی:

''اللھم ارفع عنھم

وہ دونوں اجازت لے کر اپنی قوم کی طرف چل پڑے۔ انہوں نے اپنی قوم کے آدمیوں کو اس ساعت اور اس دن جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا' ویسا ہی پایا یعنی مقتول پایا۔

یہ صورت حال دیکھ کر اہل جرش کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اپنی بستی سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بستی کے اطراف ان کے چوپایوں اونٹ' گھوڑے' کھیتی کے بیل وغیرہ کے لیے چارے کا کھیت مقرر کیا جسے حمی کہتے ہیں۔

بنی الحارث ابن کعب سے وفد:

ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاول ۱۰ھ میں بنی الحارث ابن کعب کی طرف نجران میں بھیجا۔[1] اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ:

''انہیں تین دن اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ دعوت اسلام قبول کر لیں تو ان کا اسلام قبول کر لینا۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے قتال کرنا۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں کے پاس پہنچے۔ اپنے شتر سواروں کو ہر طرف بھیجا۔ وہ شتر سوار لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ اور ان سے یوں کہتے تھے:

اسلمو اتسلموا! چنانچہ لوگ مسلمان ہو گئے اور جس شے یعنی اسلام کی طرف وہ بلائے گئے تھے' اس میں وہ داخل ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں ٹھہر گئے۔ آپ انہیں احکام دین' کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے یہ کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لکھ بھیجی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ تم چلے آؤ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آ گئے — واپسی پر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بنی الحارث کا وفد بھی تھا۔ اس وفد میں:

☆ قیس بن الحصین

☆ زید بن المحجل اور ☆ شداد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:

''جو لوگ تم سے قتال کرتے' تم لوگ کس سبب سے ان پر غالب ہو جاتے تھے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''ہم لوگ جمع ہو کر جنگ کرتے اور متفرق نہیں ہوتے تھے۔ ہم ابتداء میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتے تھے۔''

آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں نے سچ کہا۔''

---

[1] نجران یمن اور ہجر کے درمیان ایک ناحیہ ہے۔ اس کا نام نجران بن زید بن سبا کے نام پر رکھا گیا ہے۔

قیس بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر امیر مقرر کیا —— وہ لوگ آخر ماہ شوال یا ذی قعد میں پلٹ کے چلے گئے۔ چار ماہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

بنی ہمدان سے وفد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لائے تو بنی ہمدان سے ایک وفد حاضر خدمت ہوا۔ اس وفد میں:

☆ مالک بن النمط ☆ عمام ابن مالک ☆ عمرو بن مالک شامل تھے۔

انہوں نے یمن کی چھوٹی چھوٹی چادریں اوڑھ رکھی تھیں —— یمن کے شہر عدن کے عمامے باندھے ہوئے تھے۔ اور مہریا اور ارحبیہ اونٹوں پر سوار تھے۔ یعنی لباس اور سواری میں تحمل سے آئے تھے۔ مالک بن النمط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

اليك جا وزن سواد الصيف الريف

فى هيوات الصيف والخريف

مخطمات بجبال الاليف

علماء نے حضرت مالک بن النمط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کثیر کلام حسن و فصیح ذکر کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ایک خط لکھا اور انہوں نے جو شے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگی تھی۔ اس کتابت میں آپ نے انہیں جاگیر لکھ دی اور حضرت مالک بن النمط کو ان لوگوں پر امیر مقرر کیا اور عامل بنایا۔ بنی ثقیف کے قتال کے لیے انہیں حکم فرمایا۔

بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض اہل یمن کی طرف بھیجا۔ وہ بنی ہمدان تھے تاکہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں —— حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ جانے والوں میں' میں بھی شامل تھا۔ ہم نے وہاں چھ ماہ قیام کیا۔ ہم ان لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے مگر انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بھیج دیں مگر جو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ گئے ہیں' انہیں وہیں رہنے دیں یعنی ان کے ہمراہی وہیں رہیں۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان ہمراہیوں میں' میں بھی تھا جو کہ اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

ہمرکاب تھا۔ جب ہم ... ان لوٹ کے پہنچے تو وہ لوگ ہماری طرف جنگ کی تیاری سے نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے انکار کرتے ہوئے تیر اور پتھر چلائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سمیت ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے بیس آدمی مارے گئے۔ اور باقی بھاگ گئے' بکھر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھوڑے لوگوں کو قتل سے چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد پھر ہم نے اپنی ایک صف جنگ کے لیے بنائی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سامنے آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں سے ملحق ہو گئے۔ آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اور ان کے روبرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پڑھا۔ خط سنتے ہی تمام بنی ہمدان مسلمان ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا کہ وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط پڑھا تو آپ سجدہ میں گر پڑے۔ پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا:

اسلام علی ھمدان

اس واقعہ کی اصل حدیث صحیح بخاری میں ہے' اس سے پہلے جو بیان ہوا یہ اس سے اصح حدیث ہے۔ ہمدان ثقیف سے قتال نہیں کرتے تھے اور نہ ان کے چرنے والے جانور لوٹتے تھے۔ اس لیے کہ ہمدان یمن میں تھے اور ثقیف طائف میں رہتے تھے۔ ابن القیم نے یہ بات ''ہدی النبوی'' میں کہی ہے۔

مزینہ سے وفد:

بیہقی اور امام احمد نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مزینہ سے ہم چار سو آدمی حاضر ہوئے۔ جب ہم نے لوٹ جانے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''ان لوگوں کو زادراہ دے دو۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''میرے پاس وہ شے نہیں ہے جو ان کو زاد راہ دوں۔ مگر کچھ کھجوریں ہیں۔ مجھے گمان نہیں کہ ان سب آدمیوں کو پوری ہو جائیں یعنی کفایت کر سکیں۔''

یعنی کھجوریں تھوڑی مقدار میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''عمر جاؤ اور ان سب کو زاد راہ دو۔''

راوی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں اپنے مکان میں داخل کیا' پھر انہیں ایک چوبارے پر چڑھایا۔ جب ہم چوبارے میں داخل ہوئے تو اچانک اپنے سامنے اوراق اونٹ کی مثل کھجوروں کا ڈھیر موجود پایا۔ لوگوں نے اپنی اپنی حاجت کے مطابق کھجوریں لے لیں۔ حضرت نعمان جو کہ راوی ہیں' بتلاتے ہیں کہ جو لوگ کھجوریں لے

کر نکلے تھے' میں ان سب کے آخر میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ جس جگہ کھجوریں تھیں' ایک کھجور بھی اپنی جگہ سے کم نہ ہوئی تھی' جیسے تھیں' ویسے ہی رہیں۔ یہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے ہیں کہ:

☆ کھجوریں کم مقدار میں تھیں' زیادہ ہوگئیں۔

☆ چارسو آدمیوں کو دے دینے کے بعد بھی کھجوروں میں کچھ کمی نہ آئی۔

بنی دوس سے وفد:

بنی دوس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں خیبر میں حاضر ہوا۔ ابن اسحاق علیہ الرحمہ نے سیرت میں لکھا ہے کہ حضرت طفیل بن عمر الدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں مکہ معظمہ میں آیا۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے --- حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شریف آدمی اور معروف شاعر ولبیب تھے۔ قریش آکر ان سے ملے اور انہیں بہکانے کی کوشش کی اور کہنے لگے:

''تم ہمارے علاقے میں آئے ہو۔ یہاں ایک شخص نے ہم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ اور ہمارا دینی سلسلہ بکھیر کر رکھ دیا ہے کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس شخص کی باتوں میں وہ جادو ہے کہ:

☆ اس کا کلام باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالتا ہے۔

☆ اس کا کلام بھائیوں کے درمیان جدائی کرتا ہے۔

☆ اس کا کلام مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔

ہم لوگ تجھ پر اور تیری قوم پر اس کلام سے خوف کرتے ہیں جو فتنہ میں ڈالتا ہے --- اور ہم پر وہ فتنہ داخل ہوا ہے۔ تو اس شخص سے کوئی بات نہ کر نہ اس سے کوئی بات سن' تاکہ تو فتنہ میں نہ پڑے۔''

حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کے لوگ مجھ سے یہی کہتے رہے۔ آخرکار میں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ میں آپ سے نہ کوئی بات سنوں اور نہ کوئی بات کروں۔ صبح کو میں آپ کی طرف اگر جاؤں تو اپنے دونوں کانوں میں اس خوف سے روئی رکھ لوں کہ آپ کی باتوں میں سے کچھ مجھ تک پہنچے۔

دوسرے دن صبح کے وقت میں مسجد کی طرف گیا۔ اچانک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کعبہ کے نزدیک کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ سے قریب کھڑا ہوگیا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت نے یہ چاہا کہ آپ کا کچھ کلام مجھے سنوائے --- میں نے اس کے کرم سے کلام حسن سنا۔ ایسا کلام کہ جسے سنتے ہی میں نے خود سے کہا:

''میری ماں مجھے روئے۔ واللہ! میں صاحب عقل آدمی ہوں' شاعر ہوں۔ مجھ پر حسن قبیح سے مخفی نہیں رہتا ہے۔ مجھے ایسی کون سی چیز اس بات نے روکنے والی ہے کہ میں اس شخص سے وہ بات سنوں جو یہ شخص بات کہتا ہے۔ اگر حسن ہے تو قبول کرلوں گا اور اگر بات قبیح ہوگی تو میں اسے ترک کر دوں گا۔

چنانچہ میں کھڑا انتظار کرتا رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مکان کی طرف تشریف لائے۔ میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ جس وقت آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے' میں بھی آپ کے پاس داخل ہوا۔ میں نے عرض کیا:

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کی قوم نے مجھ سے ایسا ایسا کہا۔ واللہ! قوم کے لوگ مجھے آپ سے خوف ہی دلاتے رہے حتیٰ کہ میں نے اپنے دونوں کان روئی سے بند کر لیے تاکہ آپ کی بات ہی نہ سنوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا انکار فرمایا اور یہ اس کی رحمت ہوئی کہ میں آپ کی بات سنوں۔ میں نے کلام حسن سنا' آپ اپنا امر میرے سامنے پیش فرما دیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سامنے اسلام کو پیش کیا اور بعض قرآن شریف مجھے سنایا۔ واللہ! میں نے کوئی کلام اس سے احسن ہرگز نہیں سنا اور کوئی امر قرآن کے احکام سے اعدل نہیں سنا —— میں مسلمان ہو گیا اور میں نے شہادت حق ادا کی۔ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اپنی قوم میں وہ آدمی ہوں کہ لوگ میری اطاعت کرتے ہیں —— میں اپنی قوم کی طرف لوٹنے والا ہوں۔ اور انہیں اسلام کی طرف بلانے والا ہوں —— آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا فرمائیں کہ میرے لیے کوئی نشانی پیدا کر دے تاکہ جس شے کی طرف میں ان لوگوں کو بلاؤں' وہ علامت میرے لیے مددگار ہو۔''

آپ نے یہ دُعا فرمائی: اللھم اجعل لہ..........

طبرانی کے نزدیک یہ دُعا اس طرح ہے: اللھم نور لہ ....

ابن الجوزی نے یہ کلمات لکھے ہیں: اللھم اجعل لہ نورا ....

حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اپنی قوم کی طرف نکلا۔ جس وقت میں پہاڑ کی گھاٹی میں تھا' نیچے کے لوگ دیکھتے تھے —— میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ایسا نور واقع ہو گیا کہ جو چراغ کی مثل تھا۔ میں نے یہ دعا مانگی:

اللھم فی غیر وجھی

''اے اللہ! میرے چہرہ کے غیر میں یہ علامت پیدا کر دے۔ میں یہ خوف کرتا ہوں کہ میری قوم کے لوگ کہیں گے کہ یہ مثلہ ہے کہ دین چھوڑنے کی وجہ سے میرے چہرے میں واقع ہو گیا ہے۔''

وہ نور میرے چہرے سے پھر گیا اور میرے کوڑے کے سرے پر واقع ہو گیا جیسے کہ قندیل معلق ہوتا ہے اور میں اسی حال میں اس گھاٹی سے اپنی قوم کے لوگوں کی طرف اتر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس آیا اور ان میں صبح کی۔

جب میں اپنے مکان میں آیا' میرا باپ میرے پاس آیا۔ میرا باپ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا:

''میرے پاس سے ہٹ جاؤ تم مجھ سے نہیں ہو اور میں تم سے نہیں ہوں۔''

میرے باپ نے مجھ سے پوچھا: ''اے میرے پیارے بیٹے! یہ کس لیے ہے؟''

میں نے کہا:

''میں مسلمان ہوگیا ہوں اور دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابع ہوگیا ہوں۔''

میرے باپ نے کہا:

''اے میرے پیارے بیٹے! میرا دین تیرا دین ہے۔''

میں نے اپنے باپ سے کہا:

''آپ جائیں اور غسل کریں اور اپنے کپڑے پاک کریں' پھر آپ آئیں جو شے مجھے سکھائی گئی ہے میں آپ کو تعلیم کروں گا۔''

حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرا باپ گیا' اس نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کیے' پھر وہ آیا۔ میں نے اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا۔ وہ مسلمان ہوگیا۔ پھر میری بیوی آئی۔ میں نے اس سے کہا:

''مجھ سے دور ہو' میں تیرا شوہر نہیں ہوں اور نہ تو میری بیوی ہے۔''

اس نے پوچھا:

''بات کیا ہے؟ یہ کس لیے ہے؟''

میں نے کہا:

''اسلام نے میرے اور تیرے درمیان جدائی کر دی ہے۔ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا تابع ہوگیا ہوں۔''

میری عورت بولی:

''میرا دین تیرا دین ہے۔''

میری زوجہ مسلمان ہوگئی۔ پھر میں نے بنی دوس کو اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے میرے پاس آنے میں دیر کی اور تنہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ میں آیا اور عرض کیا:

یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اہل دوس پر بددعا فرما دیں۔ دوس زانی ہیں۔ ان کا زنا مجھ پر غالب آ گیا۔''

وہ جانتے ہیں کہ جب مسلمان ہو جائیں گے' انھیں زنا سے ممانعت ہوگی۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے عرض کیا:

''اہل دوس عاصی ہوگئے اور انہوں نے اسلام سے انکار کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ان پر بددعا فرمائیں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

"اللھم احد دوسا ."(اے میرے اللہ! تو دوس کو ہدایت کر۔"

پھر آپ نے مجھ سے فرمایا:

"تم اپنی قوم کی طرف پلٹ کے جاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ' اور ان کے ساتھ نرمی کرو۔"

میں ارشاد عالی کے مطابق اپنے لوگوں کی طرف پلٹ کے آیا۔ میں سرزمین دوس میں ہمیشہ رہا کرتا' انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا کرتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تشریف فرما تھے جبکہ میں حاضر خدمت ہوا۔ میرے ہمراہ اہل دوس کے ستر یا اسی گھرانے تھے۔ میں نے انہیں مدینے میں اتارا۔ پھر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لاحق ہو گئے۔

بخاری' ابن خذیمہ' طحاوی اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم اسی گھرانے دوس کے مدینہ منورہ میں آئے۔ ہم نے صبح کی نماز سباع بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پڑھی۔ انھوں نے پہلی رکعت میں سورۂ مریم اور دوسری میں ویل للتمقین پڑھی۔ جب انہوں نے اذا کتالو اعلی الناس یستوفون پڑھا۔ میں نے دل میں کہا کہ میں نے اپنے چچا کو چھوڑ دیا۔ اس کے دو کیل ہیں۔ جس وقت وہ آپ لیتا ہے تو پورا کیل لیتا ہے' اور جس وقت وہ دوسرے کو دیتا ہے تو ناقص کیل دیتا ہے۔ ہم لوگ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو کسی کہنے والے نے کہا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تشریف رکھتے ہیں اور وہ آپ لوگوں کے پاس مدینہ منورہ میں آنے والے ہیں۔"

میں نے کہا:

"میں سنوں گا' آپ جس جگہ ہیں میں آپ کے پاس جاؤں گا۔"

ہم لوگوں کو سباع نے زاد راہ دیا۔ ہم لوگ خیبر میں آئے۔ ہم جب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے نطاۃ قلعہ کو فتح کر لیا تھا۔ اور کتیبہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ہم وہاں تب تک ٹھہرے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہم پر فتح کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں کی غنیمت سے دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہمیں بھی حصہ دیا۔

یہ واقعہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقدم اسلام پر دلالت کرتا ہے—— ابن ابی حاتم نے جزم کیا ہے کہ طفیل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خیبر میں آئے گویا حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ آنا دوسری بار تھا۔

نجران کے نصاریٰ سے وفد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نصاریٰ نجران کے وفد آئے۔ وہ لوگ عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ ان کی نماز کا وقت ہو گیا۔ وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھنے لگے۔ صحابہ کرام نے انہیں منع کرنے کا

ارادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو۔ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کیا اور اپنی نماز ادا کی۔

یہ لوگ ساٹھ شتر سوار تھے۔ ان میں سے چوبیس آدمی ان کے اشراف سے تھے۔ ان اشراف میں سے تین آدمی ایسے تھے کہ سب کے امور ان کی طرف رجوع کرتے تھے:

☆ عاقب امیر قوم' ان کا ذی رائے' اور ان کا صاحب مشورہ تھا—— عاقب کا نام عبدالمسیح تھا۔

☆ سید ان کا راستوں کا رہنما یعنی کوچ تھا۔ اس لیے کہ وہ راستوں سے واقف تھا—— ان کی رائے کے وقت جمع ہونے کی جگہ تھا۔ اس کی قوم کے لوگ اس کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ سید کا نام ایہم تھا—— ایک روایت کے مطابق اس کا نام شرجیل تھا۔

☆ ابوحارثہ بن علقمہ' بکر بن وائل کا بھائی تھا—— یعنی بکر بن وائل کے قبیلہ سے تھا—— اس نے نصاریٰ نجران میں شرف پایا تھا' اور ان کے مذہب کی کتابیں پڑھی تھیں۔ روم کے جو بادشاہ نصرانی تھے' انہوں نے اسے بزرگی دی تھی اور اس کے لیے وظیفہ مقرر کیا تھا۔

وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر' آپ کی شان اور آپ کی صفت کو ان کتب متقدمہ سے پہچانتا تھا جن کو اس نے پڑھا تھا—— لیکن اس کے جہل نے اسے نصرانیت پر ہمیشہ رہنے کے لیے اس وجہ سے بھڑکایا تھا کہ اہل نصرانیت اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اور وہ ان میں وجاہت رکھتا تھا اور وہ اس بات کو دیکھتا تھا کہ میں بڑا آدمی ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی طرف بلایا اور ان کے سامنے قرآنِ شریف پڑھا۔ انہوں نے اسلام سے انکار کیا۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا:

''جو بات میں کہتا ہوں اگر تم لوگ اس سے انکار کرتے ہو' تو تم لوگ آؤ میں تم سے مباہلہ کرتا ہوں۔''

یعنی ہم اس طور سے لعنت کریں کہ ہم سے ہر ایک جھوٹے پر لعنت کرے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين

بہلہ کا معنی لعنت ہے۔ اس کی اصل ترک کرنا ہے۔ عرب لوگ کہتے: بهلت الناقة یعنی میں نے اونٹ کو صرار کے بغیر چھوڑ دیا—— صرار ایک ڈورا ہوتا ہے جو کہ اونٹ کے تھن میں باندھ دیتے ہیں تاکہ بچے کو دودھ نہ پلا سکے۔

صحیح بخاری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ ہے کہ سید اور عاقب قوم نجران کے دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ وہ یہ ارادہ رکھتے تھے کہ آپ سے مباہلہ کریں۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا:

''تو ایسا نہ کر'' یعنی مباہلہ نہ کر۔

☆ ابونعیم کے مطابق مباہلہ کی دعوت دینے والا سید ہے۔

☆ ایک اور روای نے کہا ہے کہ وہ عاقب ہے اس لیے کہ وہ ان کا مشیر تھا۔

☆ کتاب زیادات یونس بن بکیر بین مغازی میں ہے کہ مباہلہ کے لیے کہنے والا شرجیل ہے۔ اس منع کرنے والے نے کہا:

''واللہ اگر یہ شخص نبی ہے اور اس سے مباہلہ کریں گے تو ہم لوگ صلاح نہ پائیں اور نہ ہمارے بعد ہمارے پس ماندہ رہیں گے۔''

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں لفظ ''ابداً'' کا اضافہ کیا ہے۔ پھر سید اور عاقب دونوں نے کہا کہ:

''آپ جو چاہتے ہیں ہم آپ کو وہ دیں گے —— آپ ہمارے ساتھ ایک امین شخص کو بھیجیں' کسی غیر امین کو نہ بھیجیں۔''

آپ نے ان سے فرمایا:

''میں ضرور ایسے امین آدمی کو بھیجوں گا جو برحق امین ہے۔''

صحابہ کرام ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ اس کام کے لیے کس کا انتخاب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوعبیدہ بن الجراح! اٹھو......''

جب وہ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ شخص اس امت کا امین ہے۔''

یونس بن بکیر کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصاریٰ نجران سے دو ہزار حلوں پر مصالحت کر لی۔ ایک ہزار وہ رجب میں دیں گے اور ایک ہزار وہ ماہ صفر میں ادا کریں گے۔ اور ہر ایک حلہ کے ساتھ ایک اوقیہ بھی ٹھہرایا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

یونس بن بکیر نے اس خط کو جوان لوگوں کے درمیان لکھا گیا ہے مطول طور پر بیان کیا ہے۔ شامی اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس کے بعد سید اور عاقب پلٹ کے مدینہ کو آئے اور مسلمان ہو گئے۔[1]

رومی عامل فردہ بن عمرو الجذامی سے وفد:

فردہ بن عمرو الجذامی کا قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اور آپ کو ان کے اسلام لانے کی خبر دی —— معان نامی ایک پہاڑ کے دامن میں فردہ کا مقام تھا۔ معان پہاڑ کے اردگرد شام کی زمین ہے اور معان وہ جگہ ہے جہاں اونٹ

---

[1] اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ جس وقت مخالف ظہور حجت کے بعد اصرار کرے تو ایسے کے ساتھ مباہلہ کرنا مشروع ہے اور یہ واقعہ سلف اور خلف کے علما ایک جماعت کے لیے واقع ہوا ہے کہ اظہار حجت کے بعد مخالف سے مباہلہ کیا ہے۔ یہ بات تجربے کی بناء پر کہی گئی ہے کہ جو شخص مباہلہ کرے اور وہ مبطل ہو مباہلہ کرنے کے دن سے اس پر ایک سال نہ گزرے گا کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اور گھوڑے روکے جائیں۔

حضرت فردہ بن عمرو الجذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسعود ابن سعد الجذامی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک خچر بھیجا۔ جس کے دو نام لیے جاتے ہیں: بیضا اور فضہ۔

روم والوں کو جب فردہ کے اسلام کی خبر ملی تو انہوں نے انہیں طلب کیا اور انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا۔ پھر فلسطین میں عفرا نامی پانی پر سولی دے کر شہید کر دیا۔

بنی سعد بن بکر سے وفد:

امام احمد اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ضمام اپنے اونٹ پر مسجد کو آئے۔ اونٹ کو بٹھلایا پھر اس کے زانو باندھے' پھر وہ مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر پوچھا:

''تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون شخص ہے؟''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے درمیان تکیہ سے بیٹھے تھے یا سیدھے فرش پر بیٹھے تھے۔ ہم نے اسے جواب دیا:

'یہ شخص جو تکیہ سے بیٹھا ہے اور گورے رنگ کا ہے۔''

اس شخص نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: ''یا ابن عبدالمطلب!''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''تو نے جو کچھ کہا' میں نے سنا۔''

اس شخص نے کہا:

''میں آپ سے سوال کرنے والا ہوں' میں آپ سے سختی سے سوال کروں گا۔ آپ اپنے نفس میں مجھ پر غضب ناک نہ ہوں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''جو بات تجھ پر ظاہر ہوئی ہے' وہ پوچھ۔''

اس نے کہا:

''آپ کے رب اور جو لوگ آپ سے پہلے ہوئے' ان کے رب کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کل آدمیوں کی طرف بھیجا ہے؟'' آپ نے فرمایا:

''اللھم نعم'' اے اللہ! بے شک۔

پھر اس نے کہا:

''میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''اللھم نعم''

پھر اس نے کہا:

''میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سال کے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے حکم فرمایا ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''اللھم نعم''

اس نے پوچھا:

''میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ یہ آپ ہمارے غنی لوگوں سے صدقہ مفروضہ لیں' اور اسے ہمارے فقیروں میں آپ تقسیم کریں۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللھم نعم

اس شخص نے کہا:

''آپ جو شے لائے ہیں میں اس کے ساتھ ایمان لایا۔ میری قوم کے جو لوگ میرے اس طرف ہیں' میں ان کا قاصد ہوں۔ اور میں ضمام بن ثعلبہ اخ سعد بن بکر ہوں''۔ یعنی اس قبیلہ سے ہوں۔

ابن سعد نے اپنے مغازی میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ ضمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ امر کیا ہے کہ ہم لوگ اس کی تنہا عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں —— اور ان شریکوں کو کہ جن کی عبادت ہمارے باپ دادا اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ کرتے تھے' ہم ترک کر دیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللھم نعم

ضمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد شہادت دی:

اشهدان لااله الا الله واشهد ان محمد رسول الله

اور یہ بھی کہا:

''میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جس شے سے آپ نے مجھے منع فرمایا ہے میں اس سے منع رہوں گا —— پھر میں زیادہ

کروں گا نہ کم۔"

پھر ضمام پلٹ کے چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر اس نے سچ کہا تو جنت میں داخل ہوگا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ ضمام سخت اور سرخ و سپید مرد تھا۔ اس کی دو زلفیں تھیں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس کے زانو باندھنے کی رسی کھولی' پھر مدینہ منورہ سے نکلا۔ اپنی قوم میں پہنچا تو لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ سب سے پہلی بات جو اس نے کہی' یہ تھی:

"لات اور عزیٰ برے ہیں۔"

ان لوگوں نے کہا:

"اے ضمام!

ٹھہر یہ نہ کہو۔ اے ضمام! برص و جنون اور جذام سے ڈر۔"

ضمام نے کہا: "تم کو ہلاکت ہو۔ لات اور عزیٰ نہ ضرر دیتے ہیں اور نہ نفع پہنچاتے ہیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا ہے۔ اس رسول پر اپنی کتاب نازل کی ہے —— جس بلا میں تم لوگ تھے' اللہ تعالیٰ نے اس رسول کے سبب تمہیں اس سے چھڑایا ہے۔ اور میں یہ شہادت دیتا ہوں:

اشهدان لااله الا الله واشهد ان محمد رسول الله

جس شے کے ساتھ اس رسول نے تم لوگوں کو امر کیا ہے' وہ شے لایا ہوں' اور جس شے سے تمہیں منع کیا ہے' وہ لایا ہوں۔"

وہ اوامر و نواہی ہیں۔ واللہ! اس دن میں کسی مرد اور عورت نے اپنی قیام گاہ میں شام نہیں کی مگر وہ اسی دن مسلمان ہو گئی تھی —— ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ضمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرف کی دو عظیم شہادتیں بیان فرمائیں:

☆ ہم نے قوم کے کسی وافد کو نہیں سنا کہ وہ ضمام بن ثعلبہ سے افضل ہو۔

☆ سوال کرنے اور مختصر کہنے میں ضمام سے احسن نہیں دیکھا گیا۔

بنی محارب سے وفد:

بیہقی نے جامع بن شداد محاربی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے طارق بن عبداللہ نامی ایک شخص نے حدیث بیان کی ہے کہ میں سوق ذی المجاز میں کھڑا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا وہ یہ کہہ رہا تھا:

"اے لوگو! لاالہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے۔"

ایک آدمی یہ کہنے والے کو پیچھے سے پتھر مار رہا تھا۔ پتھروں کی مار سے اس کے پاؤں کے ٹخنے خون آلود تھے۔ پتھر مارنے

والا کہہ رہا تھا:

اے لوگو! یہ جھوٹا ہے' تم اس کی تصدیق نہ کرو۔''

میں نے پوچھا:

''یہ شخص کون ہے جو اسے جھٹلا رہا ہے اور ایذا رسائی کر رہا ہے۔''

لوگوں نے کہا: ''یہ بنی ہاشم کے خاندان کا ایک مرد ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔''

پھر میں نے پوچھا: ''وہ کون ہے جو اسے پتھر مار رہا ہے۔''

لوگوں نے کہا: ''یہ اس لڑکے کا چچا عبدالعزیٰ ابولہب ہے۔''

راوی نے کہا کہ جب لوگ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے ہجرت کی۔ ہم لوگ ربذہ سے مدینہ منورہ کے ارادہ سے نکلے تاکہ مدینہ کی کھجور لاد کر لائیں۔ جب ہم مدینہ کے باغوں اور اس کے درختوں کے قریب پہنچے تو ہم نے کہا کہ کاش ہم اتر پڑتے اور ان موجودہ کپڑوں کے بدلے اپنے کپڑے بدل لیتے۔

اچانک ہم نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی دو چادروں میں تھا۔ اس نے سلام کیا اور پوچھا:

''یہ قوم کہاں سے آئی ہے؟''

ہم نے کہا: ''ربذہ سے یہ لوگ آئے ہیں۔''

اس نے کہا: تم لوگ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟''

ہم نے بتلایا کہ ہم مدینہ منورہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔'' اس نے پوچھا:

''مدینہ میں تمہاری کیا حاجت ہے؟''

ہم نے کہا کہ مدینہ کی کھجوریں لینی ہیں۔

طارق بن عبداللہ نے بتایا کہ ہمارے ساتھ ہماری ایک پردہ نشین عورت تھی۔ ہمارے ساتھ ایک سرخ اونٹ تھا جس کے مہار لگی ہوئی تھی۔ اس شخص نے پوچھا:

''کیا تم اپنا یہ اونٹ بیچتے ہو؟''

ہم نے کہا:

''ہاں اتنی اتنی کھجوروں کے صاعون کے بدلے ہم یہ اونٹ فروخت کرتے ہیں۔''

اس شخص نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور اسے لے گیا۔ جب وہ آدمی مدینہ کے باغوں اور درختوں کی اوٹ میں ہو گیا تو ہم نے آپس میں کہا:

''یہ ہم نے کیا کیا...... واللہ ہم نے اپنا اونٹ اس شخص کے ہاتھ نہیں بیچا جسے ہم پہچانتے ہوں اور نہ ہم نے اس کی قیمت لی۔''

وہ پردہ نشین جو ہمارے ساتھ تھی' وہ یہ کہتی تھی:

''واللہ! میں نے اس شخص کو دیکھا' گویا اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کا ٹکڑا ہے۔ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں۔''

ابن اسحاق علیہ الرحمہ کی روایت میں ہے کہ اس پردہ نشین عورت نے ان سے کہا:

''آپس میں ایک دوسرے کو ملامت نہ کرو۔ میں نے ایسے مرد کے چہرہ کو دیکھا ہے کہ وہ تم سے بے وفائی نہ کرے گا۔ میں نے چودھویں رات کے چاند سے اشبہ کوئی شے اس کے چہرے سے نہیں دیکھی۔''

یعنی آپ ہی کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے اور کوئی شے اس سے مشابہ نہیں ہے۔ وہ عورت یہ کہہ رہی تھی:

''اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک شخص آیا۔ اس نے ہم سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھیجا ہوا ہوں—— مجھے انہوں نے تمہارے پاس بھیجا ہے یہ تمہاری کھجوریں ہیں۔ انہوں نے کہا تم کھاؤ اور پیٹ بھرلو۔ ناپ لو اور پورے کرلو—— ہم نے کھجوریں کھائیں حتیٰ کہ ہمارا پیٹ بھر گیا—— پھر ہم نے ناپ لیے اور پورے لے لیے۔

اس کے بعد ہم مدینہ میں داخل ہوئے جبکہ ہم مدینہ منورہ کی مسجد میں داخل ہوئے۔ ہم نے اچانک اسی مرد کو دیکھا کہ وہ منبر پر کھڑا ہے اور لوگوں کو خطبہ سنا رہا ہے۔ ہم نے آپ کے بعض خطبہ کو پایا۔ وہ بعض خطبہ یہ تھا' آپ فرماتے تھے:

تصدقون فان الصدقة خير لكم اليد العليا خير من اليد السفلى

بنی کندہ کے بطن' سکون سے وفد:

سکون یمن میں بنی کندہ کا ایک بطن ہے۔ وہاں سے تیرہ افراد پر مشتمل ایک وفد حاضر خدمت ہوا۔ اپنے اموال کے صداقت جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیے تھے' اپنے ساتھ لائے—— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے مسرور ہوئے اور ان کے ٹھہرنے کے لیے عمدہ جگہ ٹھہرائی—— اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''ان کی ضیافت احسن طور پر کریں۔''

وہ لوگ بہت کم ٹھہرے۔ پھر وہ لوگ واپس جانے کے لیے وداع کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''وفود کو جو انعام دیا جاتا ہے' اس سے بڑھ کر ان لوگوں کو انعام دیں۔''

انعام دینے کے بعد آپ نے ان سے دریافت فرمایا:

''کیا تم لوگوں میں سے کوئی شخص باقی رہ گیا؟''

انہوں نے عرض کیا:

''ایک لڑکا باقی رہ گیا ہے' جسے ہم کجاوؤں اور اونٹوں میں چھوڑ آئے ہیں۔ وہ ہم لوگوں سے کم سن ہے۔''

آپ نے ان سے فرمایا:

''اس لڑکے کو ہمارے پاس بھیج دو۔''

وہ لڑکا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری حاجت میرے اصحاب کی حاجت کی مثل نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اسلام میں رغبت کرنے والے ہیں۔ واللہ! مجھے میرے علاقہ سے کسی حاجت نے نہیں نکالا مگر صرف ایک طلب نے کہ آپ لیے یہ دعا فرما دیں کہ وہ:

''میری مغفرت کرے ـــ مجھ پر رحم کرے ـــ اور میرے دل میں غنا پیدا کرے دے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

''اللھم اغفرہ ارحمہ واجعل غناہ فی قلبہ''

پھر اس نے اس لڑکے کے لیے حکم دیا کہ

''اس کے ہمراہیوں میں ایک آدمی کو جو انعام دیا گیا ہے' اتنا ہی انعام اسے بھی دیا جائے۔''

پھر لوگ اپنے اہل کی طرف لوٹ گئے ـــ ان لوگوں کی ۱۰ھ میں مقام منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا:

''وہ لڑکا کہاں ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''ہم نے اس کی مثل ہرگز نہیں دیکھا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے اسے نصیب کی ہے' اس چیز کے ساتھ اس سے زیادہ قناعت کرنے والا ہم نے دیکھا نہ سنا...... اگر لوگ تمام دنیا کو تقسیم کر دیں' پھر بھی وہ دنیا کی طرف نظر نہیں کرے گا اور نہ اس کی طرف التفات کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اس کے حق میں قبول فرمائی۔

بنی سعد ہذیم سے وفد:

واقدی علیہ الرحمہ نے ابن نعمان سے اور انہوں نے اپنے باپ نعمان سے روایت کی ہے جو بنی سعد ہذیم سے تھے۔ میں اپنی قوم کے ایک گروہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔

ہم مدینہ کے ایک ناحیہ میں اترے۔ پھر ہم اپنی قیام گاہ سے مسجد الحرام (مسجد نبوی) کے ارادے سے نکلے۔ ہم ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ وہ وہاں نماز جنازہ ہو رہی تھی۔ ہم نماز جنازہ میں شامل نہیں ہوئے تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کریں اور آپ سے بیعت کریں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلٹ کے آئے اور ہمیں دیکھا تو ہم سے پوچھا:

''تم کن لوگوں سے ہو؟''

ہم نے عرض کیا:

''ہم بنی سعد ہذیم سے ہیں۔''

آپ نے دریافت فرمایا:

''کیا تم مسلمان ہو؟''

ہم نے عرض کیا:

''بے شک ہم مسلمان ہیں۔''

آپ نے ہم سے پوچھا:

''تم لوگوں نے اپنے بھائی پر نماز کیوں نہیں پڑھی؟''

ہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے گمان کیا کہ جب تک ہم کو بیعت نہ کریں' ہمیں نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''تم جہاں کہیں مسلمان ہوئے ہو' تم مسلمان ہو۔''

پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی۔ پھر ہم اپنے سواری کے اونٹوں کی طرف پلٹ کے آئے۔ ہم لوگوں میں جو کم عمر تھا' اسے ہم نے اونٹوں میں چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طلب میں کسی کو بھیجا۔ ہم اس شخص کے ہمراہ آپ کے پاس پہنچے—— وہ چھوٹا لڑکا جو اونٹوں میں رہ گیا تھا وہ آپ کی طرف بڑھا۔ اس نے اسلام پر بیعت کی' ہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ہم سے زیادہ چھوٹا ہے اور ہمارا خادم ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''اصغر القوم خادمہم

راوی نے کہا:

"واللہ! ہم لوگوں میں وہ لڑکا نیک تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے سبب ہم لوگوں سے زیادہ قاری تھا۔ پھر آپ نے اسے ہم پر امیر بنایا۔ وہ ہماری امامت کرتا تھا۔ پھر ہم اپنی قوم کی طرف پلٹ کے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اسلام نصیب کیا۔"

بنی فزارہ سے وفد:

امام ابوالربیع سالم اندلسی نے اپنی کتاب "الاکتفا" میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات اور تین خلفاء کے مغازی کے بارے میں ہے کہا ہے کہ رمضان ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے پلٹ کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ بنی فزارہ سے انیس (۱۹) آدمیوں کا ایک وفد آیا —— اس وفد میں خارجہ بن حصن اور عینہ بن حصن کا برادر زادہ خر بن قیس بھی تھے اور وفد کے تمام شرکا میں سب سے چھوٹا تھا۔

یہ لوگ اسلام کا اقرار کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ان کے شہروں کا احوال پوچھا۔ ان میں سے ایک نے کہا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے شہر قحط زدہ ہو گئے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے کہ انہیں چارہ نہیں ملا۔ ہمارا قرب و جوار قحط زدہ ہو گیا اور بچے بھوکے ہو گئے (کہ انہیں کھانا نہیں ملتا)۔ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ پانی برسائے۔ اور اپنے رب سے آپ ہماری شفاعت کیجیے اور آپ کا رب آپ سے ہماری شفاعت کرے۔"

اس لفظ کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت تعجب کیا کہ "اللہ تعالیٰ مجھ سے شفاعت کرے۔" آپ نے فرمایا:

"سبحان اللہ ویلك [1] میں تیری شفاعت اپنے رب سے کروں گا۔ وہ کون شخص ہے جس سے ہمارا رب شفاعت کرے۔ اس کی صفت یہ ہے لاالہ الاهو العلی العظیم واسع کرسیه السمٰوات والارض (اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کا احاطہ کیے ہوئے ہے) اس کی کرسی اس کی عظمت اور جلال کے سبب چرچراہٹ کرتی ہے جیسے نیا کجاوا راکب کے بیٹھنے سے چرچراہٹ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اس انتہا تنگی رزق پر ضرور ہنسے گا۔"

یعنی تم کو بڑا ثواب عطا کرے گا۔ ضحك کے لازم معنی یہ ہوئے کہ غنی سائل کی حالت دیکھ کر تبسم کرتا ہے اور اسے عطا کرتا ہے۔

خلاصہ معنی یہ ہے کہ تم لوگوں کو جو تنگی رزق کی شدت ہے اس کے ساتھ کشائش متصل ہے اور فریاد رسی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر تبسم کرے گا یعنی عطا کرے گا۔

---

[1] ویل کلمہ عذاب ہے۔ آپ نے کہنے والے سے زجر کے طور پر فرمایا تا کہ اس کلمہ کا اعادہ نہ کرے۔ وہ اگرچہ قریب میں مسلمان ہوئے تھے۔ وہ ایسا کلمہ کہنے سے معذور تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل سے اس سے پہلے فرمایا تھا کہ آپ منبر پر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ شاید اس کا علم آپ کو وحی سے ہوا تھا۔ اعرابی نے پوچھا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا اللہ تعالیٰ ہنستا ہے؟''

''آپ نے فرمایا: ''بے شک!''

اعرابی نے کہا:

''وہ رب جو ہنستا ہے' اس کی خیر کی ہم آپ سے لفی نہیں کریں گے۔ آپ کی وجہ سے ہمیں خیر حاصل ہوگی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اعرابی کی اس بات پر مسکرائے اور منبر پر چڑھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے اٹھائے کہ لوگوں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ (آپ کی بغل نہایت صاف اور نورانی تھی' لوگوں نے اس کی سپیدی دیکھی) آپ نے یہ دعا فرمائی:

''اللهم اسق بلاك الميت اللهم اسقنا غيثا مغيثا مريعا طبقاً واسعا عاجلا غير آجل نافعا غير ضار اللهم سقيا رحمة لاسقيا عذاب ولاهدم ولاغرق ولامحق اللهم اسقنا الغيث وانصرنا على الاعداء—— الحديث

اس حدیث کو ابن سعد نے اور بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں روایت کیا ہے۔

بنی اسد سے وفد:

یہ دس آدمیوں کا گروہ تھا۔ ان میں وابصہ بن معبد اور طلیحہ بن خویلد تھے۔ یہ جب حاضر خدمت ہوئے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے—— اس وفد میں سے کلام کرنے والے شخص نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے شہادت دی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں—— اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے—— اور یہ شہادت دی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ہم لوگ خود آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ہمارے پاس اسلام کے لیے کسی کو نہیں بھیجا۔ جبکہ اور لوگوں سے اسلام لانے کے لیے قتال کیا گیا اور ہم بغیر قتال کے مسلمان ہوئے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل فرمائی:

يمنون عليك ان اسلموا قل لاتمنو على اسلامكم بل الله يمن عليكم ان هداكم للايمان ان كنتم صادقين .

قبیلہ بھرا' بنی قضاعہ سے وفد:

یمن سے قبیلہ بھرا جو بنی قضاعہ سے ایک قبیلہ ہے کے تیرہ (۱۳) آدمیوں پر مشتمل ایک وفد مدینہ منورہ آیا۔ یہ لوگ حضرت

مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پہنچے۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مرحبا کہا۔ ان کی خاطر تواضع کے لیے حیس[1] کا ایک بڑا برتن ان کے سامنے رکھا۔ ان لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر پانی سے سیراب ہوئے۔ اس کے بعد حیس والا برتن اٹھا لیا گیا۔ اس میں کچھ حیس بچ گیا تھا —— اسے چھوٹے برتن میں ڈال لیا۔ ضباء نے اپنی خادمہ سدرہ کے ہاتھ یہ برتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ اور جو لوگ اس گھر میں تھے' سب نے اور سدرہ نے ان کے ساتھ حیس کھایا۔ پھر آپ نے سدرہ سے فرمایا کہ:

''اس حیس کو اپنے مہمانوں کے پاس لے جاؤ۔''

اسی حیس میں سے ان مہمانوں سے جس قدر کھایا گیا' کھا لیا گیا۔ جب تک وہ قیام پذیر رہے' یہ برتن آپس میں ایک دوسرے کو پھیر دیتا تھا۔ اور ان کے کھانے سے کم نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مہمان کہنے گے:

''یا ابا معبد[2] تم نے ہمیں اس کھانے سے سیر کیا جو ہم کو زیادہ دوست ہے —— اس کھانے کی مثل پر ہم قدرت نہیں رکھتے تھے مگر زمانہ سے کسی وقت میں نادر طور پر۔''

ابو معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مہانوں کو بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حیس میں سے کھایا ہے اور پھر برتن واپس بھیجا۔ یہ برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں کی ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے:

''ہم یہ شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

ان لوگوں نے آپ کی رسالت کے یقین کو زیادہ کیا۔ انہوں نے فرائض سیکھے اور مزید کچھ دن ٹھہرے رہے۔ پھر انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واپس جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انہیں انعام دینے کے لیے امر فرمایا۔ پھر وہ لوگ اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ کے چلے گئے۔

بنی عذرہ سے وفد:

یہ وفد ۹ھ ماہ صفر میں آیا۔ اس وفد میں بارہ افراد تھے —— ان میں جمرہ بن نعمان بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو مرحبا فرمایا۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے کہا:

''ہماری تجارت ملک شام میں ہے۔ ہرقل کے بارے میں آپ کے پاس کیا وحی آئی ہے؟''

آپ نے انہیں شام کے فتح ہونے کی بشارت دی اور یہ فرمایا:

''ہرقل اپنے متمنع بلاد کی طرف بھاگ جائے گا۔''

---

[1] حیس، وہ کھجوریں جن میں روغن زرد اور پنیر ملایا جاتا ہے۔ [2] مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے۔

پھر یہ وفد واپس چلا گیا۔ انہیں اور تحائف دیے گئے۔

بلّی سے وفد [1]:

یہ لوگ آئے تو حضرت رویفع بن ثابت البلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ٹھہرے ــــ رویفع انہیں اپنے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور عرض کیا:

''یہ میری قوم کے لوگ ہیں۔''

آپ نے مرحبا کہا' اہل وفد مسلمان ہو گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الحمد للہ الذی ھداکم للاسلام

''تم لوگوں میں سے جو کوئی غیر اسلام پر مرا ہے وہ دوزخ میں ہے۔'' امیر وفد نے آپ سے پوچھا:

''مجھے لوگوں کی ضیافت کرنے میں رغبت ہے' کیا میرے لیے اس میں اجر ہے؟''

آپ نے فرمایا:

کل معروف صنعۃ الی غنی او فقیر فھو صدقہ

''ہر ایک وہ احسان جو تم غنی یا فقیر کے ساتھ کرو' وہ صدقہ ہے۔''

ابوضبیب نے آپ سے پوچھا:

''ضیافت کا کیا وقت ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''تین دن۔ اس کے مابعد صدقہ ہے۔ اور مہمان کو حلال نہیں ہے کہ تمہارے پاس ٹھہرے اور حرج پہنچائے۔''

اس کے بعد وفد کو انعام دیا گیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الوداع کیا۔

بنی زُمرہ سے وفد:

اس وفد میں تیرہ آدمی تھے۔ اس کا رئیس حارث بن عوف تھا۔ حارث عہد جاہلیت میں مشہور شہ سواروں میں تھا۔ اس پر لوگوں کے خون تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف کر دیے۔ آپ نے حارث سے پوچھا:

''بستی کے لوگ کیسے ہیں؟''

لوگوں نے کہا:

''واللہ ہم لوگ قحط زدہ ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔''

---

[1] بہ تشدید یائے۔ اسی نسب سے بلوہ کہتے ہیں۔ بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاء

آپ نے دعا مانگی: "اللھم اسقھم الغیث"

پھر وہ لوگ کچھ دن ٹھہرے اور انعام کے ساتھ اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ بستی میں بارش ہوئی تھی' بارش برسنے کا وہی دن تھا' جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے بارش کی دعا فرمائی تھی۔

قبیلہ خولان سے وفد:

خولان یمن میں ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کے باپ کا نام عمر ہے۔ وہاں سے لوگوں نے آ کر عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہیں اور اس کے رسول کی رسالت کی تصدیق کرنے والے ہیں—— باوجود لمبے سفر کے ہم نے سختی تو تکلیف برداشت کی ہے۔ ہم نرم وسخت زمین میں سواری کر کے آئے ہیں۔

ہمارا اتنی تکلیف اٹھانا منت نہیں ہے۔ منت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہے—— ہم اس حال میں آپ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"لیکن تم نے اپنے آپ کا میرے پاس جو ذکر کیا ہے' اس سے ہر ایک قدم کے بدلے جو تمہارے ایک اونٹ نے راہ سفر میں رکھا ہے' ایک نیکی ہے—— لیکن تمہارا یہ کہنا کہ ہم آپ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص میری زیارت مدینہ میں کرے گا' وہ میرے جوار میں رہے گا۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے پوچھا:

"خولان کا وہ بت جسے خولانی پوجتے تھے' اس کا کیا حال ہے' کہاں گیا؟"

انہوں نے عرض کیا:

"جو شے آپ لائے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اس بت کو بدل دیا۔ مگر ایک بوڑھی عورت اور بوڑھا آدمی اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ تمسک کرتے ہیں—— ہم واپس اس کے پاس جائیں گے تو ان شاء اللہ اسے منہدم کر دیں گے۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دین کے فرائض سکھائے' یعنی نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج۔ یہ فرائض کثیر الوقوع ہیں—— اور انہیں ارشاد فرمایا:

☆ وفائے عہد اور ادائے امانت اپنے ذمہ لازم رکھو۔

☆ ہمسایہ کے ساتھ تم نے جو عہد کیا ہے' اور وہ اس عہد کی وجہ سے تمہارا ہمسایہ بنا ہے تو اس کے ساتھ وفا کرو۔

☆ کسی پر ظلم نہ کرو۔"

پھر انہیں انعام سے نوازا گیا اور وہ لوگ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔ اور انہوں نے اپنے قبیلے کے بت کو منہدم کر دیا۔
...س بت کا نام ''عم انس'' تھا۔

...ی محارب سے وفد:

بنی محارب عربوں میں نہایت درجہ بدخلق اور جفا میں اشد الناس! —— رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اس وقت ...تھے کہ جب آپ قبائل عرب کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے تھے' اور ہجرت سے پہلے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے۔
ان لوگوں میں سے دس آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ ...تعالیٰ عنہ ان کے لیے صبح اور شام کا کھانا لاتے تھے—— پھر یہ لوگ اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔

...ی صدا سے وفد:

صدا یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کا باپ صدا بن حرب بن علہ تھا—— اس وفد کے آنے کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت ...صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ سے پلٹ کے آئے۔ آپ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار سو ...سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ اور انھیں تاکید فرمائی کہ:

''یمن کے جس ناحیہ میں بنی صدا ہے وہاں جائیں۔''

بنی صدا کو جب لشکر کا علم ہوا تو انہوں نے اپنا ایک نمائندہ مسلمانوں کی طرف بھیجا۔ یہ سفیر زیاد بن حارث تھا زیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''آپ لشکر کو واپس بلالیں' میں آپ کے لیے اپنی قوم کے اسلام کا ذمہ لیتا ہوں۔''

یعنی میں ان لوگوں کی طرف سے آپ کے پاس قاصد آیا ہوں—— آپ نے حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بلالیا اور بنی صدا کا قاصد واپس چلا گیا۔
بنی صدا سے پندرہ آدمیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ انہوں نے اسلام پر بیعت کی اور اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے۔ ان لوگوں میں اسلام فاش ہو گیا۔
حجۃ الوداع کے موقع پر بنی صدا کے ایک سو افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ اسے واقدی نے بیان کیا ہے—— واقدی نے کہا ہے کہ یہ وہی زیاد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے بعض سفروں میں رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیاد سے پوچھا:

''اے صدا کے بھائی! کیا تیرے پاس پانی ہے؟''

زیاد نے کہا:

''میرے پاس لوٹے یا چھاگل میں کچھ پانی ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''اسے برتن میں ڈال کر میرے پاس لاؤ''

زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بڑے پیالے میں پانی ڈال کر لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس پیالہ میں رکھ دیا۔ زیاد فرماتے ہیں کہ آپ کی انگشتان مبارک سے پانی یوں جوش مار رہا تھا جیسے چشمہ سے پانی زور سے نکلتا ہے' ویسے ہی آپ کی ہر ایک انگلی سے پانی نکل رہا تھا۔

بنی غسان سے وفد:

بنی غسان سے رمضان ۱۰ھ میں وفد آیا۔ اس وفد میں تین آدمی تھے۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں انعام مرحمت فرمایا' وہ واپس چلے گئے۔ ان کی قوم نے اسلام قبول نہیں کیا۔ بنی غسان اپنے ملک کی بقا اور قیصر کے قرب کو دوست رکھتے تھے۔ ان تینوں حضرات نے اپنے اسلام کو اپنی قوم سے چھپایا۔ ان میں سے دو کا اسلام پر انتقال ہوا ایک جو باقی رہ گیا وہ جنگ یرموک میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا۔ اور اپنا اسلام ظاہر کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا اکرام کرتے تھے۔

بنی سلامان سے وفد:

سلامان قضاعہ سے ایک بطن ہے۔ اس قبیلے والے اپنے جد اعلیٰ سلامان بن سعد بن زید بن لوث بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں۔

واقدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ وفد شوال ۱۰ھ میں آیا۔ اس وفد میں سات آدمی تھے۔ ان میں حبیب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو پہاڑوں پر مقیم تھے۔ سارے وفد والے مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے علاقے میں قحط سالی کی شکایت کی۔ آپ نے ان کے لیے پانی برسنے کے لیے دعا فرمائی۔ آپ نے انہیں وداع فرمایا۔ رخصت ہونے سے پہلے انہیں انعام دینے کے لیے حکم فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر ایک کو پانچ پانچ اوقیہ دیے اور قلت مال کا عذر کیا۔ انہوں نے کہا:

''یہ بہت ہے اور اطیب ہے۔''

وہ لوگ جب اپنی بستی میں واپس آئے اور دیکھا کہ وہاں بارش ہوئی ہے۔ اور وہ بارش اسی ساعت میں ہوئی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے بارش کی دعا فرمائی۔

بنی عبس سے وفد:

بنی عبس کے وفد نے آ کر عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے پاس قاری لوگ آئے۔ انہوں نے ہمیں خبر دی کہ جو ہجرت نہ کرے

اس کا اسلام نہیں ہے۔ اور ہمارے اموال اور مویشی ہیں ——— اگر یہ امر ہے کہ جو شخص ہجرت نہ کرے اس کا اسلام نہیں ہے تو ہم اپنے اموال اور مویشی کو فروخت کر ڈالیں گے اور ہجرت کریں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا:

''جس جگہ تم رہو' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اموال سے کچھ کم نہ کرے گا۔''

بنی غامد سے وفد:

بنی غامد یمن میں بنی ازد کا ایک بطن ہے۔ وہاں سے دس آدمیوں کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شرائع اسلام کے بارے میں انہیں ایک تحریر لکھ کر دی۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا:

''تم نے اپنے کجاوؤں میں کسے چھوڑا ہے؟''

انہوں نے جواب دیا:

''ہم میں جو کم سن تھا' اسے چھوڑا ہے۔''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''وہ تمہارے سامان سے غافل ہو کر سو گیا۔ وہاں ایک شخص آیا۔ اس نے تم میں سے کسی کی جامہ دانی لے لی۔''

ان میں سے ایک شخص نے کہا:

''میرے سوا کسی کی جامہ دانی نہیں تھی۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''جامہ دانی پھر واپس لے لی گئی اور اپنی جگہ لوٹا دی گئی۔''

وہ لوگ واپس اپنے کجاوؤں میں آئے اور اس کم سن سے پوچھا:

''اس نے بتایا کہ میں سو گیا تھا۔ جب نیند سے جاگا تو جامہ دانی موجود نہیں تھی۔ میں نے ایک شخص کو بیٹھا ہوا دیکھا' مجھے دیکھ کر وہ بھاگا۔ میں اس کے پیچھے بھاگا۔ وہ بھاگتا ہوا ایک گڑھے تک گیا۔ اس گڑھے میں وہ جامہ دانی تھی' چنانچہ میں لے آیا۔'' قافلے والوں نے اس لڑکے سے واقعہ سن کر کہا:

''ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ ہماری جامہ دانی چرا لی گئی۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ وہ واپس مل جائے گی' وہ مل بھی گئی۔ یہ بات آپ کے معجزات سے ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا' انہوں نے وفد کو قرآن شریف کی تعلیم دی۔ آپ نے وفد کو انعام عطا فرمایا پھر وہ اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

بنی ازد سے وفد :

ابونعیم کی کتاب ''معرفتہ الصحابہ'' میں علقمہ بن یزید بن سوید الازدی سے حدیث روایت کی ہے کہ میرے باپ یزید میرے دادا سے حدیث بیان کی ہے کہ ہماری قوم کے سات آدمیوں کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ ان ساتواں آدمی میں تھا۔ جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے آپ سے بات چیت کی۔ آپ کو ہماری طمانیت' وقار ہیبت سے بڑی مسرت ہوئی۔ آپ نے ہم سے دریافت فرمایا:

''تم لوگ کس صفت پر ہو۔ مسلمان ہو یا کافر؟''

ہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم مومن ہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور فرمایا:

''ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہے (یعنی علامت ہے یا وہ ماہیئت ہے کہ اس قول کے تحقق کا سبب ہے)۔ تمہارے قول تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے؟''

ہم نے عرض کیا:

''کہ پندرہ خصلتیں ہیں۔ ان پندرہ خصلتوں میں:

☆ پانچ خصلتیں وہ ہیں کہ آپ کے رسولوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں۔

☆ پانچ خصلتیں وہ ہیں کہ آپ کے رسولوں نے ہم سے فرمایا ہے کہ ہم ان کے ساتھ عمل کریں۔

☆ پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کے ساتھ ہم نے عہد جاہلیت میں خو پکڑی ہے۔ ہم عہد جاہلیت کی خصال پر ہیں' مگر حقیقت یہ ہے کہ ان خصال سے ہم کچھ کراہت کرتے ہیں۔

یعنی ہم جاہلیت کے ان خصال کو ترک کر دیں گے۔ یہ امر ان کی قوت ایمانی کی دلیل ہے اور مزید تفقہ کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

''وہ پانچ خصلتیں کیا ہیں جن کے ساتھ میرے رسولوں نے تمہیں امر کیا ہے؟''

ہم نے عرض کیا کہ:

''آپ کے رسولوں نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم:

☆ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود کی اور اس کی صفات واجبہ کی تصدیق کریں۔

☆ اس کے ملائکہ کے وجود کی تصدیق کریں —— جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت کی ہے کہ وہ عباد مکرموں ہیں۔

☆ اس کی کتابوں کی تصدیق کریں —— اس طور پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جو اس میں شامل ہے' وہ حق ہے۔

☆ اس کے رسولوں کی تصدیق کریں —— اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہوں نے جس چیز کی خبر دی ہے' ان کے صدق کی ہم تصدیق کریں۔

☆ اور اس بات کی تصدیق کریں کہ موت کے بعد قبروں سے اٹھنا ہے —— اس کے بعد صراط اور میزان' جنت اور دوزخ ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:

"وہ پانچ خصلتیں کیا ہیں جن کے ساتھ میرے رسولوں نے تم کو امر کیا ہے کہ ان کے ساتھ تم عمل کرو۔"

ہم نے عرض کیا:

"آپ کے رسولوں نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم:

☆ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔

☆ صلوٰۃ مکتوبہ ہمیشہ قائم رکھیں۔

☆ وہ زکوٰۃ جو فرض کی گئی ہے' اسے ادا کریں۔

☆ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھیں۔

☆ بیت اللہ کا حج ادا کریں —— اگر ہمیں اس کی طرف راستہ ممکن ہو یعنی مالی استطاعت ہو۔"

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:

"وہ پانچ خصلتیں کیا ہیں جن کے ساتھ تم عہد جاہلیت میں خوگر تھے۔"

ہم نے عرض کیا:

☆ رضا کی حالت میں شکر الٰہی ادا کرنا —— یعنی نعمتوں کے حصول کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثنا کرنا۔

☆ ان نعمتوں کو اس جگہ صرف کرنا جس میں تعریف کی جائے' جیسے صدقہ ہے۔ اور مظلوم کی فریاد رسی وغیرہ۔

☆ نزول بلا کے وقت صبر کرنا اور جو شے کہ بحکم الٰہی گزرنے والی ہے اس کے ساتھ رضا یعنی انقیاد قضائے الٰہی اور طمانیت باطنی کرنا۔

☆ صدق یعنی ان جگہوں میں ثابت قدم رہنا جہاں دشمن سے مقابلہ اور جنگ کی جائے۔

☆ اور دشمن کے ساتھ ہم شماتت نہ کریں —— جس وقت ان پر کوئی مصیبت نازل ہو۔"

یہ باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بنی ازد کے لوگ حکماء ہیں' علماء ہیں۔"

یعنی وہ لوگ جو امور کرتے ہیں وہ حق کے موافق ہیں —— خطاب حاضرین کے ساتھ تھا مگر ان کے غیر یعنی آپ نے ان

کی قوم کی تعریف فرمائی۔ بنی ازد اپنے تفقہ کے سبب قریب تھے کہ انبیاء ہوتے۔ اس لیے کہ عہد جاہلیت کے یہ خصائل بعض انبیاء کی صفات ہیں—— پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ان تمام خصال پر میں پانچ خصلتیں زیادہ کر دیتا ہوں' کل خصلتیں بیس پوری ہو جائیں گی اگر تم ان خصلتوں پر ہو جیسا کہ تم کہتے ہو:

☆ تم وہ مال جمع نہ کرو جسے نہ کھاؤ—— یعنی حاجت سے زیادہ نہ جمع کرو کہ تمہارے بعد جو لوگ ہوں گے اس کا نفع انہیں ہوگا' اور اس کا حساب تم پر رہے گا۔

☆ ایسے مکان نہ بناؤ جن میں تم رہائش نہ کرو—— یعنی مکان حاجت کے مطابق بناؤ' تم اسے چھوڑ جاؤ گے وہ ہمیشہ قائم نہ رہے گا' اور تمہارے وہ لوگ اس میں رہیں گے ان کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

☆ اس شے میں رغبت نہ کرو کہ کل کے دن تم اسے چھوڑنے والے ہو۔

☆ اس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو جس کی طرف تم رجوع کرنے والے ہو اور اس کے روبرو تم پیش کیے جاؤ گے۔

☆ اس شے میں رغبت کرو جس پر تم پیش کیے جاؤ گے اور اس میں ہمیشہ رہو گے—— وہ جنت ہے کہ جس میں مومن ہمیشہ رہیں گے اور اس میں رغبت اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرنا اور گناہوں سے بچنا ہے۔''

اس کے بعد یہ لوگ اپنے وطن کی طرف لوٹ گئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو یاد کر لیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔ آپ کی برکت کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ان امور کی توفیق دی۔

بنی منتفق سے وفد:

بنی منتفق' عامر بن صعصعہ سے قبیلہ ہے—— امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد کی ''زوائد مسند'' میں لہم بن الاسود سے' انہوں نے عاصم بن لقیط سے' انہوں نے اپنے باپ لقیط ابن عامر بن صبرہ ابن عبداللہ بن المنتفق بن عامر بن عقیل ابن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ' جن کی کنیت ابورزین العقیلی ہے یعنی لقیط بن عامر بن صبرہ کی کنیت ہے—— جو اہل طائف میں معروف تھے۔ اپنے ہم سفر نہیک ابن عاصم ابن مالک بن المنتفق کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اس وقت پہنچے کہ آپ صبح کی نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے تھے اور آپ خطبہ پڑھنے کے لیے لوگوں میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے چار دن سے اپنی آواز تمہارے لیے چھپا رکھی تھی' آج کے دن تم ضرور سن لو—— آگاہ ہو جاؤ' کیا کوئی شخص ہے جسے اس قوم نے بھیجا ہے۔''

قوم کے لوگوں نے اس سے کہا:

''ہمیں آگاہ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔''

پھر آپ نے فرمایا:

''آگاہ ہو جاؤ۔ پھر اس شخص کو شاید اس کے دل کی باتیں سننے سے لہو میں رکھیں یا اس کے ہم صحبت کی باتیں اسے مصروف رکھیں۔''

تیسری بات مصنف سے رہ گئی تھی۔ شارح زرقانی فرماتے ہیں:

''تیسری بات آپ نے یہ فرمائی ـــــ یا اس شخص کو گم کی ہوئی شے لہو میں رکھے ـــــ آگاہ ہو جاؤ۔ مجھ سے پوچھا جائے گا' کیا تبلیغ رسالت کر دی' اور جو وحی بھیجی گئی ہے اسے پہنچا دیا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تم لوگ حیات ابدی سے زندگی کرو کہ وہ حیات سعید ہے' وہ حیات مطلوب ہے۔''

یہ طویل حدیث ہے اس میں بعث و نشر اور جنت و دوزخ کا ذکر ہے ـــــ اور اس حدیث میں ہے کہ پھر لقیط نے کہا کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں کس چیز پر آپ سے بیعت کروں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک دراز فرمایا اور فرمایا:

''نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے پر بیعت کرو' اور اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرو۔''

بنی نخع سے وفد:

بنی نخع کا وفد آخری وفد ہے جو آپ کے پاس آیا۔ یہ وفد محرم ۱۱ھ میں آیا۔ اس وفد میں دو سو آدمی تھے۔ یہ لوگ دارالاخیاف میں اترے۔ یہ مکان حضرت رملہ بنت الحارث نجاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ کا تھا' جو حضرت معاذ بن عفرا کی زوجہ تھیں۔

نخع مذحج کے قبیلہ سے آئے جو یمن میں ہے ـــــ اس وفد کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسلام کا اقرار کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے ان لوگوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا ـــــ اس وفد سے ایک شخص زرارہ بن عمرو نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے اپنے اس سفر میں عجیب خواب دیکھا ہے۔''

آپ نے زرارہ سے پوچھا:

''وہ کیا خواب دیکھا ہے؟''

اس نے کہا:

''میں نے اس گدھی کو دیکھا جسے میں نے قبیلے میں چھوڑا ہے۔ اس نے بکری کا ایک ایسا بچہ جنا ہے جو سرخ رنگ سیاہی مائل ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

''کیا تم نے اپنے قبیلے میں کوئی حاملہ لونڈی چھوڑی ہے؟''

اس نے کہا:

''ہاں چھوڑی ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''اس لونڈی نے ایک لڑکا جنا ہے جو تمہارا بیٹا ہے۔''

اس نے کہا:

''اس لڑکے کا کیا احوال ہے کہ سیاہی مائل سرخ رنگ ہے۔''

آپ نے زرارہ سے فرمایا:

''میرے قریب آؤ۔''

آپ نے زرارہ کی عیب پوشی کا ارادہ فرمایا کہ وہ اس عیب کو چھپاتے تھے۔ زرارہ آپ کے نزدیک ہو گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا:

''کیا تم کو برص ہے' جسے تم چھپاتے ہو۔''

اس استفسار سے زرارہ کا اعتراف مقصود تھا۔ زرارہ نے کہا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی کیا ہے اور بھیجا ہے' کسی کو اس برص کا علم نہیں ہوا اور آپ کے سوا کوئی اور اس پر مطلع نہیں ہوا۔''

آپ نے فرمایا:

''وہ رنگ جو تمہارے بیٹے میں ہے' اس پر برص کا اثر ہے جو جسم میں ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کے معجزات سے ہے۔ زرارہ نے عرض کیا:

''میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا کہ اس کے دونوں کانوں میں مندرے ہیں اور اس کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں یا عاج کے کنگن ہیں یا بل کے کنگن ہیں۔''

ذبل' عاج کی مثل ہوتا ہے یا کچھوے کی پیٹھ کی ہڈی کے کنگن ہیں—— آپ نے یہ تعبیر فرمائی:

''وہ عرب کا بادشاہ ہے کہ اپنی احسن ہیئت اور جس کی طرف پلٹ آیا ہے۔''[1]

زرارہ نے عرض کیا:

---

[1] نعمان بن منذر عرب کا بادشاہ تھا۔ اہل عرب کو جو عزت اور شرف پہلے تھا، وہ اس حالت پر وہ ہو گئے، اور ان پر فرس اور عجم کا جو غلبہ تھا، وہ جاتا رہا—— یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے ہوا۔

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے سفید بالوں والی ایک بوڑھی عورت کو دیکھا کہ وہ زمین سے نکلی۔''

آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی:

''وہ بقیہ دنیا ہے۔''

زرارہ نے عرض کیا:

''میں نے دیکھا کہ زمین سے آگ نکلی ہے اور وہ میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان حائل ہوگئی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ:

''وہ فتنہ ہے جو آخر زمانہ میں ہوگا۔''

زرارہ نے پوچھا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہ کیا فتنہ ہوگا؟ اس لیے کہ فتنے ہزاروں ہوتے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''لوگ اپنے امام کو قتل کر ڈالیں گے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشتان مبارک کے درمیان خلاف کیا —— اصابع میں خلاف کیوں کر کیا' اس کی تصریح نہیں کی گئی —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا:

''اس فتنہ میں برائی کرنے والا شخص گمان کرے گا کہ وہ محسن ہے اور مومن کا خون مومن کے نزدیک حلال تر پانی سے ہوگا (جیسے پیاسے کو لذیذ اور شیریں زیادہ محسوس ہوتا ہے) —— اگر تمہارا بیٹا عمرو مرجائے گا تو تم اس فتنہ کو پاؤ گے اگر تم مرجاؤ گے تو تمہارا بیٹا اس فتنہ کو پائے گا۔''

زرارہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں اس فتنہ کو نہ پاؤں۔''

آپ نے یوں دعا فرمائی:

''اللھم لا یدرہ۔''

زرارہ فوت ہوگئے۔ ان کا بیٹا عمرو ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلع کیا تھا۔

ابن القیم کا کلام ختم ہوگیا۔ جو ان کی کتاب ''ہدی النبوی'' سے ملخص لیا گیا ہے' اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

تیسرا مقصد

شمائل النبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کے جو شمائل کا بیان ہے — محبوں کے لئے آرامِ جاں ہے
زبانِ ہند میں اس کو سناؤں — رلاؤں' عاشقوں کو اور ہنساؤں [1] (کافی)

تیسرا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صفات کے بارے میں ہے جو آپ کے کمال خلقت اور جمال صورت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کے سبب آپ کو آپ کے غیر پر فضیلت دی ہے۔ آپ کو اصل اور ذات و صفات میں اخلاق ذکیہ سے معظم کیا ہے اور آپ کو اوصاف مرضیہ سے غیر پر علو دیا ہے ——آپ کی حیات مبارک کی ضرورت جن چیزوں کی داعی ہے' جیسے غذا وغیرہ ہے' ان کے بارے میں اس مقصد میں چار فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمالِ خلقت اور جمالِ صورت مبارک:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں — یہی پھول خار سے دور ہے' یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کامل ایمان رکھنے سے ایک شرط یہ ہے کہ مومن اس طور پر ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن شریف کی تقدیر اس حال اور ہیئت پر کی ہے کہ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی آدمی کی خلقت آپ کی مثل ظاہر نہیں ہوئی۔ جو صفت آپ کے بدن شریف کی خلقت سے مشاہدہ کی جاتی ہے یعنی ظاہری صفت بدن شریف۔ اس پر آیات ہیں کہ آپ کے نفس کریمہ کی عظیم خلقت ہے۔ آپ کے نفس کریمہ کی صفت آپ کے عظیم اخلاق سے منکشف ہوتی ہے —— وہ اور اس شے پر آیات ہیں کہ آپ کے قلب مقدس کا سر جو آپ کے لیے متحقق ہے۔ یعنی وہ اسرار جو

---

۱ - ممتاز دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں: ——

''حقیقت یہ ہے کہ شمائل شریف عاشقوں کے لئے آرامِ جاں ہے..... روئے زیبا کی طرف نظر جاتی ہے تو دل کی کلی کھل جاتی ہے' اور جب گزر اوقات پر نظر جاتی ہے تو بے اختیار رونے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ اللہ

ظاہر میں غریب الغرباء پھر بھی یہ عالم — شاہوں سے سوا سطوت سلطان مدینہ

(''جانِ ایمان ص ۲۳' مطبوعہ لاہور)

آپ کے قلب اطہر میں معانی کی شکل پر پوشیدہ ہیں' ان پر کوئی مطلع نہیں ہوتا — آپ کے اخلاق سے ان معانی کا اظہار ہوتا ہے۔ جن کو لوگ آپ کے باطن میں دیکھتے ہیں' وہ علوم اور معارف جن کو لوگ دیکھتے ہیں ان پر دلیل ہے۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اس مقام پر آپ کی مدح میں کہا ہے:

• فهو الذی تم معناه وصورة ثم اصطفاه حبیباً باری النسم

''آپ وہ ہیں کہ آپ کا حال باطن اور حال ظاہر کامل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے آپ کو اپنا حبیب اختیار کیا ہے۔'' نسمہ کی جمع نسم ہے' نسم انسان کو کہتے ہیں۔

منزه عن شریك فی محاسنه فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

یعنی حسن کامل کی حقیقت آپ کی ذات اقدس میں کاین ہے۔ اس لیے کہ آپ وہ ہیں کہ آپ کا معنی آپ کے غیر کے سوا کامل ہے۔ اور وہ آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان ناتقسیم ہونے والا ہے ورنہ آپ کا حسن کامل نہ ہوتا — اس لیے کہ جس وقت وہ تقسیم ہوتا' آپ اس کے بعض کو نہ پاتے اور حسن کامل نہ ہوتا۔

سلف سے یہ منقول ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکروں میں سے ایک لشکر کے ساتھ گئے اور بعض قبیلوں میں اترے۔ اس قبیلہ کے سردار نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کریں۔''

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سردار سے کہا:

''میں آپ کی صفات کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔''

گویا صفت بیان کرنے سے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔ سردار نے کہا:

''مجمل طور پر ہی آپ کا وصف بیان کرو۔''

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''رسول مرسل کے مرتبہ کے موافق ہوتا ہے۔''

یعنی جیسا مرتبہ بھیجنے والے کا ہوتا ہے' ویسا ہی وہ قاصد بھیجتا ہے — اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے۔ جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنی حاجت میں قاصد کو بھیجتا ہے وہ اس شخص کو بھیجتا ہے جسے اس کی حاجت پر قدرت ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ وہ صاحب مرتبہ شریفہ ہو اور تصرف رکھتا ہو — اس اثر کو ابن المنیر نے اپنی کتاب ''اسرار الاسرار'' میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] منقسم سے مراد متفرق ہے۔ معنی یہ ہے کہ آپ کا باطن کمالات میں کامل ہے، آپ کا ظاہر صفات میں کامل ہے — پھر خالق انسان نے آپ کو اپنا حبیب اختیار فرمایا ہے کہ آپ کے حسن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے اور حسن کا جوہر آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان قسمت کو قبول نہیں کرتا — جیسا کہ جوہر فرد متوہم جسم میں ہے۔ متکلمین کے نزدیک قسمت قبول نہیں کرتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جسم جوہر فرد سے مرکب ہے، کسی وجہ سے منقسم نہیں ہوتا۔ نہ فرض کرنے سے تقسیم ہوتا ہے اور نہ وہم سے تقسیم ہوتا ہے۔ جو شخص ظاہر اور باطن میں کامل صفات سے متصف ہوگا، وہ محبوب ہوگا — یہ شیخ خالد نے کہا ہے۔

آپ کو جو کمالات دیے گئے ہیں ایسا کون شخص ہے کہ آپ کے مرتبہ کمال کو پہنچے اور آپ کے مرتبہ کا اندازہ کر سکے—— یا جس سے آپ کے کمالات معلوم کرنے کی امید کی گئی ہو اور اس سے وہ کمالات پوچھے گئے ہوں۔ وہ مسئول اور مامول شخص آپ کے احوال ماثورہ پر مطلع ہو سکے اور ان تک پہنچے یہ ناممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے کمالات ظاہری اور باطنی کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا اور ان پر مطلع نہیں ہو سکتا' کمال درجہ عجز بیان ہے۔

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا کہتے ہیں اگلے زمانے والے

قرطبی نے ''کتاب الصلوٰۃ'' میں بعض علماء سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل حسن ہم پر ظاہر نہیں ہوا۔ اگر آپ کا تمام حسن ہم پر ظاہر ہوتا تو ہماری آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت کی طاقت نہیں رکھتیں—— بوصیری علیہ الرحمہ نے کیا احسن بات کی ہے ۔

اعیا الوریٰ فهم معنا وفیلس یری للقرب والبعد فیه غیر منفحم

آپ کے معنی معرفت نے مخلوق کو عاجز کر دیا۔ اس میں قرب اور بعد سے سوا نہیں دیکھا جاتا ہے۔ سکوت کے منحم النحم سے ہے۔ اس کا یہ معنی ہے جدال سے سکوت کیا اور جواب نہیں دیا۔

کاسمش تظهر للعنین من بعد صفیرة و تکل الطرف من امم

جیسے آفتاب دیکھنے والے کی دونوں آنکھوں کو دور سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے ڈھال ہے' یا آئینہ ہے۔ ویسے وہ چھوٹا نظر آتا ہے اور اس کے قرب سے آنکھ ٹھہر جاتی ہے۔ اس کی طرف نہیں بڑھ سکتیں۔ امم کا معنی قرب ہے—— خلاصہ معنی یہ ہے کہ جیسے آفتاب کا کمال آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی قرب اور بعد سے ادراک نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ آپ کی صورت کا مشاہدہ کیا جائے۔

یہ قول بھی بوصیری کے قول کی مثل ہے یعنی اوپر کے اشعار قصیدہ بردہ کے ہیں—— ایک شعر بوصیری علیہ الرحمہ کے ''قصیدہ ہمزیہ'' کا ہے جو یہ ہے:

/انما مثلو اصفا تلك للنا من كما مثل النجوم الماء

آپ کا وصف کرنے والوں نے آپ کی صفات کی صورت لوگوں کو سمجھانے کے لیے اس طور سے باندھی ہے جیسے پانی ستاروں کی صورت باندھتا ہے یعنی پانی میں ستاروں کا عکس پڑتا ہے۔ پانی میں ستاروں کی حقیقت موجود نہیں ہوتی—— خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف کرنے والوں نے آپ کی حقیقت کا احاطہ نہیں کیا۔ انہوں نے آپ کی صورت مبارک کی تصویر ظاہر کر دی ہے جیسے پانی ستاروں کی صورت کی تصویر ظاہر کرتا ہے۔

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے قصیدہ بردہ شریف کے مذکورہ بالا شعر میں کاشمس تظهر وللعنین جو کہا ہے' وجہ تشبیہ شمس کی طرف اشارہ کیا ہے نہ مطلقاً کہا ہے۔ آفتاب کے ساتھ تشبیہ میں جو عیب علی الاطلاق ہے' اسے ابونواس شاعر نے بیان کیا ہے۔

تیہ الشمس و القمر المنیر اذا قلنا کاھنما الامیر

''آفتاب اور ماہتاب تکبر کرتے ہیں اور اس شے کا دعویٰ کرتے ہیں جو ان کے لیے نہیں ہے۔ جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ماہتاب گویا امیر ہیں یعنی ہمارے ممدوح کی مثل ہیں۔ ان کو امیر کا رتبہ حاصل نہیں ہے کہ وہ امیر سے رتبہ میں ادنیٰ ہیں اور امیر کے صفات اس کے ذات کے ساتھ ایک حالت پر قائم ہیں۔''

لان الشمس تغرب حین تمسی وان البدر نیقصہ المیر

''آفتاب غروب ہو جاتا ہے جس وقت رات ہو جاتی ہے۔ آفتاب کا یہ نقصان ذات و صفات میں ہے اور ماہتاب کو سیر ناقص کر دیتی ہے کہ وہ آخر میں ہلال ہو جاتا ہے' یہ اس کی ذات و صفات میں نقصان ہے۔ جو شخص کسی کامل کی مدح میں یوں کہے گویا وہ آفتاب اور ماہتاب ہے۔ تو اس نے تشبیہ کو برعکس کر دیا ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دے۔ اس لیے کہ تشبیہ کی حقیقت یہ ہے کہ ناقص کا الحاق کامل کے ساتھ نہ ہو۔ بلکہ کامل کا الحاق ناقص کے ساتھ ہو۔

یہ تشبیہات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں وارد ہیں' بر سبیل تقریب اور تمثیل ہیں۔ ورنہ آپ کی ذات اقدس واعلیٰ ہے۔ آپ کی عزت اور شرف گراں ہے کہ مافوق الفطرت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس:

رفعتیں بہر سجدہ جہاں خم رہیں روز و شب کعبہ و لامکاں خم رہیں
بہر آداب کرو بیاں خم رہیں جس کے آگے سر سروراں خم رہیں

اس سر تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

آپ کے سر مبارک کا وصف وہی کافی ہے جسے ترمذی علیہ الرحمہ نے اپنی جامع میں اس سند سے ذکر کیا ہے جس کی نسبت ہند ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ہے۔ ہند نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم الھامہ تھے یعنی آپ کی کھوپڑی بڑی تھی جس سے سر مبارک کی عظمت ظاہر تھی۔

یہ صفت دماغی قوت پر دلیل ہے اور اس کی وجہ سے انسان اپنے غیر سے تمیز کیا جا سکتا ہے۔ یہاں پر سر مبارک کا اعتدال مراد ہے اور جو سر حد اعتدال سے بڑا ہوتا ہے وہ بلاوت کی دلیل ہے۔ جیسے بہت چھوٹا سر بلاوت کی دلیل ہے۔

نافع بن جبیر نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا ہے کہ آپ کی کھوپڑی عظیم تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور:

چہرہ حضور کا ہے کہ قرآن کھلا ہوا
ہر اک ادا ہے رفعت عرفاں لیے ہوئے (فیاض کاوش)

چہرۂ مصطفیٰ اصل قرآن ہے
عاشقوں کی تلاوت پہ لاکھوں سلام

آپ کا چہرۂ مبارک جس شان سے تھا' اسے وہ حدیث شریف کفایت کرتی ہے جسے شیخین علیہ الرحمہا کی براہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے:

کان رسول اللہ احسن الناس وجھا واحسنھم خلقا لیس بالطویل الذاھب ولا بالقصیر البائن۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرہ میں احسن الناس تھے اور اخلاق میں احسن الناس تھے—— وجہ سے مراد ظاہری حسی حالت اور خلق سے معنوی حالت مراد ہے۔ کہ خلق طبیعت کو کہتے ہیں۔ وہ معنوی صفت ہے۔
نہ آپ زیادہ لمبے تھے اور نہ ٹھگنے۔ بلکہ آپ کا قد مبارک میانہ تھا۔ بایں کا معنی واضح ہے کہ قد مبارک میں قصر نہیں تھا۔

سایۂ حق کے ہمسایۂ مرحمت ——— گنج رحمت کے سرمایۂ مرحمت
شرح نورانی آیۂ مرحمت ——— قد بے سایہ کے سایۂ مرحمت
ظل ممدو و رافت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ما رایت شیئاً احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الشمس تجری فی وجھہ
(ترمذی' بیہقی' احمد' ابن حبان)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسن کوئی شے نہیں دیکھی۔ گویا آفتاب آپ کے چہرۂ انور میں جاری ہوتا تھا''—— یہ انوار کی صفت ہے گویا آفتاب آپ کے چہرۂ مبارک میں دوڑتا نظر آتا تھا۔
طیبی نے کہا ہے کہ آسمان میں جریان شمس جو ہوتا ہے' آپ کے چہرۂ مبارک میں جو حسن جاری ہوتا تھا' اسے اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ تشبیہ تناہی تشبیہ ہے۔[1] اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو جائے قرار اور آفتاب کے لیے مکان قرار دیا ہے۔ ان اشعار کے شاعر کو خدا جزائے خیر دے:

لم لا یضی بك الوجود ولیله ——— فیه صباح من جمالك مسفر

کون سی چیز مانع ہے کہ آپ کے سبب سے وجود روشن نہ ہو۔ حال یہ ہے کہ اس کی رات ایسی ہے جس میں آپ کے جمال مبارک سے صبح روشن ہوتی ہے۔

فبشمس حسنك كل یوم مشرق ——— و ببدر وجھك كل لیل مقمر

پہلے شعر میں یہ گمان ہوتا تھا کہ صباح سے مراد مجرد صبح ہے۔ صبح کا نور قلیل ہوتا ہے۔ مصنف نے اسے اس وصف سے دفع

---

[1] یعنی وہ تشبیہ جو نہایت درجہ کو پہنچتی ہے یعنی صفت کی موصوف کی طرف اضافت

کیا کہ آپ کے آفتاب جمال کے سبب ہر ایک دن روشن ہے اور آپ کے چہرۂ انور کے چاند کے سبب ہر ایک رات چاندنی رات ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے حسن و جمال سے دن رات منور ہیں' کبھی تاریکی نہیں ہوتی۔ کسی نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

كان وجهه رسول الله مثل السيف

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی مانند صیقل کیا ہوا اور شفاف تھا؟ اور چہرہ دراز تھا۔''

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قول کو بلیغ طور پر رد کر کے سائل کو جواب دیا ہے۔ **بل مثل القمر** بلکہ چاند کی مثل تھا یعنی گول چہرہ تھا —— سائل نے جو تو ہم کیا تھا' یہ اس کا رد ہے۔

حافظ نسابہ ابو الخطاب عمر بن حسن بن علی بن محمد المشہور ابن دحیہ نے اپنی کتاب ''التنویر فی مولد البشیر والنذیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث لانے کی جگہ میں جو کچھ کہا ہے' ان کا لفظ یہ ہے کہ اس حدیث میں علم پہلے کہ جو شخص اچھا ہے' بطور تشبیہ نہ دے سکے' اس پر اقرار صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو تلوار کے ساتھ تشبیہ دی اور اگر آپ کے چہرۂ مبارک کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دیتا تو اولیٰ ہوتا۔ اس وجہ سے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سائل پر رد کیا اور کہا:

''بلکہ آپ کا چہرۂ مبارک چاند کی مثل تھا۔''

اور اس کی تشبیہ میں ابداع کیا اس لیے کہ چاند اپنے نور سے روئے زمین کو بھر دیتا ہے —— اور جو شخص اس کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اُنس پکڑتا ہے اور چاند کا نور ایسا نہیں ہوتا کہ حرارت رکھے اور الم پہنچائے' اور نہ اس سے آنکھوں پر بھاری پن محسوس ہوتا ہے کہ نگاہ کو کھینچ لے اور چاند کی طرف دیکھنے والا نظر پر قادر ہوتا ہے۔ برخلاف آفتاب کے کہ نگاہ کو ضعیف کر دیتا ہے یا نگاہ پر پردہ کے طور پر غشا پیدا کر دیتا۔

مسلم کی روایت میں جو جابر بن مرد کی حدیث سے ہے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا:

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی مثل تھا؟''

انہوں نے سائل سے کہا:

''تلوار کی مثل نہیں تھا بلکہ آفتاب اور ماہتاب کی مثل تھا۔''

یعنی بہا اور اشراق میں آفتاب کی مثل تھا اور مستدیر ہونے کے اور نور میں چاند کی مثل تھا۔ آپ کا چہرہ مبارک مستدیر تھا یعنی گول تھا —— جابر نے مستدیر اس لیے کہا کہ سائل کو اس امر پر تنبیہ ہو۔ اس لیے کہ سائل نے اس میں دو صفتیں جمع نہیں کیں کہ سائل نے پوچھا تھا:

''کیا چہرۂ مبارک تلوار کی مثل تھا؟''

اس قول سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ سائل نے تلوار کے ساتھ تشبیہ دینے میں چہرۂ مبارک کے طول کا ارادہ کیا ہے یعنی آپ کا چہرۂ مبارک لمبا تھا اور یہ گمان ہوتا تھا کہ سائل نے تلوار سے تشبیہ دینے میں لمعان یعنی اس کی روشنی اور چمک کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ سابق میں جو عبارت آئی ہے اس میں اس کی طرف اشارہ آگے آچکا ہے۔ لہٰذا مسئول نے بلیغ طور پر رد کر دیا اور جبکہ اس کے ساتھ امر متعارف جاری ہے کہ آفتاب کے ساتھ جس شے کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس تشبیہ میں غالب اشراق آفتاب کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اور چاند کے ساتھ جو تشبیہ دی جاتی ہے اس سے چہرے کی ملاحت کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ نہ ان دونوں کے سوا ارادہ کیا جاتا ہے—— جابر کا یہ کہنا کہ آپ کا چہرۂ مبارک متدیر تھا' اس لیے انہوں نے دو صفتوں سے معاً تشبیہ کا ارادہ کیا ہے۔ وہ دو صفتیں حسن اور چہرے کا گول ہونا ہے۔

ابن اسحاق نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس چاندنی رات میں ایسے حال میں دیکھا جس میں اول سے آخر تک چاندنی ہوتی ہے' نہ اندھیرا ہوتا ہے نہ بادل' آپ سرخ رنگ کا حلہ پہنے ہوئے تھے—— کبھی میں آپ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی چاندنی کی طرف نظر کرتا تھا جبکہ آپ میری آنکھوں میں چاند سے احسن تھے۔

کل چودھویں کی رات تھی' شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا ہے یہ چاند ہے' کچھ نے کہا چہرہ تیرا

ایک روایت میں جابر کے اس قول کے بعد کہ آپ سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے یہ ہے کہ میں آپ اور چاند کے درمیان مماثلت کرنے لگا—— یعنی میں کہتا تھا کہ آپ چاند کی مثل ہیں' البتہ میرے نزدیک آپ چاند سے احسن تھے۔ یعنی

فھو عندی احسن من القمر —— ''نہیں نہیں چاند سے بھی زیادہ حسین۔''

نذر کرتی ہے صبح بہاراں درود   پھول سے رخ پہ ہر دم گل افشاں درود
مہ لقا حسن ذیشان قربان درود   چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

ترمذی اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت بیان کی:

لم یکن بالمطھم ولا بالمکلثم مطھم

''موٹے گال یا ایسا پھولا ہوا چہرہ کہ معلوم ہوتا ہے منہ بنائے ہوئے ہے''—— یہ زیادہ فربہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

شمع خورشید ضو دیکھ کر جھلملائے   نجم طور حسیں کی نظر جھلملائے
مشعل حسن روئے حسن جھلملائے   جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے

ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

مطھم کا معنی نحیف الجسم ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ گندم گوں سیاہی کی طرف متجاوز نہ ہو—— آپ کے چہرۂ مبارک میں زیادہ گوشت نہیں تھا کہ جس سے بدنما معلوم ہوتا۔ نہ آپ کا جسم مبارک لاغر تھا اور نہ آپ کے رنگ میں ایسی گندم گونی تھی جو مائل بہ سیاہی ہو۔

جس کے جلوے زمانے میں چھانے لگے — جس کی ضو سے اندھیرے ٹھکانے لگے
جس سے ظلمت کدے نور پانے لگے — جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

نہ آپ مکلثم تھے۔ یعنی آپ کا چہرۂ مبارک بالکل گول نہیں تھا بلکہ آپ کے چہرۂ مبارک میں قلیل تدویر تھی یعنی کم گول تھا۔ یہ امر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جو کتاب غرائب میں ابی عبید کے نزدیک ہے یہ ہے:

وكان فی وجهه تدوير قليل

ابوعبید نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ آپ کا چہرۂ مبارک غایت تدویر میں نہیں تھا بلکہ آپ کے چہرۂ مبارک میں سہولت تھی یعنی درازی تھی' بالکل گول نہیں تھا—— اس قسم کا چہرہ عرب کے نزدیک زیادہ شیریں اور پسندیدہ ہے۔

امام بخاری نے کعب بن مالک سے روایت کی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذ سرا اسنار وجهه

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسرور ہوتے تو آپ کا چہرۂ مبارک روشن ہو جاتا' گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اس امر کو ہم آپ سے پہچان لیتے تھے یعنی وہ جگہ جہاں سرور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جبین ہے۔[1]

جس کے چہرے پہ جلوؤں کا پہرا رہا — نجم و طٰہٰ کے جھرمٹ میں چہرا رہا
حسن جس کا ہر اک چھب میں گہرا رہا — جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے کہ مسرور تھے اور آپ کی پیشانی مبارک کے خطوط اس مسرت سے روشن تھے اور چمک رہے تھے۔ اس نور اور چمک کی وجہ سے

---

[1] جبین کن پٹیوں کی دونوں جانب سے بالائی حصہ کو کہتے ہیں۔ ایک جانب پیشانی کے دائیں طرف ہے اور ایک جانب پیشانی کے بائیں طرف جو نور جبیں سے مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ جبہ میں نہیں ہوتا ہے۔

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ آپ کا چہرۂ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے—— جبیر بن مطعم کی حدیث میں جو طبرانی کے نزدیک ہے' یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کی طرف ایسے چہرہ سے ملتفت ہوئے کہ شقہ قمر تھا یعنی چاند کے ٹکڑے کی مثل تھا۔ راوی نے آپ کے نفس مبارک کو چاند قرار دیا اور چہرۂ مبارک کو چاند کا ٹکڑا—— راوی کا یہ کہنا آپ کے التفات کے وقت آپ کے چہرہ میں صفت پر محمول ہے۔

لوگ اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ چاند کے ٹکڑے کے ساتھ جو آپ کے چہرۂ مبارک کو تشبیہ دی گئی ہے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر کوئی بھید ہے یا کوئی خفیہ نکتہ ہے باوجود اس کے کہ بلغا کے کلام میں کثرت سے وارد ہوا ہے—— کہ چہرہ کی تشبیہ مطلق چاند کے ساتھ دی گئی' اور ٹکڑے کی قید کسی شاعر نے نہیں کی ہے بلکہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' جنہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ کا چہرۂ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے—— وہ شعرائے صحابہ سے ہیں—— چاند کے ٹکڑے کے ساتھ جو تشبیہ ہے اس میں کوئی حکمت لابد ہے۔ اور جو کچھ اس سلسلے میں جواب دیا گیا ہے کہ چاند کا ٹکڑا کہنے میں اس سیاہی سے احتراز ہے جو چاند میں ہے——

یہ جواب قوی نہیں ہے اس لیے کہ چہرۂ مبارک کی تشبیہ چاند کے ساتھ جو ہے اس ضیاء اور روشنی کے ساتھ تشبیہ ہے جو چاند میں ہے—— نہ کہ چاند کے نور اور سیاہی کے ساتھ تشبیہ ہے۔ چاند جب پورا ہو جائے تو اس میں اس قطعہ سے سیاہی اقل نہ ہو گی۔ چنانچہ گویا تشبیہ بعض چہرے پر ہو گی جو پیشانی ہے۔ لہٰذا یہ مناسب ہوا کہ وہ چہرۂ مبارک بعض قمر کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كان وجهه رسول الله كدارة القمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک چاند کے دائرہ کی مثل تھا—— ابن اسحاق نے بنی ہمدان کی ایک عورت سے روایت کی ہے۔ اس عورت کا نام یاد نہیں رہا۔ اس عورت نے کہا ہے کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکثر حج کیا ہے۔ا میں نے آپ کو آپ کے اونٹ پر سوار دیکھا۔ آپ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ آپ کے دست مبارک میں ایسا عصا تھا جس کا سر ٹیڑھا تھا اور آپ کے جسم مبارک پر دو سرخ چادریں تھیں کہ جس وقت حجر اسود کے پاس گئے' قریب تھا کہ آپ کے سر مبارک کے بال مونڈھوں کو لگ جائیں۔ آپ نے اس عصا سے حجر اسود کا بوسہ لیا۔ پھر آپ اس عصا کو اپنے دہان مبارک کی طرف اٹھا کے بوسہ دیتے تھے''۔

ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے اس عورت سے کہا:

''تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشبیہ دی۔''

اس نے کہا:

القمر ليلة البدر لم ارقبله وبعد مثله صلى الله عليه وآله وسلم

یعنی آپ حسن و جمال میں چودھویں رات کا چاند ہیں کہ وہ کامل ہوتا ہے—— میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔''

دارمی' بیہقی' ابونعیم اور طبرانی نے ابوعبیدہ ابن محمد عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ میں نے ربیع بنت مسعود سے کہا:

''مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کرو۔''

ربیع نے کہا:

''اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے تو یہ کہتے کہ آفتاب طلوع ہوا ہے۔''

اور ایک جگہ اس طرح سے ہے کہ:

''اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو آپ کو دیکھتا تو آفتاب کو دیکھتا کہ طلوع کیا ہوا ہے؟''

حسن روئے مجلیٰ پہ دائم درود | روح والشمس و طٰہٰ پہ دائم درود
شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود | تاجدارِ تدلیٰ پہ دائم درود

نوشہء بزم جنت پہ لاکھوں سلام

مسلم نے ابوطفیل سے روایت کی ہے کہ ان سے کسی نے کہا:

''آپ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان فرمائیں۔'' انہوں نے کہا:

کان ابیض ملیح الوجہ ۔

''آپ گورے تھے' رنگ میں سرخی تھی اور آپ کا چہرہ ملیح تھا۔''

جس طویل حدیث کی روایت ترمذی نے ھند ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی ہے' یہ ہے:

کان رسول اللہ فخما مفخما یتلاءء وجھه تلالاء القمر لیلة البدر[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی نفسہٖ عظیم تھے اور بڑے معظموں کے دلوں اور اعیان زمانہ کی آنکھوں میں معظم تھے—— آپ کا چہرۂ مبارک ایسے چمکتا تھا جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے اور روشن ہوتا ہے۔ یعنی کمال درجہ اشراق اور استنارہ تھی۔

جس وقت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا اور یہ کہا:

---

[1] فخم کا یہ معنی ہے کہ اپنے اصحاب میں عظیم القدر تھے، اور جن لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا ان کے نزدیک آپ عظیم القدر تھے۔ مافخم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مفخم مخلوق کے نزدیک، جسم کی فخامت مراد نہیں ہے بلکہ چہرے کی فخامت مراد ہے۔ چہرے کی فخامت اس کا جمال سے بھرا ہونا، یا مہابت سے یا دونوں رخساروں کے گوشت کی کثرت جمال کے کمال کے ساتھ۔ واصف نے چہرے مبارے سے ابتداء اس حلیے سے کی کہ چہرہ اول وہ شے ہے جس کی طرف نظر متوجہ ہوتی ہے۔

تبلج الوجہ یعنی "چہرہ روشن اور پر ضیا تھا"۔

اسی سے سلج الصبح عرب میں محاورہ ہے۔ جب صبح ہوتی ہے اور اس کا نور چمکتا ہے تو یہ کہتے ہیں۔ سید علی باوفا نے کس درجہ اچھی یہ بات کہی ہے:

الایا صاحب الوجه الملج سالتك لاتغیب فانت روحی

"اے ملیح چہرے والے! جان لے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو مجھ سے اس طور پر اوجھل نہ ہو کہ میں تجھے نہ دیکھوں— اس لیے کہ تو میری روح ہے یعنی جیسے میری روح میری حیات ہے۔ تیری غیبت میری ہلاکت کا سبب ہے۔"

متی ماغاب شخصك عن عیانی رجعت فلا تری الاضریحی

"جس وقت تیرا شخص میرے مشاہدہ سے ہو جائے گا یعنی میں اس کا مشاہدہ نہ کروں گا تو پھر پلٹ کے میرے پاس آئے تو مجھ کو نہ دیکھے گا بلکہ میری قبر کو دیکھے گا—— یعنی تیری جدائی کے صدمے سے مر جاؤں گا اور تو مجھے نہ پائے گا۔

بحقك جد لرقلك یا حبیبی وداو لوغه القلب الجریحی

"میں تجھ سے کہتا ہوں کہ حبیب اپنے غلام کی بخشش کرائے یعنی اپنے غلام کو اپنی عطا سے سرفراز کر۔ لوقلك میں جو لا تعدیہ ہے اس کے مطابق یہ معنی ہے' اور اگر لام سببیہ قرار دیں تو یہ معنی ہوگا کہ اپنے وصل کے لیے اپنے غلام کے لیے بخشش کر اور اپنے عاشق کے دل مجروح کی اپنے وصل سے سامان تسکین کر۔

ورق المغرم فی الحب امسی واصبح بالهوی ونفاطریحی

"اپنے محبّ پر رحم کر کہ اس کا دل جل گیا ہے اور تیری محبت میں وہ ہمیشہ مریض رہتا ہے۔ اور ایسے مرض سے وہ مریض ہو گیا ہے کہ کسی وقت اسے نہیں چھوڑتا۔ وہ اپنی جگہ پڑا ہوا ہے کہ محبّ کا صدمہ اسے پہنچا ہے۔"

محب ضاق بالا شواق ذرعا وآری منك للكرم الفیح

"وہ عاشق شیدا ایسا محبّ ہے کہ شوق کے ہجوم نے اسے عاجز کر دیا ہے اور اس کا سینہ اس ہجوم کی وجہ سے تنگ ہو گیا اور تیرے پاس وہ ٹھہرا ہوا ہے—— اسے تیرے وسیع کرم کی امید ہے۔"

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ............:

نہایہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا سرفكان وجهه المرآة—— یعنی جس وقت آپ مسرور ہوتے آپ کا چہرۂ مبارک گویا ایک آئینہ تھا۔ آئینے میں آدمی کی صورت نظر آتی ہے اور اس میں ہر ایک شے دیکھی جاتی۔ آپ کے چہرۂ مبارک میں ہر ایک شے کا عکس نمایاں ہوتا اور دیواروں کی صورت آپ کے چہرۂ مبارک میں دکھائی دیتی تھی۔

رُخِ انور کو چاند سے تشبیہ کیوں؟:

ھند ابن ابی ہالہ کی حدیث میں یہ ہے:

یتلا لاء وجهه تلا لاء القمر ليلة البدر

چاند کے ساتھ تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ چاند اپنے نور سے روئے زمین کو بھر دیتا ہے اور جو شخص چاند کو دیکھتا ہے' اس کا دل اس سے سکون پاتا ہے اور اس سے نفرت نہیں کرتا۔ چاند دکھ دیئے بغیر نور کو جمع کرتا ہے۔ اسے دیکھنے سے نظر کو ٹھہراؤ ہوتا ہے ——— بلکہ نگاہ چاند کے دیکھنے سے لذت پاتی ہے ——— اس کے برعکس آفتاب نگاہ پر پردہ ڈال دیتا ہے اور نظر کے ٹھہرنے میں رکاوٹ کرتا ہے۔ عام طور پر بدر کے ساتھ تشبیہ اس تشبیہ سے زیادہ بلیغ ہے جو قمر سے دی جائے۔ اس لیے کہ بدر کامل چاند ہوتا ہے۔ بدر ہونے کی حالت میں چاند کا کمال ہوتا ہے ——— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت آپ کو دیکھا ہے' یہ شعر کہا ہے:

لو كنت من شئى سوى بشر   كنت المنور ليلة البدر

''اگر آپ بشر نہ ہوتے اور کسی شے کی قسم سے ہوتے تو یقیناً آپ چودھویں کے چاند تھے' منور چاند''

اس شعر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تمثیل کی ہے' یہ شعر مسبب بن عیسیٰ ابن مالک کے قصیدہ کی ہے۔ جو اعشی شاعر کا ماموں تھا۔ اس نے یہ قصیدہ قیس کی مدح میں کہا تھا ——— بدر کے ساتھ جو تشبیہ ہے تحقیق وہ اپنے حقیقی معنی میں پائی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارک میں سے ایک اسم شریف بدر ہے ——— آپ کا اسم مبارک البدر اس لیے ہے کہ آپ کا کمال کامل ہے' آپ کا شرف عالی ہے ——— کسائی کے قصص میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

ان محمدا هو البدر الباهر والنجم الزاهر والبحر الزاخر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے' یا غزوۂ تبوک سے آپ تشریف لائے تھے' اس لیے آپ کو خوش آمدید کہنے والوں نے آپ کے جمال مبارک کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے تھے:

طلع البدر علينا   من ثنيات الوداع

''ہم لوگوں پر ثنیات وداع سے چاند طلوع ہوا ہے ——— ثنیات' ثنیہ کی جمع ہے۔ ٹیلہ اور چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں ——— مدینہ منورہ کے قریب حجاج یا مسافروں کے وداع کرنے کا مقام ہے۔

وجب الشكر علينا   مادعا للهه داع

''ہم لوگوں پر اس بات کا شکر واجب ہوگیا ہے کہ اس چاند نے ہماری آنکھوں اور ہمارے ملک کو منور کر دیا ہے۔ یہ شکر اس وقت تک واجب ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے ——— اور جس نے یہ خوب صورت شعر کہا ہے' کمال کیا ہے۔

كالبدر والكاف ان الصفت زايدة   فيه فلا تظنها كافا للتشبيهه

لفظ کالبدر کے ساتھ کاف ہے۔ اگر تو انصاف کرے گا تو اس کاف کو اس لفظ میں زیادہ تسلیم کرے گا اور تو تشبیہ کا کاف

گمان کرے گا۔ یعنی کالبدر کا معنی بدر کے مثل ہے — جب کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف کیا تو یہ معنی ہوگا کہ آپ بدر کی مثل ہیں۔ اس تشبیہ میں بدر مشبہ بہ ہوگا' اور آپ کی ذات کامل الصفات مشبہ ہوگی جس سے مشبہ بہ کا اعلیٰ ہونا اور مشبہ کا ادنیٰ ہونا ثابت ہوگا — لہٰذا آپ کے کمالات ذاتی پر نظر کر کے انصاف کرنا چاہیے اور کہنا چاہیے کہ کالبدر میں حرف کاف تشبیہ زیادہ ہے۔ آپ نورِ جمال سے عین بدر ہیں۔

نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ابن الحلاوی کا یہ شعر کس قدر شیریں ہے:

يقولون يحكي البدر في الحسن وجهه ‏ ‏ ‏ ‏ وبدر الرجیٰ من ذالك الحسن ينحط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں لوگ کہتے ہیں کہ حسن میں بدر آپ کے چہرۂ مبارک کے مشابہ ہے۔ آپ کی ذات اقدس میں جو حسن ہے' شب تاریک کے بدر کا حسن اس سے کمتر ہے۔

كما تشبهوا نحمن النقا بقوامه ‏ ‏ ‏ ‏ بقد بالغوا في المدح للغصن واشتطوا

جیسے کہ نقا کی شاخ کو آپ کے اعتدال سے تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ دینے والوں نے شاخ کی مدح میں مبالغہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے جور اور ظلم کیا ہے۔ اس لیے کہ تشبیہ اس وجہ کی مستدعی ہوئی ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں جامع ہو۔ بدر اور غصن کے درمیان اور آپ کے چہرہ اور آپ کے قوام کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ تشبیہ صحیح نہیں ہے — البتہ تشبیہ سے بدر اور غصن کو غایت فخر حاصل ہوا ہے۔

یہ تشبیہات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں وارد ہوئی ہیں' یہ شعراء اور عرب کی عادت پر وارد ہوئی ہیں کہ وہ ذات مبارک کو بدر وغیرہ سے تشبیہ دیتے ہیں ورنہ ان محدثات میں کوئی شے ایسی نہیں ہے کہ آپ کی صفاتِ خلقیہ مبارک کے برابر ہو' اور آپ کی صفات خلقیہ کی برابری کر سکے۔

سیدی محمد وفا شاذلی مالکی علیہ الرحمہ نے مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہا ہے:

كم فيه الابصار حسن مدهش ‏ ‏ ‏ ‏ كم فيه الارواح راح مسكر

''آپ کی ذات مقدس میں بے حد ایسا حسن ہے جو کہ بہت سی بینائیوں کو متحیر کرتا ہے۔ یعنی آپ کے حسن سے بینائیوں کو دہشت ہوتی ہے۔ وہ متحیر ہو جاتی ہیں — آپ کی ذات میں بہت سی ایسی صفات ہیں کہ دیکھنے والوں کی روحوں کے لیے نشہ آور شراب ہے۔ وہ ان کو دیکھ کر بے خود ہو جاتے ہیں جیسے شراب سے بے خودی ہوتی ہے۔

سبحان من انشاء من سبحاته ‏ ‏ ‏ ‏ بشرا باسرار الغيوب يبشر

قاموس میں ہے سبحات مضمتين وجه الله وانواره اور صحاح میں سبحات کا معنی جلالت الٰہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو جمیع عیوب سے پاک ہے' اس نے اپنے انوار سے ایسے بشر کو پیدا کیا ہے جو کہ غیبوں کے اسرار سے بشارت دیتا ہے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یاجابر ان الله تعالیٰ قد خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره

اس حدیث کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے۔ ''مواہب لدنیہ'' جلد اول میں بھی یہ حدیث شریف بیان ہوئی ہے۔

تاسوہ جھلا بالغزال تغزلا　　　هیهیات یشبهه الغزال الاحور

شعراء نے جہالت سے غزال سے تشبیہ دی ہے۔ ان کو تشبیہ کا توہم آپ کے اور غزال کے درمیان ہوا ہے—— یہ امر بعید ہے کہ آپ کو اس غزال سے تشبیہ دی جائے کہ وہ ایک حیوان ہے اور اس کی آنکھوں کی سپیدی اور سیاہی شدت سے ہے—— احور' حور سے بہ فتحتین ہے۔ کہ آنکھ کی شدت سپیدی و سیاہی کو کہتے ہیں۔

هذا وحقك ماله من مشبه　　　داری المشبه بالغزالة یکفر

هذا کا معنی خذ ہے یعنی امر کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی لو ہے۔ یہ کلمہ وہاں لاتے ہیں جہاں فصل کلام مراد ہوتا ہے۔ اور ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف انتقال مقصود ہوتا ہے—— آپ کی ذات مبارک کی قسم ہے کہ غزال کو آپ کے ساتھ کچھ مشابہت نہیں ہے۔ جو شخص غزالہ یعنی آفتاب کے ساتھ آپ کو تشبیہ دیتا ہے وہ ان نعمتوں کا کفران کرتا ہے جو اسے پہنچی ہیں۔ اس نے اس شے سے آپ کو تشبیہ دی ہے جس کی آپ کے اور اس شے کے درمیان کچھ نسبت ہی نہیں ہے—— یہاں کفر سے مراد خلاف ایمان نہیں ہے۔

یاتی عظیم الذنب فی تشبیهه　　　لو لا لرب جماله یستغفر

یعنی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزال یا آفتاب سے تشبیہ دیتا ہے' وہ عظیم گناہ کرتا ہے۔ اگر رب جمال سے استغفار نہ کرے گا تو کافر ہو جائے گا۔ جواب قسم محذوف ہے۔ وہ یہ ہے کہ کافر ہو جائے گا۔

فخر الملاح لحنهم وجمالم　　　و بحنه کل المحاسن تفخر

ملیح حسین کو کہتے ہیں یعنی حسینوں کو اپنے حسن و جمال پر فخر ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سے کل محاسن فخر کرتے ہیں۔ چنانچہ کوئی شے آپ کے حسن کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی جو آپ کے اور اس شے کے درمیان مناسبت ہو۔

فجماله مجلی لکل جمیلة　　　وله منار کل وجه نیه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال جہاں آراء ہر ایک صفت جمیلہ کا محل ظہور ہے۔ اس لیے کہ آپ کا جمال کل محاسن ہیں۔ جو شے منافی کمال ہے اس کا مطلق شائبہ آپ کے جمال میں نہیں ہے۔ بخلاف آپ کے غیر کے جس وقت اس کا جمال صفات جمیلہ کو شامل ہوتا ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس کا مغائر وصف اس کی صفات کو چھپا دیتا ہے—— چنانچہ اس جمال کا ظہور ممتنع ہوتا ہے۔

آپ کے لیے منارہ کمال ہے کہ ہر ایک چہرہ اس سے منور ہے۔ یعنی آپ کے جمال کے نور سے کل انوارِ جمال اقتباس کیے ہوئے ہیں—— منارہ وہ علامت جو راستہ کے پہچاننے کے لیے نصب ہوتی ہے۔

جنات عدن فی جنی جناته　　　وو لیله ان المراشف کوثر

جنتوں کی وہ نعمتیں جنہیں بندہ آخرت میں پائے گا' وہ اس قسم سے نہیں ہے کہ آپ کے علوم اور معارف سے بندے نے

اقتباس کیا ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ جو شے ہونٹوں سے چوسی جاتی ہے اور قیامت کے دن تشنگی زائل کرنے کے لیے نہر کوثر ہے۔ اس کے لیے آپ کے رب نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اس میں کثیر فائدہ ہے۔ یہ شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سپید اور برف سے زیادہ نرم ہے۔ وشخص کوثر سے پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

هيهات الهو عن هواه بغيره والغير فی حشر الاجانب يحشر

یہ امر بعید ہے کہ میں آپ کی محبت اور میل سے بے شغل رہوں اور آپ کے غیر کی محبت میں مشغول رہوں۔ حال یہ ہے کہ اجنبی لوگوں کے گروہ میں حشر کیا جائے گا —— مجھے تو آپ کی محبت کا شغل ہے میں آپ کے گروہ میں محشور رہوں گا۔

كتب العزام علی فی اسفاره كتبا تؤول بالهوىٰ وتفر

''عزام' شیفتگی' مشاقی اور آرزومندی۔ ھوی' میل' خلوص اور محبت —— معنی یہ ہے کہ عزام کی جو بڑی بڑی کتابیں ہیں' ان میں عزائم مجھ پر لکھی گئی ہے یا مجھ پر فرض کی گئی ہے۔ جو کثیر احکام عزام کے ہیں' وہ مجھ پر فرض کیے گئے ہیں۔ وہ احکام خالص محبت سے تاویل کیے جاتے ہیں اور ان کی تفسیر خالص محبت سے کی جاتی ہے۔

مذع الدعی وما اوعاه فی الهوىٰ فدعيه بالبحر فيه تهجر

دع صیغۂ امر ہے۔ اس کا معنی ہے ''چھوڑ دی''۔ دعی' وہ شخص جو ایک قوم سے نہ ہو اور وہ اپنے آپ کو اس سے منسوب کرے —— هجر بالضم' ہذیان' جو بیماری کے باعث لاحق ہوتا ہے —— شعر کا معنی یہ ہوا کہ جو شخص محبت میں زبانی جھوٹے دعوے سے اپنے آپ کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے' تو اس کو چھوڑ دے —— اس لیے کہ جو شخص جھوٹی محبت سے اپنے آپ کو اہل محبت سے شمار کرتا ہے' وہ ہذیان سے یہ دعویٰ کرتا ہے —— اور هجر کا معنی یہ بھی ہے کہ ہاجرہ کے وقت راہ چلا۔ جو شدت حرارت کا وقت ہے۔ زبانی مدعی محبت کو اس شخص سے تشبیہ دی ہے جو شدت حرارت کے وقت راستہ چلے۔ اور اپنے نفس کو تکلیف میں ڈالے اور اس تکلیف سے نفس کو دکھ دے جس پر اسے اب اور آئندہ ملامت کی جائے۔

وعليك بالعلم العليم فانه لخطيبه فی كل خطب منبر

علم' وہ علامت جو راستہ کے پہچاننے کے لیے قائم کی جائے —— علیم' کثیر العلم۔ معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کثیر علم ہیں۔ ان کا اتباع اپنی ذات پر لازم کرلو۔ اس لیے کہ آپ ہر ایک امر عظیم میں اپنے خطیب کے لیے مثل منبر ہیں —— خطیب کی شانِ خطابت کا اظہار منبر سے ہوتا ہے۔

عليك کا معنی الزام ہے۔ یعنی اپنی ذات پر لازم کرلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر انور:

پڑ گئی جس پہ محشر میں بخشا گیا دیکھا جس سمت' ابر کرم چھا گیا
رخ جدھر ہو گیا' زندگی پا گیا جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا

اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

فرقِ مطلوب و طالب کا دیکھے کوئی قصۂ طور و معراج سمجھے کوئی

کوئی بے ہوش' جلووں میں گم ہے کوئی کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی

آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصر شریف[1] کا وصف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے اس ارشاد سے فرمایا:

ما زاغ البصر وما طغیٰ

''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شے دیکھی' آپ کی بصر شریف نے اس سے دوسری چیز کی طرف میل نہیں کیا' اور اس کو متجاوز نہیں کیا — بلکہ اسے اثبات صحیح یقینی سے ثابت دکھایا — یا یہ معنی ہے کہ جن عجائبات کے دیکھنے کے لیے آپ کو امر کیا گیا تھا' ان سے عدول اور تجاوز نہیں کیا۔ جیسا کہ بیضاوی میں ہے۔

تاریکی میں دیکھنے کا عالم:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی تاریکی میں ایسا دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں دیکھتے تھے — اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریکی میں ایسا دیکھتے تھے جیسا کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

پیٹھ پیچھے سے دیکھنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ میری مواجہت اسی جگہ ہے کہ میں اس جگہ تم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارا رکوع اور سجود مجھ پر مخفی نہیں رہتا ہے۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔''

اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں — تم لوگ رکوع و سجود میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔ میں تم لوگوں کو اپنے سامنے اور اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔''

ارشاد باری تعالیٰ: **الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین** میں مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] بصر وہ نور ہے جس کے سبب جارحہ مبصرات کا ادراک کرتا ہے جیسا کہ مصباح میں ہے۔ یہ متکلمین کے قول کے معنی میں ہے کہ بصر وہ قوت ہے جو آنکھ میں ودیعت کی گئی ہے۔ یہ صریح ہے کہ بصر آنکھ میں ایک شے ہے جو مخلوق کی گئی ہے، آنکھ پر زیادہ ہے۔

علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے سے نمازیوں کو صفوں سے ایسا دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے سے ان کو دیکھتے تھے —— اس حدیث کو حمیدی نے اپنی مسند میں اور ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

یہ روایت جو حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد کی حدیث میں ہے۔ ادراک کی روایت ہے[1] اور مطلق روایت (جس کے ساتھ وصف مقید نہیں کیا جاتا ہے) وہ اہل حق کے نزدیک اس آلہ کے وجود پر موقوف نہیں ہے جو آنکھ ہے —— اور نہ وہ روایت وجود شعاع پر موقوف ہے، اور نہ مقابلہ شے پر موقوف ہے —— یہ ادراک جس کی یہ تفسیر کی گئی ہے، قدیم عالی کی نسبت کے سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ، ہے۔[2]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مخلوق کی روایت جو ہے مخلوق کی روایت کی صفت قوت حاسہ اور شعاع اور مقابلہ شے پر موقوف ہے۔ اس لیے پیٹھ کے پیچھے سے نمازیوں کو دیکھنا آپ کے خرق عادات سے آپ کے حق میں تھا۔ آنکھ میں بصر کا پیدا کرنے والا اس بات پر قادر ہے کہ آنکھ کے غیر میں بصر پیدا کر دے۔

چنانچہ یہ کہنا جائز ہوگا کہ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس میں بصر کی قوت غیر آنکھ میں پیدا کر دی تھی —— آپ اپنے پیچھے سے اس آلہ بصر سے دیکھتے تھے کہ آپ کے جسد مبارک سے کسی محل میں ہوتا۔

حرابی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نشانی کو اس شے پر دلالت کیا تھا کہ آپ کی حقیقت امر میں تھی کہ باطن علم کی وسعت کی وجہ سے اور معرفتِ الٰہی کی وجہ سے آپ کو اطلاع تھی۔ جبکہ اپنے صحابہ سے اپنے رب کی تعریف کی۔ یعنی آپ نے لوگوں کو اس طور پر تبلیغ رسالت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں ایک ہے۔ اور اس امر کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اور اس کے سوا جو اس کی ذات کے ساتھ لائق ہے۔

لوگوں سے آپ نے ان کمالات کی تعریف نہیں کی جو آپ کی ذات اقدس میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس شے پر مطلع فرمایا جو آپ کے سامنے تھی۔ اور وہ شے ان اشیا سے تھی جن کا ظہور امر الٰہی سے ہوا تھا —— یا جو شے آپ کے سامنے تھی، اس لیے مراد ہے —— یہ شے ان اشیاء سے تھی جو امر الٰہی سے پہلے موجود ہوئی تھی اور اس وقت کے سوا جس میں آپ موجود تھے، اللہ تعالیٰ نے اس شے پر آپ کو مطلع فرمایا۔ جس کا وجود آپ کے زمانہ سے متاثر ہوگا۔ یعنی قیامت تک جو شے ہوگی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمایا —— جبکہ ادراک مدرکات قلوب کا احاطہ اس حالت پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس کی مثل عیون میں مدرکات کیا۔ یعنی آپ کی چشمان مبارک ظاہری اشیاء کو اس طور پر ادراک نہیں کرتیں جس طور پر آپ کا قلب مبارک ادراک اسرار کرتا تھا —— چنانچہ آپ پیٹھ مبارک کے پیچھے سے محسوسات کو دیکھتے تھے۔ جیسے کہ

---

[1] یعنی ان خاص الصیار حقیقی کی روایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں اور آپ کے خرق عادات سے ہیں۔

[2] مصنف نے اس تعریف روایت سے شاید لوگوں کے رد کا قصد کیا ہے جنہوں نے یہ زعم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو اصلاً بلا روایت ادراک کرتے تھے بلکہ مجرد علم کے ساتھ ادراک فرماتے تھے —— یا اس طور پر کہ آپ کے اصحاب کے فعل کی وحی کی جاتی تھی —— یا آپ کو الہام کیا جاتا تھا۔
حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس قول میں نظر ہے۔ اس لیے کہ اگر علم مراد ہوتا تو آپ اس کو اس لفظ سے مقید نہ فرماتے کہ "میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔"

آپ محسوسات کو اپنے سامنے سے دیکھتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ کی یہ صفت خرق عادت سے تھی۔

اور وہ غریب امر جسے لوگ نہیں پہچانتے' یہ ہے کہ جسے زاہدی بختیار محب بن محمود شارح قدوری نے اپنے رسالہ ناصریہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے روزن کی طرح دو آنکھیں تھیں۔ آپ ان دونوں سے دیکھتے تھے۔ اور لباس پہننے سے ان کا حجاب نہیں ہوتا تھا۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی صورتیں آپ کے سامنے کی دیوار پر منطبع ہو جاتی تھیں۔ جیسے کہ لوگوں کی صورتوں کے عکس آئینہ میں منطبع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کی مثالی صورتوں کو اس دیوار پر دیکھ لیتے تھے اور ان کے افعال کا مشاہدہ فرما لیتے تھے ـــــ یہ بات اسی وقت قابل قبول ہو سکتی ہے جبکہ شارع علیہ السلام سے بطریق صحیح اس کی روایت نقل ہوئی ہو ـــــ ورنہ اس مقام پر محض رائے زنی مناسب نہیں۔ وہ بھی صرف اس بنیاد پر کہ اس روایت کو جو بغیر آلہء بصر کے ثابت ہو رہی ہے' آپ کے معجزات پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

کچھ کے خیال میں اس رواۃ سے مراد روایت قلبی ہے ـــــ کچھ اور لوگوں نے اس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ کیفیت افعال وحی یا الہام کے ذریعے آپ کو معلوم ہو جاتی تھی ـــــ ان تمام باتوں میں صحیح ترین بات وہی ہے جو سب سے پہلے بیان کی گئی۔

اس شخص کی بات پر اشکال وارد ہوتا ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ اس سے مراد وہ علم ہے جسے علامہ ابن جوزی نے اپنی ایک کتاب میں کسی سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انی لا اعلم ماوراء جداری هذا

یعنی "میں اس سے بھی واقف نہیں ہوں جو میری اس دیوار کے پیچھے ہے۔"

اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس سے آپ کا غیب کی باتوں کو نہ جاننا ثابت ہوتا ہے۔ پھر ان دونوں باتوں کا جمع ہونا کس طرح ممکن ہے؟ ـــــ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلی حدیثوں سے بظاہر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ کا غیب کی باتوں کو مشاہدہ کرنا نماز کی حالت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس صورت میں مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا ـــــ لیکن جب ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اس ادراک سے مراد ادراک بالبصر ہی ہے جو کہ درست بھی ہے تو اس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں علم کی نفی صرف غیب کی باتوں کے ساتھ مخصوص ہو گی اور یہ تو مشاہدہ سے ثابت ہو رہی ہے۔

"مقاصد حسنہ" میں علامہ حافظ شمس الدین سخاوی نے جو روایت لکھی ہے: **ما اعلم ماخلف جداری هذا**۔ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں ـــــ حالانکہ خود علامہ ابن حجر نے تخریج احادیث رافعی کی تلخیص میں خصائص نبوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

ویری صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من وراء ظهره کمایری من قدامه

یعنی ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنے پیچھے کی چیزوں کا اس طرح مشاہدہ فرماتے تھے جس طرح اپنے سامنے کی چیزوں کا۔''

یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے سوا اور لوگوں سے مروی ہے۔

وہ تمام حدیثیں وہ اس بارے میں آئی ہیں نماز کی حالت کے ساتھ مختص و مقید ہیں۔ اور اسی طرح ان روایتوں کو آپ کے ارشاد: لاأعلم ماوراء جداری هذا کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے — ہمارے شیخ نے کہا کہ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث مذکورہ ضرور وارد ہوتی ہے' اور اس کی اصل بھی موجود ہے۔ چونکہ دونوں باتیں ایک محل کے ساتھ وابستہ نہیں اس لیے ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں اگر مزید ایک اور اشکال پیش کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی حالت سے قطع نظر بہت سی ایسی باتوں کی نسبت پہلے ہی خبر دے دی تھی جن میں سے بعض کا تعلق آپ کے زمانہ سے تھا' اور بعض کا آپ کے زمانہ مابعد سے — چنانچہ وہ تمام باتیں اپنے اپنے وقت پر بعینہٖ ظہور پذیر ہوئیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علم غیب کی نفی اصل وضع پر وارد ہوئی ہے — اور یہ حقیقت ہے کہ غیب کا علم ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور جو باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر انبیاء اور اولیاء کی زبانوں سے غیب کے متعلق جاری ہوئی ہیں' وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔ جن سے وہ اپنے پسندیدہ بندوں کو وحی یا الہام کے ذریعے واقف کرا دیتا ہے' اور وہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے جس میں یہ صراحت آئی ہے:

انه لما ضلت ناقته..........

یعنی ایک مرتبہ جب آپ کی اونٹنی گم ہوگئی تو ایک منافق نے کہا:

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تمہیں آسمانی خبریں بتاتے ہیں — حالانکہ وہ یہ بات تک نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں گم ہوگئی۔''

جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

والله انی لااعلم الا ما علمنی ربی..........

یعنی ''حقیقی بات تو یہی ہے کہ میں سوائے ان باتوں کے کچھ نہیں جانتا جن سے میرا رب مجھے واقف کرا دیتا ہے — چنانچہ اب اللہ رب العزت نے مجھے بتلایا ہے کہ وہ اونٹنی کس جگہ موجود ہے۔ اس کی مہار ایک درخت میں پھنس جانے کی وجہ سے محبوس ہوگئی ہے۔''

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مقام پر پہنچے تو اونٹنی کو اس مقام پر ویسے ہی پایا جیسا کہ آپ نے بتایا تھا۔

لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ انہی کو جانتے تھے جن سے اللہ تعالیٰ آپ کو واقف کرا دیتا تھا۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب ''شفاء'' میں بیان کیا ہے:

انہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کان یری فی الثریا احد عشر نجما و عند السھیلی اثنی عشر نجما ۔

یعنی ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثریا پر گیارہ (بروایت سہیلی بارہ) ستارے دیکھا کرتے تھے —— ابوہالہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے تھے۔ نظر کو پست کیے ہوئے بہ نسبت آسمان کے آپ کی نظر مبارک زمین پر زیادہ رہتی تھی —— دیکھتے وقت عموماً آپ چشم مبارک نہایت کھلی رکھتے تھے۔ جسے عربی میں ملاحظہ کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ مفاعلہ سے لحظہ سے مشتق ہے۔ ملاحظہ محاورہ عرب میں ترچھے انداز پر دیکھنے کو کہتے ہیں۔ جس کی حالت سینہ کی طرف رہے اور وہ حالت جو ناک کی طرف مائل ہو اسے ماق کہتے ہیں۔ حدیث پاک ہے:

اذا التفقت جمیعاً ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نظر بچا کر نہیں دیکھتے تھے۔

اوجِ تابِ نگاہِ رسا پر درود   بے تجھک دیدِ عینِ خدا پر درود
معنیٔ آیۂ ماطغیٰ پر درود   ''نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود

اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کی طرف دیکھتے تو دائیں بائیں طرف اپنی گردن نہیں پھیرتے تھے جیسا کہ یہ فعل کسی غضب ناک اور منفعل آدمی کا ہوتا ہے۔ لیکن جب آپ متوجہ ہوتے تو سامنے بھی آپ پوری طرح سے رخ کرتے اور پیچھے بھی پوری طرح سے —— ابن اثیر نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

آنکھیں حضور کی ہیں کہ رحمت کے میکدے   ہر ہر نظر ہے نشۂ ایمان لیے ہوئے (کاوش)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بروایت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آپ کا حلیہ مبارک اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں مبارک بڑی بڑی اور پلکیں لانبی لانبی تھیں' اور آنکھوں میں سرخی کی آمیزش تھی —— بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔——

وہ حسین چشم مازاغ و احسن مژہ   کوکب صبح پر سب کا دامن مژہ
لطف کے در پہ بخشش کی چلمن مژہ   ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ

ظلہء قصر رحمت پہ لاکھوں سلام

رحمت ابر باراں پہ برسے درود   ماحیء فردِ عصیاں پہ برسے درود
شبنم لطف احساں پہ برسے درود   اشک باریء مژگاں پہ برسے درود

سلکِ درِّ شفاعت پہ لاکھوں سلام

حضرت جابر ابن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضلیع الفم اشکل العینین

یعنی ''آپ نے کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ دہن، بڑی آنکھوں والے تھے۔ آپ کے قدم پر گوشت نہیں تھا۔ ایڑیاں پتلی پتلی تھیں —— اسے امام مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے:

کعبہ دین و دل یعنی نقش قدم | جن کی عظمت نہیں عرش اعظم سے کم
ہر بلندی کا سر ہو گیا جس پہ خم | کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم

اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

لفظ شکلۃ سے مراد وہ سرخی ہے جو آنکھ کی سفیدی میں ہوتی ہے۔ جو نہایت یہ ستودہ اور پسندیدہ وصف ہے۔ شکلۃ کی مذکورہ توضیح ٹھیک اور صحیح ہے نہ کہ وہ تفسیر جسے بعضوں نے بیان کیا ہے کہ شکلۃ کے معنی آنکھ کے کناروں کا دراز ہونا ہے —— حافظ عراقی نے کہا کہ یہ وصف آپ کی نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا اور کہا:

کان صلی اللہ علیہ فی وجهه تدویر ابیض مشرب بحمرة.........

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور میں قدرے گولائی تھی اور آپ کا رنگ گورا تھا۔ جس میں سرخی شامل تھی۔

یہ سراپا حسین، رب ہے مطلق جمیل | اب نہیں اس میں گنجائش قال و قیل
یہ بھی اک ایک ہے جیسے رب بے دلیل | بے سہیم وقسیم و عدیل و مثیل

جوہر فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

چشمان مبارک نہایت خوب صورت بڑی بڑی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تبلیغ کے لیے یمن بھیجا۔ وہاں پہنچ کر جب میں وعظ کرنے لگا تو ایک یہودی عالم جو کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جسے وہ پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا:

صف لی ابا القاسم! ''تم مجھ سے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حلیہ بیان کرو۔''

میں نے کہا: لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر

یعنی ''نہ تو آپ بہت لمبے ہیں اور نہ بہت ہی چھوٹے قد کے۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اس نے کہا:

''تم نے یہ کیا کہا؟ یہ وہ بات ہے جو مجھے یاد آ گئی۔ کیا ان کی آنکھوں میں کچھ سرخی بھی ہے؟ اور کیا آپ خوب صورت داڑھی والے؟''

اس کے بیان کی تصدیق میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''بخدا یہی آپ کا وصف ہے۔''

اس نے کہا:

''میں نے اپنے بزرگوں کے صحیفوں میں ایسا ہی دیکھا ہے لہٰذا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اللہ کے وہ پیغمبر ہیں جو تمام نوع انسانی کی ہدایت کے لیے معبوث ہوئے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت شریف:

وصف گوش نبی اور میں کج مج زبان — ہے سجود القمر اسمع جن کی شان
جن پہ قربان حسن سماعت کی جان — دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت کے بارے میں آپ کی وہ حدیث بڑی جامع اور حاوی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

انی اریٰ مالا ترون و اسمع مالا تسمعون ۔

یعنی آپ نے فرمایا: ''میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ باتیں سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے۔[1] آسمان چپل گیا ہے اور اس میں یہ امر محقق ہو گیا ہے کہ اس کی وسعت میں کوئی جگہ چار انگلیوں کے مقدار میں نہیں ہے جہاں فرشتوں نے سجدہ نہ کیا ہو۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے۔

ابونعیم نے حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ

بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اصحابہ اذا قال لھم تسمعون ما اسمع ......

یعنی ایک مرتبہ آپ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ یکایک فرمانے لگے:

''کیا تم وہ سن رہے ہو جو کچھ کہ میں سن رہا ہوں۔''

---

[1] نزھۃ المجالس، جلد ۲، ص ۱۵۸ پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: ''بے شک میں چاند کے سجدے کی آواز عرش کے روبرو سنتا ہوں، اس وقت جبکہ میں شکم مادر میں تھا۔''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں تو کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا۔''

آپ نے ارشاد فرمایا:

انی لاسمع اطیط السماء.........

یعنی ''میں آسمانوں کی گونج سن رہا ہوں'' —— اور اس میں وہ لائق ملامت نہیں۔ کیونکہ ان میں ایک بالشت بھی جگہ خالی نہیں کہ جہاں فرشتے قیام وسجود (عبادت الٰہی) میں مشغول نہ ہوں۔

پیشانی مبارک:

جس کے چہرے پہ جلوؤں کا پہرا رہا　　نجم و طٰہٰ کے جھرمٹ میں چہرہ رہا
حسن جس کا ہر اک چھب میں گہرا رہا　　جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

آپ کی پیشانی مبارک کا وصف یہ تھا کہ آپ کی پیشانی مبارک نہایت کشادہ اور ابروئے مبارک باہم متصل تھے —— حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی بیان کیا جسے ابن سعد اور ابن عساکر نے ذکر کیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ابروئے مبارک آپس میں متصل' عرض وطول میں کشادہ اور باہم ملے ہوئے تھے۔ پیشانی مبارک کشادہ اور وسیع تھی۔''

بیہقی میں ایک صحابی سے یہ روایت ذکر ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کا جسم اطہر بڑا ہی خوب صورت ہے اور جبیں مبارک نہایت کشادہ اور ابروئے مبارک باریک باریک (خوشنما)۔''

واللہ در القائل خوشا بختے کہ قائلے گفت

جبینه مشرق من فوق طرته　　یتلوا الضحی الیله واللیل کا فرة
بالمسك خطت علی کافور جبیهته　　من فوق نوناتها سینا ظفائرة
مکمل الخق مانحصی خصائصه　　منضر الحسن قد قلت نظائره

آپ کی جبیں مبارک اپنی چمک اور نورانیت کی وجہ سے عمامہ کے کناروں کو روشن ونمایاں کر رہی ہے۔ اور عمامہ کے کنارے اس روشنی پر حائل ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ صبح کے تڑکے وقت کو اخیر رات کی تاریکی نمایاں ہونے سے مانع ہوتی ہے۔ آپ کے گیسوئے مبارک جب آپ کی معطر کافوری پیشانی پر آ پڑتے ہیں تو اس سے مشک وعنبر کی خوشبو مہک اٹھتی ہے۔ جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے آپ ایسے کامل واکمل تھے کہ جس کی خصوصیات بیان سے باہر ہیں۔

آپ کی خوب صورتی اور پُر نشاط چہرۂ اقدس کی تروتازگی عدیم المثال تھی۔

ابن ابی ہالہ نے کہا ہے کہ ازج الحواجب کی تفسیر یہ ہے کہ ابرو مبارک کے بال نہایت گھنے اور دراز تھے ——— اور لفظ المقوس کا مفہوم یہ ہے کہ ابروئے مبارک کمان کی طرح خمیدہ تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سوابع کی تفسیر یہ ہے کہ بھنوؤں مبارک میں گھنے بال تھے۔ دونوں بھنوؤں میں زیادہ فصل نہیں تھا۔ اور ان کے درمیان ایک رگ حائل تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی جیسا کہ دودھ سے پُر ہونے کی حالت میں تھن ابھر جاتے ہیں ——— اسے ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔

لامکاں کی جبیں بہر سجدہ جھکی ‏ ‏ رفعت منزل عرش اعلیٰ جھکی

عظمت قبلۂ دین و دنیا جھکی ‏ ‏ جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی

ان بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

مقاتل ابن حیان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی:

اسمع واطع یابن الطاهرة البكر البتول.........

''اے پاک دامن' کنواری' دنیا سے بے رغبت عورت کے بیٹے' سن اور اطاعت کر! کہ میں نے تجھے بن باپ کے پیدا کیا اور تمام اہل جہان کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا ——— لہٰذا میری ہی عبادت کر اور مجھ پر ہی بھروسا رکھ۔ اور اہل سوران کو خوش خبری سنا دے کہ:

انی انا اللہ الحی القیوم لا ازول صدقوا النبی الامی.......

یعنی میں ہی خدائے حی و قیوم ہوں۔ میں ہمیشہ سے ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔ تمہیں چاہیے کہ نبی امی پر ایمان لائیں جو اونٹ پر بیٹھنے والے ہیں ——— زرہ زیب تن کرنے اور عمامہ باندھنے والے ہوں گے۔ اور جن کے پیر میں نعلین اور ہاتھ میں عصا ہوگا ——— جن کے بال گھنگریالے اور پیشانی کشادہ ہو گی ——— ابرو ملے ہوئے' پلکیں لانبی لانبی سیاہ ہوں گی اور آنکھیں بھی بڑی بڑی سیاہ ہوں گی۔ ناک اونچی' رخسار بھرپور اور ریش مبارک گھنی ہو گی ——— چہرۂ اقدس پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے ہوں گے' اور اس کے پسینے کی خوشبو مشک کی طرح مہکتی ہو گی۔ ان کی وضع دار گردن چاندی کے ابریق کی مثل ہو گی۔''

اس سے گردن کی صفائی اور متوسط طول مراد ہے۔

جن الفاظ سے ابن ابی ہالہ نے آپ کا وصف کیا ہے وہ اس کے مخالف ہے جو مقاتل ابن حبان کی حدیث میں ہے ——— ابن ابی ہالہ نے آپ کی ابرو مبارک کے وصف میں کہا ہے:

سوابغ من غیر قرن ——— ''آپ کے ابروئے مبارک کامل تھے' ان میں اتصال نہیں تھا۔

ام معبد نے کہا ہے: ——— ازج اقرن یعنی مقرون الحاجبین۔

ابن اثیر نے کہا ہے کہ اول قول سوابع من غیر قرن آپ کا صحیح وصف ہے۔

اور ناک کی تعریف میں اقنی کا معنی یہ ہے کہ ناک طویل تھی' نتھنے باریک تھے' اس کے وسط میں ابھار تھا یعنی بلندی تھی۔

اوج تاب رسا پہ درود — بے جھجک' دید عینِ خدا پر درود
معنی آیۂ ماطغیٰ پر درود — نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود

اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی میں یہ روایت ہے:

وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام دقیۃ العرفین ۔

یعنی ''آپ کی ناک پتلی اور بلند تھی۔[1] اسے ابن سعد اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے — ابن عساکر کی ایک اور روایت میں ابن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے' جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ یہ صحابی کی صحابی سے روایت ہے — آپ کے وصف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

اقنی الانف — نہایہ میں اس کی تفسیر ''سائل'' کی گئی ہے۔ یعنی وسط بینی مرتفع — ابن ابی ہالہ نے کہا ہے:

اقنی العرنین لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتا ملہ اشم

یعنی ''آپ کی ناک کا متوسط حصہ بلند تھا' اس پر نور ابھرا ہوا تھا۔ جو شخص دیکھتا اور تامل نہ کرتا تو وہ اشم گمان کرتا۔[2]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری نے حدیث میں کہا ہے:

وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام ضخم الکرا دیس ۔

یعنی ''آپ کی ہڈیوں مبارک کے جوڑ عظیم تھے'' — جیسا کہ اس وصف کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترمذی کی حدیث میں آپ کا وصف کیا ہے۔ ترمذی میں آپ ہی دوسری روایت یوں ہے:

جلیل المشاش والکتدنشاش ۔

یعنی ''آپ کے گھٹنوں' کلائیوں اور شانوں کے جوڑ عظیم تھے یعنی قوی تھے۔ اور یہ نجابت کی علامت ہے۔

اکثر صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف اس طور پر بیان کیا ہے:

کان عظیم الھامۃ ''آپ کا سر اقدس عظیم تھا مگر متوسط۔''

---

[1] اس کا اوّل حصہ اس طور پر تھا کہ اس پر ابھار تھا — وہ حصہ وہ ہے جو ابروؤں کے نیچے ہے یا یہ مطلب ہے کہ ناک کی ہڈی کا جو حصہ سخت ہوتا ہے، اس میں ابھار تھا — اس وصف سے اشراف وصف کیے جاتے ہیں کہ ان کی ناک اونچی ہوتی ہے۔ اور اپنے ہم عصر لوگوں میں انہیں بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس وصف سے اس شخص سے کنایہ کیا جاتا ہے کہ جو اپنی قوم میں عزیز اور محسود ہوتا ہے۔

[2] اشم کا معنی قصبہ انف کا طول اور اعلیٰ حصہ مستوی اور نتھنوں کا جدا ہونا — یا یہ کہ شمم کا معنی ناک کا طول، اس کی بلندی اور باریکی کے ساتھ اول معنی صحیح ہے۔

ابن ابی ہالہ کی مشہور حدیث میں ایسا ہی ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے۔

بیہقی نے روایت کیا ہے:

ضخم الراس ۔ ''آپ کا سر مبارک بڑا تھا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہن یعنی منہ مبارک:

جس کے عالی مقالات وحیٔ خدا — جس کے غیبی اشارات وحیٔ خدا
جس کے الفاظ آیاتِ وحیٔ خدا — وہ دہن جس کی ہر بات وحیٔ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

آپ کے دہان مبارک کی ظاہری اور باطنی صفت اس میں دانت اور رخسار دونوں داخل ہیں۔ دہان کی وہ حقیقت مراد ہے جو خالی ہے۔ آپ کے دہان مبارک میں غایت رونق اور کمال تھا۔

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ان کان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ضلیع الضم

''آپ کا دہان مبارک فراخ اور عظیم تھا۔''

اس صفت سے فصاحت سے کنایہ ہے۔ عرب لوگ دہان کی فراخی اور عظمت کی مدح کرتے ہیں۔ اور دہان کی تنگی کو مذموم سمجھتے ہیں۔

ایسا ہی وصف ابن ابی ہالہ نے کیا ہے اور بعض طریق احادیث میں یہ اضافہ کیا ہے:

یفتح الکلام و یختمہ باشداقہ [1]

آپ جب کلام کو شروع فرماتے اور اپنے اشداق سے اسے ختم کرتے تھے۔ یعنی نہایت فصاحت سے اول و آخر کلام ہوتا تھا۔ شمر ابن عطیۃ الاسدی الکاہلی الکوفی نے کہا ہے کہ ضلیع الضم کا معنی یہ ہے کہ آپ کے دانت بڑے بڑے تھے —— اس بات پر اعتراض کیا گیا ہے کہ دانتوں کا بڑا ہونا عیب ہے —— اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قائل کی مراد یہ ہے کہ آپ کے دانت سخت اور مضبوط اور کامل تھے اور بعض کے نزدیک ضلیع الضم سے مراد دہان مبارک کی فراخی ہے اور اس کی عظمت عظیم الاسنان سے مراد دانتوں کا بڑا ہونا نہیں ہے۔

بزار اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسیل الخدین ۔

---

[1] شدق بہ کسر شین وفتح سکونِ دال —— دہان کے اطراف کو کہتے ہیں۔ یعنی باچھ، منہ کے اندر کا رخ —— اور بہ فتح شین و دال۔ فراخی کنج دہان۔

''آپ کے رخسار نرم تھے' ابھرے ہوئے نہیں تھے۔'' یہ ہند ابن ابی ہالہ کے اس قول کی مثل ہے:

سيل الخدين واسع الضم ۔

چنانچہ یہ اس امر کی تائید ہے کہ ضلیع کا معنی وسیع ہے۔ اس لیے کہ بعض حدیث بعض حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف ابن ابی ہالہ نے کیا ہے اور ضلیع الضم کے یہ کہا ہے: **اشنب مفلج الاسنان** شنب کا معنی ہے دانتوں کی خوب صورتی اور آب داری —— اور یہ کہ دانتوں کی رقت اور تیزی۔ **مفلج الاسنانس** یعنی آپ کے دانت ایسے نہیں تھے کہ ایک پر دوسرا ہو' بلکہ جدا جدا اور خوب صورت تھے۔

جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **مبلج الثنايا** کہا ہے یعنی چمک دار اور روشن —— یہ فلج کی تفسیر نہیں ہے بلکہ مستقل معنی رکھتا ہے —— اس حدیث کی روایت ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ یعنی یہ صحابی کی روایت صحابی سے ہے —— ابن عساکر کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت **مبلج الثنايا** ہے جس کا معنی ہے شفاف اور چمک دار۔

دندانِ پاک سے ہیں دمکتے گہر بھی ماند — اور لب خراجِ لعل بدخشاں لیے ہوئے

جس کی ضو سے ملے راستے دور کے — دن پھرے بخت شب ہائے مہجور کے

جن سے برسیں گہر حسن مستور کے — جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے

ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم افلج الثنتين ۔''آپ کے سامنے کے دو دانت اور رباعی میں جدائی تھی۔ یعنی ملے ہوئے نہیں تھے۔ فلج اور فرق کا ایک ہی معنی ہے۔

اذا تكلم رءى كالنور يخرج من ثناياه

''جس وقت آپ کلام کرتے تو نور کی مثل دیکھا جاتا کہ آپ کے سامنے کے دو دانتوں سے نکلتا تھا'' ثنایا جمع ثنیہ یعنی سامنے کے اوپر کے دو دانت اور نیچے کے دو دانت —— اس حدیث کو ترمذی نے شمائل میں روایت کیا ہے۔

مسند دارمی اور معجم اوسط و معجم کبیر میں ایسا ہی روایت کیا ہے:

و كان عليه الصلوٰة والسلام احسن عباد الله شفتين و الطفهم ختم فم ۔

''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں آپ کے ہونٹ زیادہ خوبصورت تھے اور حلقۂ دہن مبارک نازک تھا۔''

عارف ربانی محمد وفی علیہ الرحمہ نے آپ کی نعت میں فرمایا ہے:

بحر من الشهد في فيه مرا شفه — ياقوته صدف فيه جواهره

فی بمعنی وہاں۔ مراشف جمع مرشف یعنی چوسنے کی جگہ یعنی ہونٹ۔ یاقوت، کنایہ دہان اور ہونٹ۔ جواہر سے مراد دندانِ مبارک یا الفاظ جو جواہر کی مثل نکلتے ہیں۔۔۔۔۔۔ معنی یہ ہے کہ آپ کے ہونٹ آپ کے دہن مبارک میں شہد کا دریا ہیں، اور آپ کا دہن یاقوت ہے یا ہونٹ یاقوت ہیں۔ وہ ایسی صدف ہیں جس میں آپ کے جواہر ہیں۔ یعنی داندنِ مبارک یا کلام جو جواہر کی مثل ہے۔ جیسے صدف میں موتی ہوتے ہیں۔

موج حسن تبسم میں گل باریاں — اور گل باریوں میں لطافت کی شان
جن میں قدرت کی باریکیاں ہیں نہاں — پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

ابی قرصافہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔ میں، میری ماں اور میری خالہ بیعت میں شریک تھے۔ جس وقت ہم بیعت کر کے لوٹے تو میری ماں نے اور میری خالہ نے مجھ سے کہا:

''اے ہمارے پیارے بیٹے! ہم نے اس شخص کی مثل چہرہ میں احسن اور لباس میں زیادہ پاکیزہ اور کلام میں زیادہ نرم نہیں دیکھا۔ اور ہم نے دیکھا گویا نور آپ کے دہن مبارک سے نکلتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن مبارک:

لعاب دہن مبارک کی صفت یہ تھی کہ ظاہری اور باطنی بیماریوں کو شفا بخشتا تھا۔ کھارا پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔

(۱)

صحیحین میں سہل بن سعد سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم خیبر میں فرمایا:

''کل کے دن میں جھنڈا اس شخص کو ضرور دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔''

صبح جب لوگ بیدار ہوئے تو صبح دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ سب آدمی یہ امید کرتے تھے کہ آپ وہ جھنڈا ہمیں عطا فرمائیں گے۔ آپ نے پوچھا: ''علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کی آنکھیں آ گئیں ہیں، وہ علیل ہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''ان کے پاس کسی کو بھیجو۔''

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ صحابہ کرام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجا۔ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں ساتھ لایا۔ ان کی آنکھوں پر آشوب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور وہ اچھے ہو گئے۔ ان کو یہاں تک صحت ہوئی گویا ان کو کوئی بیماری نہیں تھی۔ یہ حدیث

متفق علیہ ہے یعنی امام بخاری اور امام مسلم نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ کسی لفظ اور معنی میں باہم خلاف نہیں ہے۔

(۲)

آپ کے پاس پانی کا ایک ڈول لایا گیا۔ آپ نے ڈول سے پانی پیا۔ پھر وہ پانی کنوئیں میں ڈلوا دیا گیا۔ راوی نے یہ کہا ہے کہ آپ نے کنوئیں میں کلی ڈالی۔ اس کنوئیں سے مشک کی بو کی مثل بو مہکنے لگی۔ یہ معجزہ ہے —— اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے وائل بن حجر کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ حضرت وائل بن حجر بن مسروق الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ یمن کے بادشاہوں میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے متعدد حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور ان سے دوسرے علماء نے روایت کی ہیں۔

(۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنوئیں میں جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تھا' لعابِ دہن مبارک ڈالا۔ اس کی برکت سے مدینہ منورہ میں کوئی کنواں اس کنوئیں سے زیادہ شیریں نہیں تھا[1] —— اس حدیث کو ابونعیم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قلزم معرفت' نہر عرفاں بنے — بحر توحید' دریائے ایماں بنے
عین سرچشمہ آبِ حیواں بنے — جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے

اس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

(۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشورہ میں اپنے شیر خوار بچوں اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شیر خوار بچوں کو طلب فرماتے اور ان کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالتے' اور ان کی ماؤں سے فرما دیتے:

''رات تک ان کو دودھ نہ پلانا''

آپ کا لعاب دہن مبارک دن بھر ان بچوں کو کفایت کرتا تھا —— اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

جس سے ہیں زندگی یاب جان و جناں — پاتے ہیں رونق تاب جان و جناں
فیض سے جس کے سیراب جان و جناں — جس کے پانی سے شاداب جان و جناں

اس دہن کی تراوت پہ لاکھوں سلام

(۵)

آپ کے پاس عمیرہ بنت مسعود اور ان کی بہنیں بیعت کے لیے داخل ہوئیں۔ یہ پانچ عورتیں تھیں۔ اس وقت آپ قدید[2]

---

[2] قدید: وہ گوشت جو دھوپ میں خشک کیا جاتا ہے۔

کھا رہے تھے۔ آپ نے وہ خشک گوشت ان کے لیے چبایا اور ان کو دیا۔ ہر ایک عورت نے اس گوشت کا ایک ایک ٹکڑا لے کر کھایا۔ مرتے دم تک انہوں نے اپنے منہ میں بدبو نہیں پائی۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عتبہ کے جسم پر پتی نکلی یا سرخ بادہ نکلا۔ آپ نے اپنے دست مبارک پر لعاب دہن مبارک ڈالا اور اسے عتبہ کی پیٹھ اور پیٹ پر پھیرا۔ عتبہ کے جسم میں ایسی خوشبو پیدا ہوگئی کہ ایسی طیب خوشبو کسی سے سونگھی نہیں جاتی تھی —— اس حدیث کو طبرانی نے ام عاصم زوجہ عتبہ بن فرقد سے معجم کبیر اور معجم صغیر میں روایت کیا ہے۔

(۷)

آپ نے اپنی زبانِ مبارک حضرت حسن بن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے منہ میں دے دی۔ اس وقت وہ نہایت پیاسے تھے۔ انہوں نے آپ کی زبان مبارک چوسی یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گئے۔ اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

امام العارفین سدی وفا شاولی کی نیکی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' جس مقام پر انہوں نے یہ اشعار کہے ہیں:

جنی النحل فی فیہ وفیہ حیاتنا   ولکنہ من لی بلثم لثامہ

''آپ کے دہن مبارک میں ایسا شیریں کلام ہے جیسے شہد شیریں ہے اور اس میں ہماری حیات ہے۔ لیکن میرے لیے کون شخص ہے کہ آپ کے دیدار سے میں ظاہری روایت سے حیات کا لطف آپ کے کلام سے اٹھاؤں۔

رحیق الثنایا و المثانی تنفست   اذا قال فی فیح بطیب ختامہ

نبی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت و بلاغت

رحمت حق کی ہونے لگیں بارشیں   دین و دنیا کی لٹنے لگیں دولتیں

کھول دیں جس نے اللہ کی حکمتیں   وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

فصاحت سے طلاقت اور زبان کی جودت مراد ہے۔ اور آپ کے جواہرات الکلم یعنی قلیل الفاظ میں کثیر معانی اور آپ کا بیان بدیع۔

آپ کی بدیعہ حکمتیں ایسی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح خلق اللہ تھے۔ اور کلام میں مخلوق الٰہی سے زیادہ شیریں تھے۔ آپ ایسے شیریں اور لطیف الفاظ سے کلام کرتے تھے کہ سننے والے کا ذہن اس کے معنی کی طرف فوراً پہنچ جاتا تھا —— اور جیسے کہ لوگ عام طور پر سستی سے کلام کرتے ہیں' ان کے برعکس آپ کلام کو سرعت سے ادا کرتے تھے۔ آپ گویائی اور خوش کلامی میں مخلوق سے زیادہ شیریں بیان تھے۔ گویا آپ کا کلام جمیع قلوب کو لے لیتا تھا۔ گویا سننے والوں کے دل آپ کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ جس طور پر آپ چاہتے ان کو پھیرتے تھے۔ آپ کا کلام معجز نظام ارواح کو سلب کر لیتا تھا۔ یعنی سننے والوں کی روحیں اس کی لذت میں محو ہو جاتی تھیں۔

ینظم درالثغر نثر مقوله　　　فیا حسنه فی نثره و نظامه

یعنی جس وقت آپ نثر سے کلام فرماتے' وہ نثر اس موتی کی مثل ہوتی تھی جو اپنے حسن میں بڑا ہوتا ہے اور اسے دل قبول کرتے ہیں۔ اس کلام کا نظام الفاظ اور نثر میں عجیب حسن تھا—— نظم سے مراد یہاں شعر نہیں ہے۔

نیاجی فینجی من نیاجی من الجوی　　　فکل کلیم بره فی کلامه

جوی معنی جوش اور شدت وجد عشق کے سبب یا غم کے باعث—— مطلب یہ ہے کہ جو دل جلا شخص اپنا غم آپ سے عرض کرتا' آپ اس کی شدت غم کو دفع فرما دیتے تھے اور اسے غم سے نجات ہو جاتی تھی۔ لہٰذا آپ کے کلام میں ہر ایک مجروح کی شفا تھی۔

اس نظم کی لذت پہ بے حد درود　　　صاف' شستہ عبارت پہ بے حد درود
حسن طرزِ خطابت پہ بے حد درود　　　اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کی فصاحت ایسی غایت تھی کہ اس کی انتہا ادراک نہیں کی جاتی تھی۔ اس فصاحت کا وہ مرتبہ تھا کہ اس کی غایت کا قرب نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ کی زبان مبارک کی فصاحت ایسی کیوں کر نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تلواروں میں سے آپ کی زبان مبارک کو تلوار کی مثل بنایا تھا۔ یعنی آپ جو بات فرماتے اس کا اثر جانوں میں کامل طور پر ہوتا تھا۔ اور وہ بات رد نہیں کی جاتی—— اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک سے اپنی مراد کو ظاہر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی طرف بلاتا تھا۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: وداعیا الی اللہ۔

آپ اللہ تعالیٰ کے حکم یعنی شرائع الٰہی سے کلام فرماتے تھے۔ آپ کا ناطق ہونا اللہ تعالیٰ کے امر سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بلغ ما انزل الیك من ربك

یا آپ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں سے ناطق ہوتے تھے۔ یعنی وہ کلامت حق بیان فرماتے جو واقعہ کے مطابق ہیں—— اور آپ کا نطق امر الٰہی سے ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کی شان وما ینطق عن الھوی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مراد یا اپنی مراد آپ ذکر حق سے ظاہر فرماتے اور اس کا کشف کرتے تھے جس میں شک نہیں تھا۔

جس وقت آپ تکلم فرماتے' جملہ بندگانِ خدا سے زیادہ فصیح تھے—— جس وقت لوگوں کو وعظ فرماتے' لوگوں کے لیے مخلوق الٰہی سے زیادہ ناصح تھے—— آپ فحش بات نہیں فرماتے تھے—— جو بات کہنے کے لائق نہ ہوتی آپ اسے کلام نہ فرماتے—— غیر مختلط کلام آپ سے صادر نہیں ہوتا تھا۔ جو لوگوں کی سمجھ میں نہ آتا—— آپ کا کلام مبارک ایک شجرۂ طیبہ تھا جس کا ثمر علم تھا۔ سننے والے اس سے لذات روحانی پاتے تھے—— دورانِ کلام آپ کوئی مثل لاتے یا کوئی حجت لاتے تو وہ مثل اور حجت شرع سے ہوتی تھی۔ اور حکمت سے ہوتی تھی۔[1] کوئی بشر آپ کے کلام کے مساوی کلام کی قدرت نہیں رکھتا تھا اور نہ ایسا

---

[1] حکمت، امور محکمہ متقنہ—— اور بیضاوی میں حکمت کا معنی علم کی تحقیق اور علم کا اتقان ہے۔

کلام کرسکتا تھا کہ آپ کے کلام مبارک سے اپنی حلاوت میں جو زیادہ سلیس ہوتا:

☆ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مراد سے اپنی زبان کے ساتھ تعبیر کرے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے ساتھ اپنے بندوں پر حجت یعنی دلیل و برہان اس کے بیان سے قائم کی ہو۔

☆ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے فرائض و اوامر اور نواہی اور زواجر کے مقام لوگوں سے بیان کر دیے ہوں۔

☆ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے' اس کے ساتھ خیر کا وعدہ کیا ہو۔

☆ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے' اس کے ساتھ شر کی وعید کی ہو۔

وہ شخص اس بات کا حق رکھتا ہے کہ از روئے قلب وہ مخلوق سے زبان میں زیادہ فصیح ہو اور بیان میں مخلوق سے زیادہ واضح ہو۔

اوج شانِ فصاحت پہ لاکھوں درود
حسن بیان بلاغت پہ لاکھوں درود

گفتگو کی حلاوت پہ لاکھوں درود
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود

اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان تھی کہ جس وقت آپ کلام فرماتے تو کلامِ مفصل اور مبین سے کلام فرماتے —— گنتی کرنے والا آپ کے کلام کو گنتی کر سکتا تھا —— آپ ایسی سرعت سے باتیں نہیں فرماتے تھے کہ سننے والے کی سمجھ میں نہ آئیں اور اس کو یاد نہ کر لے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طور لے باتیں نہیں کرتے تھے جس طور سے تم لوگ باتیں کرتے ہو۔''

یعنی عجلت سے باتیں نہیں کرتے تھے کہ ایک بات کے ساتھ دوسری بات ہوتی۔ جس سے سننے والے کو التباس نہ ہوتا —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی باتیں ہوتی تھیں جن کو قلوب سمجھتے تھے۔ اگر کوئی شخص گنتی کرنا چاہتا وہ ضرور ان باتوں کا شمار کر سکتا تھا۔ آپ ایک کلمہ کا تین بار اعادہ فرماتے تھے تا کہ آپ سے وہ کلمہ سمجھ لیا جائے۔ آپ فرماتے تھے:

انا افصح العرب .

حدیث کو اس لفظ سے اصحاب الغریب نے ذکر کیا ہے —— حافظ ابن کثیر اور امام سیوطی نے کہا ہے کہ اس کی سند پر ہم واقف نہیں ہوئے۔ حدیث کا مفہوم یوں ہے کہ:

''اہل جنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لغت سے کلام کریں گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا سبب ہے کہ آپ ہم سے زیادہ فصیح ہیں۔ حال یہ ہے کہ آپ ہمارے

درمیان سے کہیں نہیں گئے۔ اگر کہیں تشریف لے جاتے تو البتہ ہم یہ کہتے کہ آپ نے ان لوگوں کا لغت سیکھا ہے جن سے آپ نے معاشرت کی ہے۔ اس سبب سے آپ ہم سے زیادہ فصیح ہیں۔''

آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں جواب دیا:

''(حضرت) اسماعیل بن ابراہیم کے لغت پرانے ہو گئے تھے جو سب لغات میں زیادہ فصیح تھے۔ جبریل علیہ السلام میرے پاس وہ لغت لائے میں نے ان کو حفظ کر لیا۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یاد کرا دیئے ——— ابن عساکر نے یہ روایت کیا ہے۔ اس لیے کہ آپ افصح العرب اور اتم البلاغات تھے۔ اپنی فصاحت کے سبب آپ نے بلغائے عرب کو ساکت کر دیا۔ آپ نے بلغائے عرب سے کسی کو نہیں چھوڑا مگر عاجز اور ذلیل اور اپنے امر میں حیران کر دیا ——— اس حدیث کو تاریخ اصفہان میں ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔

ابو احمد غطریف نے اس طرح سے ذکر کیا ہے:

''میرے پاس جبریل علیہ السلام وہ لغت لائے اور مجھے حفظ کرائے۔''

عسکری نے ''کتاب الامثال'' میں روایت کی ہے[1] یہ روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جو ضعیف سند سے ہے۔ روایت یہ ہے کہ بنی لہد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس حدیث میں ان لوگوں کے خطبے کا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خطبے کا جو جواب دیا ہے اس کا ذکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا:

''یا نبی اللہ! ہم لوگ ایک باپ کے بیٹے ہیں اور ایک ہی شہر مکہ میں ہم نے نشوونما پائی ہے۔ آپ عرب لوگوں سے ایسی زبان سے کلام کرتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر اسے سمجھ نہیں پاتے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے رب نے مجھے ادب سکھایا ہے۔ چنانچہ میرا ادب احسن ہوا ہے اور میں نے بنی سعد بن بکر میں نشوونما پائی ہے۔ اس لیے میں اہل عرب سے زیادہ فصیح ہوں۔''

امام سخاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند تحقیق ضعیف ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن الزہری سے روایت ہے کہ جو بالترتیب ان کے والد اور پھر دادا سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کہا:

''یارسول اللہ! ایدالك الرجل امراته

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

''نعم اذا کان ملضحا

---

[1] عسکری نے اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزار مثلیں نقل کی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے پوچھا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص نے آپ سے کیا کہا اور آپ نے اس سے کیا فرمایا؟''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''اس شخص نے پوچھا' ایما ظل الرجل الہ—— میں نے جواب دیا۔ نعم اذا کان مفلسا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے عرب میں گردش کی ہے۔ اور عرب فصحاء کی گفتگو سنی ہے مگر آپ سے زیادہ فصیح میں نے کسی کو نہیں سنا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ کو میرے رب نے ادب سکھایا ہے' اور میں نے بنی سعد میں نشو ونما پائی ہے۔''

گویا آپ میں شہر والوں اور گاؤں والوں کی دو قوتیں جمع ہوئی ہیں' بخلاف اکثر لوگوں کے کہ انہوں نے یا شہر میں پرورش پائی ہے یا دیہات میں نشو ونما پائی ہے۔ اس حدیث کو سرقسطی نے روایت کیا ہے۔[1] یہ روایت سرقسطی کی کتاب ''الدلائل'' میں واہی سند سے ہے۔ یعنی بہت ضعیف سند سے ہے۔

دوسرے شخص نے کہا ہے کہ ایداعب الرجل امراتہکا معنی یہ ہے کہ

''جماع سے پہلے مرد اپنی عورت کے ساتھ خوش طبعی اور مذاق کی باتیں کرے۔ اس مرد کا نام مطل اس لیے رکھا گیا ہے کہ عورت کی اعظم غرض جماع ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب فرمایا:

''جس وقت مرد عاجز ہوتا ہے کہ اس کا مذاق اور دل لگی اس کی شہوت کو بھڑکانے والی ہو''۔

وہ مرد اپنے عجز کے سبب مفلج کہا گیا۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس وقت مرد فقیر ہو' وہ ادائے مہر میں عورت کے ساتھ توقف کرے—— انا افصح من نطق بالضاد جو روایت کیا گیا ہے—— ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس کی اصل نہیں ہے لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔ یہ دراصل انا افصح العرب کا معنی ہے۔ فی نفس الامر میں اللہ تعالیٰ زیادہ علم رکھنے اولا ہے۔

فصاحت کی مقررہ و مجوزہ حد:

علمائے بیان نے فصاحت کی حد مقرر کی ہے کہ

☆ کلام تنافر سے خالص ہو۔[2]

---

[1] سرقسطہ اندلس میں ایک شہر ہے۔ [2] اس لیے کہ اہل عرب وہ لوگ ہیں جو کہ ضاد سے ناطق ہوتے ہیں—— اور عرب کے سوا جو لوگ ہیں، ان کے لغت میں حرف ضاد نہیں ہے—— اس میں شک نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح العرب ہیں۔ اگرچہ اس لفظ کے لیے سند معلوم نہیں ہوئی جیسا کہ اسے بھی ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔

☆ کلام غرابت سے خالص ہو۔[۱]

☆ قیاس کے مخالف نہ ہو۔[۲]

☆ کلمہ اول وہلہ میں دوسرے معنی کے احتمال سے مراد پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے فالحم' مرسن اور مسرج الفاظ ہیں۔ مسرج یہ احتمال رکھتا ہے کہ باریکی اور ہمواری میں مشبہ سیف سریجی کی مثل ہے۔ سریج لوہار کا نام ہے کہ اس کی طرف تلواریں نسبت کی جاتی ہیں۔ مسرج سے احتمال ہوتا ہے کہ مشبہ میں مثل چراغ کے چمک اور لمعان ہے۔ فاحم' کالے بال' کوئلہ کی مثل۔ اور مرسن کا معنی ناک ہے۔

☆ مخالفة القیاس کا معنی یہ ہے کہ کلمہ کا استعمال غیر قیاس پر ہو۔ جیسے شلین کے وجوہ کا کلمہ واحد سے باقی رکھنا' غیر اس کے کہ ایک حرف کا دوسرے میں ادغام کیا جائے۔ جیسے الحمدلله العلی الاجلل اس میں دو لام ہیں۔ ایک کا دوسرے میں ادغام نہیں کیا گیا—— یہاں قیاس یہ چاہتا تھا کہ اجلل کی جگہ اجل ہوتا۔

☆ کلام' کلمہ اور متکلم فصاحت کے ساتھ وصف کیے جاتے ہیں۔ جیسے کلام فصیح' کلمہ فصیح' کلام کرنے والا فصیح ہے۔

☆ بلاغت یہ ہے کہ کلام مقتضی حال کے مطابق اور معنی فصاحت کے ساتھ ہو۔ اور جزالت کے ساتھ رکاکت کے خلاف ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال فصاحت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت اس حد تک تھی کہ خارق عادت تھی اور نہایت فضیلت کے مراتب کو پہنچنے والی تھی' اور

☆ اس کمال کو پہنچنے والی تھی کہ سامعین کے دل شق کر دیتی تھی' اس سے پہلے کہ اس کا ذہنوں پر اثر ہوتا۔

☆ کانوں سے پہلے سمتوں میں موثر ہوتی تھی' یعنی سننے والے کے اندروان میں اپنا اثر کرتی تھی—— اس کا اثر ابھی کانوں پر نہیں ہوا تھا۔ یہ اثر کمال درجے کا تھا۔

☆ خارق عادت ہونے پر بین دلیل تھی۔

☆ اس میں اعلیٰ درجہ کی صفا تھی۔

☆ اپنے غیر پر راجح اور فائق تھی۔

☆ جملہ انسانوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کو ثابت کرتی تھی—— اس لیے کہ فصاحت میں افراد

---

[۱] تنافر وہ صفت ہے کہ زبان پر اس کا ثقل ہوتا ہے۔ اس سے نطق دشوار ہوتا ہے۔ تنافر سے مراد مخارج حروف کا تقارب۔ جیسے امراء القیس کا یہ قول ہے: غدائره مستشزرات الی العلا ۔لفظ مستشزرات میں حروف سین، شین اور تا اور زا کل قریب المخرج ہیں۔ [۲] غرابت کا معنی یہ ہے کہ لفظ وحشی ہو۔ اس کا معنی غیر ظاہر ہو اور استعمال میں مانوس نہ ہو۔ یعنی ایسا کلام ہو کہ استقرار لغت سے اس کا استنباط کیا گیا ہو۔

انسان ہی جھگڑا کرتے ہیں۔ انسان کی قید اس کے منافی نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق جنوں اور فرشتوں پر بھی ثابت تھے ـــــ اور وہ حقوق وہ تھے جن کا مقابلہ عصیاں سے نہیں کیا جاتا تھا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب جوامع الکلم تھے۔ یعنی آپ کے الفاظ مختصر، قلیل تھے لیکن ان کے معنی کثیر تھے۔

☆ آپ صاحب بدائع الحکم تھے۔[1]

☆ آپ صاحب قوارع الزجر تھے ـــــ یعنی لوگوں کو معاصی سے منع کرتے تھے۔

☆ آپ صاحب قواطع امر اور امثال سائرہ تھے ـــــ امثال سے مراد وصف ہے۔ جیسے ضرب اللہ مثلا ہے ای وصفا۔

☆ صاحب غرر سالہ اور درر منشورہ اور دراری ماثورہ تھے۔ یعنی آپ کے الفاظ روشن اور وہ موتی تھے جو آپ بکھیرتے تھے۔

☆ آپ کا کلام اور الفاظ روشن ستارے تھے جو کہ دلوں کی ظلمت کو دور کرتے تھے۔ جیسے ستارے ظاہری ظلمت کو دور کرتے ہیں۔

☆ آپ صاحب احکام محکمہ تھے جن کو غایت درجہ اتفاق تھا۔

☆ آپ صاحب وصایا محکمہ تھے۔

☆ آپ ان مواعظ کے صاحب تھے جو کہ دلوں میں محکم ہو جاتے تھے یعنی دلوں میں بیٹھ جاتے تھے۔

☆ آپ ان محبتوں کے صاحب تھے جو نہایت جھگڑالو آدمیوں کو ساکت کرنے والی تھیں۔ اور ان کے لیے لگام دینے والی تھیں۔ یعنی آپ کی حجتوں کے سامنے بڑے بڑے جھگڑا کرنے والے ساکت ہو جاتے تھے۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو یہ وصف کیا ہے، آپ کے حق میں قلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا فضل اور شرف اپنے نزدیک کرے۔

حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ روایت ہے کہ:

''اہل جنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لغت سے کلام کریں گے۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ کی فصاحت کے ساتھ علم کسی شاہد کا محتاج نہیں ہے ـــــ یعنی جس شخص کو آپ کی فصاحت کا علم ہے اسے آپ کی فصاحت کا قطعی یقین ہے۔ وہ اس پر کوئی گواہ نہیں طلب کرتا۔ گواہ تو شک کی حالت میں اثبات دعویٰ کے لیے طلب ہوتے ہیں ـــــ آپ کا فصاحت کا انکار نہ موافق کو ہے اور نہ معاند کو۔

[1] حکمت کا معنی تحقیق علم اور اتقان علم یعنی وہ حکمتیں جو بدیعہ ہیں۔ بدیع، وہ نادر چیز جو لائی جائے اور اس کی مثل پہلے سے نہ ہو۔

علمائے کبار مثلاً ابن السنی' قضاعی اور ابن الصلاح نے' آپ کا

☆ وہ کلام جو فرد ہے' یعنی جس کی نظیر نہیں ہے۔ اور

☆ موجز یعنی وہ کلام جو قلیل الالفاظ' کثیر المعانی اور بدیع یعنی جس کی مثال نہ ہو' اور

☆ وہ کلام ایسا ہے کہ اس سے پہلے کتب مستقبلہ میں نہیں پایا گیا۔

☆ قاضی عیاض علیہ الرحمہ کی شفا میں اس قسم کا کلام اس درجہ ہے کہ جس سے علیل کو شفا ہوتی ہے۔

فصیح و بلیغ ارشادات عالیہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ شرف عطا فرمایا ہے' وہ عظمت دی ہے' آپ کو مکرم کیا ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے جو کلام ادا ہوا وہ ترجمانِ حق سبحان ہے۔ وہ اس قدر عالی شان ہے کہ کوئی بات اور گفتگو اس کی نظیر نہیں۔

مصنف نے متعدد فصیح و بلیغ ارشاداتِ عالیہ یہاں بیان کیے ہیں۔ ان میں کچھ کی تفصیل دی ہے اور کچھ کے فقط ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ ہر بات میں جہانِ معنی آباد ہیں۔ قطرے میں سمندر ہیں:

﴿۱﴾

المرء مع احب .

''آدمی اپنی حسن نیت کے سبب جنت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور عمل کی زیادتی کی اس کو ضرورت نہ ہوگی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ جس وقت وہ جن لوگوں کو دوست رکھے گا' ان کے اعمال کی مثل عمل کرے گا—— حسن بصری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص کسی قوم کو دوست رکھے گا' ان کے آثار کا اتباع کرے گا—— جب تک تم اخبار کے ساتھ دوست نہ ہوسکو گے کہ ان کا اتباع نہ کرو گے' ان کی سیرت پر عمل نہ کرو گے' اور ان کی سنت کا اقتدار نہ کرو گے' اور صبح و شام ان کے راستوں پر نہ چلو گے تو تمہیں یہ حرص ہوگی کہ تم ان لوگوں سے ہو۔

﴿۲﴾

اسلم تسلم یئو تک اللہ اجرک مرتین

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک اس خط میں ہے جو آپ نے ہرقل کو لکھا تھا۔ یعنی تو اسلام قبول کر' سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھے دو بار اجر دے گا۔ دو بار اجر یوں ہوگا کہ:

☆ ایک بار وہ اپنے نبی پر ایمان لایا تھا' اس کا اجر' اور

☆ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا' اس کا اجر۔ یوں دو اجر ہو گئے۔ یا اس کا اسلام اس کے تابعین کے اسلام کا سبب ہوگا تو

☆ ایک اجر اسے اپنے اسلام کا ملے گا' اور

☆ دوسرا اجر قوم کے اسلام کا —— دو اجر ہو گئے۔

﴿۳﴾

السعید من وعظ بغیرہ والشقی من وعظ بہ غیرہ

''اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے نزدیک مبارک اور پسندیدہ وہ شخص ہے جو اپنے غیر سے وعظ کیا جائے۔ یعنی کسی نے بدعمل کیا اور اس کا اثر اس پر پڑا۔ دیکھنے والے نے اس میں تامل اور فکر کی۔ اور عواقب امور کو سوچ کر وہ اس بدعمل سے بچ گیا۔ وہ شخص سعید ہے۔

اور شقی وہ شخص ہے جس کو عمل بد کی وجہ سے نصیحت کی جائے کہ عمل کرنا سزاوار نہ تھا —— دوسرے شخص نے اس کے بدعمل پر جو نصیحت اسے کی گئی اس نصیحت کو سنا اور اس نے اس عمل کا ارتکاب نہیں کیا۔ [1]

اس حدیث کی عسکری' قضاعی اور بیہقی نے ''مدخل'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے:

الشقی من شقی فی بطن امه

بزار نے صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے:

السعید من سعد فی بطن امه والشقی من شقی فی بطن امه

﴿۴﴾

انما الاعمال بالنیات

اعمال بدنیہ' اور اعمال و اقوال فرض اور نفل قلیل و کثیر' و مومنین مکلفین سے صادر ہوتے ہیں —— وہ اعمال صحیحہ ہوں یا مجزیہ ہوں یا کامل ہوں' ہر ایک عمل نیت سے صادر ہوتا ہے —— حربی نے کہا ہے گویا آپ نے انواع نیت کی طرف اشارہ کیا ہے —— جیسے اعمال کے انواع ہیں مثلاً

☆ جیسے کسی نے لوجہ اللہ عمل کا قصد کیا' —— یا

☆ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کرنے کی غرض سے عمل کیا' —— یا

☆ اللہ تعالیٰ کی وعید سے بچنے کے لیے عمل کیا۔

اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے —— امام بخاری علیہ الرحمہ نے سات جگہوں میں روایت کیا ہے۔ امام مسلم' امام احمد بن حنبل اور تمام اصحاب سنن نے اس حدیث پاک کو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

[1] اس حدیث کو دیلمی نے عقبہ بن عامر سے اور عسکری نے زید بن خالد سے ان الفاظ سے مختصر طور پر روایت کیا ہے —— حافظ ابن حجر اور ان کے شیخ عراقی نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے —— جبکہ ابن جوزی نے اپنے ''امثال'' میں کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہوئی ہے۔

﴿۵﴾

ليس للعامل من عمله الاما نواه

''عمل کرنے والے کے لیے اس کے عمل سے کوئی فائدہ نہیں ہے' مگر جس شے کی اس نے نیت کی ہے وہ اس کو فائدہ دے گی۔''

ان دونوں کلموں یعنی دونوں احادیث کے تحت علم کے خزانے ہیں۔ اس لیے امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حدیث الاعمال بالنیات نصف علم دین میں داخل ہے۔ وہ یہ کہ دین کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ نیت کا تعلق باطن سے ہے' یہ نصف علم ہے—— اور جو عمل ہے اس کا تعلق ظاہر سے ہے' لہٰذا وہ دین کا نصف آخر ہے۔

دوسری توجیہہ یہ ہے کہ نیت عبودیت قلب ہے اور عمل عبودیت جوارح ہے—— یعنی عبودیت قلب سے مراد عبادت ہے' اور عبادت قلب کا انقیاد' خشوع —— جبکہ عبودیت اظہار تذلل کو کہتے ہیں—— عبادت عبودیت سے امنع ہے۔ اس لیے کہ عبادت غایت درجہ تذلل اور تذلل قیاد کا مستحق کوئی نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

بعض آئمہ یعنی امام احمد' ابن مہدی' ابن المدینی' ابو داؤد' دارقطنی' حمزۃ الکنانی اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ الاعمال بالنیات کی حدیث ثلث دین ہے—— انہی میں سے بعض نے کہا ہے کہ ربع دین ہے اور دین کے تعین میں اختلاف کیا ہے—— ثلث دین ہونے کی وجہ سے یہ ہے کہ دین قول' عمل اور نیت ہے۔

﴿۶﴾

فيه المرء خير من علمه و عمل المنافق خير من نيته كل يعمل على نية فاذا عمل المومن عملا صالحاً ثارفي قلبه نور .

آدمی کی نیت اس کے عمل سے خیر ہے—— اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں سہیل بن سعد سے مرفوع اضافے سے روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

نية المؤمن ابلغ من عمله قضاعي

ایک اور حدیث پاک ہے جسے عثمان بن عبداللہ الشامی نے نواس بن سمعان سے روایت کیا ہے:

نية المؤمن خير من عمله ونية الفاجر شرمن علمه

نیت سر ہے یعنی چھپی ہوئی بات ہے۔ لیکن عمل ظاہری بات ہے۔ عمل سر افصل ہے اور وہ اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ اگر مومن نے یہ نیت کی کہ:

''اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا فکر کرے۔''

تو ذکر اور تفکر کی نیت ہوگی اور نیت ذکر اور تفکر سے خیر ہوگی اور یہ امر صحیح نہیں ہے—— مجرد نیت اس مجرد عمل سے جو نیت

کے بغیر ہو' خیر ہے۔ اور یہ امر عقل سے بعید ہے۔ اس لیے کہ جس وقت عمل نیت سے خالی ہو گا۔ اس میں اصلاً خیر نہ ہو گی۔

نیت عمل قلب ہے اور فعل عمل جوارح ہے ـــــ قلب کا علم جوارح کے عمل سے خیر ہے اس لیے کہ قلب جوارح کا آمر ہے۔ قلب اور جوارح کے درمیان خاص تعلق ہے۔

☆ جس وقت جوارح دردناک ہوتے ہیں تو قلب کو الم ہوتا ہے۔

☆ جس وقت قلب کو الم ہوتا ہے تو جوارح کو ایسا الم ہوتا ہے کہ شانوں اور پسلیوں پر لرزہ طاری ہوتا ہے۔ یعنی جسم پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے اور آدمی کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔

اس لیے کہ قلب ایسا بادشاہ ہے جو کہ جوارح کا راعی ہے۔ جوارح قلب کا لشکر اور اس کی رعیت ہیں۔ اور بادشاہ کا عمل اس کی رعیت کے عمل سے ابلغ ہوتا ہے اس لیے وہ نیت جس کا مقام قلب ہے' ابلغ ہے اور عمل سے خیر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ:

☆ نیت قلب کا فعل ہے۔ قلب اشرف ہے۔ چنانچہ اشرف کا فعل اشرف ہے۔

☆ نیت اعمال کی اصل ہے اور ان کی روح اور لب ہے۔

☆ اعمال نیت کے تابع ہیں۔ اعمال نیت کی صحت سے صحیح ہوتے ہیں' اور نیت کے فساد سے اعمال فاسد ہوتے ہیں۔

☆ نیت وہ شے ہے کہ عمل صالح کو ایک حال سے دوسرے حال پر پھیر دیتی ہے ـــــ جیسے کہ نماز ہے۔ نیت کا فساد اسے ریا کی وجہ سے فاسد کر دیتا ہے ـــــ ''تحفہ'' میں ہے کہ عمل منقلب نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا ثواب اور اثم منقلب ہوتا ہے۔

☆ نیت غیر صالح عمل کو صالح کر دیتی ہے۔ اس پر اس سے اضعاف ثواب دیا جاتا ہے' جو ثواب کہ عمل پر دیا جاتا ہے ـــــ اس لیے مومن کی نیت اس کے عمل سے خیر ہوتی ہے۔

ابوبکر ابن درید نے اپنی کتاب ''مجتبیٰ'' میں کہا ہے کہ معنی کا علم اللہ تعالیٰ کو زیادہ ہے ـــــ معنی یہ بیان کیے ہیں کہ مومن آدمی ابواب بر سے بہت سی چیزوں کی نیت کرتا ہے۔ مثلاً صدقہ' روزہ اور اعمال خیر۔ مومن آدمی ان کے بعض سے عاجز ہوتا ہے جبکہ حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا عزم اس عمل خیر پر مصمم ہوتا ہے۔ اس عالم میں اس کی نیت اس کے عمل سے خیر ہوتی ہے۔

﴿۷﴾
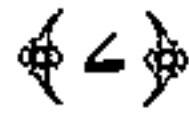
یاخیل اللہ ارکبی

اس حدیث پاک کو ابوالشیخ عبداللہ بن محمد جعفر بن حبان نے اپنی کتاب ناسخ اور منسوخ میں سعید بن خبیر سے الحار کے قصبہ میں روایت کیا ہے کہ بہت سے آدمی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ:

''ہم آپ سے اسلام پر بیعت کرتے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا: لوگوں میں یہ ندا کی گئی۔

یاخیل اللہ ارکبی

چنانچہ وہ لوگ اس طور سے سوار ہوئے کہ ایک سوار دوسرے سوار کا انتظار نہیں کرتا تھا۔

اسے عسکری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عابد نے مغازی میں قتادہ سے روایت کیا ہے—— ابن عابد کے نزدیک اس حدیث کا متن یہ ہے کہ یوم احزاب میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منادی کرنے والے کو بھیجا کہ وہ یوں منادی کرے:

یا خیل اللہ ارکبی

عسکری اور ابن درید نے اپنی کتاب مجتنی میں کہا ہے کہ یہ قول مجاز بالحذف اور توسع سے ہے۔ اصل میں یہ ہے:

یافرنسان خیل اللہ ارکبی

اس کا اختصار اس لیے کیا ہے کہ جس امر کے لیے آپ نے ارادہ فرمایا تھا' مخاطب کو اس کا علم تھا۔

﴿۸﴾

الولد للفراش وللعاهر الحجر

عهر یعنی زنا—— عرب کا قول ہے۔ **عهر الی المراة** جس وقت اس کے ساتھ فجور کے لیے رات میں آئے تو یہ کہا جاتا ہے—— یعنی زانی اگر کسی عورت کے ساتھ زنا کرے' وہ عورت کسی کی بیوی ہو یا کسی کی لونڈی ہو' تو زانی سے جو اولاد مذکر یا مونث پیدا ہو گی وہ اس عورت کے شوہر کی ہو گی۔ یا لونڈی کے مالک کی ہو گی اس لیے کہ وہ دونوں مالک اور متصرف ہیں۔ زانی کے لیے خبیث اور حرمان ہے—— ولد میں اس زانی کا کچھ حصہ نہیں ہے۔

اس حدیث کو شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث پاک متواتر ہے۔ اس میں ایک قصہ ہے۔ اس کے معنی کو اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔

زانی کا حصہ خیبت اور حرمان ہے۔ جیسے عرب لوگ کہتے ہیں: **بفية الحجر** یعنی اس کے منہ میں پتھر ہے۔ یعنی وہ بے نصیب ہے' اور زانی کے لیے اس کے ولد میں کچھ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس زانیہ عورت یا زانیہ لونڈی کا فراش یعنی شوہر یا مالک موجود ہے—— اس سبب سے زانی کا دعویٰ ولد کی نسبت ثابت نہیں ہوتا۔ بعض عرب جو زنا کے سبب اثبات نسب کرتے تھے' اس حدیث سے وہ باطل ہو گیا۔

زانی کا خط غلظت اور خشونت اسی حد کی اقامت سے ہے کہ جس کی نہایت پتھر مارنا ہے—— جس وقت زانی محصن ہو یعنی صاحب زوجہ ہو—— طیبی نے امام نووی کے اتباع سے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ گمان کیا ہے کہ **حجر** کے ساتھ رجم مراد ہے' اس نے خطا کی ہے۔ اس لیے کہ رجم **بالحجر محصن** کے ساتھ خاص ہے۔ رجم سے اس ولد کی نفی نہیں لازم نہیں آتی ہے جس کے بارے میں کلام ہے۔

حجر کے ساتھ یہاں اس کنائے سے ارادہ کیا گیا ہے کہ جس وقت زانیہ عورت' زانی کی بیوی نہ ہو تو زانی ولد سے بے

نصیب رجوع کرے گا۔ چنانچہ وہ ولد شرعاً بے نصیب ہوگا کہ اس کا باپ نہیں ہے۔ زنا کی وطی سے نسبت ثابت نہ ہوگا۔

جس شخص نے پہلی بار ولد الزنا کا الحاق کیا ہے وہ معاویہ ہیں۔ انہوں نے اپنی خلافت میں زیاد بن سمیہ کو اپنے ساتھ لاحق کر لیا اور اپنا بھائی ٹھہرا لیا—— اس کا سبب یہ ہے کہ معاویہ کے باپ ابوسفیان نے اپنے کفر کے زمانہ میں سمیہ سے زنا کیا تھا۔ اس نے ابوسفیان سے زیاد کو جنا۔ اس بارے میں ابوسفیان نے اشعار کہے ہیں۔

بازری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ الحاق مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مراد سے زیادہ عالم ہے۔

﴿۹﴾

کل الصید فی جوف الفرا

ہر ایک شکار دمعشی یعنی گورخر کے جوف میں ہے—— اس حدیث کو امام ابو محمد الحسن بن عبدالرحمٰن الرام ہرمری فارسی نے ''کتاب الامثال'' میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند جید ہے۔ مقبول محدثین ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

عسکری نے کہا ہے:

کل العید فی جوف او جنب الفرا

شک کے ساتھ کہا ہے۔ یعنی لفظ جوف واقع ہوا ہے یا لفظ جنب واقع ہوا ہے۔ اس میں شک ہے۔

اس ارشاد سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو مخاطب فرمایا ہے۔ جس وقت وہ آپ کے پاس مسلمان ہونے کی حالت میں آئے ہیں۔[1] جب مسلمان ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حیا سے اپنا سر نہیں اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دوست رکھتے تھے۔ اور ان کے لیے جنت کی گواہی دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ:

''میں یہ امید کرتا ہوں کہ ابوسفیان حمزہ سے خلف ہوں۔''

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ گورخر ان جانوروں میں اعظم صید ہے جو شکار کیے جاتے ہیں اور ہر ایک شکار اس سے ادنیٰ ہے—— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان سے ملاطفت کے طور پر یہ فرمایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ آپ فتح مکہ کے عازم تھے۔ کچھ لوگ آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ان کو اجازت دی مگر ابوسفیان کو اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ انہوں نے عدم باریابی کی شکایت کی اور روئے۔ اس لیے ان کی دلدہی کے لیے آپ نے فرمایا:

''تم حقیر نہیں ہو عظیم القدر ہو۔''

جیسے قایل نے کہا ہے:

---

[1] مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء ہے۔ ابوسفیان وہاں اس وقت آئے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ اس کے بعد کہ ابوسفیان آپ کے دشمن تھے، آپ کی کثیر ہجو کی تھی۔ اس ہجو میں ابوسفیان نے مبالغہ کیا ہے۔ یہ ہجو بعثت کے بعد کی تھی۔ بعثت سے پہلے آپ سے مالوف تھے۔

کل الصید فی جوف الفرا

شکار کرنے کے جانوروں میں فرا عظیم القدر ہے۔ جیسے کہ تم میرے اعظم اہل سے ہو۔ اور رحم میں میرے ساتھ میرے اہل سے زیادہ قریب ہو۔ اور جو لوگ میرے پاس آتے ہیں' آپ ان سے زیادہ مکرم ہو' کل تم لیے ادنیٰ ہوں۔

﴿۱۰﴾

الحرب خدعة

''جنگ فریب اور دھوکا ہے۔'' اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کا نام خدعہ یعنی فریب رکھا ہے۔ یہ آپ نے مبالغہ کے طور پر فرمایا۔ اس لیے کہ جنگ میں خدعہ اعظم نافع ہے۔ یہاں تک کہ شجاعت سے زیادہ نافع ہے۔ یہ قول الحج عرفة کی مثل ہے۔ مسلم کے نزدیک لفظ کی نہیں ہے۔ یہ صرف روایت ہے۔ الحرب خدعة بخائے خدعہ کی تین حرکتیں ہیں:

☆ زیادہ مشہور حرکت کا فتح ہے اور دال کا سکون — امام نووی نے کہا ہے کہ لفظ خدعہ زیادہ فصیح ہے — ثعلب وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ لغت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے — ابوبکر بن طلحہ نے کہا ہے کہ ثعلب نے یہ ارادہ کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لفظ کا کثیر استعمال فرماتے تھے کہ مختصر لفظ ہے۔ اور اس سے دوسرے معنی حاصل ہوتے ہیں۔

☆ دوسری حالت میں لفظ خدعہ کی خا کا ضمہ اور دال کا سکون' اور

☆ تیسری صورت خا کا ضمہ اور دال کا فتح۔

امام نووی نے کہا ہے کہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ میں کفار سے خداع جس طور پر ممکن ہو' جائز ہے — مگر اس صورت میں کفار سے خداع کرنا جائز نہیں ہے کہ جس میں شکست عہد ہو یا کفار کو امان دیا گیا ہو — چنانچہ عہد اور امان کی حالت میں کفار کے ساتھ خداع حلال نہ ہوگا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم احزاب میں اس وقت خداع فرمایا جس وقت نعیم بن مسعود کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ قریش اور غطفان اور یہود کے درمیان تفرقہ ڈال دیں۔ اور اس کے ساتھ اس طرف اشارہ فرمایا کہ غرض کو پہنچنے میں حیلہ کرنا اس سے زیادہ نافع ہے کہ کثرت لشکر سے دشمن پر غالب ہوں۔

ابن المنیر نے کہا ہے کہ الحرب خدعہ کا معنی ہے وہ کامل جنگ جو اپنے مقصود میں پہنچنے والی ہو۔ وہ نہیں ہے مگر خدعہ نہ دشمن کے روبرو ہونا۔ ایسی صورت میں دشمن سے روبرو ہونے میں خطرہ ہے اور روبرو ہونے کے بغیر حصول ظفر مخادعت ہے۔

ابن العربی نے کہا ہے کہ خداع دشمن سے اعراض کرنے اور اس کی گھات میں رہنے وغیرہ امور سے واقع ہوتا ہے۔

﴿۱۱﴾

ایاکم و خضراء الدمن

''تم اس عورت سے بچو جو اراذل سے ہو۔ اس کے ظاہری حسن سے فریب نہ کھاؤ' کہ اولاد ناقص ہوگی۔ [1]

---

[1] اس حدیث کو رام ہرمزی نے، عسکری نے ''امثال'' میں، ابن عدی نے کامل میں اور ابوبکر بن درید نے ''مجتبیٰ'' میں، قضاعی نے ''مسند الشہاب'' میں، دیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں، دارقطنی نے ''افراد'' میں اور خطیب نے ''ایضاح الملتبس'' میں واقدی کی حدیث سے روایت کی ہے — واقدی نے کہا ہے کہ ہم سے محمد یحییٰ ابن سعید بن دینار نے ابو وجزہ یزید ابن عبید سے انہوں نے عطا بن یزید اللیثی سے انہوں نے ابو سعید سے مرفوع حدیث روایت کی ہے۔

واقدی کی روایت ہے کہ کسی نے پوچھا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خضراء الدمن کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''خوب صورت عورت برے منبت میں یعنی جس جگہ وہ پیدا ہوئی ہے وہ جگہ پلید ہے۔''

ابن عدی نے کہا ہے کہ واقدی ہی نے تنہا اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے فاسدہ کے نکاح کو مکروہ سمجھا ہے اور یہ کہا ہے کہ میری رگیں اس کی اولاد کو اس کی طرف مائل کراتی ہیں' اور اس کے ساتھ مشابہ کراتی ہیں ـــــ اس حقیقت کی تفسیر یہ ہے کہ ھوا' من کو یعنی مینگنیوں کو زمین کی ایک جگہ میں جمع کر دیتی ہے۔ پھر ان مینگنیوں پر غبار بیٹھ جاتا ہے۔ جس وقت ان پر مینہ برستا ہے تو ایسی تروتازہ نباتات اگاتا ہے کہ وہ جھومتی ہے یعنی لہلہاتی ہے۔ اس کے نیچے اصل خبیث ہوتی ہے کہ وہ مینگنی ہے۔ اس کا ظاہر خوب ہوتا ہے' اور باطن فاسد اور قبیح ہوتا ہے۔ دمن دمنہ کی جمع ہے۔ دمنہ مینگنی کو کہتے ہیں۔ زفر بن الحارث نے شعر کہا ہے۔

وقد ینبت المرعی علی دمن الشری وتبقی حزازات النفوس کما ھیا

شعر کا معنی یہ ہے کہ دو آدمی صلح اور مودت کو ظاہر کرتے ہیں اور دلوں میں ان کے بغض اور عداوت ہوتی ہے۔ جیسے زمین پر ہریالی اگتی ہے۔ یہ امر اکثری ہے یا کلی طور پر ہمارے زمانہ میں ہے۔ امام سخاوی نے ''مقاصد حسنہ'' میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد الانصار کرشی و عستی یعنی انصار میرے بطانہ اور موضع سر ہیں کہ اس کو چھپاتے ہیں۔ جگال کرنے والا جانور اپنے چارہ کو اپنے کرش یعنی معدہ کی جگہ میں جمع کرتا ہے جس سے اس کا نمو ہے اور آدمی اپنے کپڑے اپنی جامہ دانی میں رکھتا ہے ـــــ اس میں ان لوگوں سے مراد ہے جن پر اعتماد کیا گیا ہے۔ یعنی میں ان کے ساتھ پناہ ڈھونڈتا ہوں اور ان سے قوت پاتا ہوں۔ یہ معنی بھی ہیں کہ کرش کے ساتھ جماعت سے ارادہ کیا گیا ہے یعنی انصار میری جماعت ہیں' اور میرے صحابہ ہیں۔

عرب لوگ کہتے ہیں وعلیہ کرش من الناس یعنی لوگوں کی ایک جماعت اس کے پاس ہے ـــــ امام ترمذی علیہ الرحمہ کی روایت میں یہ ہے کہ:

''تم لوگ سن لو! میری وہ جماعت جس کی طرف میں رجوع کرتا ہوں وہ میرے اہل بیت ہیں اور میرا کرش انصار ہیں۔''

﴿۱۲﴾

ولا یجنی علی المرء الا یدہ

مرء مرد کو کہتے ہیں۔ یہاں انسان سے مراد ہے کہ مرد عورت دونوں کو شامل ہے۔ یعنی مرد ہو یا عورت ہو اس کو کوئی مکروہ نہیں پہنچتا مگر اس کا ہاتھ۔ اس لیے کہ وہ گناہ کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا دی جاتی ہے یا حاکم اسے سزا دیتا ہے۔ جنابت کی مباشرت اکثر ہاتھوں سے ہوتی ہے ـــــ اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔

امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں عمرو بن الاحوص کی حدیث سے یوں ہے:

لایجنی جان الاعلی نفسہ

یعنی ''کوئی جنایت کرنے والا جنایت نہیں کرتا مگر اپنے نفس پر''—— اس قول کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ کوئی آدمی اپنے غیر کی جنایت میں نہیں پکڑا جاتا ہے—— اگر کسی کو قتل کرے یا زخمی کرے یا زنا کرے اور گرفتار نہیں ہوتا ہے، مگر وہ فعل جو اس کے ہاتھ نے کیا ہے۔ چنانچہ گناہ کرنے والے کا وہی ہاتھ ہے جس نے مواخذہ کو پہنچایا ہے۔[1]

﴿۱۴﴾

لیس الشدید من غلب الناس لفا الشدید من غلب نفسہ

جو شخص قول اور فعل سے لوگوں پر غالب ہو جائے وہ قوی نہیں ہے—— قوی وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر غالب ہو۔[2]

اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کو اس کے معنی میں شیخین نے ادب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ الغضب

اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنی قوت اور زور سے دوسروں کو پچھاڑے وہ قوی نہیں ہے—— حقیقت میں قوی وہ شخص ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو—— یعنی جو شخص جو غضب کو ضبط کرے اور اپنے نفس پر قہر کرے اور اس پر غالب ہو جائے تو قوت ظاہری سے قوت باطنی کی طرف اس میں معنی کا تحول ہے۔

جس وقت آدمی اپنے نفس کا مالک ہو جائے گا۔ گویا اس نے اپنے قوی تر دشمنوں کو زیر کیا۔ اور اس کے ساتھ بری خصومت کرنے والے جو ہیں، ان پر وہ غالب ہو گیا—— انہی دونوں مذکورہ امور کی وجہ سے آپ نے یہ فرمایا ہے:

اعدا عدو لك نفسك التی بین جنبیك

''تیرے دشمنوں میں تجھ سے جو شدید عداوت کرتا ہے وہ تیرا وہ نفس ہے جو تیری دو پسلیوں کے درمیان ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد باب مجاز اور فصیح کلام سے ہے۔ اس لئے کہ جب غضب ناک آدمی غیظ سے شدید حالت میں ہو اور غضب کی شدت نے اس پر غلبہ کیا ہو تو اس کے حلم پر قوت غضبیہ کا غلبہ ہو گا۔ اور اس قوت غضبیہ کا پچھاڑ دینا اس کے ثبات اور وقار کے لئے ہو گا—— یا وہ غلبہ اور پچھاڑنا اس پچھاڑنے کی مثل ہے کہ مردوں کو پچھاڑتا ہے اور وہ اپنے

---

[1] امر جاہلیت کا ابطال ہے کہ جس سے جنایت صادر ہوتی ہے۔ اسے اور اس کے قرابت دار قریبہ کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اسی عادت پر اب بھی وہ اہل جفا ہیں جو دیہات اور پہاڑوں کے رہنے والے ہیں۔

[2] غیر پر ظفر قول اور فعل میں تعدی سے ہوتی ہے۔ ایسے افعال مرتکب اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک مذموم ہوتا ہے اور ضعیف ہوتا ہے۔ قوی وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو اس کے ان مطلوبات سے منع کرے جو شروع شریف کے مخالف ہیں۔ اس لیے کہ نفس کو ایسے امور سے مانع ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بڑا ثواب ملتا ہے۔

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے سفید بالوں والی ایک بوڑھی عورت کو دیکھا کہ وہ زمین سے نکلی۔''

آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی:

''وہ بقیہ دنیا ہے۔''

زرارہ نے عرض کیا:

''میں نے دیکھا کہ زمین سے آگ نکلی ہے اور وہ میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان حائل ہوگئی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ:

''وہ فتنہ ہے جو آخر زمانہ میں ہوگا۔''

زرارہ نے پوچھا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہ کیا فتنہ ہوگا؟ اس لیے کہ فتنے ہزاروں ہوتے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''لوگ اپنے امام کو قتل کر ڈالیں گے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشتان مبارک کے درمیان خلاف کیا ــــ اصابع میں خلاف کیوں کر کیا' اس کی تصریح نہیں کی گئی ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا:

''اس فتنہ میں برائی کرنے والا شخص گمان کرے گا کہ وہ محسن ہے اور مومن کا خون مومن کے نزدیک حلال تر پانی سے ہوگا (جیسے پیاسے کو لذیذ اور شیریں زیادہ محسوس ہوتا ہے) ــــ اگر تمہارا بیٹا عمرو مر جائے گا تو تم اس فتنہ کو پاؤ گے اگر تم مر جاؤ گے تو تمہارا بیٹا اس فتنہ کو پائے گا۔''

زرارہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں اس فتنہ کو نہ پاؤں۔''

آپ نے یوں دعا فرمائی:

''اللھم لایدرہ۔''

زرارہ فوت ہو گئے۔ ان کا بیٹا عمرو ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلع کیا تھا۔

ابن القیم کا کلام ختم ہو گیا۔ جو ان کی کتاب ''ہدی النبوی'' سے ملخص لیا گیا ہے' اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

تیسرا مقصد

شمائل النبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کے جو شمائل کا بیان ہے — محبوں کے لئے آرامِ جاں ہے
زبان ہند میں اس کو سناؤں — رلاؤں' عاشقوں کو اور ہنساؤں [1] (کافی)

تیسرا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صفات کے بارے میں ہے جو آپ کے کمال خلقت اور جمال صورت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کے سبب آپ کو آپ کے غیر پر فضیلت دی ہے۔ آپ کو اصل اور ذات وصفات میں اخلاق ذکیہ سے معظم کیا ہے اور آپ کو اوصاف مرضیہ سے غیر پر علو دیا ہے —— آپ کی حیات مبارک کی ضرورت جن چیزوں کی داعی ہے' جیسے غذا وغیرہ ہے' ان کے بارے میں اس مقصد میں چار فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمالِ خلقت اور جمالِ صورت مبارک:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں — یہی پھول خار سے دور ہے' یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کامل ایمان رکھنے سے ایک شرط یہ ہے کہ مومن اس طور پر ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اآپ کے بدن شریف کی تقدیر اس حال اور ہیئت پر کی ہے کہ آپ سے پہلے اور اآپ کے بعد کسی آدمی کی خلقت آپ کی مثل ظاہر نہیں ہوئی۔ جو صفت آپ کے بدن شریف کی خلقت سے مشاہدہ کی جاتی ہے یعنی ظاہری صفت بدن شریف۔ اس پر آیات ہیں کہ آپ کے نفس کریمہ کی عظیم خلقت ہے۔ آپ کے نفس کریمہ کی صفت آپ کے عظیم اخلاق سے منکشف ہوتی ہے —— وہ اور اس شے پر آیات ہیں کہ آپ کے قلب مقدس کا سر جو آپ کے لیے متحقق ہے۔ یعنی وہ اسرار جو

---

[1] - ممتاز دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں: ——

''حقیقت یہ ہے کہ شمائل شریف عاشقوں کے لئے آرامِ جاں ہے...... روئے زیبا کی طرف نظر جاتی ہے تو دل کی کلی کھل جاتی ہے' اور جب گزر اوقات پر نظر جاتی ہے تو بے اختیار رونے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ اللہ

ظاہر میں غریب الغرباء' پھر بھی یہ عالم — شاہوں سے سوا سطوت سلطان مدینہ

(''جان ایمان ص ۲۳' مطبوعہ لاہور)

پھر آپ نے فرمایا:

''آگاہ ہو جاؤ۔ پھر اس شخص کو شاید اس کے دل کی باتیں سننے سے لہو میں رکھیں یا اس کے ہم صحبت کی باتیں اسے مصروف رکھیں۔''

تیسری بات مصنف سے رہ گئی تھی۔ شارح زرقانی فرماتے ہیں:

''تیسری بات آپ نے یہ فرمائی —— یا اس شخص کو گم کی ہوئی شے لہو میں رکھے —— آگاہ ہو جاؤ۔ مجھ سے پوچھا جائے گا' کیا تبلیغ رسالت کر دی' اور جو وحی بھیجی گئی ہے اسے پہنچا دیا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تم لوگ حیات ابدی سے زندگی کرو کہ وہ حیات سعید ہے' وہ حیات مطلوب ہے۔''

یہ طویل حدیث ہے اس میں بعث ونشر اور جنت و دوزخ کا ذکر ہے —— اور اس حدیث میں ہے کہ پھر لقیط نے کہا کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں کس چیز پر آپ سے بیعت کروں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک دراز فرمایا اور فرمایا:

''نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے پر بیعت کرو' اور اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرو۔''

بنی نخع سے وفد:

بنی نخع کا وفد آخری وفد ہے جو آپ کے پاس آیا۔ یہ وفد محرم ۱۱ھ میں آیا۔ اس وفد میں دو سو آدمی تھے۔ یہ لوگ دارالاخیاف میں اترے۔ یہ مکان حضرت رملہ بنت الحارث نجاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ کا تھا' جو حضرت معاذ بن عفرا کی زوجہ تھیں۔

نخع مذحج کے قبیلہ سے آئے جو یمن میں ہے —— اس وفد کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسلام کا اقرار کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے ان لوگوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا —— اس وفد سے ایک شخص زرارہ بن عمرو نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے اپنے اس سفر میں عجیب خواب دیکھا ہے۔''

آپ نے زرارہ سے پوچھا:

''وہ کیا خواب دیکھا ہے؟''

اس نے کہا:

''میں نے اس گدھی کو دیکھا جسے میں نے قبیلے میں چھوڑا ہے۔ اس نے بکری کا ایک ایسا بچہ جنا ہے جو سرخ رنگ سیاہی مائل ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

''کیا تم نے اپنے قبیلے میں کوئی حاملہ لونڈی چھوڑی ہے؟''

اس نے کہا:

''ہاں چھوڑی ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''اس لونڈی نے ایک لڑکا جنا ہے جو تمہارا بیٹا ہے۔''

اس نے کہا:

''اس لڑکے کا کیا احوال ہے کہ سیاہی مائل سرخ رنگ ہے۔''

آپ نے زرارہ سے فرمایا:

''میرے قریب آؤ۔''

آپ نے زرارہ کی عیب پوشی کا ارادہ فرمایا کہ وہ اس عیب کو چھپاتے تھے۔ زرارہ آپ کے نزدیک ہو گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا:

''کیا تم کو برص ہے' جسے تم چھپاتے ہو۔''

اس استفسار سے زرارہ کا اعتراف مقصود تھا۔ زرارہ نے کہا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی کیا ہے اور بھیجا ہے' کسی کو اس برص کا علم نہیں ہوا اور آپ کے سوا کوئی اور اس پر مطلع نہیں ہوا۔''

آپ نے فرمایا:

''وہ رنگ جو تمہارے بیٹے میں ہے' اس پر برص کا اثر ہے جو جسم میں ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کے معجزات سے ہے۔ زرارہ نے عرض کیا:

''میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا کہ اس کے دونوں کانوں میں مندرے ہیں اور اس کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں یا عاج کے کنگن ہیں یا بل کے کنگن ہیں۔''

ذبل' عاج کی مثل ہوتا ہے یا کچھوے کی پیٹھ کی ہڈی کے کنگن ہیں —— آپ نے یہ تعبیر فرمائی:

''وہ عرب کا بادشاہ ہے کہ اپنی احسن ہیئت اور جس کی طرف پلٹ آیا ہے۔''[1]

زرارہ نے عرض کیا:

---

[1] نعمان بن منذر عرب کا بادشاہ تھا۔ اہل عرب کو جو عزت اور شرف پہلے تھا، وہ اس حالت پر وہ ہو گئے، اور ان پر فرس اور عجم کا جو غلبہ تھا، وہ جاتا رہا —— یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے ہوا۔

تیتہ الشمس والقمر المنیر اذا قلنا کاھنما الامیر

''آفتاب اور ماہتاب تکبر کرتے ہیں اور اس شے کا دعویٰ کرتے ہیں جو ان کے لیے نہیں ہے۔ جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ماہتاب گویا امیر ہیں یعنی ہمارے ممدوح کی مثل ہیں۔ ان کو امیر کا رتبہ حاصل نہیں ہے کہ وہ امیر سے رتبہ میں ادنیٰ ہیں اور امیر کے صفات اس کے ذات کے ساتھ ایک حالت پر قائم ہیں۔''

لان الشمس تغرب حین تمسی　　وان البدر نیقصہ المیر

''آفتاب غروب ہو جاتا ہے جس وقت رات ہو جاتی ہے۔ آفتاب کا یہ نقصان ذات و صفات میں ہے اور ماہتاب کو سیر ناقص کر دیتی ہے کہ وہ آخر میں ہلال ہو جاتا ہے' یہ اس کی ذات و صفات میں نقصان ہے۔ جو شخص کسی کامل کی مدح میں یوں کہے گویا وہ آفتاب اور ماہتاب ہے۔ تو اس نے تشبیہ کو برعکس کر دیا ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دے۔ اس لیے کہ تشبیہ کی حقیقت یہ ہے کہ ناقص کا الحاق کامل کے ساتھ نہ ہو۔ بلکہ کامل کا الحاق ناقص کے ساتھ ہو۔

یہ تشبیہات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں وارد ہیں' بر سبیل تقریب اور تمثیل ہیں۔ ورنہ آپ کی ذات اقدس واعلیٰ ہے۔ آپ کی عزت اور شرف گراں ہے کہ مافوق الفطرت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس:

رفعتیں بہر سجدہ جہاں خم رہیں　　روز و شب کعبہ و لامکاں خم رہیں
بہر آداب کرو بیاں خم رہیں　　جس کے آگے سر سروراں خم رہیں
اس سر تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

آپ کے سر مبارک کا وصف وہی کافی ہے جسے ترمذی علیہ الرحمہ نے اپنی جامع میں اس سند سے ذکر کیا ہے جس کی نسبت ہند ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ہے۔ ہند نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم الہامہ تھے یعنی آپ کی کھوپڑی بڑی تھی جس سے سر مبارک کی عظمت ظاہر تھی۔

یہ صفت دماغی قوت پر دلیل ہے اور اس کی وجہ سے انسان اپنے غیر سے تمیز کیا جا سکتا ہے۔ یہاں پر سر مبارک کا اعتدال مراد ہے اور جو سر حد اعتدال سے بڑا ہوتا ہے وہ بلاوت کی دلیل ہے۔ جیسے بہت چھوٹا سر بلاوت کی دلیل ہے۔

نافع بن جبیر نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا ہے کہ آپ کی کھوپڑی عظیم تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور:

چہرہ حضور کا ہے کہ قرآن کھلا ہوا
ہر اک ادا ہے رفعت عرفاں لیے ہوئے　　(فیاض کاوش)

چہرۂ مصطفیٰ اصل قرآن ہے
عاشقوں کی تلاوت پہ لاکھوں سلام

آپ کا چہرۂ مبارک جس شان سے تھا' اسے وہ حدیث شریف کفایت کرتی ہے جسے شیخین علیہ الرحمہا کی براہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے:

کان رسول اللہ احسن الناس وجھا واحسنھم خلقا لیس بالطویل الذاھب ولا بالقصیر البائن ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرہ میں احسن الناس تھے اور اخلاق میں احسن الناس تھے—— وجہ سے مراد ظاہری حسی حالت اور خلق سے معنوی حالت مراد ہے۔ کہ خلق طبیعت کو کہتے ہیں۔ وہ معنوی صفت ہے۔

نہ آپ زیادہ لمبے تھے اور نہ ٹھگنے۔ بلکہ آپ کا قد مبارک میانہ تھا۔ بایں کا معنی واضح ہے کہ قد مبارک میں قصر نہیں تھا۔

سایۂ حق کے ہمسایۂ مرحمت ۔۔۔ گنج رحمت کے سرمایۂ مرحمت
شرح نورانی آیۂ مرحمت ۔۔۔ قد بے سایہ کے سایۂ مرحمت
ظل ممدو و رافت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ما رایت شیئاً احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الشمس تجری فی وجھه

(ترمذی' بیہقی' احمد' ابن حبان)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسن کوئی شے نہیں دیکھی۔ گویا آفتاب آپ کے چہرۂ انور میں جاری ہوتا تھا''—— یہ انوار کی صفت ہے گویا آفتاب آپ کے چہرۂ مبارک میں دوڑتا نظر آتا تھا۔

طیبی نے کہا ہے کہ آسمان میں جریان شمس جو ہوتا ہے' آپ کے چہرۂ مبارک میں جو حسن جاری ہوتا تھا' اسے اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ تشبیہ تناہی تشبیہ ہے۔[1] اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو جائے قرار اور آفتاب کے لیے مکان قرار دیا ہے۔ ان اشعار کے شاعر کو خدا جزائے خیر دے:

لم لا یضی بک الوجود ولیله ۔۔۔ فیه صباح من جمالک مسفر

کون سی چیز مانع ہے کہ آپ کے سبب سے وجود روشن نہ ہو۔ حال یہ ہے کہ اس کی رات ایسی ہے جس میں آپ کے جمال مبارک سے صبح روشن ہوتی ہے۔

فبشمس حسنک کل یوم مشرق ۔۔۔ و ببدر وجھک کل لیل مقمر

پہلے شعر میں یہ گمان ہوتا تھا کہ صباح سے مراد مجرد صبح ہے۔ صبح کا نور قلیل ہوتا ہے۔ مصنف نے اسے اس وصف سے دفع

---

[1] یعنی وہ تشبیہ جو نہایت درجہ کو پہنچتی ہے یعنی صفت کی موصوف کی طرف اضافت

آپ کے قلب اطہر میں معانی کی شکل پر پوشیدہ ہیں' ان پر کوئی مطلع نہیں ہوتا—— آپ کے اخلاق سے ان معانی کا اظہار ہوتا ہے۔ جن کو لوگ آپ کے باطن میں دیکھتے ہیں' وہ علوم اور معارف جن کو لوگ دیکھتے ہیں ان پر دلیل ہے۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اس مقام پر آپ کی مدح میں کہا ہے:

فهو الذی تم معناه وصورة ثم اصطفاه حبیباً باری النسم

''آپ وہ ہیں کہ آپ کا حال باطن اور حال ظاہر کامل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے آپ کو اپنا حبیب اختیار کیا ہے۔''نسمہ کی جمع نسم ہے' نسم انسان کو کہتے ہیں۔

منزه عن شریك فی محاسنه فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

یعنی حسن کامل کی حقیقت آپ کی ذات اقدس میں کاین ہے۔ اس لیے کہ آپ وہ ہیں کہ آپ کا معنی آپ کے غیر کے سوا کامل ہے۔ اور وہ آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان ناتقسیم ہونے والا ہے ورنہ آپ کا حسن کامل نہ ہوتا—— اس لیے کہ جس وقت وہ تقسیم ہوتا' آپ اس کے بعض کو نہ پاتے اور حسن کامل نہ ہوتا۔

سلف سے یہ منقول ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکروں میں سے ایک لشکر کے ساتھ گئے اور بعض قبیلوں میں اترے۔ اس قبیلہ کے سردار نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کریں۔''

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سردار سے کہا:

''میں آپ کی صفات کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔''

گویا صفت بیان کرنے سے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔ سردار نے کہا:

''مجمل طور پر ہی آپ کا وصف بیان کرو۔''

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''رسول مرسل کے مرتبہ کے موافق ہوتا ہے۔''

یعنی جیسا مرتبہ بھیجنے والے کا ہوتا ہے' ویسا ہی وہ قاصد بھیجتا ہے—— اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے۔ جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنی حاجت میں قاصد کو بھیجتا ہے وہ اس شخص کو بھیجتا ہے جسے اس کی حاجت پر قدرت ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ وہ صاحب مرتبہ شریفہ ہو اور تصرف رکھتا ہو—— اس اثر کو ابن المنیر نے اپنی کتاب ''اسرار الاسرار'' میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] منقسم سے مراد متفرق ہے۔ معنی یہ ہے کہ آپ کا باطن کمالات میں کامل ہے، آپ کا ظاہر صفات میں کامل ہے—— پھر خالق انسان نے آپ کو اپنا حبیب اختیار فرمایا ہے کہ آپ کے حسن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے اور حسن کا جوہر آپ کے اور آپ کے غیر کے درمیان قسمت کو قبول نہیں کرتا—— جیسا کہ جوہر فرد متوہم جسم میں ہے۔ متکلمین کے نزدیک قسمت قبول نہیں کرتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جسم جوہر فرد سے مرکب ہے، کسی وجہ سے منقسم نہیں ہوتا۔ نہ فرض کرنے سے تقسیم ہوتا ہے اور نہ وہم سے تقسیم ہوتا ہے۔ جو شخص ظاہر اور باطن میں کامل صفات سے متصف ہوگا، وہ محبوب ہوگا—— یہ شیخ خالد نے کہا ہے۔

آپ کو جو کمالات دیے گئے ہیں ایسا کون شخص ہے کہ آپ کے مرتبہ کمال کو پہنچے اور آپ کے مرتبہ کا اندازہ کر سکے—— یا جس سے آپ کے کمالات معلوم کرنے کی امید کی گئی ہو اور اس سے وہ کمالات پوچھے گئے ہوں۔ وہ مسئول اور مامول شخص آپ کے احوال ماثورہ پر مطلع ہو سکے اور ان تک پہنچے یہ ناممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے کمالات ظاہری اور باطنی کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا اور ان پر مطلع نہیں ہو سکتا' کمال درجہ عجز بیان ہے۔

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا　　کہتے ہیں اگلے زمانے والے

قرطبی نے ''کتاب الصلوٰۃ'' میں بعض علماء سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل حسن ہم پر ظاہر نہیں ہوا۔ اگر آپ کا تمام حسن ہم پر ظاہر ہوتا تو ہماری آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت کی طاقت نہیں رکھتیں—— بوصیری علیہ الرحمہ نے کیا احسن بات کی ہے

اعیا الوریٰ فهم معنا وفیلس یری　　للقرب والبعد فیه غیر منفحم

آپ کے معنی معرفت نے مخلوق کو عاجز کر دیا۔ اس میں قرب اور بعد سے سوا نہیں دیکھا جاتا ہے۔ سکوت کے منفحم انفحم سے ہے۔ اس کا یہ معنی ہے جدال سے سکوت کیا اور جواب نہیں دیا۔

کاسمش تظهر للعنین من بعد　　صغیرة و تکل الطرف من امم

جیسے آفتاب دیکھنے والے کی دونوں آنکھوں کو دور سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے ڈھال ہے' یا آئینہ ہے۔ ویسے وہ چھوٹا نظر آتا ہے اور اس کے قرب سے آنکھ ٹھہر جاتی ہے۔ اس کی طرف نہیں بڑھ سکتیں۔ امم کا معنی قرب ہے—— خلاصہ معنی یہ ہے کہ جیسے آفتاب کا کمال آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی قرب اور بعد سے ادراک نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ آپ کی صورت کا مشاہدہ کیا جائے۔

یہ قول بھی بوصیری کے قول کی مثل ہے یعنی اوپر کے اشعار قصیدہ بردہ کے ہیں—— ایک شعر بوصیری علیہ الرحمہ کے ''قصیدہ ہمزیہ'' کا ہے جو یہ ہے:

انما مثلو اصفا تلك للنا　　من کما مثل النجوم الماء

آپ کا وصف کرنے والوں نے آپ کی صفات کی صورت لوگوں کو سمجھانے کے لیے اس طور سے باندھی ہے جیسے پانی ستاروں کی صورت باندھتا ہے یعنی پانی میں ستاروں کا عکس پڑتا ہے۔ پانی میں ستاروں کی حقیقت موجود نہیں ہوتی—— خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف کرنے والوں نے آپ کی حقیقت کا احاطہ نہیں کیا۔ انہوں نے آپ کی صورت مبارک کی تصویر ظاہر کر دی ہے جیسے پانی ستاروں کی صورت کی تصویر ظاہر کرتا ہے۔

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے قصیدہ بردہ شریف کے مذکورہ بالا شعر میں کاشمس تظهر وللعنین جو کہا ہے' وجہ تشبیہ شمس کی طرف اشارہ کیا ہے نہ مطلقاً کہا ہے۔ آفتاب کے ساتھ تشبیہ میں جو عیب علی الاطلاق ہے' اسے ابونواس شاعر نے بیان کیا ہے۔

ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

مطھم کا معنی نحیف الجسم ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ گندم گوں سیاہی کی طرف متجاوز نہ ہو—— آپ کے چہرۂ مبارک میں زیادہ گوشت نہیں تھا کہ جس سے بدنما معلوم ہوتا۔ نہ آپ کا جسم مبارک لاغر تھا اور نہ آپ کے رنگ میں ایسی گندم گونی تھی کہ مائل بہ سیاہی ہو۔

جس کے جلوے زمانے میں چھانے لگے
جس کی ضو سے اندھیرے ٹھکانے لگے
جس سے ظلمت کدے نور پانے لگے
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

نہ آپ مکلثم تھے۔ یعنی آپ کا چہرۂ مبارک بالکل گول نہیں تھا بلکہ آپ کے چہرۂ مبارک میں قلیل تدویر تھی یعنی کم گول تھا۔ یہ امر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جو کتاب غرائب میں ابی عبید کے نزدیک ہے، یہ ہے:

وکان فی وجهه تدویر قلیل

ابوعبید نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ آپ کا چہرۂ مبارک غایت تدویر میں نہیں تھا بلکہ آپ کے چہرۂ مبارک میں سہولت تھی یعنی درازی تھی، بالکل گول نہیں تھا—— اس قسم کا چہرہ عرب کے نزدیک زیادہ شیریں اور پسندیدہ ہے۔

امام بخاری نے کعب بن مالک سے روایت کی ہے:

کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اذ سرا استنار وجهه

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسرور ہوتے تو آپ کا چہرۂ مبارک روشن ہو جاتا، گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اس امر کو ہم آپ سے پہچان لیتے تھے یعنی وہ جگہ جہاں سرور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جبین ہے۔[1]

جس کے چہرے پہ جلوؤں کا پہرا رہا
نجم و طٰہٰ کے جھرمٹ میں چہرا رہا
حسن جس کا ہر اک چھب میں گہرا رہا
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے کہ مسرور تھے اور آپ کی پیشانی مبارک کے خطوط اس مسرت سے روشن تھے اور چمک رہے تھے۔ اس نور اور چمک کی وجہ سے

---

[1] جبیں کن پٹیوں کی دونوں جانب سے بالائی حصہ کو کہتے ہیں۔ ایک جانب پیشانی کے دائیں طرف ہے اور ایک جانب پیشانی کے بائیں طرف جو نور جبیں سے مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ جبہ میں نہیں ہوتا ہے۔

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ آپ کا چہرۂ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے—— جبیر بن مطعم کی حدیث میں جو طبرانی کے نزدیک ہے' یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کی طرف ایسے چہرہ سے ملتفت ہوئے کہ شقہ قمر تھا یعنی چاند کے ٹکڑے کی مثل تھا۔ راوی نے آپ کے نفس مبارک کو چاند قرار دیا اور چہرۂ مبارک کو چاند کا ٹکڑا—— راوی کا یہ کہنا آپ کے التفات کے وقت آپ کے چہرہ میں صفت پر محمول ہے۔

لوگ اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ چاند کے ٹکڑے کے ساتھ جو آپ کے چہرۂ مبارک کو تشبیہ دی گئی ہے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول پر کوئی بھید ہے یا کوئی خفیہ نکتہ ہے باوجود اس کے کہ بلغا کے کلام میں کثرت سے وارد ہوا ہے—— کہ چہرہ کی تشبیہ مطلق چاند کے ساتھ دی گئی' اور ٹکڑے کی قید کسی شاعر نے نہیں کی ہے بلکہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' جنہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ کا چہرۂ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے—— وہ شعرائے صحابہ سے ہیں—— چاند کے ٹکڑے کے ساتھ جو تشبیہ ہے اس میں کوئی حکمت لابد ہے۔ اور جو کچھ اس سلسلے میں جواب دیا گیا ہے کہ چاند کا ٹکڑا کہنے میں اس سیاہی سے احتراز ہے جو چاند میں ہے——

یہ جواب قوی نہیں ہے اس لیے کہ چہرۂ مبارک کی تشبیہ چاند کے ساتھ جو ہے اس ضیاء اور روشنی کے ساتھ تشبیہ ہے جو چاند میں ہے—— نہ کہ چاند کے نور اور سیاہی کے ساتھ تشبیہ ہے۔ چاند جب پورا ہو جائے تو اس میں اس قطعہ سے سیاہی اقل نہ ہو گی۔ چنانچہ گویا تشبیہ بعض چہرے پر ہو گی جو پیشانی ہے۔ لہٰذا یہ مناسب ہوا کہ وہ چہرۂ مبارک بعض قمر کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

کان وجهه رسول الله کدارة القمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک چاند کے دائرہ کی مثل تھا—— ابن اسحاق نے بنی ہمدان کی ایک عورت سے روایت کی ہے۔ اس عورت کا نام یاد نہیں رہا۔ اس عورت نے کہا ہے کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکثر حج کیا ہے۔ امیں نے آپ کو آپ کے اونٹ پر سوار دیکھا۔ آپ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ آپ کے دست مبارک میں ایسا عصا تھا جس کا سر ٹیڑھا تھا اور آپ کے جسم مبارک پر دو سرخ چادریں تھیں کہ جس وقت حجر اسود کے پاس گئے' قریب تھا کہ آپ کے سر مبارک کے بال مونڈھوں کو لگ جائیں۔ آپ نے اس عصا سے حجر اسود کا بوسہ لیا۔ پھر آپ اس عصا کو اپنے دہان مبارک کی طرف اٹھا کے بوسہ دیتے تھے''۔

ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے اس عورت سے کہا:

''تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشبیہ دی۔''

اس نے کہا:

القمر لیلة البدر لم ار قبله وبعد مثله صلی الله علیه و آله وسلم

کیا کہ آپ کے آفتاب جمال کے سبب ہر ایک دن روشن ہے اور آپ کے چہرۂ انور کے چاند کے سبب ہر ایک رات چاندنی رات ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے حسن و جمال سے دن رات منور ہیں' کبھی تاریکی نہیں ہوتی۔ کسی نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

کان وجهه رسول الله مثل السیف

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی مانند صیقل کیا ہوا اور شفاف تھا؟ اور چہرہ دراز تھا۔''

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قول کو بلیغ طور پر رد کر کے سائل کو جواب دیا ہے۔ بل مثل القمر بلکہ چاند کی مثل تھا یعنی گول چہرہ تھا—— سائل نے جو تو ہم کیا تھا' یہ اس کا رد ہے۔

حافظ نسابہ ابوالخطاب عمر بن حسن بن علی بن محمد المشہور ابن دحیہ نے اپنی کتاب ''التنویر فی مولد البشیر اولنذیر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث لانے کی جگہ میں جو کچھ کہا ہے' ان کا لفظ یہ ہے کہ اس حدیث میں علم پہلے کہ جو شخص اچھا ہے' بطور تشبیہ نہ دے سکے' اس پر اقرار صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرۂ مبارک کو تلوار کے ساتھ تشبیہ دی اور اگر آپ کے چہرۂ مبارک کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دیتا تو اولیٰ ہوتا۔ اس وجہ سے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سائل پر رد کیا اور کہا:

''بلکہ آپ کا چہرۂ مبارک چاند کی مثل تھا۔''

اور اس کی تشبیہ میں ابداع کیا اس لیے کہ چاند اپنے نور سے روئے زمین کو بھر دیتا ہے—— اور جو شخص اس کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اُنس پکڑتا ہے اور چاند کا نور ایسا نہیں ہوتا کہ حرارت رکھے اور الم پہنچائے' اور نہ اس سے آنکھوں پر بھاری پن محسوس ہوتا ہے کہ نگاہ کو کھینچ لے اور چاند کی طرف دیکھنے والا نظر پر قادر ہوتا ہے۔ برخلاف آفتاب کے کہ نگاہ کو ضعیف کر دیتا ہے یا نگاہ پر پردہ کے طور پر غشا پیدا کر دیتا۔

مسلم کی روایت میں جو جابر بن مرد کی حدیث سے ہے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا:

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی مثل تھا؟''

انہوں نے سائل سے کہا:

''تلوار کی مثل نہیں تھا بلکہ آفتاب اور ماہتاب کی مثل تھا۔''

یعنی بہا اور اشراق میں آفتاب کی مثل تھا اور مستدیر ہونے کے اور نور میں چاند کی مثل تھا۔ آپ کا چہرہ مبارک مستدیر تھا یعنی گول تھا—— جابر نے مستدیر اس لیے کہا کہ سائل کو اس امر پر تنبیہ ہو۔ اس لیے کہ سائل نے اس میں دو صفتیں جمع نہیں کیں کہ سائل نے پوچھا تھا:

''کیا چہرۂ مبارک تلوار کی مثل تھا؟''

اس قول سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ سائل نے تلوار کے ساتھ تشبیہ دینے میں چہرۂ مبارک کے طول کا ارادہ کیا ہے یعنی آپ کا چہرۂ مبارک لمبا تھا اور یہ گمان ہوتا تھا کہ سائل نے تلوار سے تشبیہ دینے میں لمعان یعنی اس کی روشنی اور چمک کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ سابق میں جو عبارت آئی ہے اس میں اس کی طرف اشارہ آگے آ چکا ہے۔ لہٰذا مسئول نے بلیغ طور پر رد کر دیا اور جبکہ اس کے ساتھ امر متعارف جاری ہے کہ آفتاب کے ساتھ جس شے کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس تشبیہ میں غالب اشراق آفتاب کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اور چاند کے ساتھ جو تشبیہ دی جاتی ہے اس سے چہرے کی ملاحت کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ نہ ان دونوں کے سوا ارادہ کیا جاتا ہے — جابر کا یہ کہنا کہ آپ کا چہرۂ مبارک مستدیر تھا' اس لیے انہوں نے دو صفتوں سے معاً تشبیہ کا ارادہ کیا ہے۔ دو صفتیں حسن اور چہرے کا گول ہونا ہے۔

ابن اسحاق نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس چاندنی رات میں ایسے حال میں دیکھا جس میں اول سے آخر تک چاندنی ہوتی ہے' نہ اندھیرا ہوتا ہے نہ بادل' آپ سرخ رنگ کا حلہ پہنے ہوئے تھے — کبھی میں آپ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی چاندنی کی طرف نظر کرتا تھا جبکہ آپ میری آنکھوں میں چاند سے احسن تھے

کل چودھویں کی رات تھی' شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا ہے یہ چاند ہے' کچھ نے کہا چہرہ تیرا

ایک روایت میں جابر کے اس قول کے بعد کہ آپ سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے یہ ہے کہ میں آپ اور چاند کے درمیان مماثلت کرنے لگا — یعنی میں کہتا تھا کہ آپ چاند کی مثل ہیں' البتہ میرے نزدیک آپ چاند سے احسن تھے۔ یعنی

فهو عندی احسن من القمر — ''نہیں نہیں چاند سے بھی زیادہ حسین۔''

نذر کرتی ہے صبح بہاراں درود — پھول سے رخ پہ ہر دم گل افشاں درود
مہ لقا حسن ذیشان قربان درود — چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

ترمذی اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کی:

لم یکن بالمطهم ولا بالمکلثم مطهم

''موٹے گال یا ایسا پھولا ہوا چہرہ کہ معلوم ہوتا ہے منہ بنائے ہوئے ہے'' — یہ زیادہ فربہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

شمع خورشید ضو دیکھ کر جھلملائے — نجم طور حسیں کی نظر جھلملائے
مشعل حسن روئے حسن جھلملائے — جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے

يتلا لاء وجهه تلا لاء القمر ليلة البدر

چاند کے ساتھ تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ چاند اپنے نور سے روئے زمین کو بھر دیتا ہے اور جو شخص چاند کو دیکھتا ہے' اس کا دل اس سے سکون پاتا ہے اور اس سے نفرت نہیں کرتا۔ چاند دکھ دیئے بغیر نور کو جمع کرتا ہے۔ اسے دیکھنے سے نظر کو ٹھہراؤ ہوتا ہے—— بلکہ نگاہ چاند کے دیکھنے سے لذت پاتی ہے—— اس کے برعکس آفتاب نگاہ پر پردہ ڈال دیتا ہے اور نظر کے ٹھہرنے میں رکاوٹ کرتا ہے۔ عام طور پر بدر کے ساتھ تشبیہ اس تشبیہ سے زیادہ بلیغ ہے جو قمر سے دی جائے۔ اس لیے کہ بدر کامل چاند ہوتا ہے۔ بدر ہونے کی حالت میں چاند کا کمال ہوتا ہے—— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت آپ کو دیکھا ہے' یہ شعر کہا ہے:

لو كنت من شئى سوى بشر ۔ كنت المنور ليلة البدر

''اگر آپ بشر نہ ہوتے اور کسی شے کی قسم سے ہوتے تو یقیناً آپ چودھویں کے چاند تھے' منور چاند''

اس شعر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تمثیل کی ہے' یہ شعر مسبب بن عیسیٰ ابن مالک کے قصیدہ کی ہے۔ جو اعشی شاعر کا ماموں تھا۔ اس نے یہ قصیدہ قیس کی مدح میں کہا تھا—— بدر کے ساتھ جو تشبیہ ہے تحقیق وہ اپنے حقیقی معنی میں پائی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارک میں سے ایک اسم شریف بدر ہے—— آپ کا اسم مبارک البدر اس لیے ہے کہ آپ کا کمال کامل ہے' آپ کا شرف عالی ہے—— کسائی کے قصص میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

ان محمدا هو البدر الباهر والنجم الزاهر والبحر الزاخر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے' یا غزوۂ تبوک سے آپ تشریف لائے تھے' اس لیے آپ کو خوش آمدید کہنے والوں نے آپ کے جمال مبارک کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے تھے:

طلع البدر علينا ۔ من ثنيات الوداع

''ہم لوگوں پر ثنیات وداع سے چاند طلوع ہوا ہے—— ثنیات' ثنیہ کی جمع ہے۔ ٹیلہ اور چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں—— مدینہ منورہ کے قریب حجاج یا مسافروں کے وداع کرنے کا مقام ہے۔

وجب الشكر علينا ۔ مادعا لله داع

''ہم لوگوں پر اس بات کا شکر واجب ہو گیا ہے کہ اس چاند نے ہماری آنکھوں اور ہمارے ملک کو منور کر دیا ہے۔ یہ شکر اس وقت تک واجب ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے—— اور جس نے یہ خوب صورت شعر کہا ہے' کمال کیا ہے۔

كالبدر والكاف ان الصفت زايدة ۔ فيه فلا تظنها كافا للتشبيهه

لفظ کالبدر کے ساتھ کاف ہے۔ اگر تو انصاف کرے گا تو اس کاف کو اس لفظ میں زیادہ تسلیم کرے گا اور تو تشبیہ کا کاف

گمان کرے گا۔ یعنی کالبدر کا معنی بدر کے مثل ہے—— جب کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف کیا تو یہ معنی کہ آپ بدر کی مثل ہیں۔ اس تشبیہ میں بدر مشبہ بہ ہوگا' اور آپ کی ذات کامل الصفات مشبہ ہوگی جس سے مشبہ بہ کا اعلیٰ اور مشبہ کا ادنیٰ ہونا ثابت ہوگا—— لہٰذا آپ کے کمالات ذاتی پر نظر کر کے انصاف کرنا چاہیے اور کہنا چاہیے کہ کالبدر حرف کاف تشبیہ زیادہ ہے۔ آپ نورِ جمال سے عین بدر ہیں۔

نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ابن الحلادی کا یہ شعر کس قدر شیریں ہے:

يقولون يحكي البدر في الحسن وجهه　　　وبدر الرجىٰ من ذالك الحسن ينحط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں لوگ کہتے ہیں کہ حسن میں بدر آپ کے چہرۂ مبارک کے مشابہ ہے۔ آپ کی ذات اقدس میں جو حسن ہے' شب تاریک کے بدر کا حسن اس سے کمتر ہے۔

كما تشبهوا نحمن النقا بقوامه　　　بقد بالغوا في المدح للغصن واشتطوا

جیسے کہ نقا کی شاخ کو آپ کے اعتدال سے تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ دینے والوں نے شاخ کی مدح میں مبالغہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے جور اور ظلم کیا ہے۔ اس لیے کہ تشبیہ اس وجہ کی مستدعی ہوئی ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں جامع ہو۔ بدر اور غصن کے درمیان اور آپ کے چہرہ اور آپ کے قوام کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ تشبیہ صحیح نہیں ہے—— البتہ تشبیہ سے بدر اور غصن کو غایت فخر حاصل ہوا ہے۔

یہ تشبیہات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں وارد ہوئی ہیں' یہ شعراء اور عرب کی عادت پر وارد ہوئی ہیں کہ وہ ذات مبارک کو بدر وغیرہ سے تشبیہ دیتے ہیں ورنہ ان محدثات میں کوئی شے ایسی نہیں ہے کہ آپ کی صفاتِ خلقیہ مبارک کے برابر ہو' اور آپ کی صفات خلقیہ کی برابری کر سکے۔

سیدی محمد وفا شاذلی مالکی علیہ الرحمہ نے مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہا ہے:

كم فيه الابصار حسن مدهش　　　كم فيه الارواح راح مسكر

''آپ کی ذات مقدس میں بے حد ایسا حسن ہے جو کہ بہت سی بینائیوں کو متحیر کرتا ہے۔ یعنی آپ کے حسن سے بینائیوں کو دہشت ہوتی ہے۔ وہ متحیر ہو جاتی ہیں—— آپ کی ذات میں بہت سی ایسی صفات ہیں کہ دیکھنے والوں کی روحوں کے لیے آور شراب ہے۔ وہ ان کو دیکھ کر بے خود ہو جاتے ہیں جیسے شراب سے بے خودی ہوتی ہے۔

سبحان من انشاء من سبحاته　　　بشرا باسرار الغيوب يبشر

قاموس میں ہے سبحات مضمتين وجه الله وانواره اور صحاح میں سبحات کا معنی جلالت الٰہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جمیع عیوب سے پاک ہے' اس نے اپنے انوار سے ایسے بشر کو پیدا کیا ہے جو کہ غیبوں کے اسرار سے بشارت دیتا ہے—— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يا جابر ان الله تعالىٰ قد خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره

یعنی آپ حسن و جمال میں چودھویں رات کا چاند ہیں کہ وہ کامل ہوتا ہے — میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔"

دارمی، بیہقی، ابونعیم اور طبرانی نے ابوعبیدہ ابن محمد عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ میں نے ربیع بنت مسعود سے کہا:

"مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کرو۔"

ربیع نے کہا:

"اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے تو یہ کہتے کہ آفتاب طلوع ہوا ہے۔"

اور ایک جگہ اس طرح سے ہے کہ:

"اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو آپ کو دیکھتا تو آفتاب کو دیکھتا کہ طلوع کیا ہوا ہے؟"

روح والشمس و طٰہٰ پہ دائم درود — حسن روئے مجلّٰی پہ دائم درود
تاجدارِ تدلّٰی پہ دائم درود — شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

مسلم نے ابوطفیل سے روایت کی ہے کہ ان سے کسی نے کہا:

"آپ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان فرمائیں۔" انہوں نے کہا:

كان ابيض مليح الوجه ۔

"آپ گورے تھے، رنگ میں سرخی تھی اور آپ کا چہرہ ملیح تھا۔"

جس طویل حدیث کی روایت ترمذی نے ھند ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی ہے، یہ ہے:

كان رسول الله فخما مفخما يتلاٰلاء وجهه تلالاء القمر ليلة البدر[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی نفسہٖ عظیم تھے اور بڑے معظموں کے دلوں اور اعیان زمانہ کی آنکھوں میں معظم تھے — آپ کا چہرۂ مبارک ایسے چمکتا تھا جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے اور روشن ہوتا ہے۔ یعنی کمال درجہ اشراق اور استنارہ تھی۔

جس وقت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کیا اور یہ کہا:

---

[1] فخم کا یہ معنی ہے کہ اپنے اصحاب میں عظیم القدر تھے، اور جن لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا ان کے نزدیک آپ عظیم القدر تھے۔ مافخم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مفخم مخلوق کے نزدیک، جسم کی فخامت مراد نہیں ہے بلکہ چہرے کی فخامت مراد ہے۔ چہرے کی فخامت اس کا جمال سے بھرا ہونا، یا مہابت سے یا دونوں رخساروں کے گوشت کی کثرت جمال کے کمال کے ساتھ۔ واصف نے چہرے مبارے سے ابتداء اس حلیے سے کی کہ چہرہ اول وہ شے ہے جس کی طرف نظر متوجہ ہوتی ہے۔

تبلج الوجہ یعنی ''چہرہ روشن اور پرضیا تھا''۔

اسی سے سلج الصبح عرب میں محاورہ ہے۔ جب صبح ہوتی ہے اور اس کا نور چمکتا ہے تو یہ کہتے ہیں۔ سید علی باوفا نے کس درجہ اچھی یہ بات کہی ہے:

الایا صاحب الوجہ الملیح سالتك لاتغیب فانت روحی

''اے ملیح چہرے والے! جان لے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو مجھ سے اس طور پر اوجھل نہ ہو کہ میں تجھے نہ دیکھوں—— اس لیے کہ تو میری روح ہے یعنی جیسے میری روح میری حیات ہے۔ تیری غیبت میری ہلاکت کا سبب ہے۔''

متی ماغاب شخصك عن عیانی رجعت فلا تری الاضریحی

''جس وقت تیرا شخص میرے مشاہدہ سے ہو جائے گا یعنی میں اس کا مشاہدہ نہ کروں گا تو پھر پلٹ کے میرے پاس آئے گا تو مجھ کو نہ دیکھے گا بلکہ میری قبر کو دیکھے گا—— یعنی تیری جدائی کے صدمے سے مر جاؤں گا اور تو مجھے نہ پائے گا۔

بحقك جد لرقلك یا حبیبی وداو لوغہ القلب الجریحی

''میں تجھ سے کہتا ہوں کہ حبیب اپنے غلام کی بخشش کرائے یعنی اپنے غلام کو اپنی عطا سے سرفراز کر۔ لرقلك میں جو لام تعدیہ ہے اس کے مطابق یہ معنی ہے' اور اگر لام سببیہ قرار دیں تو یہ معنی ہو گا کہ اپنے وصل کے لیے اپنے غلام کے لیے بخشش کر اور اپنے عاشق کے دل مجروح کی اپنے وصل سے سامان تسکین کر۔

ورق المغرم فی الحب امسی واصبح بالهوی ونفاطریحی

''اپنے محب پر رحم کر کہ اس کا دل جل گیا ہے اور تیری محبت میں وہ ہمیشہ مریض رہتا ہے۔ اور ایسے مرض سے وہ مریض ہو گیا ہے کہ کسی وقت اسے نہیں چھوڑتا۔ وہ اپنی جگہ پڑا ہوا ہے کہ محبت کا صدمہ اسے پہنچا ہے۔''

محب ضاق بالا شواق ذرعا وآری منك للكرم الفیح

''وہ عاشق شیدا ایسا محب ہے کہ شوق کے ہجوم نے اسے عاجز کر دیا ہے اور اس کا سینہ اس ہجوم کی وجہ سے تنگ ہو گیا ہے اور تیرے پاس وہ ٹھہرا ہوا ہے—— اسے تیرے وسیع کرم کی امید ہے۔''

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ............:

نہایہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كان اذا سرفكان وجهه المرآة—— یعنی جس وقت آپ مسرور ہوتے آپ کا چہرۂ مبارک گویا ایک آئینہ تھا۔ آئینے میں آدمی کی صورت نظر آتی ہے اور اس میں ہر ایک شے دیکھی جاتی ہے آپ کے چہرۂ مبارک میں ہر ایک شے کا عکس نمایاں ہوتا اور دیواروں کی صورت آپ کے چہرۂ مبارک میں دکھائی دیتی تھی۔

رُخِ انور کو چاند سے تشبیہ کیوں؟:

ہند ابن ابی ہالہ کی حدیث میں یہ ہے:

واما صاحب العلم فیزداد فی رضاالرحمن

یعنی ''حریص النفس شکم سیر نہ ہو سکنے والے دو آدمی ہیں: طالب علم اور طالب دنیا —— یہ دونوں مساوی درجہ نہیں رکھتے۔ دنیا دار تو شیطنت و سرکشی میں دراز ہوتا چلا جائے گا اور علم والا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں ترقی کرتا رہے گا''۔

بیہقی کہتے ہیں یہ حدیث موقوف و منقطع ہے۔ اسی طرح سے بزار عسکری وغیرہ نے اور مجموعی حیثیت سے یہ حدیث ضعف کے درجے سے نکل کر قوی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ کہ ہر ایک روایت منفرد طور پر اس حدیث کی ضعیف ہے۔ واللہ اعلم!

﴿۷۰﴾

لافقر اشد من الجہل ولامال اکثر من العقل ولاو حشۃ اشد ...... من العجب

''مفلسی و محتاجی کی حالت سب سے زیادہ جہالت میں ہے ...... اور مال کا مرتبہ عقل سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا ...... اور انسان میں خود پسندی سے بڑھ کر وحشت اور خوف زدہ رہنے کی کوئی چیز نہیں''۔

اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

﴿۷۱﴾

الذنب لاینسی والبر لایبلی والدیان لایموت فکن کماشئت

''گناہ بھولا نہیں جاتا' نیکی بوسیدہ نہیں پڑ سکتی' اعمال کا عوض کرنے والا نہیں مرتا —— لہٰذا تم جس طرح چاہو' رہو''۔

اس حدیث پاک کو ''مسند فردوس'' میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

﴿۷۲﴾

ماجمع شئی الی شئی احسن من حلم الیٰ علم

''کوئی شے کسی چیز کے ساتھ جمع نہیں ہوئی جو اس حلم سے بہتر ہو جو علم کے ساتھ جمع ہوا ہو''۔

عسکری نے ''امثال'' میں جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسط مرفوع جس میں یہ عبارت زیادہ ہے:

وافضل الایمان التحبب الی الناس' ثلاث من لم تکن فیہ فلیس منی ولامن اللہ حلم یردبہ جھل الجاھل و حسن خلق یعیش بہ فی الناس وورع یحجزہ عن معاصی اللہ ۔

یعنی ''لوگوں سے محبت کے ساتھ گزارا کرنا۔ تین چیزیں ہیں۔ جس شخص میں وہ تین چیزیں نہ ہوں' اس شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اللہ کی طرف سے اسے تعلق ہوگا:

- ☆ حلم' جس کے ذریعے وہ جاہل کے جہل کو رد کرتا ہے۔
- ☆ حسن اخلاق' جس کے ساتھ وہ اپنا عیش پورا کرتا رہے۔
- ☆ ورع یعنی پاک بازی' جس کی وجہ سے گناہوں سے خود کو بچائے رکھنا ہے۔

عسکری کے پاس حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے مرفوع پر مضمون زیادہ ہے۔

ما اویٰ شئی احسن من حلم علم و صاحب العلم غرثان الی حلم

یعنی ''کوئی چیز کسی چیز کے پناہ میں رہنے والی جو سب سے بہتر ہو حلم اور علم کے سوانہیں ہوتی —— اس لئے کہ حلم جو علم کے ساتھ جمع ہو جائے تو صفت تمام اشیاء سے بہتر ہے اور علم والا آدمی حلم کا بھوکا ہوتا ہے''۔

﴿۷۳﴾

التمسوا الرزق فی خبایا الارض

یعنی ''زمیں کے چھپے ہوئے کونوں سے رزق تلاش کرو''۔

اس حدیث کو روایت کیا جز رب ی ب ی میں—— ابوشریح کی روایت سے مراد اس سے کھیتی (زراعت) ہے۔

لتبع خبایاالارض وادع ملیکھا لعلك یوماً ان تجاب فترزقا

''تو رزق کی تلاش میں زمین کے پردوں کے پیچھے جا' اور زمین کے مالک کے پاس دعا کیا کرتا کہ کسی نہ کسی طرح تیری دعا سنی جائے اور تجھے رزق نصیب ہو''۔

﴿۷۴﴾

کن فی الدنیا کانك غریب ادعا برسبیل وعد نفسك فی اھل القبور

''دنیا میں مسافر کی طرح سے رہو یا راستہ کا گزر جانے اور اپنے آپ کو قبرستان میں رہنے والا سمجھو''۔

بیہقی نے شعب میں اور عسکری نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے مرفوع کیا ہے—— بخاری و ترمذی وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے۔

﴿۷۵﴾

صنائع المعروف تقی مصارع السوء و صدقة السر تطفیء غضب الرب وصلة الرحم تزید فی العمر

''نیکی کے کام کرنا برے مقامات سے بچنے کا فائدہ دیتا ہے۔ چھپے ہوئے خیرات کرنے کا کام خدا کے غصے کو ٹھنڈا کرنے والی چیز ہے۔قرابت داروں کے ساتھ احسان کرنے سے عمر میں برکت نصیب ہوگی''۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اس کی تخریج کی جس کی سند حسن ہے۔

﴿۷۶﴾

العفو لایزید العبد الاعزا والتواضع لایزیده الارفعة وما نقص مال من صدقة

''معافی دینے سے آدمی کی عزت کو ترقی ملتی ہے—— تواضع سے رہنے والے کا اللہ تعالیٰ مرتبہ بلند فرماتا ہے—— نیک کام میں جو مال صرف ہوگا اس میں کمی نہیں آتی''۔

مسلم کے الفاظ ہیں:

مانقصت صدقة من مال و مازادالله عبدالعفو الاعز وما تواضع احدالله الارفعه الله —— قضاعی نے ابوسلمہ عن ام سلمہ کی مرفوع حدیث پیش کی ہے:

مانقص مال من صدقة ولاعفا رجل من مظلمة الازاد الله تعالیٰ بهاعزا

یعنی مال صدقہ (زکوٰۃ) کی وجہ سے کم نہیں ہوتا —— اور آدمی اپنی مظلومیت کے بعد اپنا حق انتقام اگر معاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی عزت سے زیادہ کرتا ہے"۔

دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے:

والذی نفس محمد بيده لاينقص مال من صدقة

اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

﴿۷۷﴾

اللهم انی اعوذبك من شر سمعی و من شر بصری و من شر لسانی و من شرقلبی و من شرمنی ۔

"اے اللہ! میں ساعت' بصارت' زبان' دل اور منی کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں"

ابو داؤد نے اپنی جامع میں اور حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا۔

﴿۷۸﴾

اللهم انی اعوذبك من شر فتنة الغنى

"اے اللہ! میں تونگری کے فتنے سے پناہ چاہتا ہوں"۔

﴿۷۹﴾

ان الدنيا عرض حاضر ياكل منه البر و الفاجر و ان الاخرة وعد صادق يحكم فيها ملك عادل قادر يحق فيها الحق و يبطل الباطل فكونوا ابناء الاخرة ولاتكونوا بناء الدنيا فان كل ام يتبعها ولدها

"دنیا کا سامان پھیلا ہوا ہے موجود ہے جس سے نیک اور بد دونوں اپنی گزر اوقات کرتے ہیں۔ آخرت سچا وعدہ ہے۔ قدرت والا منصف بادشاہ آخرت میں حکم دے گا' حق کا حکم دے گا۔ باطل کو غلط کر دے گا —— لہٰذا تم لوگ آخرت کی اولاد ہو جاؤ...... دنیا کی اولاد مت بنو۔ کیوں کہ اولاد اپنی ماں کے تابع ہوتی ہے"۔

اسے ابونعیم نے "حلیہ" میں شداد کی حدیث سے روایت کیا۔

﴿۸۰﴾

اخسر الناس صفقةً من اذهب اخرته بدنيا غيره

"وہ شخص ہے جس نے دوسرے کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت کو ضائع کر لیا۔ زمانہ سازگار رہا اور وہ آخرت کے لئے تو شہ تیار کئے بغیر مر گیا۔ کل قیامت کے روز خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اس کے پاس مغفرت کے لئے حجت اور دلیل نہیں۔

صفقةً یعنی انسانی دستاویز کے اعتبار سے سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا —— اس کے ہم معنی حدیث کو ابن بخار نے روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کی حدیث سے ربیعہ کی روایت میں ہے۔

﴿۸۱﴾

ان من كنوز البر كتمان المصائب

''ذخیرہ تکلیف کا پوشیدہ رکھنا نیکی ہے''۔

﴿۸۲﴾

اليمين حنث او ندم

یعنی ''یہ صفت نیکی کا خزانہ ہے کہ مصیبتوں کو مخفی رکھا جائے''۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم کھانے کا انجام یا تو قسم کا توڑنا ہوگا یا شرمندگی اٹھانی پڑے گی —— اس حدیث پاک کو ابویعلی اور ابن ماجہ نے روایت کیا —— ابن ماجہ کی حدیث میں یمین کی بجائے انم الحلف آیا ہے۔

﴿۸۳﴾

لاتظهر الشماتة باخيك فيعا فيه الله يبتليك

یعنی ''اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی مت کر' اللہ اسے عافیت نصیب کر دے گا اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا''۔

ترمذی نے مکحول کی حدیث سے اسے روایت کیا —— ابن ابی الدنیا کے پاس فیعا فیه الله کی بجائے فی رحمه الله آیا ہے۔ ترمذی کی حدیث مرفوع ہے:

من عير اخاه بذنب لم يميت حتى يعمله

''جس نے اپنے بھائی کو اس کی کسی غلطی پر عار دلایا' جب تک یہ شخص اس غلطی پر عمل نہ کرے۔ اسے موت نہ آئے گی''۔

﴿۸۴﴾

القلم بما انت لاق

فتح المنہ کے مصنف نے کہا کہ یہ اس بات کا کنایہ کیا گیا ہے کہ بندوں کے مقدرات کا قلم چل چکا ہے اس کا کام ختم ہو چکا' اس کام سے فراغت ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ لکھنا شروع کر کے اس کام سے فارغ ہو جانے کو لازم ہے کہ سیاہی خشک ہو جائے —— چنانچہ یہ کلام اصول بلاغت کے مطابق ہے کہ لازم کا ملزوم پر اطلاق کیا جائے۔

یہ لفظ کلام عرب میں نہیں پایا گیا' فصاحت نبویہ ہی اس کی مقتضی ہو سکتی ہے۔

﴿۸۵﴾

اليوم الرهان وغد السباق والغاية الجنة والهالك من دخل النار

﴿۸۶﴾

من ضمن لی مابین لحییه وبین رجلیه ضمنت له علی الله الجنة

یعنی ''آج اس دنیا میں عمل صالح کے میدان کی گھڑ دوڑ ہے اور کل کے دن اس میں سبقت لے جانے کا نتیجہ سنایا جائے گا۔ جس کی انتہا جنت ہوگی۔ اور جو دوزخ میں گیا وہ تباہ و برباد ہوا''۔

ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ

''جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کے لئے ضمانت دے گا تو میں اللہ کے پاس اسے جنت دلانے کا ضامن ہو جاؤں گا''۔

محدثین کی ایک جماعت نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ انہی میں عسکری بھی ہیں۔ بخاری و ترمذی میں سہل بن سعد کی روایت سے یہ الفاظ آئے ہیں:

من یضمن لی مابین لحییه وما بین رجلیه اضمن له الجنه

مابین لحییه سے زبان اور گفتگو ہے ـــــ مابین رجلیه سے مراد شرم گاہ ہے ـــــ دو اور دی کے پاس مابین لحییه سے مراد ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب باتِ چیت' کھانے پینے اور وہ تمام امور کو شامل ہو جائے گا جن کا تعلق منہ سے ہے۔ بعض روایات میں اس حدیث کے الفاظ اس طرح آئے ہیں:

من تر کل لی مابین فقیمه و رجلیه اتو کل له بالجنه

اور فقم کا لفظ حرف اول ''ف'' کے ضمہ اور فتحہ دونوں طرح سے صحیح ہے۔ اس کے معنی داڑھی کے ہیں ـــــ ایک اور روایت میں یہ حدیث پاک ان الفاظ میں ہے:

من یکفل لی تکفلت له

دیلمی کے پاس جو سند ضعیف سے مرضوع حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی یہ عبارت ہے:

من وقی شر قبقبه و ذ بذبه و لقلقه و جبت اله الجنة

کتاب احیاء کی حدیث میں بطن کا لفظ ہے۔ من وقی البطن من القبقبة قبقبة ـــــ پیٹ میں سے جو آواز سنائی دیتی ہے اسے کہتے ہیں۔ گویا کہ یہ لفظ قبقبة اس آواز کی حکایت کر رہا ہے۔ اس لفظ سے اشارۃً حرام کھانا مراد لینا جائز ہے اور جو چیز مشتبہ ہو اس کی طرف اشارہ ہے ـــــ شرم گاہ اور زبان سے اس کا کنایہ درست ہے۔

یہ کلام اور اس کے مانند جو الفاظ احادیث نبوی میں ہیں' بے شمار ہیں۔ اس کا حساب لگانا دشوار ہے ...... یہ بلاغت عربی کا سب سے ارفع و اعلیٰ مقام ہے جو بلاغت نبویہ کے ساتھ مخصوص ہوا ہے۔ اسی بناء پر فصاحت اور جوامع الکلم کے لحاظ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مرتبہ ہے جس پر کوئی شخصیت قیاس نہیں کی جاسکتی۔ اس خصوصی میں آپ نے وہ مرتبہ حاصل کر لیا کہ اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام کے جملہ امور آپ کی بلاغ کا شاہکار:

آپ کی بلاغت میں جن امور کا شمار کیا گیا ہے ان میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ آپ مختلف النوع شرائع آسمانی کے جامع ہیں۔ قواعد مذہب اسلام کے موسس ہیں۔ آپ نے صرف چار حدیثوں میں مذہب اسلام کے جملہ امور جمع فرما دیئے۔ وہ چار حدیثیں یہ ہیں:

☆ انما الاعمال بالنية
''عمل کی بنیاد نیت پر ہے'' — اسے شیخین نے روایت کیا۔

☆ الحلال بين والحرام بين
''حلال وحرام میں واضح فرق ہے'' — اس کی روایت مسلم نے کی۔

☆ البينه للمدعي واليمين على من انكر
''بینہ دلیل مدعی کے لئے ہے' قسم مدعا علیہ پر ہے۔

☆ لايكمل ايمان المرء حتى يحب لاخيه مايحب لنفسه
شیخین نے اس کی روایت کی۔

پہلی حدیث تمام عبادات کے چوتھے حصے کی حامل ہے — دوسری حدیث معاملات کے بارے میں چوتھے حصے دین اسلام پر مشتمل ہے — اس طرح سے تیسری حدیث ہے کہ تنظیمات حکومت' عدل و انصاف کا چوتھائی تکمیل کرتی ہے — چوتھی حدیث میں وہ تمام امور آ جاتے ہیں جو آداب انسانی زندگی میں معاش و معاشرت کے لحاظ سے ضروری ہیں' اس کا چوتھائی اس حدیث میں ہے — ابن المنیر کے قول کے مطابق ممنوعات شرعیہ سے باز رہنے کا حکم بھی اس حدیث سے ظاہر ہے۔ تاکہ انسان میں تہذیب و شائستگی پیدا ہو سکے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو مبارک میں بلاغت کا جو وصف تصور کیا گیا ہے' آپ کا کلام فرمانا بھی ہے ...... ہر کس و ناکس کے ساتھ اس کی مادری زبان کی لغت و لہجے کے موافق شائستہ انداز گفتگو اور بہ طریق تالیف قلب' آپ کسی شہری آدمی سے گفتگو فرماتے تھے تو آپ کا کلام تیل سے زیادہ ملائمت اور لطف لئے ہوئے ہوتا تھا' ماء مزن سے بھی بہتر اور خوشگوار — جب آپ کو دیہات کے کسی آدمی سے بات چیت کا اتفاق ہوتا تھا تو آپ اسی کے الفاظ و انداز گفتگو کے طرز پر کلام فرماتے۔

اہل مدینہ کو دعائیں:

آپ کی فصاحت و بلاغت کے نمونہ میں مصنف نے اہل مدینہ کے لئے آپ کی تین دعائیں پیش کی ہیں:

(۱)

اللهم بارك لهم في كلبالهم و بارك لهم في صاعهم و مدهم

''اے اللہ! ان کے غلے اور خورد و نوش کی چیزیں ناپنے کے پیمانوں کو برکت عطا کیجئے''۔

(۲)

اللهم بارك لهم لنافی ثمرنا و بارك لنا فی مدینتنا و بارك لنافی صاعنا و بارك لنافی مدنا

اس دعا کا بھی قریب قریب وہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا۔

(۳)

اللهم انی ادعوك للمدینه بمثل مادعا به ابراهیم لمكة و مثله معه

''اے اللہ! میری دعا ہے اہل مدینہ کے لئے اس دعا کی برکت کی مثل جو دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لئے فرمائی تھی اور انہیں اتنا ہی مستزاد عطا کر''۔

قبیلہ بنی نہد کے لئے خصوصی دعا:

قبیلہ بنی نہد کا وفد جو حاضر خدمت ہوا تو آپ نے کس قدر شیریں الفاظ میں ان کو دعا دی ہے—— اور جماعتیں بھی تھیں۔ ان میں سے اس قبیلے کا ایک شخص طہفہ ابن رہم نہدی اٹھ کر کھڑا ہوا اور قحط سالی کی شکایت کرتے ہوئے کہا:

اتیناك یارسول الله من غوری تهامة باكوار المیس ترتمی بناالعیس نستحلب الصبیر و نستحلب الخبیر و نستعضد البریر و نستخیل الرهام و نستخیل الجهام من ارض غائلة العطا غلیظة الوطا قد نشف المدهن ویبس الجعثن وسقط الاملوج و مات العسلوج وهلك الهدیٰ ومات الوریٰ برما الیك یا رسول الله من الوثن والعنن وما یحدث الزما لنا دعوة الاسلام و شریعة الاسلام ماطما البحر وقام نفارولنا نعم همل اغفال ماتبل ببلابل و قیر كثیر الرسل قلیل الرسل اصابتها صنیة حمراء موزله لیس لها عال ولا نهل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللهم بارك لهم فی محضها و محضها ومذقها وابعث راعیا فی الدثر بیانع الثمی وافجرله الثمد وبارك له فی المال والولد من اقام الصلوٰة كان مسلما ومن آتی الزكاة كان محسنا و من شهد ان لااله الاالله كان مخلصا لكم یا نبی نهد ودائع الشرك ووضائع الملك لا تلطط فی الزكاة ولاتلحد فی الحیاة ولاتتثا قل عن الصلوٰة (ثم كتب معه كتاب الیٰ بنی نهد)

بنی نہد بن زید کے نام نامہ مبارک:

بسم الله الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول الله ای بنی نهد بن زید السلام علی من امن بالله عزوجل و رسوله لكم یا بنی نهد فی الوظیفة الفریضه ولكم الفارض والفریش وذوالضنان الركوب والغلوا بضیس لایمنع سرحكم

ولا یعضد طلحکم ولا یحبس درکم مالم تضمرو الاماق و تا کلو الرباق من اقر بمافی ھذا الکتاب فلہ من رسول اللہ الوفابالعھد والذمة و من ابی فعلیہ الربوۃ ...... و تحتاج ۔

''وہ سب آپس میں ایک ہیں۔ اور لوگوں سے علیحدہ ان کا مرتبہ ہے۔ وہ اپنے روایتی عہد و پیمان کو آپس میں ایک لحاظ سے مضبوط رکھتے ہیں تو ان کا دوسرا رویہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خوش اخلاقی کے ساتھ اپنے اسیروں کو دہائی دیتے ہیں—— ایمان دار آپس میں عدل کرتے ہیں—— اور مومنین اہل تقویٰ اتحاد و تفاق میں ایک دوسرے کا بازو بنے ہوئے معاون ہوا کرتے ہیں—— جب کوئی ان پر حملہ کرے تو بغاوت پسند جماعت کے خلاف ظلم ڈھانے والے کے مقابلے میں اپنے تعاون و احسان کی قوت صرف کرتے ہیں۔ اگرچہ کہ مخالف جماعت کا ایک شخص بھی بچ کر نکل جائے۔ اور منصفانہ رویہ سے رہتا ہو۔ جب ایک مرتبہ آپس میں جنگ ہو کر ختم ہو جائے' پھر ان میں سے کوئی جماعت خلاف ہو جائے' پھر برسر پیکار آ جائے تو یہ لوگ اتنے محتاط اور عقل مند ہیں کہ دوبارہ جنگ نہیں ہونے دیتے۔ تاوقتیکہ اس کے علاوہ کوئی اور فتنہ اس کے بعد پیش نہ آ جائے۔

جب کوئی کسی مسلمان آدمی کا قتل کر دے تو وہ قصاص کے لئے ماخوذ ہوگا۔ مگر اس صورت میں چھوڑ دیا جائے گا کہ مقتول کا وارث اور جو شخص سرپرست ہے' وہ راضی ہو جائے۔ جو شخص ظلم کرے گا' یا کسی جرم کا مرتکب ہو گا تو وہ خود کو ہلاک کیا ہوا سمجھے''۔

یہ بلیغ الفاظ بلاغت کے اعلیٰ انواع کا مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تفسیر کی حاجت ہے:

المیس :

ایک درخت ہے جس کی لڑکی سخت ہوتی ہے۔ اس سے اونٹ پر رکھنے کے اکوار اور کجاوے تیار ہوتے ہیں۔

ونستحلب بالحاء المھلہ الصبر :

سفید بادل کو کہتے ہیں۔ جو گنجان اور پرت در پرت امنڈ آتا ہے۔ اس جملے کے معنی ہیں ہم بادل سے دود طلب کرتے ہیں۔

ونستخلب بالخاالمعجمعہ الخبیر :

یہ لفظ بھی خاء معجمہ کے فتحہ سے' اس کے بعد بے سے ہے۔ نیابت ارضی اور گھاس کو خبیر' اہل کو نبات و عشب ارضی سے تشبیہ دی۔ اسے مراد دبر اونٹ کے بال ہیں—— استحلاب کے معنی کاٹنا اور کترنا' قینچی اور درانتی کے مماثل آلہ کے ذریعہ جسے منجل کہتے ہیں۔

ابن اثیر نے کہا کہ خبیر کا اطلاق دبر اور زرع دونوں پر ہوتا ہے۔ اونٹ کے بال کو بھی خبیر کہا گیا ہے۔ اور خبیر کا لفظ کھیتی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

نستعضد البریر :

یعنی بریر کے درخت سے کھانے کے لئے ہم بریر کا پھل توڑیں ـــــ یہ لفظ ''ب'' سے شروع ہوا۔ اس کے بعد دو ''ر'' اس طرح سے ہیں کہ درمیان میں یاء ہے ـــــ بریر درخت اراک کے پھل کو کہتے ہیں۔ جب وہ پھل سیاہ ہو جائے اور پک جائے بعض نے کہا کہ خاص سیاہ رنگ کی ضرورت نہیں۔ ہر حالت میں اراک کا پھل بریر ہے۔ عرب اسے قحط کے زمانے میں کھاتے تھے۔

ونستخیل بالخاء المعجمۃ الدھام :

یہ کسر بررا ہے۔ بارش کی بھینی بھینی بوندوں کو دھام کہتے ہیں۔ اس کا واحد دھمہ ہے۔ یعنی مختصر بادل کو دیکھ کر ہم ترشّح باران کا خیال کر رہے ہیں۔ اور ایک قول کے مطابق دھمہ مسلسل برسنے والی بارش ہے۔ تیز قسم کی بارش دھمہ ہے۔

ونستجیل :

بالجیم یعنی ہم بادل کو دیکھتے ہیں ہوائیں اسے ہٹا دیتی ہیں۔ یہاں سے وہاں وہاں سے یہاں۔

والجھام :

باجیم یعنی وہ بادل جو کسی اور جگہ برس کر خالی ہو گیا ہے۔ اور کسی نے جو اس لفظ کو **نستجیل** روایت کیا ہے۔ وہ لفظ **نستفعل** ہے۔ **خلت اخال** کے باب کا بمعنی خیال وگمان اس سے مراد ہے۔ بادل میں ہم کو خیال ہوتا ہے کہ فوراً بارش برسے گی۔ اگر چہ وہ بادل جھام کی قسم کا ہو۔ حد سے زیادہ بارش کی ہم کو حاجت ہونے سے ہم ایسا بیان کرتے ہیں اور جس راوی کی روایت سے لفظ حاء مہملہ آیا' اس کے کیا معنی ہوں گے؟ ـــــ بالکل ظاہر ہے کہ ہم قحط بارش کی وجہ سے جب کبھی بادل نظر آئے یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ یہ بادل بارش نہیں دے گا۔

ہلاک کر دینے والی زمین کی وجہ سے یہ سبب بعد کے جھاڑ کی بلندی سے جاری ہونے والے چشمے خشک ہو چکے۔ درخت خشک ہو کر گرنے لگے۔ چارانہ ملنے کی وجہ سے شجر الموج کے پتے کھانے سے اونٹ کی بکارت (کنوارہ پن) زائل ہوئی۔ اونٹ مرنے لگے' کھجور کے درخت خشک ہو گئے۔

شرک اور ظلم سے خود کو چھڑا کر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یارسول اللہ! زمانے کے حوادث سے ہم اپنے کو دور کر لیتے ہیں۔ ہمیں سلامت روی کی دعوت پسند آئی۔ اور مذہب اسلام کی شریعت کا سمندر اپنی موجوں کے ساتھ مرتفع ہے' نظر آیا۔ شعار نامی پہاڑ اپنی جگہ پر کھڑا ہے۔

حال یہ ہے کہ ہمارے مویشی یعنی چوپائے اور جانور چارہ نہ ہونے سے وہ سست پڑے ہوئے بیکار نظر آتے ہیں اور اونٹ بے دودھ ہو گئے۔ ہم سے تعلق رکھنے والی جماعت جو نوکر چاکر خدم وحشم رکھتی تھی (اب) نان شبینہ کی محتاجی کے سبب کم تعداد ہو کر چھوٹی پڑ گئی۔ اسے سرخ رنگ کے نقصان دہ پانی سے مصیبت پہنچی۔ میٹھا پانی انہیں دو ایک بار بھی پینے کو نصیب نہیں ہوتا''۔

بنی نہد کے لئے دعا کا ترجمہ:

بنی نہد کے مصائب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

''اے اللہ! برکت دے تو ان کو خالص قسم کے دودھ اور چھاچھ میں اور غیر خالص قسم کی اشیاء میں بھی' جو پانی ملے ہوئے ہوتے ہیں —— تو اس قبیلے بنی نہد کے لئے اپنی برکت اس طرح پیدا فرما کر اس قبیلے کے سربراہ یعنی سب سے بڑے آدمی کا تھوڑا مال بہت ہو جائے اور اس کے کم مقدار پانی کو کثیر مقدار کا کر دے۔ اس کے مال اور اولاد میں برکت عطا کر[1]

جو لوگ نماز قائم کر لیں وہ مسلمان ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کریں وہ احسان کرنے والے تصور ہوں گے —— اور جو لوگ گواہی دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے' وہ مخلص مسلمان ہیں۔

اے بنی نہد! تمہارے لئے عہد پیمان دیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی طرح آسائش سے رہیں۔ صدقات و زکوٰۃ مسلمانوں کے مال میں تمہارے وظائف مقرر ہوں گے' جو جاری رہیں گے' منع نہیں کئے جائیں گے —— جب تک آدمی زندہ ہے اس کا وظیفہ عطا ہوتے رہنا بند نہ ہوگا' نہ اس کی مقررہ مقدار کو کم یا زیادہ کیا جائے گا''۔

(ثم كتب معه كتابا الى بنى نهد)

بنی نہد بن زید کے نام نامہ مبارک کا ترجمہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''محمد اللہ کے رسول کی طرف سے بنی نہد بن زید کے نام یہ خط لکھا جاتا ہے —— سلام ہو ان لوگوں پر جو اللہ عز وجل اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

اے بنی نہد! مذہب اسلام کے احکام کا جو حق تم پر واجب کیا جاتا ہے' اس میں تم سے عمر رسیدہ جانور نہیں حاصل کئے جائیں گے۔ جن کی حالت کسی علت کی وجہ سے لاغر ہو گئی ہو' نیز گھوڑوں میں ادنیٰ قسم کا مال صداقات و زکوٰۃ کے سلسلے میں نہیں لیا جائے گا —— اعلیٰ قسم کا بہترین مال بھی تمہارے ہی لئے مخصوص کیا جاتا ہے۔

قاعدہ یہ مقرر ہے کہ اوسط اور درمیانی قسم کا اچھا مال ہم تم سے لیں گے۔ تمہارے مویشیوں کے رہنے کی جگہ پر کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ تمہارے جانور کاٹے نہ جائیں گے اور نہ وہ اونٹ' جو اس قابل ہوتے ہیں کہ ماندہ حالت میں ہونے کی وجہ سے انہیں ذبح کر دیا جائے اور تمہارے دودھ دینے والے مویشی محصور نہیں کئے جائیں گے۔

مذکورہ امور کی پابندی سے تم سے صدقات کا حق اللہ وصول کرنا مقرر ہوا ہے —— جب تک تم خوشی سے اس پر عمل پیرا رہو گے اور جب تم پر زکوٰۃ کے لزوم سے ناراضی اور غصہ مسلط ہو جائے اور نقض عہد پر تمہاری طبیعت مجبور ہو جائے تو پھر ٹھیک نہیں ہے۔

جو شخص مکتوب ہذا کے احکام کا اقرار کرے گا اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وثیقہ اور ذمہ داری منظور کی جاتی ہے —— اور جو اس سے انکار کرے گا تو اس پر جو مقدار مقرر ہو چکی ہے' اس میں سزا کے طور پر زیادتی کی جائے

---

[1] نمد کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ قبیلہ بنی نہد کے لوگوں نے جن کافروں کا مال اپنے ہاں ودیعت رکھا' اسے یہ لوگ استعمال کر کے سہولت حاصل کریں۔ کیونکہ وہ مال کافروں کا ہے جو بغیر عہد وشتر کے ان کے قبضے میں ہے۔

گی"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط اور رویئے:

یہ دعا اور یہ خط جو بنی نہد کے نام ہے' ان کی زبان کے مطابق ہے اور اسے زیادہ بہتر طریقے سے پیش کیا گیا۔ بزرگی اور بیان گفتگو کے اعتبار سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مکتوب گرامی یہ ہے اور آپ کا دوسرا وہ مکتوب جو زکوٰۃ کے حکم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لکھا گیا۔ دونوں کی لغت اور انداز بیان میں کتنا واضح فرق ہے اور وہ خط ان دونوں خطوط کی فصاحت بیانی سے کتنا منفرد اور اپنی نوعیت میں جداگانہ ہے۔ جس میں آپ نے قریش اور انصار کو مخاطب فرمایا۔

اس صحیفہ گرامی سے زیادہ قریب کی نسبت رکھنے والا وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ نیکوکار اور محسن ہے —— اسی طرح ابن شہاب کی حدیث سے یہ مکتوب علی الاختصار روایت ہوا ہے —— کلام کی نرمی اور اس میں مآخذ الفاظ کی موزونیت جو مقتضائے حال کے اسلوب پر ہو۔ ایسے مکتوب کا کس قدر اونچا مقام ہے۔ جمہور اہل علم میں معروف اور مشہور خط ہے۔ یہ ذی المشاعر ہمدان کے نام جو اس وقت لکھا گیا جب کہ ہمدانی وفد نے تبوک سے آ کر آپ سے ملاقات کی۔

بنی ہمدان سے وفد:

مالک بن نمط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قبیلہ ہمدان کے معززین و اکابر افراد کی ایک جماعت حاضر خدمت ہے۔ جو شہری اور دیہی دونوں قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ آپ کی خدمت میں توانا اور تیز رو اونٹوں پر سوار آئے ہیں —— اس جماعت نے مذہب اسلام کی قراردادوں اور اس کے وجوہ و اسباب سے ربط حاصل کیا ہے —— اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا انہیں خوف نہیں ہے' جو خارف دیام کی جانب سے پیش آنے کا احتمال رکھتا ہے ——

کسی حیلہ ساز فسادی کی تدبیر اور سازش سے ہمارا عہد نہیں ٹوٹے گا' اور نہ کوئی بڑی سے بڑی مصیبت کے پیش آنے سے جب تک کہ لعلع نامی پہاڑ اپنی جگہ پر قائم ہے' اور وحشی بقر کی نسل بے آب و گیاہ زمین پر باقی ہے"۔

ہمدانیوں کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا كتاب من محمد رسول الله لمخالف خارف واهل جناب الهضب و حفاف الزمل مع وافدها ذی المشارع مالك بن نمط و من اسلم من قومه على ان لهم نراعها وها طها و عزاز ها ماقامو الصلوٰة و اتوالزكاة يا كلو اعلافها ويرعون عفاء هالنا من دفئهم و صرامهم ماسلموا بالميثاق والا مانة ولهم من الصدقة الثلب والناب و الفصيل و الفارض والدا جن والكبش الجورى وعليهم فيها الصالغ والفارح .

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے یہ خط باشندگان مقامات الجناب الحضب وحفاف الزمل کے

نام ہے —— اور ذی المشاعر کی جماعت کے نمائندہ مالک بن نمط کے ساتھ یہ مکتوب ہے۔
اس قوم کا جو بھی شخص مسلمان ہو جائے' ہمیں اس امر پر عہد منظور ہے کہ اس قوم کے فراغ پہاڑ کی چوٹیوں' زمین کے نشیبی مقامات اور بنجر زمینوں' وھاط اور اعزاز کی منفعت انہیں ملے گی' جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔
وہ جانوروں کا اپنا حصہ کھا سکتے ہیں۔ اور ان اشیاء کی حفاظت کیا کریں گے جو مباح ہوں۔ اس میں ہمارا حق ہوگا اونٹ کی اولاد اور دودھ کا اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کا۔
کھجور کے درختوں میں بھی ہمارا حق مقرر ہے جب تک کہ وہ ہمارے عہد اور امانت داری کے پابند رہیں —— ان کے لئے صدقات سے حق مقرر کیا جاتا ہے —— عمر رسیدہ نر اونٹ' بوڑھی عمر کے اونٹ' اونٹ کی نو عمر اولاد جو ان کی ماں سے جدا کر دیئے گئے ہوں —— اور بڑی عمر کے اونٹ' خواہ مادہ ہوں یا نر —— اور وہ چوپائے جو گھروں میں پالنے سے مانوس ہو جاتے ہیں —— اور وہ مینڈھے جس کے بالوں کا رنگ سرخ ہو' چھوٹی عمر کے جانور جن کے دانت نکل آئے ہوں اور پانچ سالہ گھوڑے ان پر واجب کئے جاتے ہیں''۔

بنو کلب کے قطعن بن حارثہ علیمی کے نام نامہ مبارک:

ہمدانیوں کے نام مذکورہ بالا مکتوب مبارک اس مکتوب مبارک سے ملتا جلتا ہے جو بنی کلب کے قطعن بن حارثہ علیمی کے نام آپ نے روانہ فرمایا تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا كتاب من محمد لعمائر الكلب واحلافها و من ظاراه الاسلام من غير هم مع قطن بن حارثهة العليمى با قام الصلوٰة تو قتها و ايتاء الزكوٰة بحقها فى شدة عقدها ووفاء عهد ها بمحضر من شهود المسلمين و سمى جماعة منهم دحية بن خليفة الكلبى عليهم من الهمولة الراعية البساط انطار فى كل خمسين ناقة غير ذات عوار والحمو لة المائرة لهم لاغية و فى الشوى الورئ المسنة حامل او حائل و فى ماسقى الجدول من العين المعين العشرى شطره بقيمة الامين لايزاد عليهم وطيفة ولايفرق شهد ذلك الله و رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) .

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خط کے کاتب مقرر ہوئے تھے۔
ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ مکتوب روساء پائیگاہ جات قبیلہ بنو کلب از قوم عرب اور ان سے معاہدہ شدگان زعماء کے نام لکھا جا رہا ہے —— نیز اس خط کے ذریعے وہ لوگ بھی مخاطب ہیں جو اسلام کی رغبت رکھتے ہیں —— یا وہ جنہیں خود اسلام نے منتخب کر لیا ہے اور لوگوں میں سے علیحدہ تسلیم ہوئے ہیں۔ یہ مکتوب قطن بن حارثہ علیمی کے ساتھ کیا گیا ہے۔
اس مکتوب کے مخاطب حضرات بروقت نماز قائم کرنے پر مامور ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی پر از روئے حق اس حکم کی تعمیل

سختی سے اور وفادارانہ طریقے پر کی جائے ـــــ یہ اعلان حاضرین مجلس مسلمان کے روبرو کیا گیا ہے۔ اس کے لئے ایک جماعت مخصوص کی گئی۔ ان میں دحیہ بن کلبی خلیفہ ہیں۔

اونٹوں میں سے وہ جانور جن سے کام نہیں لیا جاتا' جو صرف چرتے ہیں ـــــ اور وہ جو اولاد والے ہیں یا اولاد پر مائل رہتے ہیں' ان میں سے ہر پچاس پر ایک اونٹ جو عیب دار نہ ہو' زکوٰۃ واجب ہے۔

بار برداری کا کام لئے جانے والے جانوروں سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ـــــ بکریوں میں جو فربہ جانور ہوں کے ان میں مسنہ (ایک سالہ) واجب ہے حاملہ ہو یا بانجھ۔

پیداوار میں ان زمینوں سے جنہیں چشمہ سے بہنے والی ندیوں اور نالوں سے سیراب کیا جاتا ہے' اس پر عشر (دسواں حصہ) واجب ہے ـــــ عشری محاصل میں نصف عشر اس کا حکم ہے' قیمت امین کے تعین سے ان معمولات میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی تبدیلی لائی جائے گی۔

اس پر اللہ شاہد ہے اور اللہ کا رسول شاہد ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وائل بن حجر کے نام نامہ مبارک:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے یہ مکتوب رئیسوں باجگزار شاہان رعیت' صاحبان حسن و جمال اور خاندانی شرف مع حسن ظاہری رکھنے والے کے نام ہے۔

چالیس بکریوں کے گلے پر ایک بکری کی زکوٰۃ واجب ہے ـــــ زکوٰۃ میں دی جانے والی بکری متوسط درجے کا بہتر مال جو اسے زکوٰۃ میں دو نہ زیادہ گوشت والا بہت قیمتی جانور ہو اور نہ ہی کم گوشت اتنا کہ لاغری کی وجہ سے اس کی جلد پر جھریاں پڑ گئی ہوں۔

مال مدفون و معدنی اشیاء میں پانچواں حصہ (خمس) لیا جائے گا ـــــ جو غیر شادی شدہ شخص زنا کرے اسے سو کوڑے لگانے کی سزا دو اور اسے ایک سال کے لئے جلا وطن کر دو ـــــ جو شادی شدہ آدمی زنا کرے تو اسے تمام لوگ مل کر سنگساری کی سزا دے کر خون آلود کر دو۔

سزا جاری کرنے میں کسی قسم کی تاخیر یا رعایت نہیں ہے اور اللہ کے فرض کئے ہوئے احکام کے لئے پردہ پوشی ہے نہ اسے چھپانا۔ ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے۔

وائل بن حجر رئیسوں اور بادشاہوں کی سرداری کریں گے۔

اہل اکیدر و اہل دومہ کے نام نامہ مبارک کی مثال:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی جو آپ نے اہل کیدر اور اہل دومہ کے نام ارسال فرمایا تھا اس کا نفس مضمون بھی اس وائل بن حجر کے نام مکتوب کی عبارت کے قریب تر ہے۔ یہ خط آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکاتیب کے سلسلے میں نقل ہو چکا ہے۔

کلام عرب میں تمام لغات میں کلام کرنے والے:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطیہ سعدی کی حدیث میں فرمایا:

ہم اپنی لغت کے موافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کئے اور آپ کی خصوصیات سے ہے کہ لغت کے آدمی کے ساتھ اس کے محاورہ کے موافق نہایت بلیغ قسم کا کلام فرماتے تھے۔

لغت عرب کے اختلاف کے مطابق اس کے الفاظ کی ترکیب اور کلمات کے انداز بیان کی رعایت سے آپ کا کلام ہوتا ہے — حال یہ تھا کہ کسی عرب قبیلہ کا آدمی جو اپنے قبیلہ کی لغت کے انداز بیان کے موافق زبان جاننے والا ہوتا تھا۔ وہ اپنی زبان میں گفتگو پر قادر ہوتا' لیکن کسی دوسرے قبیلہ کی لغت اور محاورہ' کلام کے مقابل اس کی مثال ایک عجمی شخص کی ہوتی تھی۔ جیسے کہ کوئی کوئی عرب آدمی کسی عجمی زبان والے کی بات سن رہا ہے — یہ وصف کہ کلام عرب کے تمام لغات میں کلام کرنے کی قدرت حاصل ہو۔ یہ خاصیت صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں پائی گئی۔

یہ صفت خداوندی قوت اور موہبت ربانی ہے۔ اس لئے یہ خصوصیت آپ کو عطا ہوئی تھی کہ آپ سارے جہاں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ ساری خلقت اسود و احمر تمام آپ کی رسالت کی معترف ہے — زبان سے بات کرنا اظہار مافی الضمیر کا انتہائی مقام ہے — علی سبیل الاکثریت کوئی متکلم اس طرح نہیں پایا جائے گا کہ وہ اپنی مادری زبان سے ہٹ کر کسی اور زبان میں گفتگو کرے اور وہ اس دوسری زبان کی گفتگو کو اس طرح کرے جیسے کوئی اپنی مادری زبان میں بہتر گفتگو کرتا ہے۔ اس شخص کا درجہ اپنی اصلی مادری زبان بولنے والے سے ضرور کم رہے گا' سوائے ہمارے نبی مکرم آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

چنانچہ آپ کی ذات اقدس واحد شخصیت ہے' اللہ اس کی تکریم وعزت کو زیادہ کرے کہ آپ کلام فرماتے ہیں:

☆ عربی زبان میں اعلیٰ ترین فصاحت سے۔

☆ عمدہ ترین لطافت سے۔

☆ اس کے تمام لغات کے ساتھ۔

☆ ہر لغت کا انتہائی مقام لے کر۔

یہ کام صرف آپ ہی کے لائق ہو سکتا ہے — اور کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ آپ کو تمام بشری طاقتوں میں محمودیت کا وصف سب سے زیادہ عطا کیا گیا ہے — ساری دنیا کے لوگوں پر امتیاز حاصل ہونے کے لئے جنسی اور نوعی' اس قدر وسیع اختلاف ہونے کے باوجود کہ اس کا کوئی اصول حیز قیاس میں نہیں آ سکتا' اور اس کی تحقیق میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

آپ کی آواز مبارک:

آپ کی پیاری پیاری اور میٹھی میٹھی آواز مبارک کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

''اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر حسن صورت اور خوش آوازی کی صفت سے — تمام انبیاء کرام

حسن صورت اور خوش آواز ہی پیدا اور مبعوث ہوئے۔ حتیٰ کہ تمہارے نبی کو اللہ تعالیٰ نے خوشنما چہرے اور حسن صورت کا نبی بنا کر معبوث کیا''۔

اس حدیث کو ابن عسا کر نے روایت کیا ــــ اس طرح کی ایک حدیث حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''جب آپ گفتگو فرماتے تو نورانیت اور روشنی رونما ہوتی تھی جو کہ آپ کے دانتوں کے اندر سے ظاہر ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ــــ آپ کی آواز اس قدر بعید مسافت تک پہنچتی تھی کہ اتنی دور تک کسی آدمی کی آواز نہیں جا سکتی''۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اتنی بلند آواز سے خطبہ دیا کہ عورتیں پردے میں بیٹھ کر سن لیں۔ اسے بیہقی نے روایت کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جمعہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھے۔ لوگوں سے فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' ــــ عبداللہ بن رواحہ قبیلہ بنی غنم میں تھے وہاں آپ کی آواز مبارک سن کر اسی جگہ بیٹھ گئے ــــ ابونعیم نے اس کی روایت کی۔

عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام منیٰ میں خطبہ دیا تو ہمارے کان کھل گئے ــــ ایک اور روایت میں ہے: ففتح اللہ اسما عنا

ہم لوگ اپنے گھروں میں صاف سننے لگے جو کچھ آپ فرماتے''۔

ابن سعد نے اسے روایت کیا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم لوگ اپنے اپنے تخت پر سوئے ہوئے ہوتے تھے۔ آدھی رات کے وقت کعبے کے نزدیک ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت سنا کرتے تھے ــــ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تبسم مبارک:

بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

مارایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستجمعا قط ضا حکا حتی اری من لھواتہ انما کان یتبسم

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل طور پر (ضحک کی ہنسی) ہنستے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ میں آپ کے منہ میں پڑی زبان کو دیکھ لوں ــــ بے شک آپ تبسم فرمایا کرتے تھے''۔

مضطرب غم سے ہوتے ہوئے ہنس پڑیں
رنج سے جان کھوتے ہوئے ہنس پڑیں

بخت جاگ اٹھیں سوتے ہوئے ہنس پڑیں
''جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں

اس تبسم کی عادت پہ لاکھ سلام''

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو دل جمعی لئے ہوئے ضحک کی ہنسی کے طریقے پر

نہیں دیکھا کہ کبھی ہنسنے میں اس حیثیت سے کہ کامل ضحک کا آپ کے ہنسنے پر اطلاق کیا جائے۔

روایت میں لھوات جو آیا ہے وہ فتح لام سے ہے۔ لہاۃ کی جمع ہے' یعنی گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو گلے کے پاس منہ کے اندر اوپر کے حصے میں ہے اور اس عدم ضحک کے منافی نہیں ہے۔

وہ صورت حال جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مواقع اہل کے قصہ میں رمضان میں ہوا۔

فضحك رسول الله حتى بدت نواجذه

یہ امام بخاری کی روایت میں ہے۔ نواجذ کا کلمہ جیم کے کسرہ سے ہے اور ذال معجمہ سے ہے جو کہ داڑھوں کے معنی دیتا ہے اور داڑھ ظاہر نہیں ہوتے مگر اس وقت جب ضحك میں مبالغہ کیا جائے — حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رویت ضحك کی نفی فرمائی۔ جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس چیز کی خبر دی وہ مشاہدہ سے دی جس نے ضحك کا اثبات پیش کیا۔ نفی کرنے والے پر وہ مقدم ہے۔

اہل لغت نے کہا ہے کہ تبسم مبادی ضحك ہے اور ضحك انبساط وجہ کا نام ہے اس طرح کہ خوشی کی وجہ سے دانت نظر آ جائیں — اگر وہ آواز کے ساتھ ہو کر دور تک سنائی دے تو وہ قہقہہ ہے — اس قہقہے کی خلاف صورت کو ضحك کہتے ہیں۔ ابن ابی ہالہ نے کہا:

جل فضحكه التبسم و يفتر عن مثل حب الغمام

اکثر و بیشتر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا تبسم کی صفت میں رہا ہے اور دانت بارش کے اولوں کی طرح چمکتے تھے۔ یعنی آپ ہنستے وقت دانتوں کو ظاہر فرماتے — حب الغمام' اولوں کو کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا اور وہ بات جو تمام احادیث کو ملانے کے بعد ثابت ہے یہ ہے کہ آپ کے اکثر حالات ہنسی کے تبسم سے زائد نہیں ہیں — کبھی کبھی اس سے زیادہ کی صورت پیش آئی ہے تو آپ ہنسے ہیں — مکروہ چیز ضحك کی کثرت ہے — ضحك کی جہاں زیادتی و کثرت ہوگی' وقار جاتا رہے گا۔

ابن ابطال نے کہا کہ وہ چیز کہ جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں اقتدا کی جائے' یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مواظبت فرمائی ہو —

امام بخاری نے ''ادب مفرد'' میں اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی :

لا تكثر الضحك فان كثرة الضحك تميت القلب

یعنی دیدہ ضحك کی صفت دل کو مار ڈالتی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضحك کی ہنسی سے ہنستے تو دیواروں میں روشنی چمک اٹھتی۔

بزار اور بیہقی کی روایت ہے یعنی روشن کر دیتے تھے دیواروں کو۔

جدر کا لفظ جیم اور را کے ضمہ سے جدار کی جمع ہے اور جدار دیوار کو کہتے ہیں —— یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور دیواروں کو روشن کر دیتا تھا جیسے کہ دھوپ کی روشنی دیواروں پر پڑتی ہے —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جبرئیل علیہ السلام سے گفتگو فرماتے تھے تو تبسم نہیں فرماتے تھے جب تک کہ وہ چلے نہ جائیں۔

جب آپ خطبہ دیتے اور قیامت کا ذکر فرماتے' آپ کے غصے کی حالت زیادہ ہوتی اور آواز اونچی ہو جایا کرتی تھی ۔ گویا کہ آپ میدان جنگ کے سپاہیوں کو ہشیار کر رہے ہیں فرماتے تھے۔ صبحکم او مساکم —— مسلم نے اسے روایت کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا آپ کے ضحك کی قسم کا آواز دار تھا اور بلند آواز کا نہ تھا جیسا کہ آپ کا ضحك قہقہے کا نہ تھا —— آپ کے آنسو بھر آتے' اس قدر کہ جاری ہو جاتے اور آپ کے سینے سے جوش کی آواز سنائی دیتی —— آپ رحمت کی صفت کی وجہ سے کسی میت کو دیکھ کر روتے یا شفقت کی وجہ سے اپنی امت کا خوف لے کر روتے۔ یا خشیت الٰہی میں آپ رویا کرتے —— قرآن شریف سننے کے وقت اور کبھی رات کی نماز میں روتے۔

جمائی لینے کی عادت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی حفاظت میں رکھا۔ تاریخ بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یزید اصم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جمائی نہیں لی۔

آپ کا دست مبارک:

دین و دنیا دیئے' مال اور زر دیا — حور و غلماں دیئے' خلد و کوثر دیا
دامن مقصد و زندگی بھر دیا — ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا

موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

آپ کے دست مبارک کی اکثر علماء نے اس طرح تعریف کی ہے:

شثن الکفین ۔ کماسباتی

موٹی انگلیاں اور اس طرح کہ پر گوشت موٹے اور کشادہ ہاتھ تھے' اور چوڑی ہتھیلیاں تھیں۔ آپ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رخسار کو مسح کیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی ہتھیلیوں سے اس کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی۔ گویا کہ عطر فروش کے نافہ عطر سے اسے باہر نکالا۔

امام مسلم نے اس طرح روایت کی اور حدیث وائل بن حجر میں طبرانی اور بیہقی کے پاس ہے کہ:

''میں مصافحہ کرتا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یا میرا جسم آپ کے جسم سے چھو جاتا تھا تو اس کے بعد میں اپنے ہاتھ میں خوشبو سونگھ لیا کرتا تھا —— اور یہ خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر قسم کی ہوتی تھی''۔

مستور بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

''میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیا تو یہ محسوس ہوا کہ وہ ریشم سے زیادہ

نرم ہے اور برف سے زیادہ ٹھنڈا"۔

اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

جس کی لہروں میں رواج سرور کرم ‍ جس کی باریکیوں میں ظہور کرم

شاخ دریائے آب طہور کرم ‍ جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم

اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کوتشریف لے گئے' وہ بیمار تھے' انہوں نے کہا:

"آپ نے میری پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا' میرے چہرے' میرے سینے اور پیٹ پر آپ نے مسح کیا۔ آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک میرے جگر پر جو محسوس ہوئی' وہ ہمیشہ ہی اس وقت بھی ہے"

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

مامسست حریرا ولا دیبا جاالین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی "کف دست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر ملائم اور نرم ریشم اور دیباج کو میں نے ہاتھ میں نہیں لیا"۔

یہ قول عطف خاص علی العام کی قسم کا ہے۔ کیونکہ ریشم کی ایک قسم ہے ــــ دیکھا جائے تو یہ وصف اس حدیث میں اس صفت کا مخالف ہوتا ہے جو حدیث ابن ابی ہالہ میں ہے ــــ ترمذی کے پاس باب ماجاء فی صفتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کے لئے شثن الکفین کا لفظ آیا ہے۔ یعنی انگلیوں کا سختی میں موٹا ہونا۔ ایسا ہی وصف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا۔ یہ روایت ترمذی اور حاکم کے پاس کئی طریق سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی ہی توصیف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہوئی۔

ابن ابی خثیمہ کے پاس دونوں روایتوں کی موافقت یہ ہے کہ نرمی سے مراد جلد میں ملائمت اور سختی سے مراد ہڈی کی سختی ہے تو اس اعتبار سے آپ کے جسم کا نرم ہونا اور اس کی قوت دونوں روایتیں صحیح ہو جائیں گی ــــ ابن بطال نے کہا کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں' اس کے باوجود اس کے موٹاپے میں لینت اور نرمی موجود تھی"۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ــــ اصمعی کا یہ کہنا ہے کہ ہاتھ کے موٹاپے کوسختی میں شثن کہتے ہیں ــــ لہٰذا اس بات سے متعلق یہ صورت ہو جائے گی کہ آپ جہاد میں جب اپنے کف دست سے کام لیتے تھے' یا ضروریات اہل بیت میں' تو عارض مذکور کی وجہ سے آپ کی ہتھیلیاں سخت ہو جاتی تھیں اور جب وہ کام آپ سے ترک ہو جاتے تو اس کی صفت اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آتی تھی اور وہ جبلی طور پر آپ کے کف دست کی نرمی اور لینت ہے۔

قاضی عیاض نے کہا کہ ابوعبیدہ نے سشتن کی تفسیر غلط مع القصر سے کی۔ اور اوصاف نبی میں یہ ثابت ہوا ہے کہ آپ سائل الاطراف تھے۔ اس سے تائید ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کف دست مبارک نرم واقع ہوئے تھے۔

نعمان کی روایت میں سبط الکفین آیا ہے۔ ''ب'' سے پہلے ''س'' آ کر ''سبط'' —— لہٰذا یہ قول موافق ہے کہ آپ کے کف دست مبارک کی تعریف لینت ونرمی سے کی جائے' اور لفظ شتن کی بات یہ ہے کہ شتن صرف موٹاپے اور پر گوشت کو کہتے ہیں۔ اس میں نرمی اور سختی کا لحاظ نہیں ہے۔

طبرانی اور بزار کے پاس حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے:

اردفني رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خلفه في سفر فما مسست شيئا قط الين من جلده صلى الله عليه وآله وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سفر میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے کبھی کسی ایسی چیز کو مس نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک سے زیادہ نرم ہو''۔

جنگ حنین میں حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے اور سینے پر زخم آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کے چہرے اور سینہ سے خون صاف کیا۔ پھر ان کے لئے دعا فرمائی —— ان کے سینہ کے آخری حصہ جہاں تک آپ کے دست مبارک نے مسح کیا تھا' اتنے حصے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کا یہ اثر ہوا کہ وہ حصہ چمکدار ہو گیا۔ جس طرح کہ گھوڑے کا ماتھا سفید ہوتا ہے۔

اس حدیث کی حاکم' ابونعیم اور ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں تخریج کی۔ لغوی اور ابن مندہ نے صحابہ میں بیان کیا۔

جس کے قدموں پہ سجدے کریں جانور	منہ سے بولیں شجر' دیں گواہی حجر
وہ ہیں محبوب رب' مالک بحر و بر	صاحب رجعت شمس و شق' القمر

نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

ساعد بن العلاء بن بشر عن ابیہ عن جدہ بشر بن معاویہ کے طریق پر روایت ہے کہ بشر اپنی والد معاویہ بن ثور کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور انہیں برکت کی دعا دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست شفقت پھیرنے سے ان کے چہرے میں چمکدار روشنی ہو گئی۔ اس اثر سے یہ فیض حاصل ہوا کہ بشر درد وغیرہ کی جس چیز کو مسح کر دیتے اسے صحت ہو جاتی۔

مدلوک ابوسفیان کے سر کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسح کیا تھا۔ تو جہاں تک آپ کے ہاتھ مبارک کا گزر ہوا وہاں

تک سیاہ رہا' سر کے بقیہ حصے کے بال ضعیفی سے سفید ہو گئے۔ اسے بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بغوی اور بیہقی نے سائب بن یزید کے سر کے بارے میں لکھا ہے۔ ترمذی نے ابوزید انصاری کی روایت سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر اور داڑھی کو اپنے ہاتھ مبارک سے مسح کیا اور فرمایا: **اللھم جملہ** ان کی عمر ایک سو سے چند سال زائد ہوئی۔ ان کی داڑھی میں سفیدی نہیں ظاہر ہوئی تھی۔ مرتے دم تک وہ خوش رو رہے۔ چہرہ پر تبدیلی اور انقباض کبھی نہ آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنظلہ بن جذیم کے سر کا اپنے ہاتھ مبارک سے مسح فرمایا اور کہا:

بورك فيك وارم

کسی بیماری کا ورم زدہ آدمی آپ کے پاس لایا جاتا تھا یا اونٹ' جسے ورم اور سوج چڑھ گئی ہو تو حنظلہ اپنے ہاتھ میں **بسم اللہ علی ثوید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** کہہ کر پھونکتے اور اپنے سر پر مسح کرتے' پھر ورم کے مقام پر مسح کرتے تو ورم ختم ہو جاتا —— احمد' بخاری اور ابویعلی نے روایت کیا۔

بغل مبارک:

صحابہ کرام کی ایک جماعت سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بغلوں میں سفیدی تھی..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرفع یدہ فی الدعا حتی رایت بیاض ابطیہ

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے دونوں بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا''۔

طبری کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں داخل ہے۔ عام لوگوں کے بغل جس صفت سے ہیں' رسول عربی کے بغل کی کیفیت اس سے بہ اعتبار مختلف تھی۔

اس سے ملتی جلتی ایک روایت قرطبی کی بھی ہے۔ اس میں یہ بات زائد ہے کہ اس پر بال نہیں تھے۔ عبداللہ بن اقرم خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے' وہ کہتے ہیں کہ میں دیکھا کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغل کی عفرہ صفت کو —— یہ روایت ترمذی کے پاس حسن کا درجہ رکھتی ہے۔ عفرہ اس صفت کو کہتے ہیں جو بیاض ہو اور اس میں عدم شعر کا مفہوم نہ آئے۔

بن حریش کے ایک شخص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے گلے لگا کر لپٹا لیتے تھے تو مجھ پر آپ کے بغل کا پسینہ بہنے لگا تھا' جو مشک کی خوشبو کے مماثل تھا۔

سینۂ اطہر:

وہ جو حمد و ثنا کا ہوے مطلع درود — ہے جو نعت و مناقب کا مقطع درود
وہ جو پڑھتے تھے اصحاب اربع درود — رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود

شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلیہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذومسربہ تھے۔ اس کی تفسیر بیان کی کہ سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک دھار تھی —— ابن ابی ہالہ نے کہا دقیق المسربہ یعنی ناف تک باریک لکیر —— ابن سعد نے کہا طویل المسربہ یعنی لمبی لکیر —— بیہقی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر بال تھے۔ گلے کی ڈگڈگی کے مقام سے ناف تک یہ بالوں کا سلسلہ جاری ہوا تھا' سیدھا کھجور کی چھڑی کے موافق۔ اس کے سوا بال نہیں تھے۔ نہ آپ کے سینہ مبارک پر اور نہ پیٹ پر —— حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے پیٹ کا وصف اس طرح بیان فرمایا کہ:

''میں نے جب کبھی شکم مبارک نبی اکرم کو دیکھا تو یاد کیا نوشتہ تحریر ایک دوسرے کے ساتھ دہرائی گئی ہو''۔

طیالسی اور طبرانی نے اس کی روایت کی ہے —— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توصیف کی۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گورے رنگ کے تھے۔ جیسے کہ آپ کا جسد اطہر چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔ آپ کے بال درمیانی قسم کے تھے۔ (نہ چھڑی دار سیدھے اور نہ زیادہ پیچیدہ گھنگھرو کی طرح گولائی لئے ہوئے اعضاء جسمانی کے جوڑ بند (جیسے شانے اور گھٹنے) بڑے بڑے' شکم مبارک چوڑا''۔

ایک اور روایت ہے کہ مسطح صفت کا خوبصورت سینہ' سطح کے ساتھ ہموار تھا —— امام احمد نے محرش کعبی سے تخریج روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام جعرانہ سے اہتمام فرما کر عمرہ ادا فرمایا اس وقت میں نے آپ کی پیٹھ مبارک کو دیکھا نہایت خوشنما چاندی کی طرح چمکدار۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان نمایاں فاصلہ تھا —— اسے بخاری نے روایت کیا —— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کا سینہ مبارک چوڑا تھا —— ابن سعد کے نزدیک رحب الصدر کا لفظ ثابت ہے —— سینہ کی ہڈیوں کی ساخت بڑی ہونے کو رحب کہتے ہیں۔ جس سے بغل کی وضع خوشنما ہو کر پہلوان کی طرح کمر سے اوپر کے جسم کی خوبصورتی دوبالا ہو جاتی ہے۔

قلب اطہر:

عقل حیراں ہے' ادراک کو ہے جنوں — کیف ہے سر بہ سجدہ' خرد سرنگوں
کون پہنچا ہے تا حد سر دروں — دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں

غنچۂ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

قلب کی ماہیت :

فاعلم ان القلب —— جاننا چاہئے کہ قلب دل میں ایک مضغہ ہے۔ جو کہ دل کے ساتھ ملی ہوئی ایک موٹی رگ ہوتی ہے۔ اس رگ سے ملا ہوا جو عضغہ گوشت ہے' اسے قلب کہتے ہیں —— جو کہ فواد کے (دل) معنی سے علیحدہ ایک خاص چیز ہوتی ہے۔ اس پر خیالات اور ارادے مرتب ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ بدلتے رہتے ہیں اس لئے اس کا نام قلب ہے۔ واحدی نے یہ وجہ تسمیہ لکھی ہے —— کسی شاعر نے کہا ہے ۔

وما سمی الانسان الانسیه ولا القلب الا انه یتقلب

''انسان کا نام انسان اسی لئے ہے کہ اس میں بھولنے کی صفت موجود ہے —— اور قلب کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بدلتا رہتا ہے'' ——

زمخشری نے کہا کہ قلب'' تقلب'' سے مشتق کیا گیا —— اس میں زیادہ تبدیلی کے معنی پائے جانا اس کا سبب ہے' اور تقلب مصدر ہے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ مبارک میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :

''اس قلب کی مثال ''پر'' کی مثال ہے جو نیچے گرا ہوا ہے —— ہوا ''پر'' کے اندر کے حصہ کو اوپر کی طرف پلٹ دیتی ہے''۔

زمخشری نے کہا کہ قلب اور فواد کا فرق یہ ہے کہ فواد وسط قلب رہتا ہے' فواد نام اس لئے ہوا کہ وہ حرارت اور سوزش پاتا ہے۔ یعنی سلگنا اس کا فواد ہے —— جوہری نے قلب کی فواد سے تفسیر کی۔ پھر فواد کی قلب نے قلب سے تفسیر کی۔

زرکشی نے کہا کہ ایک بہتر بات اور ہے کہ دونوں کو الگ الگ تصور کیا جائے :

☆ فواد قلب کے حق لباس کا قائم مقام ہے۔

☆ قلب اس لباس کا جثہ اور جسم تصور کیا جانا صحیح ہے۔

اس فرق کی تائید اس ارشاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتی ہے :

الین قلوبا وارق افئدہ

حدیث شریف کے کلمات کو اس فرق پر محمول کرنا بہتر ہے' بہ نسبت اس قول کے جو کسی نے کہا کہ یہ حدیث ایک ہی شے مکرر ظاہر کرتی ہے۔

راغب نے اختلاف لفظ کی خوبی لے کر کہا کہ قلب کے لفظ سے ان معانی کا اظہار کیا جاتا ہے جو قلب کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جیسے علم اور شجاعت۔

کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں لفظ قلب کا ذکر فرمایا' اس سے عقل اور علم کی طرف اشارہ ہے: ان فی ذلک

لذکری لمن کان له قلب

اور جہاں کہیں صدر کا لفظ قرآن میں مذکور ہوا وہاں دل کی طرف بھی اشارہ ہے اور تمام قوائے بشری کی طرف بھی۔ جیسے شہوة' غضب وغیرہ۔

قلب کی اہمیت وضرورت :

بعض علماء کا قول ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسے دل دیا جو انسان کی طرف سے اس کی ذمہ داری کو ادا کرتا ہے۔ دل ہی انسانی وجود کی اصل چیز ہے۔ جب انسان کا دل صلاحیت قبول کر لے تو انسان کے سارے کام اور تمام اعضاء جسمانی صلاحیت اختیار کرتے ہیں —— اور جب انسان کا دل ہی فاسد ہو تو انسان کے تمام حالات میں فساد رہتا ہے۔

اللہ پاک نے دلوں کو راز اور بھید کی جگہ بنایا اور اسے اخلاص کا محل مقرر کیا۔ اخلاص اللہ کا سر یعنی اس کا راز ہے —— اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے قلب ودیعت کرتا ہے —— سب سے پہلے قلب جس میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص ودیعت فرمایا' وہ قلب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کیونکہ وہ قلب سب سے پہلی مخلوق ہے اور آپ کی صورت سب سے آخری مخلوق ہے۔ جو صور انبیاء میں ظاہر ہوئی —— چنانچہ آپ انبیاء میں سب سے اول بھی ہیں اور سب سے آخر بھی ہیں ——

اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اخلاق کو ان کے اسرار قلب میں نفوس کے لئے علامت بنایا۔ چنانچہ جس شخص کا قلب اللہ تعالیٰ کے راز سے متکیف ہو جائے تو اس کے اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کے لئے وسعت اور کشادگی پیدا ہو جاتی ہے —— اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک تشخص عطا فرمایا جو آپ ہی کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص رہا اور تمام عالمین میں یہ امتیاز آپ ہی کو حاصل ہے —— اس خصوصیت کی علامات آپ کی نشانیاں ہیں۔ آپ کی شرافت نفس پر دلالت کرتے ہیں اور آپ کے عظیم ترین اخلاق پر دال ہیں۔ آپ کے عظیم ترین اخلاق کی علامات' اور آپ سر قلب مقدس کی نشانیاں ہیں —— جبکہ آپ کا قلب مبارک وسیع ترین قلب قرار پایا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے طلوع فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ ہی کو اس بات کی اولیت ہوئی کہ بندے کا قلب ہو۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ماوسعنی ارضی ولاسمائی ووسعنی قلب عبدی المومن

یعنی "میری زمین اور میرے آسمان کو اتنی گنجائش نہیں ملی کہ اس میں سما جاؤں"

میرے مومن بندے کا دل اس وسعت کا مقام ہوا۔

واقعہ شق صدر :

معراج سے پہلے جب آپ کا کمال تمام انبیاء کے مرتبہ میں مماثل تھا تو آپ کے سینہ میں تنگی محسوس ہوتی تھی۔ پھر آپ کا قلب مبارک شرح صدر سے وسیع ہو گیا اور آپ کا ثقل دور ہو جانے سے اور آپ کا ذکر مرتفع ہو گیا۔

یہ روایت ہے بے شک صحیح ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے شق صدر کئے اور اس سے علقہ نکالے اور آپ

سے کہا کہ یہ خط شیطان ہے —— پھر آپ کے قلب اطہر کو سونے کے برتن میں رکھ کر آب زم زم سے غسل دیا۔ پھر اس قلب کو درست حالت کا کر دیا۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے اپنی جگہ پر لوٹا دیا —— حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے سینہ پر سلائی کے اثر کو دیکھا کرتا تھا اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

آپ کی ذات کریمہ میں جو اس علقہ کو پیدا کیا گیا' پھر آپ سے جدا کیا اس لئے کہ اجزائے انسانی میں وہ بھی ایک جزو ہے۔ اسے خلقی تکمیل کے لئے پیدا کیا تھا۔ جو تخلیق انسانی کے لئے ضروری امر تھا اور اس کا نکال دیا جانا امر ربانی تھا' جو اس کے بعد طاری ہوا ...... اس توجیہہ کو امام سبکی نے احمد سے بیان کیا۔ اور اس کی حاکم نے تصحیح کی:

ثم استخر جا قلبی فشقاه ...... بماء و ثلج ...... به قلبی ...... و ختم علیه نجا تم النبوة

پھر ان دونوں فرشتوں نے میرا قلب نکالا۔ پھر اسے چیرے نکالے۔ اس میں سے سیاہ رنگ کے دو عدد علقہ نکالے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ

''پانی اور برف لاؤ''۔

پھر ان دونوں فرشتوں نے اس پانی سے پیٹ دھویا۔ پھر ایک نے کہا:

''سکینہ لاؤ''

انہوں نے سکینہ میرے دل میں ڈال دیا۔ پھر ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ''سی دو''

اس کے ساتھی نے میرے قلب کو سی کر اس پر ختم نبوت کی مہر لگا دی''۔

بیہقی میں روایت ہے کہ میرے پاس کبین کی شکل کے دو فرشتے آئے۔ ان دونوں کے پاس برف' اولے اور ٹھنڈا پانی تھا —— ایک فرشتے نے میرا سینہ کھولا اور دوسرے نے اپنے منہ کی چونچ سے سینہ میں ڈالا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کی نبوت کا کام سب سے پہلے کس چیز سے شروع ہوا؟'' آپ نے فرمایا:

''میں دس سال کا تھا۔ میں جنگل میں جا رہا تھا۔ اچانک میرے سر کے اوپر سے دو آدمی میرے پاس نمودار ہوئے۔

ایک نے دوسرے سے کہا ''یہ وہی ہیں''۔ دوسرے شخص نے کہا ''ہاں!''

ان دونوں نے مجھے پکڑ کر حلاوۃ قفا کے لئے لپٹا لیا —— یعنی پیٹھ کی طرف سے لیٹ جانے میں لذت ہونے کے لئے پھر میرا پیٹ چاک کیا۔ ایک شخص سونے کے برتن میں پانی لانے میں مشغول تھا۔ دوسرا میرا پیٹ دھونے لگا۔

ایک نے دوسرے سے کہا ''اس کا سینہ چیر دو'' تو مجھے میرا سینہ چیرا ہوا معلوم ہوا۔ مجھے اس کا کچھ درد نہیں محسوس ہوا۔

پھر کہا ''اس کے قلب کو چیر دو''۔ تو دوسرے فرشتے نے قلب کو شق کر دیا۔ پہلے فرشتے نے کہا:

''اس میں سے مادہ دشمنی اور حسد کو نکال دو''۔

دوسرے فرشتے نے بستہ خون کی مانند نکالا اور پھینک دیا۔ پھر فرشتے نے اپنے ساتھی سے کہا:

''اس کے دل میں محبت اور رحم کو تو ڈال دے''۔

اس نے چاندی کی شکل کی اس میں چیز ڈال دی۔ اس میں سے پھر باریک باریک چیونٹی جیسی چیزیں نکلیں جو اس کے پاس تھیں۔ پھر اس نے میرے انگوٹھے کو ٹھونگا مارا اور کہا ''جاؤ'' —— پھر میں وہاں سے واپس ہوا۔ میرے اندر وہ چیز جو پہلے مجھ میں نہیں پائی جاتی تھی۔ میرا جسم چھوٹوں کے ساتھ اور نرم دلی کی صفت بڑوں کے مقابلہ میں''۔

اس واقعہ کو عبداللہ ابن امام احمد بن حنبل نے ''زوائد مسند احمد'' میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس حکایت میں معاذ کا ان کے والد سے تفرد ہے اور آپ کے عمر کے ذکر میں بھی تفرد ہے ——

ابونعیم کی روایت میں جو حدیث یونس بن میسرہ سے ہے' میں ہے:

فاستخرج عشرة جو فی ...... ثم ...... قلبك ...... و هذا الشق

یعنی ''پس فرشتے نے میرے پیٹ کے آلات کو نکالا' انہیں دھویا اور پھر اپنی جگہ پر کر دیا —— پھر کہا:

''قلب وکیع ہے۔ جو کچھ اس میں ہے' دو دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے دو کان اس کی حفاظت کرتے ہیں —— آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سب سے آخر میں آپ کی بعثت ہوئی —— آپ حاشر ہیں۔ آپ کا قلب سلیم اور آپ کی زبان صادق ہے —— آپ کا نفس مطمئن' آپ کی پیدائش مضبوط اور سیدھی اور آپ بڑے سخی۔ یہ واقعہ آپ کا شق صدر ہے''۔

آپ کے شق صدر کا واقعہ زمانہ طفولیت میں کئی مرتبہ ہوا۔ نبوت کی استعداد پیدا ہونے کے لئے' بعثت قائم ہونے سے معجزے کا ظہور مصلحت استعداد جائز ہے۔ اور اسی کی مانند ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کثرت سے واقعات پیش آئے —— اور اسی سے آپ کی طفولیت میں ایسے واقعات پیش آنے کے اشکال کا جواب دیا جاتا ہے —— اس لئے کہ وہ معجزات میں داخل نہیں —— اور معجزے کا نبوت پر مقدم ہونا جائز نہیں سمجھا جاتا۔ اسے امام رازی نے بیان کیا ہے —— اور وہ بات جس پر اکثر اہل اصول متفق ہیں' یہ ہے کہ دعوائے نبوت سے معجزہ متصل رہنا شرط ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے ابتدائی مضامین میں اس مسئلہ پر متنبہ کیا ہے۔

الم نشرح لك صدرك ۔ میں شرح سے مراد وہ چیز ہے جس کا مرجع معرفت اور طاعت ہو۔ پھر علماء اس خصوص میں وجوہات ذکر فرماتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

''جب آپ اسود واحمر' دونوں کی طرف مبعوث کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل سے تمام ہموم کو نکال دیا —— آپ کا سینہ کھل گیا۔ اس میں تمام اہم کاموں کو انجام دینے کی گنجائش نکل آئی ——

لہٰذا آپ کو کسی بات کا رنج نہیں ہوتا اور نہ آپ کشیدہ دل ہوتے۔ بلکہ آپ تکلیف اور کشائش کی دونوں حالتوں میں

صاف دلی یعنی شرح صدر کے ساتھ ادائے فرض میں مشغول رہتے تھے۔''

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کس وجہ سے الم نشرح لك فرمایا اور قلبك نہیں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

''سینہ وسوسے کا محل ہے ــــ فرمایا: یوسوس فی صدور الناس

چنانچہ اس وسوسے کا ازالہ اور اس وسوسے کو خیر کی تحریکات میں تبدیل کرنا بس یہی شرح صدر ہے ــــ اس شرح کو لازمی طور پر صدر کے ساتھ مخصوص کیا گیا' قلب کے ساتھ نہیں''۔

محمد بن علی ترمذی نے کہا ہے کہ قلب محل عقل ہے ــــ قلب محل معرفت ہے ــــ اور یہی وہ چیز ہے جو شیطان کا مقصود بن گئی ہے ــــ وہ سینہ کی طرف سے آتا ہے جو کہ قلب کے حق میں قلعہ کی مانند ہے۔ جب راستہ سے داخل ہوتا ہے تو دل میں گھس پڑتا ہے اور اس میں اپنا لشکر اتار دیتا ہے' اس میں ہموم' آلام' غموم اور حرص کو پھیلا دیتا ہے اس وقت آدمی کا دل تنگ ہو جاتا ہے ــــ اس صورت میں انسان کو طاعت میں لذت نہیں حاصل ہوتی اور نہ اسے حلاوت اسلام نصیب ہو سکتی ہے۔ اگر دشمن کو شروع ہی میں دور کر دیا جائے تو بے فکری حاصل رہے گی۔ طبیعت تنگ نہ ہوگی۔ سینہ کھلا رہے گا۔ عبادت کا فرض انجام دینا میسر ہوگا۔

حبیب اور کلیم میں فرق :

یہاں ایک نازک بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا ہے:

رب اشرح لی صدری

جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرمایا:

الم نشرح لك صدرك

یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بغیر مانگے شرح صدر عطا کیا گیا۔ پھر نعت شریف میں ارشاد فرمایا: وسراجاً منیرا۔

ــــ دیکھو کتنا فرق ہے۔ کیونکہ شرح صدر تو یہ ہوا کہ ہوش نور کے قابل اور سراج یہ ہے کہ اس سے نور کو حاصل کیا جائے ــــ دونوں میں کیا فرق ہے؟ ــــ ظاہر ہے:

دقاق نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مرید ہوئے اس لئے کہ انہوں نے کہا :

رب اشرح لی صدری

اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد ہوئے ــــ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الم نشرح لك صدرك

واللہ تعالیٰ اعلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب معاشرت :

آپ دن رات کی ایک ساعت اہل خانہ بیویوں کے پاس گشت فرماتے جن کی تعداد گیارہ تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا:

''کیا آپ اتنے طاقت ور تھے؟''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

''ہم اپنی گفتگو میں کہا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیس آدمی کی قوت عطا ہوئی تھی ——

اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور روایت بیان فرماتے ہیں کہ پوچھا گیا:

''مومن جنت میں ایسی قوت جماع کا حامل ہوگا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' کیا اس کو اتنی طاقت ہو گی؟''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''سو آدمی کی قوت عطا کی جائے گی''

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں چالیس آدمیوں کی قوت بیان ہوئی ہے —— ابونعیم مجاہد کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے:

''ہر آدمی رجال الجنت ہے''

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو صحیح غریب کہا ہے کیونکہ قتادہ کی حدیث سے روایت کو ہم نہیں جانتے' سوائے عمران قطان کی حدیث کے —— لہٰذا جب ہم چالیس کو ۱۰۰ سے ضرب دیں گے تو حاصل ضرب چار ہزار آئے گا —— چنانچہ اس بات سے وہ اشکال رفع ہو جائے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صرف چالیس کی نسبت کیا جائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام تو سو کی قوت یا ایک ہزار کی قوت رکھتے تھے

ابن عربی علیہ الرحمہ ذکر کرتے ہیں۔

''حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وطی پر مخلوق کی قوت سے مافوق قوت ظاہری حاصل تھی —— اور کھانے میں آپ کی قناعت کی صفت ثابت ہے تا کہ عادتی کاموں میں دو فضیلتیں آپ کے لئے یکجا ہوں ۔ جیسا کہ امور شرعیہ میں آپ دو فضیلت کے جامع ہیں۔ تا کہ دارین میں آپ کا حال کامل معلوم ہو جائے''۔

ابن سعد نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے پاس جبرئیل علیہ السلام ہریسہ لائے' اس میں سے میں نے کھایا۔ مجھے چالیس آدمیوں کی قوت جماع عطا ہوئی''۔

اس سے ملتی جلتی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان کی ہے۔ نماز کے لئے ''جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ہریسہ کھلایا تاکہ میں اپنی پیٹھ مضبوط کرلوں اور قوت حاصل کروں''

حضرت حارث بن ابی اسامہ سے روایت ہے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس پر کئی آدمی کی قوت حاصل تھی کہ ان میں سے ہر آدمی جنتی ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''کسی نبی کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔ اس لئے کہ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے''

اسے طبرانی نے روایت کیا۔

آپ کے قدم مبارک:

کعبہ دین و دل یعنی نقش قدم — جن کی عظمت نہیں عرش اعظم سے کم
ہر بلندی کا سر ہو گیا جس پہ خم — کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم
اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

اکثر حضرات نے روایت کیا ہے کہ آپ شثن القدمین تھے۔ یعنی آپ کے قدم مبارک موٹی انگلیوں کے تھے — اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا — حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا:

''میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور بھولی نہیں ہوں۔ آپ کے دونوں قدم کی انگلیوں میں سے سب سے زیادہ دراز انگلی سبابہ تھی۔''

احمد اور طبرانی نے اسے روایت کیا — حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

''آپ کے پیر کی چھوٹی انگلی''''خنصر'' نمایاں قسم کی تھی۔''

اسے بیہقی سے روایت کیا — السنہ قوم میں مشہور و معروف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسطی یعنی درمیانی انگلی زیادہ لمبی تھی — حافظ ابن حجر نے اسے غلط کہا ہے۔ یہ بات آپ کے پیروں کی انگلی کی ہے — مسند امام احمد میں یزید بن ہارون نے حضرت سارہ بن مقسم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث بیان کی ہے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں اونٹ پر سواری کی حالت میں دیکھا۔ میں اپنے باپ کے ساتھ موجود تھی۔ میرے والد سرکار کے قریب ہوئے اور آپ کے قدم مبارک کو پکڑ لیا۔ رسول کریم نے انہیں اس کا موقع دیا — میں آپ کے قدم مبارک کی تمام انگلیوں میں سبابہ نامی انگلی کی درازی کو نہیں بھولی ہوں''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تھے تو پورا پیر زمین پر جمتا تھا۔ قدم مبارک کا تلوا کھڑا اواں وار نہیں تھا۔

جن کے آنے سے یثرب مدینہ بنا
ان کے قدموں کی برکت پہ لاکھوں سلام

ابو امامہ باہلی کی حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے:
''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلوے میں خمیدگی نہیں تھی۔ آپ پورا قدم جما کر چلتے تھے''۔
ابن ابی ہالہ کی روایت کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

خمصان الا خمصین مسیح القدمین

ابن اثیر نے کہا: الاخمص من القدم
''پیر کا وہ حصہ ہے جو چلتے وقت زمین سے متصل نہ ہو۔ اور خمصان اس کی مکمل حالت ہے۔ یعنی یہ جگہ سطح زمین سے پیر کے نیچے کی طرف زیادہ جوف دار نہ تھی۔
ابو ہالہ کی روایت میں مسیح القدمین یعنی چکنے نرم، دونوں قدم شریف میں کھردرا پن اور شگاف نہیں۔ جب پانی پہنچتا تو قدم کی جلد پر نہیں ٹھہرتا، نکل جاتا —— حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:
''قدم مبارک کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احسن البشر تھے''۔ اسے ابن سعد نے روایت کیا۔

جس کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا، ہمارا نبی

قد و قامت مبارک:

سایہ حق کے ہمسایہ مرحمت — گنج رحمت کے سرمایہء مرحمت
شرح نورانی آیہء مرحمت — قد بے سایہ کے سایہء مرحمت
ظل ممدود رافت پہ لاکھوں سلام

جس پہ قرباں ہیں طوبیٰ کی رعنائیاں — حسن موزونیت کی فدا جس پہ جان
جس کا روح الامیں بلبل مدح خواں — طائران قدس جس کی ہیں قمریاں
اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔
''آپ نہ قصیر تھے اور نہ طویل القامت۔ آپ کا قد طول کی طرف زیادہ مائل تھا''۔

---

۱ اس حدیث کو ابن سعد نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

اسے بیہقی نے روایت کیا —— حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ:

''آپ کا قد مبارک اونچائی کی طرف جانے والا نہ تھا' بلکہ درمیانہ قد سے بڑھ کر تھا۔ جب آپ سب لوگوں کے ساتھ جاتے تو آپ سب کو اپنے میں لے لیتے''

اسے عبداللہ ابن امام احمد نے روایت کیا ہے —— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط القامت تھے۔ آپ کا قد مبارک طول کی طرف مائل تھا''۔

اسے بزار نے روایت کیا:

قولہ ربعۃ

ای مربوعۃ والتانیث باعتبار النفس و قد فسر فی الحدیث الا تی بانہ لیس بالطول البائن ولا بالقصیر ——

یعنی ''سرکار کی قامت شریف کا وصف میانہ قد لیا ہوا —— لفظ ربعۃ میں تانیث کو باعتبار نفس استعمال کیا گیا —— حدیث میں ربعۃ کے لفظ کی تفسیر لیس بالطول البائن ولا بالقصیر سے کی گئی ہے۔ طول بائن سے طوالت کی زیادتی مراد ہے جو قد قامہ کے اضطراب کے ساتھ ہو —— ابن ابی ہالہ نے کہا کہ آپ اطول من الموبوع تھے اور اقصر من المشذب تھے۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ بہت دراز قد تھے اور نہ قصیر متردد تھے'' ——

یعنی اجزائے جسم ایک دوسرے میں جمع ہو کر قد چھوٹا ہو گیا' ایسے بھی نہ تھے —— آپ کو میانہ قد کہنا صحیح تھا —— جب آپ اکیلے ہو کر چلتے اور کوئی شخص جو لمبے قد کا ہو' آپ کے ساتھ چلتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طول اس کے قد کے طول سے زیادہ ہے —— اور جو بھی دو آدمی طویل القامت آپ کے ساتھ مل کر چلتے تو آپ ان دونوں سے میں اونچے معلوم ہوتے —— پھر جب وہ دونوں آپ سے جدا ہو جائیں تو آپ میانہ قد نظر آتے''

اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے ——

قد نبی کے سوا کچھ ہمیں نہیں بھاتا
ہمارے آگے کوئی ذکر سرو کا نہ کرے (رضا)

بیہقی اور ابن سبع نے اس روایت میں یہ بھی زائد بیان کیا کہ:

''جب آپ بیٹھتے تو آپ کا مونڈھا تمام بیٹھے ہوئے آدمیوں میں سے اونچا رہتا تھا''۔

---

[1] لفظ مشذب معجمتین 'مفتوحتین' تشدید ذال کے ساتھ —— بائن دبلے پن کے ساتھ جو لمبا قد ہوتا ہے اسے بائن کہتے ہیں۔ اور وہ مثال کے طور پر راوی سے دوسری حدیث میں لم یکن بالطویل الممغط —— دوسری میم کے بعد یہ لفظ غین کی تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی انتہائی دراز قد دامغط النہار (محاورہ ہے) یعنی ''جب دن دراز ہو جاتے'' —— اور معطت الحبل یعنی میں اس کو لمبا کر دیا۔ اس کی اصل منمغط ہے۔ اور نون مطاوعت کا ہے۔ سے بدل کر میم میں مدغم ہو گیا۔ عین مہملہ سے بھی اسی معنی میں یہ لغت آئی ہے۔

ابن ابی ہالہ نے آپ کی یہ تعریف کی :

''آپ بادن متماسك تھے یعنی جسمانی اعتبار سے گٹھیلے جسم کے تھے اعضاء آپس میں مضبوط''۔

آپ کے موئے مبارک :

ان کے پاکیزہ گیسو پہ لاکھوں درود ان کی عنبر فشاں بو پہ لاکھوں درود
ان کے آئینہ رو پہ لاکھوں درود الغرض ان کے ہر مو پہ لاکھوں درود
ان کی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کی نسبت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بال کیسے تھے؟''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''آپ کے بال مبارک دو قسم کے بالوں کے مابین حالت کے تھے' جسے ربعه کہتے ہیں —— نہ بالکل سیدھے اور نہ بالکل گولائی —— مائل بہ لچھے دار قسم۔ کاندھے اور کانوں کے درمیان تک چھٹے ہوئے بال تھے''۔

اسے بخاری' مسلم' ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

شام فردوس کی' نور واللیل کا پر تو مرحمت' رحمت کبریا
وہ سحاب عطا' ظل لطف خدا وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکہ ابر رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے' آپ فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں' ہم دونوں مل کر ایک برتن سے غسل کرتے تھے —— آپ کے سر کے بال آپ کے کندھے سے اوپر' وفرہ قسم کے بال نیچے تک''[1]

اسے ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے —— ابی ہالہ کا قول بھی یہ ہے کہ:

''آپ رجل الشعر یعنی چھڑی دار اور لچھے دار بالوں کے درمیانی قسم کے سر کے بال والے تھے۔''[2]

آپ کے سر کے بال خود سے ہٹ جاتے تو ہٹا کر مانگ نکال دیتے ورنہ نہیں —— آپ کے سر مبارک کے بال کان کی لولکی سے آگے چھٹے ہوئے ہوتے' جب آپ نے وغیرہ بال چھوڑے ہوتے —— اور عقیقہ[3] جب خود بخود جدائی لیتے تو آپ سر

---

[1] کان کی لولکی تک جو بال پہنچتے ہیں' ان بالوں کو وفرہ کہتے ہیں۔

[2] اس روایت میں رجل کا لفظ جو آیا' ر کے فتحہ اور جیم کے کسرہ سے ہے۔ یعنی گولائی لئے ہوئے' تھوڑی سی سبط اور جعد (سر کے بالوں کی لٹ) کے خلاف حالت

[3] عقیقہ--- یہ دو قاف سے کلمہ ہے۔ اس کے معنی ہیں ''سر کے بال''

کے بالوں کا فرق کر دیتے' ورنہ اسی حال پر جمے ہوئے رہنے دیتے۔[1]

منہ اندھیرے ضیائے سحر کی رمق   صبح کے خط سے یا پردہ شب ہے شق
چرخ واللیل پر والضحیٰ کی شفق   لیلة القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر کے بال چھوڑا کرتے تھے اور مشرکین کی عادت فرق یعنی مانگ بنانے کی تھی ـــــ اور اہل کتاب سدل کرتے تھے[2] ـــــ اور یہاں پیشانی پر بال چھوڑنا مراد ہے۔ لیکن فرق (مانگ) بعض بالوں سے علیحدہ کرنے کا نام ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریعت کے ان کاموں کی نسبت جن کا کوئی حکم مقرر نہ ہوا ہو' اس میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے ـــــ پھر آپ نے سر کے بالوں کا فرق کیا (یعنی مانگ نکالی)''

ـــــ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے ـــــ صحیح مسلم میں شمائل میں اس کے مانند روایت ہے:

علماء نے کہا ہے کہ فرق (مانگ نکالنا) سنت ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ کام ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجوع ہوئے۔ لیکن صحیح مسئلہ یہ ہے کہ فرق اور سدل دونوں جائز ہیں۔ مگر فرق (مانگ) کو افضلیت حاصل ہے ـــــ آپ کے بال مبارک کے متعلق معتدبہ روایات ہیں:

☆ آپ کے بال مبارک جمہ سے اوپر دفرہ سے نیچے تھے ـــــ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

☆ آپ کے بال مبارک کانوں تک تھے ـــــ (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ یضرب الی منکبیه ـــــ (حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ یبلغ الی کتفیه او منکبیه ـــــ (ابی امثہ)

☆ مارایت من ذی لمة احسن منه ـــــ (ایک روایت)[3]

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا کہ ان روایات میں جمع کرنا یہ ہے کہ جو بال کان سے متصل ہو وہ شحمہ اذنین کو پہنچے گا۔ جو اس کے پیچھے رہے گا وہ منکبین کو لگے گا ـــــ یہ اختلاف اوقات کی وجہ سے ہے ـــــ چنانچہ جب بال کٹانے میں دیر ہوگی تو وہ منکب تک پہنچنے کی صورت ہے ـــــ اور جب بالوں کی کٹائی سے اصلاح کر دی جائے تو یہ صورت شحمہ سے اوپر انصاف اذنیں والی ہے ـــــ لہٰذا اسی لحاظ سے آپ کے بال دراز یا کم ہوتے رہتے تھے۔

---

[1] روایت میں ان انفرقت عقیقه کا لفظ بھی آیا ہے۔ صاد مہملہ کے ساتھ۔ اس کے بعد وہی شعر معقوص معنی ہوں گے۔ [2] سدل شعر سر کے بال رکھنے اور دراز حالت میں چھوڑنے کا نام ہے۔

[3] جمعہ' منکبین تک اتر آنے والے بالوں کو کہتے ہیں ـــــ وفرہ سے مراد کان کی لو تک اترنے والے بال ہیں ـــــ لمة' دونوں منکب کے درمیان رہنے والے بال ہیں۔

حضرت ام ھانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں مکہ معظمہ تشریف لائے۔ آپ کے سر مبارک کے چار فدائر یعنی چوٹیاں تھیں''۔ [1]

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

''اگر میں چاہتا تو شمار کر سکتا تھا سر میں جو تغیر شدہ بال تھے۔ آپ خضاب کا استعمال نہیں فرماتے تھے''

یہ بھی مسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب نہیں کیا —— آپ کے عنفقہ میں کنپٹی اور سر کے متفرق حصوں میں تھوڑی سی سفیدی پائی گئی —— وفی الراس نبذ' نبذ یعنی متفرق طور پر چند مختصر بال ——

ایک اور روایت میں ہے:

ماشانہ اللہ ببیضآء قال الشیخ عبدالجلیل فی شعب الایمان فیما حکاہ عنہ الفاکہانی

آپ کے بڑھاپے کو واضح نہ ہونے دینے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر عورتیں بوڑھے پن کو پسند نہیں کرتیں —— اور جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی چیز کو بھی مکروہ سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے —— نہایہ میں ہے کہ حدیث میں مکرر اس موقع پر بوڑھے پن کو عیب قرار دیا گیا اور وہ عیب نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ

''بڑھاپا وقار و عزت کی چیز ہے اور وہ نور ہے اور شیب ممدوح''

شیب یعنی بوڑھے پن کے تعلق سے خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ عجیب بات ہے اور ان دونوں کو موافق بیان کرنا ممکن ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماقحافہ کے سر کی جانب نظر فرمائی (مثل نعامہ پرندہ کی مانند ہے) تو آپ نے اسے تغیر کرنے کا حکم دیا۔ آپ کو مذکورہ حالت پسند نہیں آئی۔ اسی بناء پر کہا:

غیر والشیب —— پھر جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اس کی عادت ہو گئی ہے تو فرمانے لگے۔

''اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑھاپے کے عیب سے معیوب نہیں کیا''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محولہ بالا قول کی بنا پر ایسا فرمایا —— اسی رائے پر اپنے خیال کو محمول فرمایا۔ انہوں نے دوسری حدیث نہیں سنی ہوئی تھی اور احتمال صحیح ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہو گی —— ان کے نزدیک ابوحنیفہ کی روایت ہے:

رایت رسول اللہ و ھذہ منہ بیضآء

راوی نے اپنی ایک انگلی زیریں لب کے بالوں پر رکھ کر بتایا۔ یعنی بالوں میں یہ مقام سفیدی کا تھا —— بیہقی نے حضرت

---

[1] غدائر کے معنی ہیں چوٹیاں ---- اس کا واحد ہے غدیرہ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے:

ماشانه الله بالشيب ......

کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو شیب کا عیب نہیں پہنچنے دیا"۔

آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں صرف سترہ (۱۷) یا اٹھارہ (۱۸) سفید بال آئے تھے —— ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ۔

"آپ اس طرح ابیض تھے کہ سفیدی سیاہ بالوں کے ساتھ مخلوط تھی"۔

اسے بخاری نے روایت کیا ہے —— صحیحین میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد چیز کا خضاب کرتے ہیں —— ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کا شیب صرف بیس بال کی مقدار تھا —— ترمذی نے اسے روایت کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بھی روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ بوڑھے ہوئے"۔

آپ نے فرمایا:

"مجھے سورہ ہود، واقعہ، والمرسلات، عم یتسالون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کیا ہے"۔

ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"لم یکن فی راسہ —— واراھن الدھن یعنی نبی کریم کے سر میں سفیدی نہیں مگر تالو کے پاس چند بال، جب تیل لگاتے تیل ان بالوں کو چھپا لیتا"۔

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

داڑھی مبارک:

"مہ کو گھیرے" ہوئے "سنہری کرن" یا "لب جو" ہے خورشید پر توفگن
"موج دریا رواں" ہے "کنار چمن" "خط کی گرد دہن وہ دل آراء پھبن
سبزہ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک میں چند بال سفید تھے —— مسلم کی ایک اور روایت میں ہے۔

"بڑھاپا نظر نہیں آتا تھا مگر بہت تھوڑا یعنی لم یر من الشیب الا قلیلا

بیہقی ہے میں ہے کہ آپ اسود لحیہ تھے- داڑھی کے خوبصورت بال تھے۔

کیوں نہ ملت کا ہر زخم ہو مندمل — کیوں نہ پائے سکوں خاطر مضمحل
ہر جراحت بنی صحت مستقل — ریش خوش معتدل' مرہم ریش دل

ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپ نے داڑھی کا خضاب فرمایا یا نہیں ——

☆ اکثر علماء نے اسے ممنوع قرار دیا ہے—— (قاضی عیاض' امام مالک)

مختار و مذہب یہ ہے کہ

☆ آپ نے داڑھی کا خضاب کیا لیکن اکثر عادت خضاب نہ کرنے کی رہی (نووی)

لہٰذا جس نے جس طرح سے دیکھا' اسی طرح روایت کیا' اور اپنے بیان روایت کی صحت پر قابل تسلیم ہیں۔ اور یہ تاویل متعین کے مماثل ہے—— صحیحین میں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"اس کا ترک صحیح نہیں اور مقدار شیب میں اختلاف کے باعث تاویل نہیں کی جا سکتی۔"

مقدار شیب کے متعلق دونوں روایتوں میں موافقت کہ شیب تھوڑی مقدار میں پایا گیا:

☆ جس نے شیب ثابت کیا، اس نے اس مقدار کو ثابت کیا۔

☆ جس نے نفی شیب کیا، اس نے کثیر عدم شیب مراد لیا، جیسا کہ دوسری روایت میں آیا:

لم یر من الشیب الاقلیلا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوط شیب کے ساتھ سر کے اگلے حصے اور داڑھی میں اور تدہین فرماتے، تو شیب ظاہر نہیں ہوتا تھا—— اور جب آپ سر کے بال کھول دیتے تو شیب نظر آ جاتا تھا۔ آپ کثیر شعر لحیہ تھے۔"

اسے مسلم و نسائی نے روایت کیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:

"آپ سر کی تدہین اور داڑھی میں زیادہ کنگھی کرنے کے عادی تھے۔"

امام بغوی نے اسے شرح سنہ میں روایت کیا—— ابن ابی ہالہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف میں کہا ہے:

ما بین اللبہ والشرہ بشعر یجری کالحظ عادی الثدیین مما سوی ذلک اشعرا الذراعین والمنکبین واعالی الصدر......

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ایک حجام حلق راس میں مشغول ہے۔ صحابہ آپ کے گرد گشت لگا رہے ہیں۔ وہ تمام اس کوشش میں ہیں کہ آپ کا کوئی بال نیچے نہ گرنے پائے ــــ کوئی نہ کوئی شخص اپنے ہاتھ میں لے رہا ہے۔''

اس حدیث کو مسلم نے روایت ــــ کیا۔ حجتہ الوداع کے بیان میں عنقریب حلق راس کا قصہ آئے گا ــــ مناسک حج وغیرہ کے علاوہ اوقات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلق سر مبارک کہیں بیان نہیں ہوا۔

سر کے بال باقی رکھنا سنت پر عمل ہے ــــ معلوم ہونے پر جو شخص اس کا منکر ہوگا، اسے باادب بنانا واجب ہے ــــ جس شخص کے لیے ممکن نہ ہو کہ سر پر بال باقی رکھ سکے اس کے لیے سر مونڈھنا مباح ہے۔

مکہ شریف میں ماہ ذیقعدہ ۸۹۷ھ میں مرشدی شیخ احمد نے اعلان کیا تھا کہ وہ بال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ ان کے پاس میں نے اس کی زیارت کی۔

صحبة المقام المقری خلیل العباسی والی اللہ احسانہ علیہ

امام التعبیر محمد بن سیرین نے کہا کہ میں نے عبیدہ سے کہا:

''ہمارے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کے آثار مبارک ہیں ــــ اسے ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے عزیروں کی طرف سے حاصل کیا۔''

عبیدہ نے کہا:

''میرے پاس اس میں سے اگر ایک بال ہو تو میں اسے ساری دنیا کی دولت سے بڑھ کر سمجھوں گا۔''

اسے بخاری نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کیا۔ اور یہ کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی لیتے تھے عرض سے اور طول سے'' ــــ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مونچھ کو کترتے تھے۔''

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے:

''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مونچھ کے بال نہ کترائے، وہ ہم میں سے نہیں۔''

صحیح میں حدیث پاک ہے:

''مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھیوں کو زیادہ چھوڑو اور مونچھ کو کم کرو۔''

مونچھ کے بال کترنے کی کیا صورت ہو۔ اس میں اختلاف روایت ہے کہ مونچھ کو منڈاھنا افضل ہے یا کترانا!

☆ مونچھ کے بال اس مقدار میں لیے جائیں گے کہ لب نظر آئیں ــــ (موطا)

☆ مونچھ کے بال مبالغہ کے ساتھ لیے جائیں اور داڑھی بخوبی چھوڑی جائے ــــ اخفاء شارب سرے سے مونڈھنا

نہیں ہے۔ جو شخص مونچھ منڈائے، اسے سزا دی جائے —— (ابن عبدالحکیم کی مالک سے روایت)

☆ مونچھ منڈانا بدعت ہے —— اس کے اس فعل پر تکلیف کی مار ماری جائے گی —— (اشہب)

☆ مونچھ کترنے میں پسندیدہ تصور ہوا ہے۔ مونچھ کے بالوں کو کترا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کا کنارہ نظر آئے —— بالوں کی جڑ سے تحفیہ نہ کرے —— (امام نووی)

☆ ہم کو اس میں کوئی نص نہیں ملی۔ مزنی اور ربیع مونچھ کے بال مبالغہ کے ساتھ لیتے تھے —— امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین کا قول بال اور مونچھ دونوں میں قصر کی نسبت یہ خوبی بال کترنا افضل صورت ہے —— (امام طحاوی)

☆ امام احمد بن حنبل مونچھ کا شدید احفا کرتے ہیں —— (اثرم)

مونچھ کے کترنے کی کیفیت میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ شارب کے دونوں بازو کے بال بھی لیے جائیں یا سبالین کو چھوڑا جائے جیسا کہ اکثر لوگوں کا فعل ہے۔[1]

☆ سبالین کو چھوڑ رکھنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لوگوں نے بھی کیا ہے —— کیونکہ ایسا کرنے سے منہ نہیں ڈھنپتا —— منہ میں کھانا جانے کی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ کیونکہ سبال وہاں تک نہیں پہنچتا —— (امام غزالی)

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم حج اور عمرہ کے سوا اور اوقات میں بھی سبال کو کم کیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

☆ بعض اہل علم نے اسے مکروہ قرار دیا۔ اس لیے کہ اس میں عجمی لوگوں کی مشابہت پائی جاتی ہے —— بلکہ مجوس اور اہل کتاب کے ساتھ مشابہ ہونے کا احتمال ظاہر ہوتا ہے۔

یہ خیال صحیح رائے سے قریب تو معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث کی بنا پر جسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے، انہوں نے کہا:

''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ سبال رکھنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ داڑھی منڈایا کرتے ہیں —— لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو۔

آپ نے خود اس پر عمل کیا ہے کہ سبال قطع کرتے تھے جیسا کہ بکرے اور مینڈھے کے جسم کے بال کتر دیے جاتے ہیں۔''

مسند امام احمد میں ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اہل کتاب اپنی داڑھیوں کو قطع کیا کرتے ہیں۔ اور مونچھ کے دونوں بازو خوب بڑے

---

[1] مونچھ کے دونوں بازو کو سبالین کہتے ہیں۔

بڑے رکھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا:

قصوا اسبالکم رد فروا اعثانینکم.....

''اور مخالفت کرو اہل کتاب کی۔'' **عثانین**۔ عین مہملہ، ثاء مثلثہ و تکرار نون سے ہے۔ اس کا مطلب ہے داڑھی—— شرح تقریب رسانیہ میں یہ لفظ آیا ہے۔

زیر ناف بال مبارک:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب زیر ناف بال بڑھ جاتے تو آپ چونہ نہیں لگاتے تھے بلکہ انہیں منڈاتے تھے—— لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے—— ابن ماجہ اور بیہقی کی روایت جس کے رجال ثقہ ہیں، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو پیش کیا ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب طلا کرتے تو عانہ (شرم گاہ کے بال) سے شروع کرتے اور اسے چونے کا طلا دیتے—— آپ کے تمام جسم کو آپ کے اہل طلا کرتے۔''

وہ حدیث جو کہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جحفہ کے حمام میں داخل ہوئے تھے—— وہ حدیث موضوع ہے۔ جسے حافظ ابن کثیر نے پیش کیا، بلکہ قوم عرب کو بلاد عرب میں یہ تک معلوم نہیں تھا کہ حمام کیا چیز ہے—— اس کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد ہوا۔

ناخن مبارک:

بیہقی نے مرسل ابی جعفر باقر کی روایت کو بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مونچھ اور ناخن لینے کے لیے جمعہ کا دن پسند فرماتے تھے۔''

اس روایت کی شاہد دوسری روایت بھی ہے جو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متصل ہے لیکن سند ضعیف ہے، اسے بھی بیہقی نے شعب میں نقل کیا۔ اس خصوص میں امام احمد سے پوچھا گیا تو کہا:

''زوال کے وقت سے پہلے تک جمعہ کا دن مسنون ہے۔''

پنج شنبہ کی روایت بھی احمد سے آئی ہے—— حافظ ابوالفضل ابن حجر نے کہا:

''یہی وہ لائق اعتماد بات ہے کہ ضرورت کے لحاظ سے مستحب قرار دیا جائے۔ لیکن حدیث سے ناخن کترنے کے استحباب میں جمعرات کا دن ثابت نہیں ہوا۔ اور اس کی کیفیت میں بھی کوئی چیز ثابت نہیں ہے اور نہ اس کام کے لیے کوئی دن مقرر کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے۔''

اور وہ عمل جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا اور اس کے اشعار میں پھر ابن حجر سے اس کا حوالہ دیا گیا—— امام سخاوی نے فرمایا:

''یہ باطل ہے ناحق کی جو زائد چیز انگلیوں کے پوروں پر آ جاتی ہے، صرف اس کا ازالہ مقصود ہے ——— اس میں میل جمع ہونے کی وجہ سے ناپاک سمجھا جاتا ہے اور کبھی انگلیوں میں پانی پہنچنے کو مانع ہونے کی حد تک پہنچ جاتا ہے حتیٰ کہ جس حصہ کی طہارت غسل میں واجب ہے کسی وقت یہ ناخنوں کا یہ میل اس کا بھی مانع ہو جائے گا۔''

اصحاب شافعی نے اس کے دو وجوہ بیان کیے ——— ایک یہ کہ اس صورت میں وضو صحیح نہیں ہوتا ——— متولی نے اس کا قطعی حکم کیا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے ''احیاء العلوم'' میں یہ بات قطعی بتائی ہے کہ اس قسم کی چیز کو معان کا درجہ حاصل ہے۔

عاصیوں کی بھلائی کے چمکے ہلال قیدِ غم سے رہائی کے چمکے ہلال
جلوۂ مصطفائی کے چمکے ہلال عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

کنگھی، مسواک اور آئینہ مبارک:

معجم اوسط میں طبرانی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک اور کنگھی کو خود سے جدا نہیں ہونے دیتے تھے اور جب داڑھی کو کنگی فرماتے، آئینہ میں دیکھ لیا کرتے تھے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرمہ دانی تھی۔ اس سے آپ ہر رات تین دفع اس آنکھ میں اور تین دفعہ اس آنکھ میں سرمہ لگایا کرتے۔''

اسے ابن ماجہ، ترمذی اور امام احمد نے روایت کیا ——— محمد بن علی کی روایت نسائی اور بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا:

''کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو استعمال کرتے تھے؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں مشک وعنبر کی تیز خوشبو!'' [1]

رفتار مبارک:

عرش جس خوبیِ رفتار کا پامال ہوا دو قدم چل کے دکھا سروِ خراماں ہم کو

---

[1] حالانکہ آپ کے بدن اطہر کی وہ مہک تھی کہ جس راہ سے آپ گزر جاتے۔ وہ راستے وہ فضائیں آپ کے گزر جانے کے باعث مہک مہک اٹھتے تھے --- آپ کا پسینہ مبارک خوشبو کے طور پر استعمال کرنے کی روایتیں ہیں ---

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار مبارک روایت ہے:

''حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو قوت کی رفتار سے چلتے، گویا آپ کسی بالائی کے مقام سے نیچے کی سطح کی طرف چلے آرہے ہیں۔''

اسے ترمذی نے روایت کیا۔ دیگر روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

☆ اذا وطئ بقدمه وطئ بكلها —— (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروایت بزار)

☆ وما رايت احد......

یعنی ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تیز چلتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا، گویا کہ زمین خودبخود آپ کے پیروں تلے لپیٹی جا رہی ہے —— ہم آپ کے ساتھ چلنے میں مشقت اٹھاتے تھے، اور آپ پر کچھ بار نہیں ہوتا تھا۔'' (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بروایت ترمذی)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو تیز چلتے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ پیچھے چلنے والے کو جلدی کرنا پڑتا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پا سکتا تھا۔ (حضرت یزید بن مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بروایت ابن سعد)

☆ جب آپ چلتے تو اطمینان کی چال چلتے جیسے کہ اعضاء کی قوت والا چلتا ہے کہ چلنے میں سستی کی حالت نہیں رہتی۔

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو قوت سے پیر اٹھاتا تھا۔ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ اذا زال زال تقلعا...... ذريع المشيه .

یعنی آپ چلتے وقت پاؤں کو قوت سے اٹھاتے لیکن زمین پر نرمی سے رکھتے۔ آپ تیز رفتار تھے۔ جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی شخص بلندی کی جگہ سے نیچے کی طرف اتر رہا ہے —— (ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ اذا زال زال قلعا [1]

☆ ایک اور حدیث کا مضمون بھی اسی مانند ہے:

كانما ينحط من صبب انحدار من الصبب تقلع من الارض .

ایک دوسرے کے قریب المعنی ہیں۔ اس سے مراد ثابت قدمی سے چلنے کی حالت پر عمل ہے —— اس حالت میں آپ سے استعجال اور مبادرت شدیدہ ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ آپ تیز چلنے والے تھے۔ یعنی قدم مبارک چلنے میں کافی فاصلہ پر پڑتا تھا۔

(ابن اثیر)

---

[1] قاف کے فتحہ اور ضمہ دونوں طرح سے روایت ہے۔ فتحہ سے یہ لفظ مصدر ہے بمعنی فاعل۔ اس صورت میں قالع معنی ہوں گے۔ یعنی 'زمین سے اپنا پیر قوت کے ساتھ اٹھانے والے۔'' اور ضمہ سے قاف کے یہ لفظ مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اسم بھی۔ اس لحاظ سے بھی قلعا بالفتحہ کے ہی معنی ادا ہوتے ہیں۔
ہروی نے کہا کہ اس لفظ کو میں نے ''غریب الحدیث'' کی کتاب میں پڑھا۔ جو ابن انباری کی مصنفہ ہے کہ قلعا فتحہ قاف اور کسر لام سے ثابت ہے اور اسی طرح سے میں نے اس کو بخط ازہری تلفظ کیا۔

ابن قیم نے کہا کہ: ''زمین سے پیر کا پورا اٹھنا'' تقلع کے معنی ہیں جیسا کہ منحط فی الصبب کی حالت ہوتی ہے — پیر چلنے کی یہ مذکورہ صفت، عزیمت، ہمت اور بہادری کی صفات رکھنے والوں میں ہوتی ہے۔ اور یہ چلنے کے اعتدال کا سب سے بہتر طریقہ ہے۔ اس سے اعضاء جسمانی کو زیادہ راحت ملتی ہے۔

لوگوں میں کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو قطعہ واحدہ بن کر چلتے ہیں۔ گویا کہ یہ چلنے والا آدمی لکڑی کا تخت ہے۔ اور وہ اسے اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن یہ چال مذموم متصور ہوئی ہے — ایک دوسری طرح کا پیر چلنا یعنی دور دور قدم پھینک کر اچکتے ہوئے اونٹ کی طرح ہوتا ہے۔ یہ بھی حالتِ مذموم ہے جو آدمی کی کم عقلی پر دلالت کرتی ہے — خصوصاً چلتے وقت ادھر ادھر دیکھتے چلنے کی عادت خراب ہے۔

بعض مستند روایات سے ثابت ہے کہ حجتہ الوداع کے موقع پر چلنے والوں کی لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت پیش کی۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''نسلان قسم کی رفتار سے مدد حاصل کرو۔'' [1]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلنا جس شان کا تھا، وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام آپ کے آگے آگے چلا کرتے تھے اور آپ ان کے پیچھے چلتے، اور فرماتے:

''ملائکہ کے لیے میرے پیچھے جگہ خالی رہنے دو۔''

عام سہولت کے لحاظ سے آپ اپنے اصحاب کے پیچھے بھی چلے ہیں، برابر بھی چلے ہیں، اکیلے اکیلے اور جماعت کے ساتھ بھی — ایک مرتبہ ایک غزوہ میں آپ شریک رہے۔ آپ کی انگلی مجروح ہوئی اور اس سے خون جاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:

''اے انگلی تو اللہ کے راستہ میں ہے، تو خون آلود ہو گئی۔ یہ تیرا مصیبت زدہ حال۔''

اس حدیث کو ابوداؤد نے بیان کیا۔

آپ کا سایہ:

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں کہ سارے جہاں پہ ہے سایہ تیرا

جب آپ دھوپ میں چلتے تو زمین پر آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ اور نہ اس وقت کہ جب آپ چاندنی کی روشنی میں چلتے۔ آپ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

ایک دوسرے شخص نے روایت کی ہے کہ آپ کی اس خصوصیت کا شاہد آپ کا کلام مبارک ہے جو دعا میں ہے:

واجلعنی نورا ۔

---

[1] بہت آہستہ قسم سے دوڑتے چلنے کی رفتار کو نسلان کہتے ہیں۔ جس سے چلنے والے پر بار نہیں ہوتا۔

آپ کی رنگت مبارک:

آپ کا چمکتا ہوا رنگ گورا تھا۔ جسے تمام اصحاب نے بیان کیا۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت ابوجحیفہ، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن عباس، حضرت ابن ابی ہالہ، حضرت حسن بن علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابوالطفیل اور محرش کعبی علیہ الرحمہا ہیں۔

جس کے جلوے زمانے میں چھانے لگے جس کے ضو سے اندھیرے ٹھکانے لگے
جس سے ظلمت کدے نور پانے لگے جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو روایتیں آئی ہیں۔ ایک روایت بیاض کی ان سب حضرات کی موافقت میں آئی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

☆ لیس بیض امهق —— (بخاری شریف)

☆ ابیض ملیحا —— (شمائل ترمذی)

☆ ابیض ملیح الوجه —— (مسلم شریف)

☆ ماانسی شدة بیاض وجهه ومع سواد شعره —— (طبرانی)

یعنی "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ بالوں کے ساتھ گورے رنگ کو کبھی نہ بھولوں گا۔"

حضرت ابوطالب نے یوں منظوم اظہار خیال فرمایا:

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

☆ آپ مشرب اللون تھے۔[1]

☆ ابیض مشرب بحمره .

☆ ازهر اللون . (مسلم شریف)

نسائی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

بینا النبی صلی اللہ علیه و آلهٖ وسلم جالس بین اصحابه جاء رجل فقال ایکم ابن عبدالمطلب فقالو اهذا الامغزا المرتفق

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا: "تم میں ابن

---

[1] مشرب وہ شخص کہلاتا ہے جس کے گورے رنگ میں سرخی شامل ہو

[2] الامغز اس رنگ کے آدمی کو کہتے ہیں جس کے رنگ میں سرخی ہو۔ اور المرتفق کے معنی ہیں کہنی پر ٹیکا دیا ہوا آدمی۔

عبدالمطلب کون شخص ہے؟"۔۔۔۔ صحابہ نے کہا:
"یہ ہیں جن کا رنگ سرخی مائل ہے اور وہ کہنی پر ٹیکا دیے ہوئے ہیں"۔
بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لیس بلیض امھق کے بارے حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ روایت مروزی کے تابع داؤدی کے پاس اس طرح سے ہے:
امحق لیس بابیض۔۔۔۔ جبکہ ابوحاتم وغیرہ کے پاس اسمر کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی علماء نے محض مشکل قرار دیا۔ اور یہ کہا کہ:
"اکثر یہ روایات متدافع ہیں اور بعض ممکن ہیں۔۔۔۔ ان میں موافقت معنی کو ظاہر کیا جائے"۔
جیسے ابیض کی روایت ہے۔ اسے مشرب بالحمرہ کی اور ازہر کی روایت کے ساتھ موافق کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔ اور بعض روایات کا جمع ممکن نہیں ہے۔ جیسے:
ابیض شدید الوضح کو اسمر اللون کی روایت کے ساتھ ملایا نہیں جا سکتا۔
داؤدی نے امھق لیس بابیض کی روایت پر اعتراض کیا ہے اور یہ وہی روایت ہے جو کہ مروزی کی روایت کے متعلق تابع واقع ہوئی ہے۔
قاضی عیاض نے کہا کہ یہ روایت وہم راوی ہے۔ اسی طرح وہ روایت بھی وہم راوی ہے جس میں لیس بالابیض ولا الادم مذکور ہے، صحیح نہیں ہو سکتی۔
حافظ ابن حجر نے اسے لیس بجید کہا کیونکہ لیس بالابیض سے شدید الابیض مراد ہے۔ اور لیس بالادم سے الشدید الادم مقصود ہے۔
مطلب یہ ہے کہ آپ کی بیاض میں حمرۃ مخلوط تھی۔ اس قسم کے موقع پر عرب اسمر کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اسی لیے حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں احمد اور بزار اور ابن مندہ کے پاس سند صحیح سے مذکور ہے:
ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اسمر
بیہقی نے دلائل میں نعت نبی کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دوسرے طریق سے بیان کیا۔ چنانچہ کہا کہ:
"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابیض تھے۔ آپ کا رنگ بیاض مائل بہ گندم تھا"۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صفت نبوی میں مذکور ہے کہ:
"آپ جثہ اور جسامت کے اعتبار سے ایک درمیانی قسم کے آدمی تھے۔ آپ کی رنگت سرخی مائل سفیدی تھی"۔
امام احمد نے اسے روایت کیا۔ ان تمام روایات کو ملانے سے اب بخوبی یہ ظاہر ہے:
☆ سمرہ یعنی گندمی رنگ سے مراد گورا ہے۔

☆ بیاض سے رنگ مراد ہے۔

☆ سرخی وہ جو بیاض سے مخلوط ہوئی ہو۔

☆ بیاض سے مقصود وہ سفیدی ہے جس میں سرخی شامل رہے۔

☆ جس بیاض میں حمرۃ شامل نہ ہو، اس رنگ کی نفی کی جا رہی ہے عرب قوم جسے پسند نہیں کرتی، اور اسے مھق کہا کرتے ہیں۔

امھق لیس بابیض مقلوب الفاظ میں جو روایت ثابت ہے اس کی توجیہہ اس طرح ممکن ہے کہ **امھق** سے مقصود اخضر اللون سبز رنگ ہے جو لغت میں غیر بیاض، غیر سمرہ، غیر حمرہ یعنی خالص سفید یا سرخ یا گندمی، آپ کے رنگ نہیں تھے۔

روایت ہے کہ پانی کی سبز کیفیت پر مھق کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس روایت کی تقدیر پر توجیہہ صحیح ہو جائے گی۔

ابوحنیفہ کا اس پر ابیض کا اطلاق کرنا اوپر گزر چکا ہے۔ اسی طرح مسلم و ترمذی میں ابوالطفیل کی حدیث ہے:

فجعلت انظر .... حمارۃ۔

یعنی میں آپ کی پنڈلی مبارک کو دیکھا کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی چمک آگ کی چنگاری کی طرح روشنی دے رہی ہے۔"

محرش کعبی علیہ الرحمہ کی حدیث قصہ عمرہ جعرانہ میں امام احمد نے روایت کی:

فنظرت الی ظھرہ کانھا سبیکۃ فضہ

یعنی "چمکتی ہوئی چاندی کی مانند آپ کی پیٹھ مبارک کو دیکھا۔"

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

"کان شدید البیاض"

یعنی "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت گورے رنگ کے تھے۔"

اس روایت کو یعقوب بن سفیان بزار نے قوی سند سے پیش کیا۔

گزشتہ سطور کے مضمون کے ساتھ اس روایت کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ بیہقی نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے:

"آپ کا رنگ سرخی مائل ہونا، عمدہ گندمی رنگ ہونا یہ بات ہے کہ جیسے دھوپ اور ہوا کی وجہ سے دس بجے کے وقت کی روشنی بہت بھلی نظر آتی ہے — یہ بات آپ کے چہرۂ مبارک اور گردن کے رنگ کی بتائی گئی۔ اور لباس کے اندر کا جسم کامل قسم کا گورے رنگ کا تھا جسے ازہر کہا گیا ہے، اور ابیض کہتے ہیں۔"

یہ مباحث ابن ابی خیثمہ کے ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کے بعد درج کیا ہے — اوپر کے بیان سے زیادہ بسط کے ساتھ ان کے پاس یہ تقریر ہے — اور اس پر یہ عبارت

زیادہ کی گئی ہے:

ولونہ الذی لایشک فیہ لابیض الازھر

اورکسی کا جوقول ذکر ہوا ہے، بیہقی نے اس کی تضعیف کی ہے کہ آفتاب کی شعاع آپ پر پڑنے کی حالت کوسمرۂ گندمی رنگ تعبیر کیا گیا۔ اس لیے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں تھی۔ سب سے زیادہ قریبی تعلق ہونے کی وجہ سے آپ کے کسی لازمی وصف کے خلاف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی چیز سے توصیف کریں، ایسا نہیں ہوسکتا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ دھوپ میں رہے ہوں، ایسا تو نہیں ہے۔[1] ہاں اگر اس طرح کی توصیف کسی ایسے شخص سے ہوتی جو آپ کے پاس ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہو، اور وہ ملاقات دھوپ کے وقت میں ہوئی ہو تو اس سے سمرہ کا مطلب لینا ممکن تھا ـــــ لیکن بہتر یہ ہے کہ سمرہ کے معنی روایت انس رضی اللہ تعالیٰ میں اس سرخی پر محمول کیے جائے جو بیاض کو شامل ہو۔

تنبیہ واحتیاط بالایمان:

شفا شریف از قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون سے مذکور ہے کہ:

''جو شخص کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سیاہ تھا، اسے قتل کیا جائے۔''

اور یہ امر اس کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں سے کسی ایک صفت میں بھی دروغ گوئی کرنے سے کفر ہوتا ہے ـــ اور کفر کے لیے قتل واجب کیا جاتا ہے۔ یہاں نفس شے اس طرح کی نہیں ہے بلکہ اسے سمجھنے کے لیے ایک ضمیمے کی ضرورت ہے جو ہمارے زیر بحث مضمون کے نقصان کو ظاہر کرنے والا ہو۔ جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے لہٰذا سیاہ رنگ جو ہے وہ مفضول ہے۔

خوشبو مبارک:

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے محسوس ہونے والی ہوا کی خوشبو اور آپ کا پسینہ اور فضلات کی کیا خصوصیت تھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی جلد اطہر سے خوشبو ظاہر ہونا، رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت تھی۔ اگرچہ آپ عطر کا استعمال نہ کریں۔

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے   بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے   (رضا)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے:

''میں نے کبھی کسی ہوا کو نہ مشک وعنبر کو نہیں سونگھا جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوا سے بہتر ہو۔''

---

[1] اکثر رواتوں میں آیا ہے کہ دھوپ میں آپ پر بادل سایہ کرتا تھا۔ پھر دھوپ سے رنگت مبارک میں تغیر کیونکر ممکن ہے؟ ـــ طاہر

اسے امام احمد نے روایت کیا — بخاری شریف میں ان الفاظ سے روایت ہے:

''نہیں سونگھا میں نے، نہ مشک کو نہ عنبر کو، جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بو سے بہتر ہو۔''

امام ترمذی کی حدیث میں اس طرح سے ہے:

''میں نے کبھی نہیں سونگھا مشک وعطر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے بہتر خوشبو کا ہو۔''

ام عاصم زوجہ عتبہ بن فرقد سلمی سے روایت ہے کہ عتبہ کے پاس ہم چار عورتیں تھیں — ہر ایک کی کوشش ہوتی تھی کہ سب سے اچھی خوشبو استعمال کرے۔ جبکہ عتبہ صرف داڑھی کی تدہین (لگانا، ملنا) کیا کرتے تھے۔ ان کی خوشبو ہم سب سے بہتر رہتی تھی۔ جب عتبہ باہر نکلتے تو لوگوں میں تعریف ہوتی کہ عتبہ سب سے بہتر عطر استعمال کرتے ہیں — میں نے ایک دن عتبہ سے کہا:

''ہم کوشش کرتے ہیں کہ بہترین خوشبو کا استعمال کریں۔ لیکن آپ ہم سے بڑھ جاتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟''

انہوں نے کہا:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کیچڑ میں گر گیا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کپڑے اتار دو۔ میں کپڑے اتار کر سامنے بیٹھ گیا۔ البتہ شرم گاہ کو کپڑے سے ڈھانپ لیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ دم کیے اور میری پیٹھ پر مسح فرمایا تھا اور پیٹ پر بھی۔ اس دن سے میرے اندر یہ خوشبو بھڑک اٹھی ہے۔''

معجم صغیر میں طبرانی نے اسے روایت کیا ہے۔ ابو یعلی اور طبرانی نے ایک شخص کا قصہ بیان کیا ہے جس کے پاس اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا، اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد چاہی تھی۔

آپ نے اس شخص کے ہاتھ ایک شیشی منگوائی۔ اس میں اپنا پسینہ مبارک ڈالا اور اس شخص کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

''اپنی بیٹی کو حکم دے کہ یہ خوشبو استعمال کرے۔''

جب کبھی وہ اس خوشبو کو لگایا کرتی تو اس خوشبو سے مدینہ کے تمام در و دیوار سرشار ہو جایا کرتے۔ اس آدمی کے خاندان کو بیت المطیبین سے نامزد کیا گیا۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ ‏ ‏ ‏ ‏ مانگے نہ کبھی عطر، نہ پھر چاہے دلہن پھول (رضا)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر چند خاص صفات تھیں:

☆ آپ جس راستہ سے گزرتے، آپ کے بعد اس راستہ سے جو شخص بھی گزرتا، اسے معلوم ہو جاتا کہ اس راہ سے آپ کا گزر ہوا ہے۔ آپ کے پسینہ کی خوشبو اور ذات اقدس کی عطریت کی وجہ سے راہگیر اسے محسوس کر لیتا۔

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر ‏ ‏ ‏ ‏ رہ گئی ساری زمین عنبر سارا ہو کر

☆ آپ کا گزر کسی پتھر کے نزدیک ہوتا تو پتھر آپ کو سجدہ کرتا۔ (بروایت دارمی، بیہقی، نعیمی)

تعریف اللہ پاک ہی کے لائق ہے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

فلو ان رکبا یمموك لقا دھم نسیمك حتی یستبدل به الرکب

یعنی "اگر لوگ آپ کا ارادہ کریں تو ذات اقدس کی خوشبو کی مہک ان کو راستہ سے لے جاسکتی ہے۔ حتیٰ کہ راہ گیر آپ کے اس راستہ پر گزرنے کا پتا لگا لیتے ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"مدینہ طیبہ کے کسی راستہ میں جب آپ کا گزر ہوتا تو لوگ اس راستہ میں آپ کی خوشبو کو معلوم کرتے، اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس راستہ پر گزرے۔"

اسے ابویعلیٰ اور بزار نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ قائل نے کیا بہتر بیان کیا ہے ۔

یروح علیٰ غیر الطریق اللتی عذا علیها فلا یهیٰ علاه نهایة

"آپ جو راستہ چلے ہوں، اس کے خلاف کوئی نادان شخص اپنے لیے راہ اختیار کرے تو آپ کی بلند مرتبہ شخصیت آپ کے راستہ کے ماتعین کو زجر (ملامت) نہیں فرماتی۔"

"آپ کے عطر کی ہوا ایسے لائق زجر و توبیخ (لعنت ملامت) آدمی کو بھی راحت و سکون کا بروقت فائدہ پہنچاتی — چنانچہ اس آدمی کے راستے سرکار کی نہایت ہی خوش گوار خوشبو کی وجہ سے پسندیدہ اور خوش گوار ہو جاتے۔"

تروح له الارواح حیث تنسمت لحا سحرا من حبه نسماته

"جس طرف محبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جادو اثر ہوائیں چلتی ہیں اس جگہ نفوس انسانی کی ارواح رحلت کے بعد حاضر خدمت ہوتی ہیں۔"

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں جس راہ چل گئے ہیں، کوچے بسا دیے ہیں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک سب سے زیادہ خوب صورت تھا — اور سب سے زیادہ نورانی رنگ آپ کا تھا۔ اس کا وصف جب بھی کوئی شخص بیان کرے، چہرۂ مبارک کو چودھویں رات کے چاند کے مشابہ قرار دے گا — چہرۂ مبارک میں موتی کی مانند آپ پسینہ اطہر کے قطرات چمکتے نظر آتے تھے۔ جو ازفر اور مشک سے بھی عمدہ قسم کی خوبو سے مزین ہوتے۔"

اسے ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

مصحف نور پر آپ زر کا ورق یا کف حور پر موتیوں کا طبق

من دانی میں ہے قد ازی کی رمق — شبنم باغ حق یعنی رخ کا عرق
اس کی چی براقت پہ لاکھوں سلام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''آپ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد استراحت خواب فرمایا۔ نیند کے دوران آپ کو پسینہ آیا۔ میری ماں ایک شیشی لے آئیں اور اس میں آپ کا پسینہ مبارک لے لیا۔ اس دوران آپ نیند سے بیدار ہو گئے اور فرمایا:

''اے ام سلیم! تم یہ کیا کرتی ہو؟''

عرض کیا:

''یہ آپ کا پسینہ ہے۔ اسے ہم اپنی خوشبو بنائے ہیں اور وہ سب سے بہتر عطر ہے۔''

اس کی مسلم نے روایت کی۔ مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلیم کے گھر جایا کرتے تھے۔ ان کے بستر پر سو جاتے اور وہ اپنے گھر میں نہیں ہوتی تھیں۔ ایک روز آپ آئے اور ان کے بستر پر سو رہے۔ وہ آئیں تو ان سے کہا گیا کہ تمہارے مکان میں تمہارے فرش پر نبی اللہ سوئے ہیں—— اس وقت تک نیند میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آ گیا تھا۔ آپ نے چمڑے کے ٹکڑے سے پسینہ پونچھ کر وہ ٹکڑے فرش پر رکھ چھوڑے تھے—— حضرت ام سلیم نے اپنا قلم دان کھولا اور اس پسینہ کو پونچھ کر اپنی شیشی میں نچوڑنے لگیں—— دفعتاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے گھبرائے ہوئے پوچھا:

''اے ام سلیم! تم یہ کیا کرتی ہو؟''

انہوں نے عرض کیا:

''ہم اپنے بچوں کے لیے اس کی برکت کے خواہش مند ہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔''

لغتیدہ:

یہ قلم دان کی طرح چھوٹا صندوق ہوتا ہے جس میں عورتیں اپنی ضرورت کی عزیز چیزیں اس میں رکھ لیا کرتی ہیں۔ لیکن یہ روایت کہ گلاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک یا براق کے پسینہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے بارے احادیث کے بارے امام سخاوی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ موضوع حدیث ہے۔ ابن عساکر نے بھی مسند فردوس میں ایسا ہی کہا ہے یعنی:

اورد الابیض خلق من عرقی......

یعنی ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

☆ سفید گلاب میرے پسینہ سے معراج کی رات پیدا ہوا۔

☆ سرخ گلاب حضرت جبریل علیہ السلام کے پسینہ سے پیدا کیا گیا۔

☆ زرد گلاب براق کے پسینہ سے پیدا کیا گیا۔"

اسے مکی بن بندار زنجانی کے طریق سے روایت کیا گیا۔[1]

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"جب معراج میں آسمانوں کی سیر اکرائی گئی تو میری دوری کی وجہ سے زمین روئی — چنانچہ زمین کے نبات سے اللصف کی نبات پیدا ہوئی۔ پھر جب میں معراج کی سیر سے واپس ہوا تو میرے پسینے کا قطرہ زمین پر گرا، اس سے سرخ گلاب پیدا ہوا۔ جسے منظور ہو کہ میری (خوش) بو سونگھے، اسے سرخ گلاب سونگھنا چاہیے۔"

پھر ابوالفرج نہروانی نے کہا:

"اللصف الکبر۔ یہ حدیث (خبر) جس بزرگی کا پتا دیتی ہے وہ بہت میں سے تھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس قدر اکرام و مراتب عالیہ سے سرفراز فرمایا وہ آپ کا مقام عالی ہے۔ جو آپ کی فضیلت اور آپ کے رفیع المرتبت ہونے پر دال ہے۔"

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رخسار مبارک کو میرے ہاتھوں سے مس فرمایا۔ میرے ہاتھ کو برودت اور ٹھنڈک محسوس ہوئی اور خوشبو گویا کہ اسے عطار کی تھیلی سے باہر نکالا۔"

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا ایک اور صحابی نے فرمایا:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک عطر سے مس کرے یا نہ کرے۔ آپ سے مصافحہ کرنے والا آدمی سارا

---

[1] یعنی حسن بن علی بن عبدالواحد قرشی نے ہم سے حدیث بیان کی اور کہا کہ ہم سے ہشام بن عمار نے زہری سے حدیث بیان کی اور زہری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے مرفوعاً روایت کیا۔ ثم قال قال ابومسعود حدث به ابو عبداللہ حاکم نے اس حدیث کو ایک شخص سے روایت کیا اور اس شخص کی روایت مکی سے ہے۔ مکی اس حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہے۔

اسی حدیث کو ابوالحسین بن فارس لغوی نے الرحیان والراح له میں مکی سے روایت کیا — مکی ان لوگوں میں سے ہے جن کو دارقطنی نے متہم قرار دیا ہے اور وضع کی علت بیان کیا۔ یہ حدیث مکی کے طریق سے ثابت ہونے کے علاوہ ایک دوسرے طریق سے اس کا ثبوت ہے — ابوالفرج نہروانی اس کا روای ہے۔ جلیس صالح کی قسم خامس و تسعین میں به طریق محمد بن عنبسه بن حماد که حدثنا ابی عن جعفر..... یعنی محمد سے ان کے والد عنبسہ نے حدیث بیان کی بروایت جعفر بن سلیمان اور وہ بروایت مالک بن دینار اور مالک بن دینار نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا۔

دن آپ کے کف دست کی خوشبو محسوس کرتا رہتا تھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے تو وہ بچہ دوسرے بچوں میں دست مبارک کی خوشبو کے اثر سے پہچان لیا جاتا تھا۔"

آپ کے فضلات مبارک (جونۃ العطار)[1] :

مولفین شمائل کریمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ضرورت کو جانے کی حاجت ہوتی تو زمین شق ہوتی اور آپ کے پیشاب اور فضلہ کو نگل جاتی اور اس جگہ خوشبو مہکتی تھی۔

کسی اور شخص نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ کبھی کوئی آدمی اس بات پر مطلع نہ ہو سکا کہ آپ کا جو بول و براز خارج ہوتا تو وہ کیا چیز ہوتی تھی۔

محمد ابن سعد نے سند کے ساتھ بیان کیا جیسا کہ "شفاء شریف" کے بعض نسخوں میں موجود ہے۔ جسے اہل علم نے کہا کہ یہ روایت نہیں ہے اور نہ ہی ابن جبیر کی اصل کے حواشی سے اس کا تعلق ہے بلکہ کس یا ور شخص کے حواشی میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

"آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ بیت الخلا جاتے ہیں تو آپ سے خارج ہونے والی کوئی اذی کی چیز ہم نہیں دیکھتے۔"

آپ نے فرمایا:

"اے عائشہ! وما علمت ان الارض یاکل شئ خرج من الانبیا۔

کیا تمھیں معلوم نہیں کہ انبیاء سے جو چیز خارج ہوتی ہے، اسے زمین نگل جایا کرتی ہے۔"

کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ:

"میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا۔ جب آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ کیا تو میں نے غور کیا۔ آپ ایک جگہ تشریف لے گئے۔ جب آپ ضرورت سے فارغ ہوئے تو میں اس جگہ پر گیا۔ جہاں سے آپ لوٹے تھے۔ وہاں میں نے کوئی اثر نہیں پایا پاخانہ کا نہ پیشاب کا۔ اس جگہ مجھے تین ڈھیلے نظر آئے۔ میں نے ان ڈھیلوں کو لے لیا۔ ان میں عمدہ قسم کی خوشبو تھی اور عطر کی بو۔"

خطیب قسطلانی کہتے ہیں کہ حافظ عبدالغنی مقدسی سے کسی نے پوچھا:

"کیا ایسی کوئی روایت ہے کہ فضلہ کہ جو چیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن سے نکلتی تھی اسے زمین نگل جایا کرتی

---

[1] جونۃ العطار۔ بہ ضم جیم و ہمزہ...... جیم کے ضمہ اس کے بعد ہمزہ سے ہے۔ تخفیف ہمزہ یعنی واؤ سے بھی جائز ہے — یہ گول شیشی نما ڈبیہ ہوتی ہے۔ جس کو چمڑے سے ڈھکن بنا دیا جائے — بحوالہ علم تاریخ از قاضی عیاض علیہ الرحمہ

تھی۔''

ملاذی نے کہا:

''اس کی روایت غریب اور نادار طریقہ پر آئی ہے اور ظاہر حال اس کا موئید ہے— واقعہ یہ ہے کہ کسی نے بھی بیان نہیں کیا کہ کسی صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلہ کو دیکھا اور نہ اسے ذکر کیا لیکن آپ کے پیشاب کا تو بہت سارے لوگوں کو مشاہدہ ہو۔ اور آپ کی رازدان حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس کا مشاہدہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

بیہقی نے ابوالحسن بن بشر سے روایت کی جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو میں آپ کے پیچھے جاتی تھی۔ میں کچھ نہیں دیکھتی تھی سوائے اس کہ خوشبو یعنی رائحۃ الطیب میں سونگھا کرتی تھی۔ پھر میں نے سرکار سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

''اے عائشہ تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے جسم اہل جنت کی ارواح کی طبیعت پر نشوونما پائے ہیں۔ جو چیز اس سے خارج ہوتی ہے، زمین اسے کھا لیتی ہے۔''

آپ کے خون مبارک سے تبرک:

مستدرک میں حاکم نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول اور آپ کے خون سے تبرک حاصل کیا جاتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''قریش کے ایک لڑکے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پچھنے لگائے فارغ ہوا تو اس خون کو لے کر دیوار کے پیچھے چلا گیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا کوئی نہ پایا تو اس نے نبی کریم کے خون کو چاٹ لیا۔ اس سے فارغ ہو کر سامنے آیا تو نبی کریم نے اس کے چہرہ کو دیکھا اور فرمایا:

''افسوس تم نے خون کو کیا کیا؟''

لڑکے نے کہا: ''دیوار کے پیچھے اسے غائب کر دیا۔''

آپ نے فرمایا:

''کس جگہ اسے غائب کر دیا ہے۔''

لڑکے نے کہا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے بے ادبی خیال کیا کہ میں آپ کے خون کو زمین میں بہا ڈالوں، لہٰذا میرے پیٹ میں ہے۔''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''جا تو نے خود کو دوزخ کی آگ سے محفوظ کر لیا۔''

سنن سعید بن منصور میں عمرو بن السائب کے طریق سے یہ روایت پہنچی کہ:

''حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد ''مالک'' نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم کو چوس لیا تھا جبکہ آپ زخمی ہوئے تھے۔ انہوں نے زخم کو اس قدر چوسا کہ پاک صاف کر دیا اور جلد کا گورا رنگ نظر آنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ منہ سے نکالو تو کہنے لگے: ''خدا کی قسم! اسے ہرگز نہ تھوکوں گا۔''

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس کسی کو منظور ہو جنتی آدمی کو دیکھنا تو وہ اس شخص کو دیکھے۔''

پھر حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت کا درجہ پایا اور وہ شہید ہوئے۔

بزار، طبرانی اور حاکم اور بیہقی نے روایت کی جسے ابونعیم نے ''حلیہ'' میں پیش کیا۔ عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ کی حدیث کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجامت کے ذریعے خون خارج کیا اور مجھے وہ خون دے کر فرمایا:

''اسے غائب کر دو۔ جاؤ!''

چنانچہ میں گیا اور اسے پی لیا۔ پھر حاضر خدمت ہوا تو اپ نے پوچھا:

''تم نے کیا کیا؟'' —— میں نے کہا۔ ''غائب کر آیا ہوں ——'' فرمایا۔ ''شاید تو نے پی لیا ہو گا ——'' میں نے کہا۔ ''ہاں پی آیا ہوں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ:

میں نے کہا:

''سب سے زیادہ مخفی جگہ سے میں اسے جگہ میں اسے رکھ آیا ہوں جعلته فی اخفیٰ مکان (لڑکے نے شاید لوگوں سے خوف کیا ہوگا) —— رسول عربی نے فرمایا:

''شاید تم نے پی لیا ہے؟'' لڑکے نے کہا: ''ہاں میں نے پی لیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''افسوس ہے تجھ پر لوگوں کی طرف سے —— اور افسوس ہے لوگوں پر تیری وجہ سے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکے سے فرمایا:

''اس فعل پر تجھے کس نے آمادہ کیا؟''

لڑکے نے کہا:

''مجھے معلوم تھا کہ آپ کے خون تک آگ نہیں پہنچ سکتی۔ لہٰذا میں نے اسی وجہ سے اسے پی لیا۔''

آپ نے فرمایا:

ویل لک من الناس

دارقطنی کے پاس اس حدیث سے مماثل حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث آئی ہے۔ اس میں ولا تمسك النار کے الفاظ بھی ہیں۔ یعنی ''تجھے آگ نہیں جلائے گی۔''

کتاب ''جوہر مکنون'' میں قبائل اور بطون کے بیان میں آیا ہے کہ:

''حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کو پی لیا تو ان کے منہ سے مشک کی خوشبو نکل کر پھیلنے لگی اور یہ مہک آپ کے منہ میں ہمیشہ کے لیے قائم ہوگئی تھی حتیٰ کہ آپ کو سولی دی گئی۔''

آپ کا بول یعنی پیشاب مبارک:

حاکم، دارقطنی، طبرانی اور ابونعیم نے ابو مالک نخعی کی حدیث اسود بن قیس کی روایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں نیند سے بیدار ہوئے۔ آپ نے مکان کے بازو کی ایک جانب پیالے میں پیشاب کیا۔۔۔۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''میں بڑی رات کے وقت نیند سے جاگی اور مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ میں نے اس پیالے کو دیکھا، اور جو کچھ اس میں تھا میں نے اسے بے خبر پی لیا۔۔۔۔ جب صبح ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے ام ایمن اٹھو اس پیالے میں کیا ہے اسے پھینک دو۔''

میں نے عرض کیا:

''خدا کی قسم اس پیالے میں جو کچھ تھا میں نے اسے پی لیا ہے۔''

یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے منہ کے کچھ پچھلے حصہ کے داڑھ ظاہر ہوئے، پھر فرمایا:

''واللہ تیرے پیٹ کو بھوک کی تکلیف نہ ہوگی۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکڑی کے پیالے میں پیشاب کرتے اور اسے تخت کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ پھر وہ پیالہ خود بخود خالی ہو جایا کرتا تھا۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک خادمہ جس کا نام برکت تھا اور وہ ارض حبشہ سے آئی تھی۔ اس سے پوچھا کہ اس پیالے میں پیشاب تھا وہ کہاں ہے؟۔۔۔۔ اس نے کہا۔ ''اسے تو میں پی چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا:

''ام یوسف! تیرے لیے صحت ہے۔''

چنانچہ وہ عورت مرتے دم تک بیمار نہیں ہوئی۔ مرض موت آیا، اس میں اس کا انتقال ہوا۔ اس واقعہ کو ابوداؤد نے ابن جریج

عن حکیمہ عن امہا امیمہ بنت رقیقہ کی سند سے روایت کیا ہے اور ابن دحیہ نے اسے صحیح کیا۔ اس طور پر یہ دو قصے ہیں جو علیحدہ علیحدہ عورتوں کے ہیں۔

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ برکت ام یوسف، ام ایمن کی برکت نامی عورت کے سوا دوسری عورت ہے۔ اور یہی وہ رائے ہے جس کی طرف شیخ بلقینی کا میلان ہے—— ان احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب اور خون کے پاک ہونے پر دلالت ہے—— ''شرح المہذب'' میں نووی نے کہا ہے کہ اور استدلال کیا ہے کہ:

''جو شخص دو معروف و مشہور حدیثوں سے ان دونوں چیزوں کے پاک ہونے کا قائل ہے:

☆ ابوطیبہ حجام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پچھنے لگائے اور آپ کا خون پی لیا—— اس پر انکار نہیں کیا گیا۔

☆ ایک عورت نے آپ کا پیشاب پی لیا—— اس پر بھی کسی نے انکار نہیں کیا۔

حدیث ابوطیبہ ضعیف ہے اور پیشاب پینے کی حدیث صحیح کو دارقطنی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح بتایا—— اس قدر مضمون مذکورہ تمام قیاسی زائد امور کے لیے استدلال میں کافی ہے—— پھر دارقطنی نے کہا کہ قاضی حسین نے کہا ہے کہ صحیح ترین بات تمام چیزوں کی طہارت کو قطعی سمجھتا ہے۔''

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا جیسا کہ عینی اور ابوطیبہ کا قول ہے—— ابوطیبہ نافع ہیں—— پیشہ حجام ہے—— اور محیصہ کے آزاد کردہ غلام ہیں—— اور محیصہ ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ ہیں۔

ابن حجر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضلہ چیزوں کو طاہر اور پاک ماننے پر کثرت سے دلائل پیش ہو چکے ہیں اور آئمہ دین نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات میں تسلیم کیا ہے۔

بعض آئمہ نے کہا کہ اس خصوصیت میں وہ راز چھپا ہوا ہے کہ جو اس واقعہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ دو فرشتوں نے آپ کے شکم مبارک کو (آب زم زم سے) غسل دیا ہے—— واللہ تعالیٰ اعلم!

قضائے حاجت کا نبوی طریق کار:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قضائے حاجت سے متعلق عادت شریف کیا تھی۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ابوعوانہ نے روایت کی ہے اسے حاکم نے بھی بیان کیا ہے:

مابال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قائمہ منذ انزل علیہ القرآن

یعنی ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزول قرآن کے آغاز سے آخر زمانہ تک کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔''

نسائی اور ابن ماجہ میں عبدالرحمٰن بن حسنہ سے روایت ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر پیشاب کیا تو لوگوں نے کہا کہ دیکھو ان کو عورت کی طرح بیٹھ کر

پیشاب کرتے ہیں۔''
ابن ماجہ نے اپنے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا عربوں کی عادت تھی۔ حدیث عبدالرحمٰن بن حسنہ کا مضمون بھی اس کا موید ہے۔۔۔ حدیث شریف سے بھی اس بات کا ثبوت ملا کہ آپ عربوں کی مخالفت کرتے تھے اور پیشاب کرنے میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے بیٹھ کر پیشاب کرنے میں ستر کی حالت زیادہ حاصل ہوتی ہے اور اس میں پیشاب سے دور رہنے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔

بخاری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قوم کے گھر پر تشریف لائے اور کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ پھر آپ نے پانی منگوایا۔ میں پانی لایا تو آپ نے وضو کیا۔''

دوسری روایت میں ہے:
''آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور دونوں پاؤں ہٹا کر کشادہ کر لیے تا کہ دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ ہو جائے۔''
السباطه ۔ضمہ سین اور اس کے بعد ب سے یہ لفظ ہے۔ کوڑا اور کچرا پھینکنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جو گھروں کے اطراف و اکناف گھروں میں رہنے والوں کی سہولت کے لیے اکثر نرم زمین کی جگہ پر ہوتے ہیں۔ جہاں پیشاب کے چھینٹے پیشاب کرنے والے پر اثر کرنہیں آتے۔ لفظ سباطہ قوم کی طرف اختصاص کے لیے ہے ملک کے لیے نہیں ہے کیونکہ وہ جگہ نجاست سے خالی نہیں رہتی۔

اس گفتگو سے اس شخص کا اعتراض بھی رفع ہوا جسے گھوڑے پر پیشاب کرنے کی مصلحت کا سمجھنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ پیشاب دیوار کو خراب کر دیتا ہے جس سے ضرر کا احتمال ہے۔۔۔ اس سے بچنے کی مصلحت پر مبنی یا' ہم کہیں گے کہ آپ نے گھر پر پیشاب کیا، دیوار کی بنیاد میں نہیں کیا جو ہرج کا باعث ہوتا۔ یہ بھی صراحت سے ہے۔

ابوعوانہ کی روایت میں ایک یہ بھی احتمال ہے کہ پیشاب کرنے کے بارے میں صراحتاً یا بلا صراحت اہل محلہ کی اجازت تھی۔۔۔ آپ اس سے واقف تھے، اسی لیے آپ نے گھر پر پیشاب کیا ہے۔۔۔ یا یہ کہ مذکورہ عمل اس قسم کا ہے جس سے عموماً لوگ تسامح کرتے ہیں۔۔۔ یا اس وجہ سے ہوگا کہ آپ کو اہل محلہ کے ایثار صفت ہونے کا علم ہوگا۔۔۔ یا اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ فعل صادر ہوا ہوگا کہ آپ کو اپنی امت کے مال میں تصرف کرنا جائز ہے، غیر کے مال میں جائز نہیں۔ کیونکہ شان اولیٰ بالمومنین من انفسھم ہے۔

یہ آخری احتمال اگرچہ صحیح المعانی ہے لیکن آپ نے اسے مقرر نہیں فرمایا۔ یہ امر آپ کی اپنی سیرت مبارک کی وجہ سے اور مکارم اخلاق کی بناء پر تھا۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ قضائے حاجت کے لیے:

☆ زیادہ دور جانے کی'

☆ چلتے ہوئے راستے سے دور

☆ لوگوں کی نظروں سے مخفی

ہو جانے کی آپ کی عادت تھی۔ اس کے خلاف آپ کا فعل جو کہیں سرزد ہوا' وہ اس وجہ سے ہوا کہ آپ مسلمانوں کے مصالح کی مصروفیات میں رجوع تھے—— اور ہو سکتا ہے کہ دیر تک بیٹھ جانے کی وجہ سے آپ کو پیشاب کی حاجت لاحق تھی۔ اگر آپ دور فاصلہ پر جاتے تو ضرر کا اندیشہ تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے سے پردہ پکڑنے کی غرض سے نزدیک ہو گئے کہ ایسے میں آپ کسی کو دکھائی نہ دیں اور ممکن ہے کہ آپ کا یہ فعل بیان جواز کے لیے صادر ہوا ہو—— پھر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ پیشاب کا کام بیت الخلاء جانے کے کام سے چھوٹا ہوتا ہے—— جبکہ قضائے حاجت میں زیادہ بے پردگی کی ضرورت ہوتی ہے اور دور جانے سے ستر اور پردہ پوشی مقصود ہوتی ہے اور وہ حاصل ہے دامن چھوڑ دینے سے اور پردہ پکڑنے والے کے نزدیک ہو جانے سے۔

طبرانی نے عصمہ بن مالک کی حدیث کو روایت کیا:

''مدینہ کی بعض گلیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے آئے۔ آپ گھر کی طرف باوز ہو گئے اور فرمایا:

''اے حذیفہ! مجھ پر پردہ پکڑ لو۔'' پھر پوری حدیث ذکر فرمائی—— حذیفہ کو اس حالت میں اپنے قریب ٹھہرنے کا حکم فرمانے سے حکمت معلوم ہوئی—— ایک قول ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر اس لیے پیشاب کیا تھا کہ اس صورت میں آواز کے ساتھ ہوا خارج ہونے سے بے فکری رہتی ہے—— ایسا اس لیے کیا تھا کیونکہ وہاں مکانات قریب تھے۔ عبدالرزاق کی روایت اس مصلحت کی تائید کرتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

''کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دبر کی زیادہ حفاظت کے لیے مفید ہے۔''

امام شافعی اور امام احمد سے روایت ہے کہ عرب صلب کے درد کا علاج کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی تدبیر سے کرتے تھے۔ شاید کہ آپ کو یہ تکلیف تھی۔

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے کہ آپ کے گھٹنے کے اندرونی حصہ میں زخم تھا۔''

والمابض کا لفظ حدیث پاک میں ہمزۂ ساکن، اس کے بعد باء موحدہ پھر ضاء سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ''باطن رکبہ'' گویا آپ کو اس دشواری کی وجہ سے بیٹھنے کی متواتر قدرت حاصل نہیں ہو رہی تھی—— اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو تمام وجوہ سے جن کا ذکر کیا گیا ہے، بے فکری ہو جائے گی۔ لیکن دارقطنی اور بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا۔

سب سے زیادہ واضح بات تو یہ ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تا کہ اس کا جائزہ ہونا معلوم ہو جائے۔ آپ نے

اکثر حالات میں بیٹھ کر پیشاب کیا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا طریقہ منسوخ ہو گیا ہے۔ اس پر
حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیش کی گئی جو اوپر بیان ہو چکی ہے اور صحیح طور پر صورت مسئلہ یہ ہے کہ:

☆ یہ منسوخ نہیں ہے۔

☆ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم سے ہے — لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو عادت شریف گھروں کی حد تک تھی، اس پر محمول کیا جائے گا۔

☆ گھر کے سوا اور مقامات پر آپ کا فعل کیسا رہا، اب پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع نہیں تھی جسے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد رکھا۔ آپ صحابہ کبار میں شمار ہوتے ہیں۔

لہٰذا کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا فعل اگر چھینٹے اڑنے کی حالت سے محفوظ ہے تو بلا کراہت جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حاجت کو جاتے تو کپڑا نہیں اٹھاتے حتیٰ کہ زمین سے قریب ہو جاتے۔"

اسے ترمذی، ابوداؤد، اور دارمی نے روایت کیا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری نے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب کوئی پاخانہ کو جائے تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے بلکہ (اس کے مخالف سمت رخ کرو) جہت مشرق کو اختیار کرو یا جہت مغرب کو۔"

یہ حکم صحرا کے لیے ہے۔ مکان اور عمارات کے لیے نہیں ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"میں کسی ضرورت سے بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کے اوپر چڑھا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ کی طرف پیٹھ کیے قضاء حاجت کرتے ہیں، آپ کا منہ شام کی طرف ہے۔"

اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ ابوداؤد اور ابن خزیمہ کے پاس حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روایت ہوئی اس کے الفاظ احمد کے پاس اس طرح سے ہیں:

"كان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم ينهانا ان نستدبرا القبلة......

یعنی "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور طہارت لیتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے۔"

پھر میں نے آپ کے انتقال سے ایک سال پہلے قبلہ کی طرف منہ کرتے ہوئے آپ کو دیکھا۔"

فتح الباری میں ہے کہ اس حدیث کا حدیث نہی کے لیے ناسخ نہ ہونا حق ہے۔ برخلاف ان لوگوں کے جو اس کے قائل ہیں—— بلکہ اس پر محمول ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عمارت اور عمارت جیسے مقام پر دیکھا تھا۔ اس لیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقرر شدہ حالت ہے۔ پردہ اور ستر کے اصول میں مبالغہ کرنا—— اور دعویٰ کرنا خصوصیت نبی کا، بے دلیل ہے۔ اس لیے کہ خصائص نبی احتمال کے ساتھ ثابت نہیں کیے جاتے۔

جمہور علماء کا مذہب نیز مالک و شافعی و اسحاق کا عمارات اور صحرا دونوں کے حکم میں تفریق کرنے کا ہے—— سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال و افعال کے متعلق تمام دلیلوں میں یہ قول زیادہ معتدل ہے۔

ایک جماعت نے مطلق ناجائز کا حکم کیا ہے اور وہی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد سے مشہور ہے۔ جسے فقہ مالکی کے علماء میں سے ابن عربی نے ترجیح دی ہے اور ان کی دلیل نہی اباحت پر مقدم ہوتی ہے۔ مذکورہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔

ایک جماعت نے مطلق جواز قرار دیا ہے اور یہی قول حضرت عائشہ، عروہ اور ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ ان کا استدلال ہے کہ احادیث میں تعارض آ گیا ہے۔ ایسے وقت اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور اباحت اصل ہے۔

طہارت کیلئے پانی کا استعمال:

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

كان صلى الله عليه و آله وسلم اذا خرج لحاجة اجئ انا و غلام معنا اداوة من ماءٍ يعنى ليسنجى به .

''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رفع حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا حاضر ہوتے اور ہمارے ساتھ پانی کا ایک برتن ہوتا۔''

اس سے مراد لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آب دست لینے کے لیے ہم پانی لاتے تھے۔

''آپ رفع حاجت کر کے پانی سے طہارت کیے ہوئے نکلتے۔''

طہارت کیلئے مٹی کے ڈھیلے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت ضروری کے لیے نکلے تھے۔ میں آپ کے پیچھے چلا گیا—— آپ نے فرمایا:

''میرے لیے ڈھیلے تلاش کرو اور انھیں جھٹک لو، ہڈی اور گوبر نہ لانا۔''

ڈھیلوں کو میں نے اپنے کپڑوں کے کنارے میں پکڑ کر حاضر خدمت کیا، آپ کے پہلو میں رکھ دیے—— جب آپ قضائے حاجت فرما چکے تو ان ڈھیلوں کو استعمال فرمایا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاخانہ کے لیے تشریف لائے۔ مجھے حکم فرمایا کہ میں تین ڈھیلے آپ کو لا کر دوں —— مجھے دو ڈھیلے ملے، تیسرا تلاش کیا۔ نہیں ملا تو لید اٹھا لایا —— تینوں ڈھیلے حاضر خدمت کیے تو آپ نے دو ڈھیلے لے لیے اور لید کو چھوڑ دیا۔''

یہ بخاری کی روایت ہے۔ مسلم میں سلمان کی مرفوع حدیث ہے:

لا یستنج احد کم باقل من ثلاثه احجار

یعنی ''تین ڈھیلوں سے کم تعداد یک ساتھ کوئی شخص طہارت نہ کرے۔''

امام شافعی، احمد اور اصحاب حدیث نے اسی سے حکم اخذ کیا —— چنانچہ پاک ہونے کی مراعات کے ساتھ تین کی تعداد ناقص نہ ہونے کی شرط لگائی ہے۔ اگر اس سے پاکی نہ ہو تو زیادہ ڈھیلے استعمال ہوں تاکہ مبرز پاک ہو جائے اور اس وقت ڈھیلوں کی طاق تعداد استعمال کرنا مستحب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی بناء پر ''من استجمر فلیوتر'' واجب نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد میں حسن کی سند میں اتنا زائد آیا ہے: ومن لافلاح حرج یعنی جس کو ڈھیلے وتر تعداد میں نہ ملیں تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

خطابی نے کہا ہے کہ اگر صرف پاک کرنا ہی مقصد ہو تو عدد کی شرط فائدہ سے خالی رہے گی۔ لہٰذا جب تعداد کی شرط ہے اور اس کے الفاظ واضح موجود ہیں' اور پاک کرنا معلوم ہے تو اس میں معنی ہیں' جس کی دلالت پر ہر دو امر پر واجب ہو رہی ہے۔ اور اس کی مثال عدت گزارنا ہے۔ عورت کے حیض کے حساب سے۔ اس لیے کہ تعداد شرط کی گئی ہے۔ اگرچہ کہ رحم کی پاکی ایک ہی حیض میں تحقیق ہو جائے۔

امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ اگر عدد کی شرط لازم ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسرا ڈھیلا ضرور طلب فرماتے —— اس روایت حدیث سے طحاوی کو غفلت ہوئی ہے۔ اللہ ان پر رحم کرے —— اس روایت حدیث کو امام احمد نے معمر کے طریق سے اپنی سند میں پیش کیا۔ روایت ابن مسعود اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں مذکور ہے فالقی الروثة وقال انهار کس ۔

کہ ''پھینک دیا اپنے روثہ کو اور فرمایا یہ ناپاک ہے، میرے لیے ایک ڈھیلا لاؤ۔''

اس روایت کے رجال ثقات، مسلمہ افراد ہیں۔ امام طحاوی کے استدلال میں اعتراض کی گنجائش ہے اس احتمال سے کہ آپ نے کسی ایک ڈھیلے کے کنارے کو استعمال کرنا کافی سمجھا ہو اور تیسرے سے نظر ہٹا لی گئی —— کیونکہ تین کی تعداد سے یہ مقصود ہے کہ تین بار مسح ہو جائے۔ اور یہ بات تو حاصل رہتی ہے اگرچہ ایک ہی ڈھیلا استعمال ہو۔

قضائے حاجت سے پہلے دُعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اللھم انبی اعوذ بلك من الخبث والخبائث

اسے بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا۔

خبث کا کلمہ خ اور ب دونوں کے ضمہ سے ہے۔ اس سے مراد مونث مذکر دونوں قسم کے شیاطین ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اظہار عبودیت کے لیے استعاذہ فرماتے اور دوسروں کو تعلیم ہونے کے لیے اسے آواز سے پڑھتے رہتے۔

قابل استعاذہ کے مقام کیا وہ عمارات ہیں جو قضائے حاجت کے لیے تعمیر کیے جاتے ہیں یا عام ہے؟ —— زیادہ صحیح بات احتمال ثانی ہے۔ آدمی بیت الخلاء میں جانے سے پہلے یہ اعوذ پڑھے گا۔ اگر بیت الخلاء نہ ہو (کھلا میدان، جنگل یا صحرا) تو قضائے حاجت سے پہلے اس اعوذ کو پڑھنا چاہیے یعنی کپڑے اٹھانے سے پہلے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے —— اور اگر بھول گیا ہو تو دل میں پڑھ لے، زبان سے ادا نہ کرے۔

قضائے حاجت کے بعد کی دعا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پاخانہ سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے نکلتے تو غفرانك فرماتے۔

اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا —— حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

''جب آپ بیت الخلاء سے نکلتے تو فرماتے:

الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی و اعافانی

اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مضمون ہذا فتح الباری کے مضمون سے خلاصہ شدہ ہے۔

تمت بالخیر والحمد للہ علی ذلك

جمعۃ المبارک ۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ/۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء۔

۲۰ اسوج ۲۰۵۸ب۔ سہ پہر تین بجے

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیری تصانیف، ترجمہ، شرح وتخریج کی ہوئی کتب

تنظیم المدارس اہلِ سنّت پاکستان کے نصاب کے مطابق

جہانگیری

انتخاب احادیث 1

صحیح بخاری وصحیح مسلم

جہانگیری

انتخاب احادیث 2

ترمذی، ابوداؤد نسائی ابن ماجہ، شرح معانی الآثار

شبیر برادرز

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیرؒ تصانیف، ترجمہ، شرح و تخریج کی ہوئی کتب

تنظیم المدارس اہلِ سنّت پاکستان کے نصاب کے مطابق

جہانگیری

ریاض الصالحین

شبیر برادرز

تنظیم المدارس اہلِ سنّت پاکستان کے نصاب کے مطابق

جہانگیری

انتخاب

تفسیر جلالین

انتخاب

مشکوٰۃ المصابیح

جہانگیری

اربعین نووی

شبیر برادرز

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

جہانگیری

صحیح بخاری شریف

8 جلدیں مکمل

ترجمہ

قدوۃ علماء المحققین
زبدۃ فضلاء المدققین

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

20 کتب سے تخریج

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس، بامحاورہ ترجمہ

نور علیٰ نور

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقات علی البخاری

کا ترجمہ، وضاحتی الفاظ کے ہمراہ

صحیح بخاری میں موجود

- آیات و الفاظ قرآنی
- صحابہ کرام کے آثار
- تابعین و آئمہ متبوعین کے اقوال
- امام بخاری کی فقہی و تحقیقی آراء

جملہ افراد • اشخاص • قبائل • بلاد و اماکن • دیگر کی

مفصل فہرستیں پہلی مرتبہ منصہ شہود پر

ایک ایسی خدمت جس کی عربی، فارسی، اردو میں کہیں بھی، کوئی بھی مثال نہیں پیش کی جا سکتی

وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر 40، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006